اللہ
رسول
محمد
حضرت ابوبکر صدیق
حضرت سلمان فارسی
امام جعفر صادق
امام قاسم
بایزید بسطامی
خواجہ ابوالحسن خرقانی
ابو علی فارمدی
خواجہ ابو یوسف ہمدانی
خواجہ عبدالخالق غجدوانی
خواجہ عارف ریوگری
خواجہ محمود الخیر
خواجہ علی رامیتنی
خواجہ بابا سماسی
سید امیر کلال
خواجہ علاؤالدین عطار
خواجہ بہاؤالدین نقشبند
خواجہ عبیداللہ شاہ احرار
خواجہ یعقوب چرخی
خواجہ محمد درویش
خواجہ محمد زاہد
خواجہ باقی باللہ
خواجہ امکنگی
خواجہ عبدالاحد
شیخ احمد سرہندی
خواجہ محمد معصوم
خواجہ محمد زمان
خواجہ محمد سعید
قاضی احمد
خواجہ محمد حنیف
سید حسین شاہ
خواجہ محمد زکی
سید محمد علی شاہ
غضنفر علی شاہ
سید امام علی شاہ
حضرت میاں شیر محمد
خواجہ امیر الدین
بفضلہ وکرمہ تعالیٰ
ایں کتاب موسومہ بہ
معدنِ کرم
مشتمل بر احوال و آثار
حضرت سید
محمد اسمٰعیل شاہ بخاری
المعروف حضرت
کرمانوالے
صاحبزادہ ذی شان
پیر طریقت رہبر شریعت
حضرت سید عثمان علی شاہ بخاری

تیسرا نیا ایڈیشن

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ○ الذین آمنوا وکانوا یتقون ○

بفضلہٖ و منہ تعالیٰ

ایں کتاب موسومہ بہ

# معدنِ کرم

مشتمل بر احوال و آثار

حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف حضرت کرمانوالے

صاحبزادگانِ ذی شان

حضرت پیر سید محمد علی شاہ بخاری مد ظلہ

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت سید عثمان علی شاہ بخاری دامت برکاتہم

حضرت پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری مد ظلہ

مولفہ:

محمد اکرام (ایم اے) ○ عبدالعلیم قریشی (بی اے ایل ایل بی)

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

| | |
|---|---|
| کتاب | ........ معدن کرم |
| مؤلفہ | ........ محمد اکرام، عبدالعلیم قریشی |
| طابع وناشر | ........ عبدالعلیم قریشی |
| مطبع | ........ اقبال پرنٹنگ پریس |
| بار اول | ........ 1398 ہجری بمطابق 1978ء |
| دوسرا نیا ایڈیشن | ........ سوموار (پیر) 17 ذی قعد 1421 ہجری بمطابق 12 فروری 2001ء |
| تعداد | ........ گیارہ صد |
| تیسرا ایڈیشن | ........ جمعۃ المبارک۔ یکم جمادی الاول 1423ھ بمطابق 12 جولائی 2002ء |
| تعداد | ........ ایک ہزار |
| قیمت | ........ 200 روپے |

ملنے کے پتے

1۔ آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالا شریف ضلع اوکاڑہ
2۔ المدینہ گارمنٹس، کرمانوالا گارمنٹس، بمحافظ پلازہ 28۔ نیوانارکلی لاہور فون نمبر 7121365/7124789
3۔ کرمانوالا بک شاپ گنج بخش روڈ، لاہور
4۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
5۔ حجاز پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ، لاہور
6۔ سنی کتب خانہ، دربار مارکیٹ، لاہور
7۔ مکتبہ قادریہ، دربار مارکیٹ، لاہور

طیبی پبلی کیشنز 155۔ حبیب اللہ روڈ، خضر پارک ٹرجی شاہدرہ لاہور

# مقدمہ۔ پہلا نیا ایڈیشن

مولانا محمد اکرام صاحب مرحوم ومغفور نے اعلیٰ حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری المعروف حضرت کرماں والے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات مبارکہ بڑے جامع اور بلیغ الفاظ میں تحریر فرما کر شرف قبولیت حاصل کیا۔ مولانا مرحوم کی دلی خواہش تھی کہ قبلہ وکعبہ قطب دوراں شہنشاہ ولایت صاحبزادہ ذی شان حضرت سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات طیبہ بھی ضبط تحریر میں لائی جائے لیکن ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور وقت گزرتا رہا تا آنکہ پیر طریقت وشریعت جناب میر طیب علی شاہ بخاری سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف نے اس عاجز کو بابا جی سرکار عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات زندگی تحریر کرنے کا حکم دیا۔ اس سراپا غفلت کے لئے یہ بہت ہی مشکل کام تھا لیکن پھر بھی تائید ایزدی کی امید پر حکم کی تکمیل کے لئے کمر ہمت باندھ لی۔

معدن کرم کے پہلے ایڈیشن میں چیدہ چیدہ اولیائے کرام کے حالات وواقعات درج تھے لیکن موجود ایڈیشن میں شجرہ شریف میں مذکور تمام اولیائے نقشبند کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے اس کے علاوہ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ماخوذ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے فضائل، طریقہ کار اور آداب مریدین وغیرہ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ تا کہ تمام قسم کے لوگ بالعموم اور وابستگان سلسلہ بالخصوص اس سے استفادہ حاصل کر سکیں۔ نیز اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جمعۃ المبارک کے خطبات شریف سے اقتباسات بھی شامل کر کے اس ایڈیشن کی افادیت میں مزید اضافہ کیا گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ابتدائی روحانی رابطہ سلسلہ عالیہ چشتیہ سے شروع ہوا اس لئے آپ ہمیشہ چشتیاں شریف، تونسہ شریف، پاکپتن شریف وغیرہ عرس کے مواقع پر خصوصی طور پر شرکت فرمایا کرتے تھے اور اپنے جمعۃ المبارک کے خطبات میں خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامات الملفوظات اکثر بیان فرمایا کرتے تھے اس لئے آپ کے ملفوظات اور ارشادات پر مبنی تصنیف نافع السالکین سے چند اقتباسات تبرکاً ایک علیحدہ باب کے طور پر شامل کر کے قارئین کرام کے لیے مستفیذ ہونے کا موقع فراہم کیا گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بڑے صاحبزادے ذی وقار قبلہ وکعبہ سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور آپ کے صاحبزادہ حضرت پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات زندگی بھی اجمالاً شامل کئے گئے ہیں تاکہ قارئین کے علم میں اضافہ ہوسکے۔

ان کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرنا بہت ہی ضروری سمجھتا ہوں جن کی توجہ اور رہنمائی سے یہ عاجز اس مسودہ کو قارئین کرام کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہوا جن میں سرفہرست سید صمصام علی شاہ بخاری دامت برکاتہم العالیہ ہیں جنہوں نے ہر مقام پر اس عاجز کی رہنمائی کی اور کتاب کے مسودہ کا بغور مطالعہ فرما کا اصطلاح طلب امور کی نشاندہی فرما کر میری مکمل رہبری فرمائی۔ دراصل آپ ہی کی مساعی جلیلہ اور توجہ باطنی سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ میں اپنے عزیز دوست چوہدری محمد ادریس صاحب کا بھی بہت ممنون ومشکور ہوں جنہوں نے قبلہ وکعبہ حضرت پیر سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات زندگی مختلف افراد سے یکجا کرنے میں میرا بھرپور ساتھ دیا۔ میں چوہدری عبدالغنی صاحب، حاجی شفیق صاحب، محمد شریف صاحب اور حاجی محمد رمضان عرف رمضانی صاحب کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خطبات جمعۃ المبارک کی تدوین میں خاص کر میرا بھرپور ساتھ دیا۔

اس کتاب کی اشاعت میں پوری احتیاط سے کام لیا گیا ہے لیکن پھر بھی کوئی اصطلاح طلب مقام ہو تو اس عاجز کو مطلع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے نیز خانوادۂ کرمانوالہ شریف کے اولیائے کرام کے مزید حالات زندگی جن حضرات کے علم میں ہوں وہ مطلع فرمائیں تاکہ نئے ایڈیشن میں انکا اضافہ ہوسکے۔

عبدالعلیم قریشی
سگ آستانہ عالیہ
حضرت کرمانوالہ شریف

# فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# دیباچہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِ الْوَرٰى وَ عَلٰى صَحْبِهٖ وَ مَصَابِيْحِ الْهُدٰى فِيْ غَوَّاشِ الدُّجٰى وَ عَلٰى سَائِرِ اَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ مَادَامَتِ الْاَرْضُ وَ السَّمٰوٰتُ الْعُلٰى

اکابر نقشبندیہ مجددیہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین کی مساعی کو دین اسلام کی ترویج و اشاعت میں بڑا دخل ہے۔ اس سلسلے کا عظیم ترین سرمایہ افتخار حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصی نسبت ہے یہ اس عالی مرتبت ہستی کا روحانی فیض ہے جو انبیاء علیہم السلام کے بعد خیر الخلائق کی شان سے ممتاز ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ رب العزت نے میرے سینے میں کوئی ایسی شے القا نہیں فرمائی کہ میں نے اسے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینے میں القا نہ کیا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے جمیع فیوض و برکات، نتائج و ثمرات اور حقائق و معارف کی روح رواں ہے۔ اس سلسلہ میں فیضان نبویہ کا انعکاس ہے جیسا کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "طریقہ ما عینہ طریقہ اصحاب کرام است" حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے قلب و روح میں انوار و تجلیات مصطفویہ کا

انجذاب کرتے تھے۔ کسب فیض کے اس انداز اور لزوم صحبت ہی نے انہیں تا قیامت آنے والے تمام اولیاء اللہ سے سربلند و سرفراز کر دیا ہے۔ معارف نقشبندیہ مجددیہ اسی تسلسل کرم سے عبارت ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ فیوض الحرمین میں اس طرح رقم طراز ہیں کہ زیارت حرم نبوی کے ایام میں جناب رسالت مآب ﷺ نے انہیں باطنی طور پر فرمایا کہ حضرات شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما) علوم نبویہ میں جو اقامت صلوٰۃ، ادائے زکوٰۃ اور دیگر ارکان اسلام پر مشتمل ہیں، میرے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ اکابر نقشبندیہ نے انہی علوم کی تبلیغ کا بیڑا اٹھایا اور اپنی سیرت و کردار کو انہی کے قالب میں ڈھالا۔ ان کے ہاں از خود رفتگی اور ہا ، ہو نام کو نہیں، ہر انداز میں ایک پہلوئے نیاز ہے بے پناہ سکوت اور اخفاء کا عالم ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند
کہ برند از رہ پنہاں بہ حرم قافلہ را

دراصل یہ سب تاثیرات حضور ختمی المرتبت ﷺ کے اس ارشاد مبارک پر مترتب ہوئیں کہ میں دنیا میں اگر کسی کو دوست بناتا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کو دوست بناتا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق حضور ﷺ کی خلعت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی۔ ضبط احوال، خاموشی اور دردمندی اسی نسبت کے لوازم ہیں۔ یہ اسی خلعت کا ثمرہ ہے کہ حضرات نقشبندیہ کی سیر سلوک تمام انبیا علیہم السلام کی سیر کے تحت انفسی ہے اور سیر آفاقی اس کے ضمن میں طے کرا دی جاتی ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کو اس اعتبار سے ایک نرالی شان نصیب ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ باطن میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت سے بہرہ یاب ہیں اور باعتبار نسب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ بالفاظ دیگر آپ ظاہری و باطنی طور پر حضرات شیخین کریمین کی عظمت و شان کے وارث ہیں۔ آپ نے سنت نبوی ﷺ کی ترویج، دین قیم کے احیاء اور بدعات فاسدہ کے ازالہ کو عمر بھر شعار بنائے رکھا اور

اس سلسلہ میں کسی قسم کی مداہنت کو گوارا نہ کیا۔ فتنۂ الحاد اور نظامِ باطل سے متصادم ہوئے، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں مگر اپنے عظیم اور پاکیزہ طرزِ عمل کو برابر جاری رکھا۔ آپ کے جمیع خلفاء اور صاحبزادگان نے اس مشعلِ نور کو فروزاں رکھا اور اس کی روشنی میں حرمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف افراد امت کی رہبری کی۔ یہ ذکر یہاں بے محل نہ ہوگا کہ آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدوں کی تعداد نو لاکھ کے قریب ہے جن میں کم و بیش سات ہزار خلفاء ہیں۔ سندھ میں صاحبزادہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تربیت یافتہ ایک بزرگ خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے جن سے حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فیض یاب ہوئے۔ قاضی صاحب موصوف کو قیام مدینہ منورہ کے دوران حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے یہ ارشاد ہوا تھا کہ ہمارا ایک عزیز تمہارے پاس پہنچے گا، ولایت کی یہ نسبت تم اس کے حوالہ کر دینا۔ یہ باطنی نسبت ہے جو آخرکار حضرت شاہ حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المعروف "حضرت بھورے والے" کا مقدر بنی۔ شاہ صاحب موصوف اور آپ کے اخلاف و اعقاب کے دم قدم سے مکان شریف ضلع گورداسپور میں بے شمار ہندو اور سکھ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کی اولاد میں سے سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ حضرت میاں امیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے جن سے حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسبِ فیض کیا۔ پاک و ہند کے وسیع و عریض علاقوں میں حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فیضان جاری و ساری ہوا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت اور ارشادات مبارکہ میں یہ تاثیر تھی کہ آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہونے والے شخص کی کایا پلٹ جاتی تھی، وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ باطن کی بدولت سابقہ گناہوں سے تائب ہو جاتا اور اس کے دیدہ و دل میں ایک انقلاب برپا ہو جاتا تھا۔ حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ جن کے احوال و آثار پیش نظر کتاب کی زینت ہیں۔

مقتدمین حضرت والا کے احوال و آثار پر طائرانہ نظر ڈالنے سے ایک حیرت انگیز حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے، وہ یہ کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو سلسلہ فروغ گیر ہوا ان میں حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مرزا مظہر

جان جاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے اکابر اولیاء نسبت مجددیہ کے حامل ووارث ہوئے۔ جنھوں نے فیوض و برکات سلسلہ کو چاردانگ عالم میں پھیلایا۔ مگر حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی باطنی نسبت کوئی دو اڑھائی سو سال تک مستور رہی۔ بالفاظ دیگر حضور ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی نگاہ کرم اس نسبت کی حفاظت وتربیت پر مرکوز رہی، پھر مدت مدید کے بعد اس نسبت کا تمام وکمال ظہور مکان شریف کے سادات کرام اور ان کی اولاد و احفاد کی مقدس ارواح پر ہوا۔ بعد ازاں اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے خلفائے عظام اور بالخصوص حضرت شاہ محمد اسمٰعیل صاحب حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس نسبت جلیلہ کے وارث ومظہر بنے۔ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات گرامی جامع کمالات تھی۔ علوم معقول ومنقول کے فارغ التحصیل جبیں طاعت الٰہی سے روشن روئے مبارک پر دودمان مصطفوی کا جمال ووقار، نگاہ میں اتباع سنت کی ضیاء، فطرت میں پاکیزگی کا جوہر، نفس میں بلا کا اخفاء، واستتار، روح انوار مجددیہ سے لبریز جس پر نسبت چشتیہ کا سوز و گداز مستزاد تھا۔ ستم رسیدگان دہر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو نصرت ربانی ان کی دستگیر ہوتی۔ طالبان حق باریاب ہوتے تو انہیں بھی استعداد سے بڑھ کر نوازا جاتا۔ اللہ رب العزت نے آپ کو وہ شان وتمکنت عطا فرمائی تھی جو خاصان بارگاہ کا طرہ امتیاز ہے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اقلیم ولایت کا ایک تاجدار خلق خدا میں رونق افروز ہے۔

مصنف کتاب حضرت مولانا محمد اکرام صاحب نے آج سے کوئی پچاس برس پیشتر عربی زبان و ادبیات میں ایم۔ اے کیا اور چالیس سال متواتر سرکار حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسب فیض کیا اور اکثر و بیشتر سفر وحضر میں شیخ طریقت کے ساتھ رہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی غایت درجہ شفقت اور کمال عنایت سے مصنف کو تنویر باطن سے نوازا۔ ظاہر ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے احوال وآثار کا ادراک اور آپ کی واردات و کیفیات کا جامع بیان کتاب ہذا میں سلسلہ عالیہ کے مبداء فیض جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند اور حضرت امام ربانی قدس سرہما تک اکابر طریقت کے آثار ومعارف کو اجمالی طور پر قلم بند کیا ہے چنانچہ ایک عام قاری فیضان طریقت کے تدریجی

ارتقاء سے روشناس ہونے کے بعد کتاب کے اصل موضوع تک رسائی حاصل کر پاتا ہے اور پھر اسے بالآخر حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حیات آموز سوانح اور بصیرت افروز ارشادات سے دیدہ و دل کی جلا میسر آتی ہے۔ مولانا محمد اکرام صاحب نے اسلوب بیان میں عام تذکرہ نگاروں کے اساطیری انداز سے احتراز کیا ہے اور حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کمالات و خوارق کو آپ کے ارشادات کے پس منظر میں بیان کیا ہے جو کتاب کی افادیت میں گراں بہا اضافے کا موجب ہے۔ احوال و مقامات کی تسہیل کے لیے جامع اور بلیغ عنوانات کا انتخاب کیا ہے۔ یہ عنوانات نفس مضمون کی اس طرح وضاحت کرتے ہیں کہ اس کے نقوش مطالعہ کرنے والے کے دل پر ثبت ہو جاتے ہیں۔ مولانا نے واقعات کے بیان میں کہیں افراط و تفریط سے کام نہیں لیا اور فکر و فن کی صداقت کے تمام تقاضوں کو ہر آن پیش نظر رکھا ہے۔ یہ تمام واقعات مصنف کے ذاتی مشاہدات ہیں۔ انہوں نے مشاہدات کے اس ذخیرے سے ان جواہر ریزوں کو سلک نثر میں پرویا ہے جن کی آب و تاب میں سنتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعکاس نسبتاً روشن تر اور واضح تر ہے۔

اللہ رب العزت بطفیل جناب سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مولانا محمد اکرام صاحب کے افکار سے افراد امت کو بالعموم اور حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وابستگان سلسلہ کو بالخصوص مستفیض فرمائے۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

**پروفیسر حافظ محمد افضل فقیر**

(لاہور)

24 شعبان المعظم 1398ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# مُقدمہ

ماہ رمضان المبارک 1385 ہجری کی ستائیسویں اور سن عیسوی کے مطابق سال 1966ء کے ماہ جنوری کی بیس تاریخ تھی۔ جمعرات کا دن اور عین عصر کا وقت تھا کہ شیخ الاسلام، قطب زمان، محرم اسرار و مخزن انوار، رہبر کامل، ہادیٔ برحق، حامی شریعت و سنت، نائب رسالت حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری المعروف بہ حضرت کرمانوالے مالک حقیقی کے بلاوے پر لبیک کہتے ہوئے واصل بحق ہوئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) حضور اقدس کے وصال کے بعد وقت گزرتا گیا اور صدمہ کی شدت سے ایک عرصہ تک خیالات منتشر و پراگندہ رہے۔ احباب طریقت وقتاً فوقتاً باصرار مطالبہ کرتے رہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات و مقامات اور ملفوظات کو کتابی شکل دی جائے۔ مگر اپنی بے بضاعتی سامنے آ جاتی اور اشہب قلم وہیں رک جاتا یہ بھی خیال آتا کہ میرے جیسا غافل اور کوتاہ عمل انسان ایک برگزیدہ پاک اور باکمال ہستی کے متعلق کیا لکھ سکتا ہے۔ آفتاب علم و عرفان کے محاسن ایک ذرہ بے مقدار کیا بیان کرے گا۔ اس لیے ہر موقعہ پر معذرت کر کے احباب سے دامن چھڑاتا رہا اور یونہی وقت گزرتا چلا گیا۔

گزشتہ چند سالوں میں بعض قدیمی احباب داغ مفارقت دے گئے جن میں مولوی محمد عمرا چھروی، مولوی عبدالحق پاکپتنی، رائے نیاز احمد خان اور صوفی نور عالم رحمہم اللہ تعالیٰ خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور یہ حضرات وہ تھے کہ جن کو حضور اقدس سرہ العزیز سے طویل عرصہ تک فیضان صحبت حاصل رہا اور اس طرح وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات و ملفوظات سے بہت اچھی طرح واقف تھے۔ ان کے پاس ان حسین یادوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا لیکن وہ ان یادوں کو اپنے سینوں

سے لگائے رخصت ہو گئے۔ چنانچہ فقیر کے دل میں یہ خیال آیا کہ بڑے افسوس کی بات ہو گی اگر یہ حالات عجیبہ اور مقامات غریبہ احاطۂ تحریر میں نہ لائے جائیں اور یہ اسرار گراں مقدار کچھ مدت کے بعد یادوں سے محو ہو کر گم ہو جائیں۔ اس لیے یہ ضروری خیال کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات، مکشوفات، کرامات اور بشارات کو کتابی شکل دی جائے۔ سب یارانِ طریقت اور عقیدت مندوں کے دلوں میں یہ بات قدرتی طور پر پائی جاتی ہے کہ انہیں اپنے پیروں اور بزرگوں کی باتیں سننے کی زیادہ رغبت ہوتی ہے اور جدائی کے زخموں کو مندمل کرنے کے لیے یہی تذکرہ مرہم کافور کا کام دیتا ہے۔ جی یہی چاہتا ہے کہ اپنے شیخ کے احوال و مقامات کا ذکر کیا اور سنا جائے۔ ذکر سننے والوں کی محبت، شوق اور جذبہ میں اس سے اضافہ ہوتا ہے۔ چونکہ یار نظروں سے اوجھل ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی یاد تسکین خاطر کا سبب بنتی ہے۔

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

احباب نے اب پھر اصرار شروع کیا اور جب عالی جناب حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی کا بھی واضح ارشاد ہوا تو تائید غیبی کی امید پر اور حضرت صاحبزادہ ذیشان اور احباب کی دعاؤں کے سہارے اس کار خیر کی انجام دہی پر کمر باندھ لی۔

" كُلُّ اَمْرٍ مَّرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا "

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

" يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ "

(پارہ 6۔ رکوع 10)

**ترجمہ**: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں کوشش کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

حدیث شریف میں وارد ہے:

" اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ "

**ترجمہ:** ہر انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

نیز

وَمَنْ اَحَبَّ قَوماً حَشَرَہُ اللّٰہُ فِیْ زُمْرَتِھِمْ

**ترجمہ:** جو شخص کسی قوم سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ان کے زمرے میں اٹھائے گا۔

نیز

"مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ "

**ترجمہ:** جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ ان میں سے ہی ہوگا۔

ان احادیث شریفہ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ مشائخ کے احوال اور ان کے اسماء کا ذکر ہی رحمت الٰہی کے نزول اور نجات و بخشش کا باعث بنتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"حِکَایَاتُ الْمَشَائِخِ جُنْدٌ مِّنْ جُنُوْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی لِلْقُلُوْبِ یُعِیْنُھَا لِفُتُوْحِ اللّٰہِ"

**ترجمہ:** ''مشائخ کی حکایتیں لشکرِ الٰہی ہیں جس سے دلوں کو فتوحِ الٰہی حاصل ہوتی ہیں۔'' نیز آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ مشائخ کی باتوں کا مریدوں کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَکُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَانُثَبِّتُ بِہٖ فُؤَادَکَ وَجَآءَکَ فِیْ ھٰذِہِ الْحَقُّ وَ

مَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ " (پارہ 12، ع 10)

**ترجمہ** : اے محبوب: ہم گذشتہ انبیاء کے قصے آپ سے اس غرض سے بیان کرتے ہیں کہ آپ کے قلب کو ثابت قدمی حاصل ہو اور اس کے ذریعے سے آپ تک سچائی اور نصیحت پہنچے اور مومنوں کے لیے ذکر (نصیحت)۔

اسی طرح نیکوں کی باتیں اور مرشدوں کی حکایات اور ان کے احوال مریدوں کے دل کی تربیت کا باعث ہوتے ہیں۔ اس سے طالب رنج و مصیبت میں ثابت قدم رہ کر مردان خدا کی سی خصلتیں حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت حاتم اصم قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب تک کچھ حصہ قرآن پاک کا اور کچھ حصہ اپنے پیروں کی حکایات کا نہ پڑھ لو تب تک ایمان سلامت ہی نہیں رہ سکتا۔

ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا گیا کہ جب اکابر دین اور مشائخ عظام وفات پا جائیں تو پھر ہم کیا کریں تا کہ سلامت رہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ان کا کلام پڑھو، ان کی باتیں سنو، ان کے علوم و معارف پر غور کرو، پھر سلامت رہو گے۔

شیخ عطار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے بعد دوسرے درجے پر اہل اللہ کے اقوال و احوال ہیں اور سب حکایات میں سے عمدہ حکایات صوفیاء کی ہیں۔ ان کی باتیں پڑھنے اور سننے سے ان کے ساتھ نسبت پیدا ہوتی ہے اور یہی نسبت نجات کا موجب ہو گی جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ :

" تَنَزُّلُ الرَّحْمَةُ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ "

**ترجمہ**: نیک لوگوں کا ذکر خیر ہو تو رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مشائخ عظام کا ارشاد ہے کہ تو اس بات کی کوشش کر کہ اپنی جگہ دوستان حق کے دل میں بنائے اور اگر یہ بات میسر نہ آ سکے تو دوستان خدا کی دوستی کو اپنے دل میں جگہ دے۔ جب تیرا دل ان کی دوستی کا مقام ہو گا تو تیرا خانۂ دل حرص و ہوا سے پاک ہو جائے گا۔ ان کی محبت کے سوا اور کسی چیز کی تیرے دل میں سمانے کی گنجائش ہی نہ رہے گی۔

حضرت شیخ ابوبکر جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تم پر لازم ہے کہ ایسے شخص سے محبت رکھو جو حق تعالیٰ سے محبت رکھتا ہو اگر یہ نہیں ہو سکتا تو ان کے علوم و معارف کا مطالعہ ضرور رکھو تاکہ ان کی برکت سے تم رفتہ رفتہ حق تعالیٰ جل شانہ تک پہنچ جاؤ۔

حب درویشاں کلید جنت است

اللہ تعالیٰ جن لوگوں سے محبت کرتا ہے ان کے دلوں کو اپنی طرف لگا لیتا ہے اور جو اس کی دوستی میں دسترس حاصل کر لیتا ہے اس کے دل کو اللہ تعالیٰ شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: "نیک بختی کی علامت یہ ہے کہ تو مشائخ کی باتیں سنے اور ان پر اعتقاد کرے اور محبت کرے کیونکہ دوستان حق کی باتوں سے پیار کرنا گویا دوستان حق کی دوستی ہے۔ اسی تعلق سے حق تعالیٰ سبحانہٗ سے نسبت پیدا ہوتی ہے اور انسان مقربان بارگاہ الٰہی میں سے ہو جاتا ہے۔

ایک بزرگ سے دریافت کیا گیا کہ جب ہم اپنے مرشدوں کو نہ پائیں تو کون سی ایسی بات کریں جس سے تباہی سے بچ جائیں۔ بزرگ نے فرمایا کہ ہر روز ان کی باتوں کا ایک ورق پڑھو اور ان کے احوال اور مقالات سنو پھر یقیناً سلامت رہو گے۔

حضرت شیخ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آخری وقت میں یہ نصیحت کی کہ اول تو پیروں کی باتیں سنو اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم نام ضرور یاد رکھو تاکہ اس کی برکت سے بہرہ ور ہو سکو۔ نیز فرمایا کہ مرید کی سب سے اچھی نسبت تو یہ ہے کہ اس نے پیر کو دیکھا ہو اور کمال محبت سے ان کی صحبت میں رہ چکا ہو۔ ان کی صحبت کی برکت سے ایسی باتیں حاصل ہوں گی جو اور کسی طرح نصیب نہ ہوں گی۔

حضرت شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ افسوس کسی شخص نے اولیاء اللہ کی قدر نہ پہچانی۔ مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں جس شخص کو اہل اللہ کے احوال و افعال کا مشاہدہ اور اقوال کا علم حاصل نہیں ہوتا وہ ان کے حق میں ایسی ویسی باتیں کرتا ہے اور ان کا منکر ہو جاتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ ان کے اقوال و افعال کا انکار ایسا ہی ہے جیسے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے

معجزوں کا انکار ہے۔

اسی طرح نیکوں کی باتیں اور مرشدوں کی حکایات اور ان کے احوال مریدوں کے دل کی تربیت کا باعث ہوتے ہیں۔ اس سے وہ رنج و مصیبت میں ثابت قدم رہ کر مردان خدا کے خصائص اپنے اندر پیدا کرتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اپنے احوال اور انکے احوال کا موازنہ کریں۔ اگر موافق ہوں تو شکر بجالائیں اور اگر مخالف ہوں تو استغفار کریں اور مجاہدے میں کوشش کریں۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کوتاہ اندیشوں کا بزرگوں کی کرامات اور ان کے احوال سے انکار کرنا اس وجہ سے ہے کہ وہ خود ان اسرار سے آشنا نہیں ہوتے اور احوال کا نشان تک ان میں نہیں پایا جاتا۔ یہ نفی تو اس واسطے کرتے ہیں کہ عوام کے روبرو رسوا نہ ہوں۔ پاک لوگوں کے کام کا اندازہ اپنی حالت سے نہ کرو۔ خواہ دیکھنے میں کیسا ہی آسان ہو۔

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست
سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست

اس گروہ سے حاسدوں کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ یہ بزرگوار کمال متابعت کے باعث راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور اس خرچ کے لیے مال و اسباب جمع کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کو یہ خبر ہی نہیں کہ منصب ارشاد کی ایک شرط انفاق مال و زر بھی ہے۔ لہذا مال و اسباب جمع کرنا جائز ہے تا کہ طالبان راہ حق فارغ البال ہو کر اپنے کام میں مشغول رہیں۔

پراگندہ روزی پراگندہ دل
خداوند روزی بحق مشتغل (سعدی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ لوگ مشائخ کی نسبت عجیب عجیب اعتقاد رکھتے ہیں۔ بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ وہ گدا اور محتاج ہیں۔ ان

کم فہم لوگوں کو یہ علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی ولی کو خلقت کا محتاج ہی نہیں رکھتا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے محتاج ہوں حالانکہ یہ دنیا اپنی تمام نعمتوں کے ساتھ ان کے قدموں میں ڈال دی جاتی ہے۔

حضرت شیخ مجد الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کا سالانہ خرچ دو لاکھ اشرفی تھا اور پانچ لاکھ اشرفی کی ملکیت وقف طریقہ کی تھی۔ بعض صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور شیخ ابو سعید ابوالخیر اور حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے مال و دولت کے متعلق تو سب کو علم ہے۔ نیز حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور مزارعہ کو پیدا کرنے میں بھی حکمت رکھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا منشا ہے کہ جہان، اہل جہان اور بندگان خدا کی جمعیت کا انتظام قائم رہے اور خلقت کو فائدہ پہنچے۔ لوگوں کو اگر معلوم ہو جائے کہ زمین کے آباد کرنے سے کیا ثواب حاصل ہوتا ہے تو اسے بنجر کبھی نہ چھوڑیں۔ کوئی شخص اگر محنت کر کے زمین سے زیادہ غلہ پیدا کرتا ہے تو وہ مخلوق خدا کی روزی کا سبب بنتا ہے۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں کا معاملہ بالکل مختلف ہے وہ اگر خلوت یا صحبت خلق اختیار کرتے ہیں تو محض رضائے الٰہی کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ وہ مال و اسباب جمع کرتے ہیں تو طالبوں کی جمعیت خاطر اور رضائے مولا کے لیے اور اگر ترک کرتے ہیں تو مصلحت کے لیے غرض کہ جو کچھ کرتے ہیں امر الٰہی اور رضائے الٰہی کے ساتھ کرتے ہیں اور کوئی فعل ان کا نفسانی خواہش کی رو سے نہیں ہوتا۔ عالم اور عارف درویش پر اعتراض کرنا خطا ہے جو کچھ ان پر گزرتا ہے اس میں حکمت ہوتی ہے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگان کا طریقہ اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ہے اور شرعی احکام کی متابعت سنت کی پیروی، عزیمت، دوام عبودیت یعنی دائمی حضور اور آگہی ہے۔ پس جو لوگ ان بزرگوں کی نفی کرتے ہیں ان کا سبب یہ ہے کہ ان لوگوں پر حرص کی تاریکی اور ظاہری و باطنی بدعت چھائی ہوتی ہے۔

حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسے نیکی عطا کرنا چاہتا ہے اسے اپنے برگزیدہ بندوں کی خدمت میں بھیجتا ہے اور دنیاوی شغل سے اسے باز رکھتا ہے۔ بزرگان دین کا قول ہے کہ جو شخص اولیاء اللہ سے بے جا جھگڑتا ہے وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کسی شخص کے لیے تین چیزیں بدبختی کی علامت ہیں۔

1)۔ جس کو علم حاصل ہو ........ لیکن ........ عمل کی توفیق نہ ہو۔
2)۔ جس کو توفیق مل جائے ........ لیکن ........ اخلاص اور للّٰہیت نہ ہو
3)۔ نیکوں کی صحبت کا موقع ملے ........ لیکن ........ ان کے نزدیک قبولیت حاصل نہ ہو۔

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مشائخ کے دیدار کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا دیدار جاتا رہے تو سمجھ لو کہ پھر یہ سعادت نہیں مل سکے گی۔ پس جو شخص اولیاء اللہ کی جستجو میں نکلے اور ان میں سے کسی پاک ہستی کو پالے تو سمجھ لے کہ اس نے ایک نور پالیا ہے اور اگر راہ طلب میں ہی جان دے دی تو یہ امر اس کی بخشش کا ذریعہ ہوگا۔ ظہور کرامت کسی ہستی کی فضیلت کا اصلی باعث نہیں بلکہ اصل کام تو استقامت اور اتباع شریعت ہے۔ اس زمانے کے بعض علماء پر تعجب ہے کہ جب علمی بحث پر اترتے ہیں تو دلائل سے کرامات اولیاء اللہ کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں لیکن جب اولیاء اللہ کی کرامات دیکھتے ہیں تو ان کا دل انہیں قبول نہیں کرتا اور انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس انکار سے بچائے۔ ان علمائے ظاہر کی طبیعتوں میں حسد ہوتا ہے۔ ظاہر بینوں کی نظر صرف اس بات پر ہوتی ہے کہ ولی وہ ہے جو گذشتہ اور آئندہ حالات کی اطلاع دے۔ لیکن وہ کوتاہ نظری سے یہ بات بھول جاتے ہیں کہ علم غیب صرف ذات حق کا خاصہ ہے۔ ان برگزیدہ ہستیوں کے لیے ہر وقت پردہ غیب پر ہی نظر رکھنا غیر ضروری ہے اور محض تضیع اوقات کا باعث ہے۔

فاتحۃ العلوم میں لکھا ہے کہ جس شخص کو صدیقوں کے حال، مقام اور علم سے کچھ بہرہ نہ ہو یا اس کا منکر ہو تو اس کا حال برا ہوتا ہے۔ ان کا منکر کسی طرح بھی علم سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور جس شخص کو ذرا بھی علم سے مس ہو وہ اس علم اور حال کی تصدیق کرتا ہے۔

ایک نوجوان عالم اہل اللہ کا منکر تھا۔ ایک روز حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے اپنی انگوٹھی دے کر کہا کہ جاؤ اسے فلاں نانبائی کے ہاں جا کر ایک دینار کے بدلے گروی

رکھ دو اور کھانا لے آؤ۔ جب وہ نوجوان نانبائی کے پاس گیا تو اس نے انگوٹھی ایک درہم کے بدلے بھی قبول نہ کی۔ ناچار نوجوان واپس چلا آیا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اچھا اب فلاں جوہری کے پاس جاؤ اور اسکی قیمت کا اندازہ لگواؤ۔ جوہری نے انگوٹھی کو غور سے دیکھا اور اس کا اندازہ ایک ہزار دینار کیا۔ اس پر شیخ نے نوجوان سے کہا کہ تیرا علم جو اولیاء اللہ کے متعلق ہے وہ عینہ نانبائی کے علم کا سا ہے تو اس سے توبہ کر۔ نوجوان تائب ہو کر راہ راست پر آ گیا۔

**حضرت کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صدیق کی تین علامتیں ہیں۔**

۱)۔ دنیا کی دولت اور مال وجاہ کی قدر ومنزلت اس کے دل میں بالکل نہ ہو۔ دنیا سے اس کا دل سرد ہو جائے۔

۲)۔ ریا اور نمائش کا اس میں شائبہ تک نہ ہو۔ نہ تعریف سے پھولے اور نہ مذمت سے پژمردہ خاطر ہو۔

۳)۔ لذات وشہوات اس کے دل سے جاتی رہیں ایسا ہو جائے کہ بھوک اور شکم سیری میں اسے فرق محسوس نہ ہو اور ترک شہوات اس کا شیوہ بن جائے۔

ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ جب وہ زمانہ آ جائے کہ ہم مرشدوں کو اپنی ظاہری آنکھوں سے نہ دیکھ سکیں تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے انہوں نے جواب دیا کہ ہر روز ان کا کلام پڑھا کرو کیونکہ جب آفتاب غروب ہو جائے تو چراغ سے ہی روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ قلم بھی ایک قسم کی زبان ہے قلم ان کے کلمات وارشادات کاغذ کے صفحے پر محفوظ کر دیتی ہے اور ان میں وہی تر و تازگی اور چاشنی ہوتی ہے جو دلوں کو زندہ اور روح کو منور کر دیتی ہے۔

موجودہ زمانے میں اکثر لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان دنوں بزرگان سلف کے مانند کوئی ہستی نہیں ہے اسی سبب سے وہ اولیاء اللہ کی صحبت کے فیض سے محروم رہ جاتے ہیں اور زندگی غفلت میں گزار دیتے ہیں۔ بدگمانی محض نادانی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ اس گروہ کو حاصل ہوا ہے وہ کمال متابعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حاصل ہوا ہے متابعت سنت سنیہ اور ولایت وقرب کی راہ ایسی نہیں جو کہ صرف سابقہ زمانے کے لئے ہی مخصوص تھی بلکہ وہ ہمیشہ باقی

ہے اور قابلیت و اہلیت انسانی بھی موجود ہے جو سمجھ دار ہے وہ پا لیتا ہے پس تمام طالبوں کے لئے لازم ہے کہ اپنے زمانے میں ایسے شخص کی جستجو کریں۔ اس گئے گزرے زمانے میں بھی اولیاء اللہ موجود ہیں وہ بے شک شب قدر کی طرح پوشیدہ ہیں چنانچہ حدیث شریف میں اس امر کی طرف اشارہ ہے:

"مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ
فَقَدْ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً"

**ترجمہ**: جس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہل کی موت مرا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

" قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ
عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ "

**ترجمہ** : اے محمد ﷺ ! ان لوگوں سے کہہ دو میرا راستہ یہ ہے کہ میں تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں یہ راستہ میں نے اور میرے متبعین نے پوری پہچان کے بعد اختیار کیا ہے۔

رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں۔

اَلشَّيْخُ فِيْ قَوْمِهٖ كَالنَّبِيِّ فِيْ اُمَّتِهٖ

**ترجمہ**: شیخ (پیر کامل) اپنی قوم میں اسی طرح ہے جس طرح نبی اپنی امت میں۔

حضور رسالت مآب ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے۔

مَنْ لَا شَيْخَ لَهٗ لَا دِيْنَ لَهٗ

**ترجمہ**: جس کا کوئی شیخ (پیر کامل) نہ ہو وہ بے دین ہے۔

پس راہ خدا میں سالک کے لئے ایسے ہادی کی بے حد ضرورت ہے کو خدائے بزرگ و برتر کی طرف لے جانے والے راستہ کی رہبری کر سکے اور اس پیر کے سلسلہ کی اسناد آنحضرت ﷺ تک متصل ہوں اور اس کا ظاہر اور باطن حضرت حبیب رب العلمین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کے اتباع کامل سے آراستہ ہو چنانچہ کشف و کرامات کی چنداں پرواہ نہ کی جائے اور نہ ان کو کمال کی شرط خیال کیا جائے پس جو شخص صحت کامل یعنی نسبت محمدیہ کا طلب گار ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ سنت نبوی کی پیروی کو تمام ریاضتوں اور مجاہدوں سے افضل سمجھے اور جو انوار و برکات اس سے حاصل ہوں ان کو تمام فیوضات سے ارفع و اعلیٰ خیال کرے۔ وجد سکر اور عام شہود ذوق کو باطنی جمعیت اور دوام حضور کے مقابلے میں کچھ وقعت نہ دے۔ جس بزرگ کی خدمت میں رہ کر یہ احوال حاصل ہوں اس کو سرور کونین ﷺ کا نائب جان کر اس کی خدمت کرنا اپنے لیے فرض عین سمجھے اور اس کا مرید بن کر شریعت کے فوائد حاصل کرے تاکہ قیامت کے دن حسرت اور ندامت کی آگ میں جلنے سے محفوظ رہے۔ یہ یقین رکھنا ضروری ہے کہ یہ دنیا ایسے بزرگوں سے کسی لمحہ خالی نہیں رہ سکتی، ان کی برکت سے آسمانوں سے پانی برستا ہے اور ان کی بدولت زمین کو تروتازگی اور رعنائی حاصل ہوتی ہے۔ عالم انسانیت ان کے دم سے آباد ہے۔ پہاڑ ان کی برکت سے قائم اور دریا ان کے فیض سے جاری ہیں۔ کائنات ارضی و سماوی کا نظام ان کے دم قدم سے قائم ہے۔

الغرض یہ کتاب اسی مقصد سے لکھی گئی ہے کہ طالبان راہ حق کے لیے مشعل کا کام دے سکے اور قلوب و ارواح کو نور ہدایت حاصل ہو سکے۔ اس میں ایک عاشق حقیقی و نائب رسول مقبول ﷺ کی پاک اور بابرکت زندگی کی جھلک ہے جس نے سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی پیروی سے قرب و محبوبیت کا درجہ حاصل کیا۔ جو اپنے ملنے والوں کو ہمیشہ اتباع سنت اور پیروی شریعت کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ ایسی پاک ہستی جس کی صحبت کیمیا اثر میں دلوں کے آئینے دنیا و مافیہا کی کدورتوں سے صاف ہو جاتے تھے اور اللہ کے ذکر کے سوا سب کچھ فراموش ہو جاتا تھا۔ مجھے امید ہے کہ ہر طبقے کے اہل نظر حضرات اس سے مستفیض ہوں گے اور نشان منزل مقصود حاصل کر سکیں گے۔ عاقل وہ ہے جو اگر کوئی چیز مکمل طور پر حاصل نہ کر سکے تو اسے بالکل

ترک نہ کردے بلکہ اس میں سے جو کچھ حاصل کر سکے اسے تو نہ چھوڑے۔

بقول:

**''مَالَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ''**

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند
کہ برند از رہ پنہاں بہ حرم قافلہ را

اے مولا کریم! ہمیں اپنی اور اپنے حبیب پاک ﷺ اور اپنے پیارے بندوں کی محبت عطا فرما۔ اسی محبت میں تادم آخر سرشار رکھ اور کل بروز قیامت جب ہم اٹھیں تو یہی حقیقی محبت کا جذبہ ہمارے دلوں میں موجزن ہو۔

**''اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ وَحُبَّ حَبِیْبِکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمْ۔ اٰمِین یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ''**

ان کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جن کی توجہ سے یہ ناچیز اس پیشکش کو ہدیہ ناظرین کرنے کے قابل ہوا۔ سب سے مقدم کریم ابن کریم عالی جناب حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم کی ذات والا صفات ہے جن کی تحریک اور نیک دعاؤں سے بندہ کو اس کتاب کی تالیف و تدوین کا بیڑا اٹھانے کی ہمت پیدا ہوئی۔ آپ نے ہر مرحلہ پر خصوصی توجہ سے رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مدارج میں اور زیادہ

ترقی عطا فرمائے۔ بعض مقامات پر میرے محترم دوست اور مخلص کرم فرما جناب صوفی حافظ محمد افضل صاحب فقیر ایم۔اے کے مفید مشورے کتاب کے ظاہری اور معنوی حسن میں اضافہ کا باعث بنے۔ طباعت اور اشاعت کے سلسلہ میں میرے دیرینہ معاون عزیز مکرم چوہدری محمد طفیل شاہین حال مقیم گلاسکو (انگلستان) اور میاں غلام مصطفیٰ صاحب غازی مالک غازی انڈسٹریز لمیٹڈ میاں چنوں نے خاص دلچسپی لی۔

فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ

" وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ وَ نُوْرِ عَرْشِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔ وَ ارْحَمْنَا مَعَهُمْ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ "

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

محمد اکرام

## سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت

اس کتاب کے اصل موضوع کی طرف آنے سے قبل بطور تمہید حضور اکرم نور مجسم ﷺ اور بزرگان سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے حالات تبرکاً وتیمناً شامل کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ قارئین کرام پر یہ بات واضح ہو جائے کہ جس پاک ہستی کا ذکر خیر اس جگہ مطلوب ہے اس کا تعلق سرچشمہ فیضان سرمدی کے ساتھ کن ذرائع سے ہوا اور وہ کس راہ سے معرفت الٰہی کی بلندیوں تک پہنچے۔

اہل نظر حضرات جانتے ہیں کہ طریقت کے تمام سلسلے حضور نبی کریم ﷺ پر

منتہی ہوتے ہیں۔ فیوض و برکات کا اصل منبع رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو خاتم النبیین کا منصب عطا فرما کر تا قیام قیامت کل بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ تمام عالم انبیائے سابقہ علیہم السلام کی تعلیمات سے روگرداں ہو کر ضلالت و معصیت میں غرق ہو چکا تھا۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کو پس پشت ڈال کر بت پرستی اور شرک اختیار کیا جا چکا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ لوگ اخلاقی اقدار سے منہ پھیر کر ہولناک تباہیوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ توحید کی بجائے تثلیث اور بت پرستی رواج پا چکی تھی۔

اس پر آشوب دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت خاتم المرسلین محمد مصطفےٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور دنیا کی ہدایت کے لیے اپنے آخری رسول ﷺ کو بھیج کر پھر اپنی مخلوق پر رحمتوں کے دروازے کھول دیئے۔

# حالات و واقعات ولادت باسعادت

## شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب مجھے زچگی والی حالت طاری ہوئی تو مجھے ستارے یوں نظر آنے لگے گویا وہ بالکل میرے قریب آ گئے ہیں حتیٰ کہ میں سوچنے لگی کہ کہیں یہ مجھ پر گر نہ پڑیں۔ جب میں نے ان کو جنم دیا تو ان سے ایک ایسا نور برآمد ہوا جس کی وجہ سے ہمارے مکان تمام اور اطراف و اکناف روشن ہو گئے حتیٰ کہ جدھر دیکھتی نور ہی نور نظر آتا، اور اس نور کی روشنی میں مجھے شام کے محلات تک نظر آ گئے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے ان کو جنم دیا تو وہ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھے آسمان کی طرف دیکھنے لگے پھر سجدہ کیا۔ وقت ولادت آپ ﷺ ناف بریدہ تھے اور اپنا انگوٹھا چوس رہے تھے جس سے دودھ کا فوارہ پھوٹ رہا تھا۔

مخدوم ابن ہانی اپنے باپ ہانی سے نقل کرتے ہیں جن کی عمر ایک سو پچاس برس کی

تھی۔ فرماتے ہیں جس رات نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی ایوان کسریٰ لرز اٹھا اور اسکے چودہ کنگرے گر گئے۔ بحیرہ ساوہ خشک ہوگیا اور آتش کدہ فارس کی آگ بجھ گئی جو ہزار سال سے روشن تھی اور ایک لمحے کے لیے بھی اس کو بجھنے نہیں دیا گیا تھا۔

سب سے پہلے جس نے حضور اکرم ﷺ کو دودھ پلایا وہ ابولہب کی باندی ثویبہ تھی جس شب حضور اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی ثویبہ نے ابولہب کو بشارت پہنچائی کہ تمہارے بھائی حضرت عبداللہ کے گھر فرزند پیدا ہوا ہے ابولہب نے اس مژدہ پر اس کو آزاد کر کے حکم دیا کہ جاؤ آپ ﷺ کو دودھ پلاؤ حق تعالیٰ نے اس خوشی و مسرت پر جو ابولہب نے حضور ﷺ کی ولادت پر ظاہر کی اس کے عذاب میں کمی کر دی اور شنبہ کے دن اس پر سے عذاب اٹھا لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اس حدیث میں میلاد شریف پڑھوانے والوں کے لیے حجت ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کی رات خوشی و مسرت کا اظہار کریں اور خوب مال و زر خرچ کریں۔ مطلب یہ کہ باوجود یہ کہ ابولہب کافر تھا اور اس کی مذمت قرآن کریم میں نازل ہو چکی ہے جب اس نے حضور ﷺ کی میلاد کی خوشی کی اور اس نے اپنی باندی کو دودھ پلانے کی خاطر آزاد کر دیا تو حضور ﷺ کی طرف سے حق تعالیٰ نے اسے بھی اس کا بدلہ عنایت فرمایا۔

منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سات دن سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ نوش فرمایا اور چند دن ثویبہ کا دودھ پیا اس کے بعد حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔ چونکہ ان کا اپنا نام و نسبت ہی حلم و وقار اور سعادت کے ساتھ متصف تھا اور وہ سعد بن بکر سے ہیں جن کی شیریں زبانی اعتدال آب و ہوا اور فصاحت و بلاغت مشہور و معروف ہے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں اس لیے کہ میں قریشی ہوں اور میں نے قبیلہ بنی سعد بن بکر کا دودھ پیا ہے۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ ابن اسحاق بن راہویہ، ابو یعلیٰ طبرانی بیہقی اور ابو نعیم سعدیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ میں قبیلہ بنی سعد بن بکر کے ساتھ دودھ پلانے کے لیے کسی بچے کے لیے مکہ مکرمہ آئی۔ یہ زمانہ شدید قحط سالی کا تھا آسمان سے زمین پر پانی کا قطرہ

تک نہ برسا تھا ہماری ایک مادہ گدھی تھی جو لاغری وکمزوری کی وجہ سے چل بھی نہیں سکتی تھی۔ ایک اونٹنی تھی جو دودھ کا ایک بوند نہ دیتی تھی۔ میرے ساتھ میرا بچہ اور میرے شوہر تھے ہماری تنگی کا یہ عالم تھا کہ رات چین سے گذرتی تھی اور نہ دن آرام سے۔ جب ہمارے قبیلہ کی عورتیں مکہ پہنچیں تو انہوں نے دودھ پلانے کے لیے تمام بچوں کو لے لیا۔ حضور ﷺ کے متعلق جب وہ یہ سنتی تھیں کہ یتیم ہیں تو ان کے یہاں جاتی ہی نہ تھیں۔ کوئی عورت ایسی نہ رہی جس نے کوئی بچہ نہ لے لیا ہو صرف میں ہی باقی تھی اور حضور ﷺ کے سوا کسی کو نہ پاتی تھی۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا خدا کی قسم بغیر بچہ لیے مکہ مکرمہ سے لوٹنا مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ میں جاتی ہوں اور اسی یتیم بچہ کو لے لیتی ہوں۔ میں اسی کو دودھ پلاؤں گی۔ اس کے بعد میں گئی میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ دودھ سے زیادہ سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ سے مشک وعنبر کی خوشبوئیں لپٹیں مار رہی ہیں آپ ﷺ کے نیچے سبز حریر بچھا ہوا ہے اور آپ ﷺ خراٹے لیتے ہوئے اپنے گدے پر محوخواب ہیں چونکہ حضور ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ ﷺ نیند میں خراٹے لیتے تھے اور کبرسنی میں بھی خراٹوں کی آواز سنائی دیتی تھی حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ میں نے چاہا کہ آپ ﷺ کو نیند سے بیدار کر دوں مگر میں آپ ﷺ کے حسن وجمال پر فریفتہ ہوگئی پھر میں نے آہستہ سے قریب ہو کر اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر رکھا تو آپ ﷺ نے تبسم فرما کر اپنی چشم مبارک کھول دی اور میری طرف نظر کرم اٹھائی تو آپ ﷺ کی چشمان مبارک سے ایک نور نکلا جو آسمان تک پرواز کر گیا۔ میں نے آپ ﷺ کی دونوں چشمان مبارک کے درمیان بوسہ دیا اور اپنی گود میں بٹھالیا تا کہ دودھ پلاؤں میں نے داہنا پستان آپ ﷺ کے دہن مبارک میں دیا آپ ﷺ نے دودھ نوش فرمایا پھر میں نے چاہا کہ اپنا بایاں پستان دہن مبارک میں دوں تو آپ ﷺ نے نہ لیا اور نہ پیا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالی نے آپ ﷺ کو ابتدائی حالت میں ہی عدالت وانصاف ملحوظ رکھنے کا الہام فرما دیا تھا اور آپ ﷺ جانتے تھے کہ

ایک ہی پستان کا دودھ آپ ﷺ کا ہے کیونکہ حلیمہ سعدیہ کا اپنا ایک لڑکا بھی ہے حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضور ﷺ کا یہ حال رہا کہ ایک پستان کو حضور ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے لیے چھوڑ دیا کرتے تھے پھر میں آپ ﷺ کو لے کر اپنی جگہ آئی اور اپنے شوہر کو دکھایا وہ بھی آپ ﷺ کے حسن و جمال مبارک پر عاشق ہو گئے اور سجدہ شکر ادا کیا۔ وہ اپنی اونٹنی کے پاس گئے دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے حالانکہ اس سے پہلے اس کے تھن میں دودھ کا ایک قطرہ نہ تھا۔ انہوں نے اسے دوہا جسے انہوں نے بھی پیا اور میں نے بھی پیا اور ہم خوب سیر ہو گئے اور خیر و برکت کے ساتھ اس رات چین کی نیند سوئے چونکہ اس سے پہلے بھوک و پریشانی میں نیند نہیں آتی تھی میرے شوہر نے کہا اے حلیمہ بشارت ہو کہ تم نے اس ذات مبارک کو لے لیا تم نہیں دیکھتیں کہ ہمیں کتنی خیر و برکت حاصل ہوئی ہے یہ سب اسی ذات مبارک کے طفیل ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ ہمیشہ اور زیادہ خیر و برکت رہے گی حلیمہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد چند راتیں ہم مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے۔

حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد لوگوں نے ایک دوسرے کو رخصت کیا اور مجھے بھی سیدہ آمنہ نے رخصت کیا میں اپنے دراز گوش (یعنی مادہ گدھی) پر حضور ﷺ کو اپنی گود میں لے کر سوار ہوئی میرا دراز گوش خوب چست و چالاک ہو گیا اور اپنی گردن اوپر تان کر چلنے لگا۔ جب ہم کعبہ کے سامنے پہنچے تو تین سجدے کیے اور اپنے سر کو آسمان کی جانب اٹھایا اور چلایا۔ پھر قبیلہ کے جانوروں کے آگے آگے دوڑنے لگا۔ لوگ اس کی تیز رفتاری پر تعجب کرنے لگے عورتوں نے مجھ سے کہا اے بنت ذویب! کیا یہ وہی جانور ہے جس پر سوار ہو کر ہمارے ساتھ آئی تھیں جو تمہارا بوجھ بھی نہیں اٹھا سکتا تھا اور سیدھا چل تک نہ سکتا تھا؟ میں نے جواب دیا خدا کی قسم یہ وہی جانور ہے اور یہ ہی دراز گوش ہے لیکن حق تعالیٰ نے اس فرزند کی برکت سے اسے قوی و طاقتور کر دیا ہے اس پر انہوں نے کہا خدا کی قسم اس کی بڑی شان ہے حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے دراز گوش کو جواب دیتے سنا کہ ہاں! خدا کی قسم میری بڑی شان ہے میں مردہ تھا مجھے زندگی عطا فرمائی میں لاغر و کمزور تھا مجھے قوت و توانائی بخشی۔ اے بنی سعد کی عورتو! تم پر تعجب ہے اور تم غفلت میں ہو اور تم نہیں جانتیں کہ میری پشت پر کون سوار ہے میری پشت پر سید المرسلین خیر الاولین

والاخرین اور حبیب رب العلمین ہے حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ راستہ میں دائیں بائیں میں سنتی کہ اے حلیمہ تم تو نگر ہوگئیں اور بنی سعد کی عورتو تم بزرگ ترین ہوگئیں اور بکریوں کے جس ریوڑ پر میں گزرتی بکریاں سامنے آ کر کہتیں کہ تم جانتی ہو کہ تمہارا دودھ پینے والا کون ہے؟ یہ محمد ﷺ آسمان وزمین کے رب کے رسول اور تمام بنی آدم سے افضل ہیں ہم جس منزل پر قیام کرتے حق تعالیٰ اس منزل کو سرسبز وشاداب فرمادیتا حالانکہ وہ قحط سالی کا زمانہ تھا اور جب بنی ساع کی بستی میں پہنچ گئے تو کوئی خطہ اس سے زیادہ خشک اور ویران نہ تھا میری بکریاں چراگاہ میں جاتیں تو شام کو خوب شکم سیر تروتازہ اور دودھ سے بھری ہوئی لوٹتیں تو ہم ان کا دودھ دوہتے اور ہم سب خوب سیر ہو کر پیتے اور دوسروں کو پلاتے ہماری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ تم اپنی بکریوں کو ان چراگاہوں سے کیوں نہیں چراتے جن چراگاہوں میں بنی ابی ذویب کی بکریاں چرتی ہیں حالانکہ وہ اتنا نہیں جانتے تھے کہ ہمارے گھر میں یہ خیر و برکت کہاں سے آئی ہے یہ برکت ونشاط نہ کسی اور چارہ سے تھی اس کے بعد ہماری قوم کے چرواہوں نے ہمارے چرواہوں کے ساتھ بکریاں چرانی شروع کر دیں یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ان کے اموال اور ان کی بکریوں میں بھی برکت کا نزول فرمایا یہ میں ہی جانتی ہوں کہ یہ سب حضور ﷺ کے وجود گرامی کی برکت سے ہے حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ کی عمر مبارک بات کرنے کی آئی تو میں آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنتی "اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا" اور رات کے وقت آپ ﷺ کے دل مبارک کو یہ فرماتے سنتی "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قُدُّوْسًا نَامَتِ الْعُيُوْنُ وَالرَّحْمٰنُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ" اور حضور ﷺ کو پنگھوڑے میں چاند سے باتیں کرتے اور اشارہ کرتے ہوئے دیکھتی اور جس طرف چاند کو اشارہ فرماتے چاند اسی جانب جھک جاتا اور فرشتے آپ ﷺ کے پنگھوڑے کو ہلاتے، حلیمہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے کبھی بھی اپنے کپڑوں میں بول و براز نہیں کیا آپ ﷺ کے بول و براز کا ایک وقت مقرر تھا جب بھی میں ارادہ کرتی کہ آپ ﷺ کے دہن مبارک کو دودھ وغیرہ سے پاک وصاف کروں تو غیب سے مجھ پر

سبقت ہوتی اور آپ ﷺ کا دہن مبارک پاک وصاف ہو جاتا اور جب بھی حضور ﷺ کا ستر کھولتی تو آپ ﷺ حرکت کرتے اور فریاد کرتے یہاں تک کہ میں ستر ڈھانپ دیتی اور اگر ڈھانپنے میں میری طرف سے کوتاہی ہوتی تو غیب سے ڈھانپ دیا جاتا۔

سینہ مبارک کے چاک کرنے اور قلب اطہر کو غسل دینے کا واقعہ بھی دایہ حلیمہ سعدیہ کے یہاں پیش آیا یہ واقعہ اس طرح ہے کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ نے حلیمہ سعدیہ سے فرمایا اے مادر! مجھے اپنے بھائیوں کے ساتھ جب بکریاں چرانے جاتے ہیں کیوں نہیں بھیجتیں تاکہ میں سیر کروں اور تمہاری بکریوں کو چراؤں چنانچہ حلیمہ سعدیہ نے حضور ﷺ کے بالوں میں کنگھی کی اور آنکھوں میں سرمہ لگایا کپڑے بدلے اور بدنظری سے بچنے کے لیے آپ ﷺ کی گردن میں ایک تختی باندھی حضور ﷺ نے اسے توڑ کر پھینک دیا اور فرمایا میرا رب میرا محافظ ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ باہر تشریف لے گئے اور بکریاں چرانے میں مشغول ہو گئے جب آدھا دن گزر گیا تو ضمرہ حلیمہ کا لڑکا آیا جان، اماں جان پکارتا بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا محمد (ﷺ) ہمارے ساتھ کھڑے تھے اچانک ایک شخص نمودار ہوا اور ان کے قریب آکر انہیں ہمارے درمیان سے پہاڑ پر لے گیا اور لٹا کر ان کا شکم مبارک چاک کیا آگے ہم نہیں جانتے کہ ان کا کیا حال ہوا اس پر حلیمہ اور ان کے شوہر دوڑتے ہوئے گئے جب آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ آپ ﷺ پہاڑ پر بیٹھے ہوئے آسمان کی جانب دیکھ رہے ہیں جب آپ ﷺ نے ہمیں دیکھا تو تبسم فرمایا۔

جب رسول اکرم ﷺ 12 - سال کے ہوئے تو حضرت ابو طالب نے شام کی طرف سفر کا ارادہ کیا رسول اکرم ﷺ پر ان کی مفارقت دشوار گزری۔ حضور ﷺ نے فرمایا عم من! مجھے یہاں کس کے اعتماد پر چھوڑ رہے ہو؟ میرے والدین اور شفقت کرنے والے تو چل بسے۔ آپ مجھے کس کے سپرد کریں گے؟ یہ سن کر جناب ابو طالب پر رقت طاری ہوئی تو انہوں نے آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے جانے کی قسم کھائی۔ وہ آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے گئے اور ہمیشہ آپ ﷺ کے نقیب حال رہے۔ آپ

شام کے ایک قصبہ بصریٰ پہنچے۔ وہاں بحیرہ نامی ایک راہب تھا جو علم وفضل میں ممتاز حیثیت کا مالک تھا اس کے پاس سے عموماً قافلے گزرا کرتے لیکن وہ کسی کی طرف التفات نہ کرتا مگر اس سال جب اہل قافلہ بصریٰ قصبہ کے نزدیک پہنچا تو بحیرہ نے دیکھا کہ اس قافلہ میں ایک ایسی ہستی ہے جس پر بادل سایہ فگن ہے اور جدھر جدھر وہ جاتی ہے وہ بھی ساتھ ساتھ جاتا ہے اور جب وہ ہستی کسی درخت کے نیچے ٹھہرتی ہے تو وہ بادل بھی اس پر ٹھہر جاتا ہے۔ اور اس درخت کی شاخیں بھی اس کی طرف جھک جاتی ہیں تاکہ آپ ﷺ کے سر پر سایہ کریں۔ جب بحیرہ نے یہ منظر دیکھا تو اس نے اہل قافلہ کو کھانے کی دعوت دی۔ اس دعوت میں قافلہ کے ہر خورد وکلاں نے شرکت کی مگر حضور ﷺ تشریف نہ لائے۔ حارث بن عبدالمطلب نے کہا کہ یہ تو احسان ومروت سے عاری ہے کہ ہم تو دعوت کھائیں اور حضور ﷺ وہیں بیٹھے رہیں جب بحیرہ نے حضور ﷺ کا نام سنا تو حضور ﷺ کی تعظیم کے لیے بے تاب ہو گیا اور حارث کو بلانے کے لیے بھیجا اور خود دیکھتا رہا جب آپ ﷺ درخت کے سایہ سے باہر آئے تو سفید بادل بھی آپ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ نزدیک پہنچے تو بحیرہ آپ ﷺ کی تعظیم کے لیے اٹھ بیٹھا اور آپ ﷺ کو گہری نظر سے دیکھنے لگا۔ اس نے ان تمام علامات و نشانات کا مشاہدہ کیا جو وہ کتب سابقہ میں پڑھ چکا تھا۔ لوگ کھانے سے فارغ ہوئے اور ادھر ادھر چلے گئے تو بحیرہ آپ ﷺ کے نزدیک آ کر کہنے لگا: اے لڑکے تجھے لات وعزیٰ کی قسم جو پوچھوں سچ بتائے گا۔ قسم کھانے کے سلسلے میں اس نے قریش کی تقلید کی تھی لیکن نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دیکھو لات وعزیٰ سے بڑھ کر کوئی چیز قابل قہر وغضب نہیں۔ پھر بحیرہ نے کہا: اچھا تجھے خدا کی قسم جو کچھ پوچھوں گا سچ بتاؤ گے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو چاہتے ہو پوچھو۔ بحیرہ نے اپنے خواب بیداری اور تمام احوال وواقعات کے متعلق پوچھا۔ رسول اکرم ﷺ نے شافی وکافی جواب دیا۔ بحیرہ نے جو کچھ بھی آپ ﷺ کی صفات وعلامات سابقہ کتابوں میں پڑھی تھیں ان کی تصدیق ہو گئی۔ پھر اس نے چاہا کہ مہر نبوت کا مشاہدہ کرے لیکن رسول اکرم ﷺ اپنے شانہ مبارک سے کپڑا نہ اٹھاتے تھے۔ جناب ابو طالب کے کہنے پر کپڑا اٹھایا تو مہر نبوت کی وہی صفات جو اس نے آسمانی کتابوں میں

پڑھی تھیں، مشاہدہ کیں اور اسے بوسہ دیا۔ پھر زار و قطار روتے ہوئے جناب ابو طالب سے پوچھا: اس بچے کی آپ سے کیا نسبت ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ میرا بیٹا ہے۔ بحیرہ کہنے لگا یہ تیرا بیٹا نہیں یہ امر ضروری ہے کہ اس کے والدین زندہ نہ ہوں۔ ابو طالب کہنے لگے: یہ میرا بھتیجا ہے۔ تو بحیرہ بولا: یہ درست ہے، پھر بحیرہ نے کہا: ان کی آنکھوں کی سرخی کبھی دور ہوئی ہے یا نہیں؟ ابو طالب نے جواب دیا: نہیں، بحیرہ نے کہا: یہ بھی سچ ہے۔ بعد ازاں جناب ابو طالب سے کہا کہ یہ اس امت کا پیغمبر ہوگا اسے جلد از جلد واپس لے جاؤ اور یہودیوں سے اس لڑکے کی حفاظت کرنا کیونکہ جو مجھے پتہ ہے انہیں پتہ چل جائے تو ان کو مار ڈالنے کا قصد کرلیں گے۔ ہم سے اس لڑکے کے متعلق اچھی طرح عہد و پیمان لیا گیا ہے۔ جناب ابو طالب نے پوچھا: تم سے یہ عہد و پیمان کس نے لیا تھا؟ بحیرہ ہنس کر کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے۔ یہ عہد و پیمان انجیل میں موجود ہے اس طرح ابو طالب اس سفر سے مکہ واپس آئے۔

جب حضور اکرم ﷺ نور مجسم کی عمر پچیس سال کی ہوئی تو مکہ کرمہ کی ایک امیر عورت حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے تجارت کی غرض سے ملک شام تشریف لے گئے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک غلام میسرہ نامی آپ ﷺ کی خدمت کے لیے آپ ﷺ کے ساتھ تھا اور آپکی ضروریات کا خیال رکھتا تھا پس آپ ﷺ ایک نصرانی راہب نسطورا نامی کے گرجے کے نزدیک ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے اس درخت کا گھنا سایہ آپ ﷺ کی جانب جھک گیا یعنی سایہ فگن ہوگیا اور آپ ﷺ کو پناہ دی یہ دیکھ کر راہب نے آپ ﷺ کو پہچان لیا اور کہا اس درخت کے نیچے کبھی کسی نبی کے علاوہ اور کوئی نہیں اترا اور نبی بھی وہ جو اولوالعزم اور عالیشان ہو پھر اس نے خفیہ علامات نبویہ کو جاننے کے لیے میسرہ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں میں سرخ ڈوری ہے میسرہ نے جب اسے ہاں میں جواب دیا تو علامت نبوت ثابت ہوگئی جس کا اسے گمان تھا اور جس کی وہ تلاش میں تھا۔ اس نے میسرہ سے کہا کہ ان سے جدا نہ ہونا اور ان کی دلجمعی اور نیک نیتی سے خدمت کرنا کیونکہ آپ ﷺ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف نبوت عطا کیا ہے اور اپنا برگزیدہ بندہ بنایا ہے پھر آپ ﷺ مکہ مکرمہ واپس

تشریف لائے حضرت بی بی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو آتے ہوئے دیکھا جب کہ وہ عورتوں کے درمیان اپنے بالا خانے میں بیٹھی ہوئی تھیں اور دو فرشتے آپ ﷺ کے سر اقدس پر دھوپ سے سایہ فگن تھے۔ میسرہ نے بی بی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتایا کہ اس نے تمام دوران سفر آپ ﷺ کی ایسی ہی کیفیت دیکھی ہے اور آپ ﷺ کے بارے میں راہب کے قول اور وصیت سے بھی بی بی صاحبہ کو آگاہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سفر تجارت میں بہت منافع دیا۔

نفیسہ بنت امیہ کہتی ہیں جب رسول اکرم ﷺ شام سے مراجعت فرما ہوئے تو حضرت خدیجہ نے اپنے غلام میسرہ سے سفر کے حالات و واقعات سن کر دل میں آپ ﷺ کے ساتھ عقد و تزویج کا پختہ ارادہ کر لیا اور اس ارادہ کی تکمیل کو سعادت دارین سمجھا کیونکہ آپ بڑی دانا اور زیرک تھیں جبکہ دوسرے بڑے لوگ ان کے ساتھ مناکحت کے بہت ہی آرزو مند تھے اور ہر ممکن کوشش سے دریغ نہیں کر رہے تھے انہوں نے دعوت نکاح بھی دی اور مال و دولت بھی خرچ کیا کیونکہ آپ اعلیٰ حسب و نسب کی مالک تھیں اور مالداری و دولت مندی میں سب پر فائق مگر آپ نے کسی کی طرف مطلق توجہ نہ فرمائی اور سید عالم ﷺ کے لیے خود سلسلہ جنبانی کرتے ہوئے نفیسہ کو آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجا نفیسہ کہتی ہیں، میں نے عرض کیا آپ ﷺ شادی کیوں نہیں کرتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس مال و دولت تو ہے نہیں شادی کیسے کروں۔ اس نے عرض کیا اگر جناب کو ایسا رشتہ ملے جو صاحب جمال و کمال بھی ہو اور صاحب ثروت و مال بھی اور شرف و کفایت میں بے مثال تو کیا آپ ﷺ رضامند نہ ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایسا کونسا رشتہ ہے اس نے عرض کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، تو آپ ﷺ نے فرمایا ان کے ساتھ عقد کی صورت کیسے بن سکتی ہے نفیسہ نے کہا میں ذمہ لیتی ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا میں شادی کراوں گا ابو الحسن بن فارس کہتے ہیں حضرت ابوطالب نے نکاح پڑھایا اور یہ خطبہ پڑھا اس اللہ کے لیے ہیں سب تعریفیں جس نے ہمیں اولاد ابراہیم خلیل اللہ ہونے کا شرف بخشا اور گلستان اسماعیل علیہ السلام کے نونہال بنایا سعد بن عدنان کے اصل سے۔

اور جب آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک پینتیس برس کی ہوئی تو قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر نو کی کیونکہ وہ وادی مکہ میں بارشوں اور سیلاب سے ٹوٹ پھوٹ گیا تھا اور حجر اسود کو نصب کرنے کے بارے میں باہم جھگڑا پیدا ہو گیا کیونکہ ہر ایک شخص اس کو اٹھا کر نصب کرنے کی سعادت حاصل کرنے کا خواہش مند تھا اس بارے میں بہت بحث وتکرار ہوئی نوبت یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے ایک دوسرے سے لڑائی کے لیے حلف اٹھا لیے اور عصبیت اور جہالت زور پکڑ گئی پھر وہ انصاف کے طالب ہوئے کہ کسی صاحب الرائے بردبار اور پروقار شخصیت سے اس مسئلہ کا حل تلاش کیا جائے پس فیصلہ یہ ہوا کہ جو شخص حرم شریف میں باب شیبہ سے پہلے داخل ہو اس سے اس امر کا فیصلہ کراؤ چنانچہ نبی کریم ﷺ سب سے پہلے باب شیبہ سے داخل ہوئے جس پر تمام قریش نے کہا کہ وہ صادق وامین ہیں ہم سب کو ان کا فیصلہ منظور ہے اور ہم اس سردار پر راضی ہیں پس انہوں نے آپ ﷺ کو اس بات کی خبر دی کہ تمام قبائل قریش اس بات پر راضی ہیں کہ آپ ﷺ اس بارے میں ہمارا فیصلہ کریں اور ہمارے حاکم بنیں۔ آپ ﷺ نے حجر اسود کو ایک چادر میں رکھا اور سرداران قبائل قریش کو حکم دیا کہ تمام مل کر حجر اسود کو اس کے نصب کرنے کی جگہ تک پہنچائیں پس ان تمام نے حجر اسود کو اس کی نصب کیے جانے والی جگہ تک اٹھایا اور حضور اکرم ﷺ نے اس کو اپنے دست مبارک سے اس کی موجودہ جگہ پر رکھ دیا اور دیوار میں نصب کر دیا اور یوں اس احسن طریقہ سے اس قضیہ کا حل فرمایا کہ تمام قبائل خوش وراضی ہو گئے اور آپ کی فراست ودانشمندی کے قائل ہو گئے۔

اعلان نبوت سے کچھ عرصہ قبل آپ ﷺ کے دل اقدس میں خلوت اور گوشہ نشینی کی محبت پیدا کر دی گئی تو آپ ﷺ غار حرا میں تشریف لے جاتے زاد راہ ہمراہ ہوتا اور چند دن وہاں عبادت میں مصروف رہتے پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور دوبارہ زاد راہ لے کر غار حرا کو انوار عبادت سے منور فرماتے اور آپ ﷺ غار حرا میں مصروف عبادت ہی تھے جب پیغام حق آپ ﷺ کو پہنچا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اقراء یعنی پڑھو۔ سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبرائیل امین علیہ السلام نے آپ

ﷺ کو سینہ سے لگایا اور اچھی طرح دبایا، پھر کہا پڑھئے، آفتاب نبوت ﷺ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں، دوبارہ بغلگیر ہو کر خوب دبایا، پھر چھوڑ کر کہا پڑھئے، آپ ﷺ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں، تیسری مرتبہ جبرائیل امین نے دبایا اور چھوڑ دیا اور عرض کی۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ (پارہ ۳۰ رکوع ۲۱)

**ترجمہ**: پڑھیے اپنے رب کے نام اقدس سے جس نے سب مخلوق کو شرف وجود سے مشرف فرمایا انسان (جیسی اشرف المخلوقات کو) منجمد خون کے لوتھڑے (جیسی حقیر شے) سے پیدا فرمایا۔ پڑھیں آپ ﷺ۔ آپ ﷺ کا رب بڑا ہی مکرم ہے جس نے قلم کو ذریعہ تعلیم بنایا انسان کو وہ کچھ بتلایا جو قبل ازیں نہیں جانتا تھا۔

آفتاب رسالت ﷺ ہدایت کے ان انوار کے ساتھ دولت کدہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے تو وحی اور عظیم ذمہ داری کا بوجھ سر پر آ جانے کی وجہ سے جسم اقدس پر لرزہ طاری تھا اور گردن مبارک اور کندھوں کا درمیانی گوشت تھر تھرا رہا تھا اور سردی محسوس ہو رہی تھی جب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پہنچے تو فرمایا مجھے چادر اوڑھاؤ آپ نے چادر زیب تن کرائی گھر پہنچ کر آرام وسکون آ گیا اور حالت اضطراب ختم ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا ہے؟ مجھے تو خوف کا احساس ہونے لگا ہے۔

انہوں نے عرض کیا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ آپ ﷺ جیسی شخصیت کو اللہ تعالیٰ بے یار و مددگار چھوڑ دے اور آپ ﷺ کو تکلیف پہنچا سکے بلکہ آپ کو مبارک باد ہو اور خوشخبری۔ اللہ تعالیٰ ہرگز آپ ﷺ کو شرمندہ اور نظر خلائق میں حقیر نہیں ہونے دے گا کیونکہ آپ ﷺ صلہ رحمی فرماتے ہیں ہر بات میں سچائی اور صداقت سے کام لیتے ہیں

لوگوں کا بوجھ برداشت فرماتے ہیں مہمانوں کی میزبانی فرماتے ہیں اور مصائب و مشکلات میں گھرے ہوئے لوگوں کی نصرت واعانت فرماتے ہیں۔

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا اس برادرزادہ سے حقیقت سنو اور اپنی رائے سے آگاہ کرو چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ تمہیں کیا دکھائی دیتا ہے آنحضرت ﷺ نے سارا واقعہ بیان فرمایا تو انہوں نے عرض کیا یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا اے کاش میں اس وقت جوان و توانا ہوتا، اے کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب کہ آپ ﷺ کو قوم قریش مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور کرے گی اور آپ ﷺ کو بادل ناخواستہ مدینہ منورہ میں تبلیغ رسالت کا سلسلہ شروع کرنا پڑے گا آپ ﷺ نے کہا کیا وہ مجھے یہاں سے نکال دیں گے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں جو شخص بھی ان تعلیمات اور احکام کو لے کر آیا ہے قوم نے اس کے ساتھ عداوت و دشمنی کی ہے اگر آپ کے وہ ایام میرے مقدر میں ہوئے تو میں ضرور بالضرور آپ ﷺ کی نصرت اور خدمت گزاری کی ہر ممکن کوشش کروں گا پھر جلد ہی ان کا وصال ہو گیا اور آنحضرت ﷺ پر وحی کی آمد بھی وقتی طور پر منقطع ہو گئی اور یہ انقطاع حبیب اکرم ﷺ کے لیے انتہائی حزن وملال کا موجب بنا۔

پھر آپ بیداری کی حالت میں روح وجسم سمیت رات کے وقت مسجد اقصیٰ اور اس کے پاک صحنوں کی طرف لے جائے گئے۔ وہاں سے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا پہلے آسمان پر آپ کی ملاقات حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی جو وقار اور عظمت میں گھرے ہوئے تھے دوسرے آسمان پر نیک اور پاکباز مریم کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے خالہ زاد بھائی حضرت یحییٰ علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کی جمالی صورت میں دیکھا چوتھے آسمان پر آپ ﷺ سے حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جن کو اللہ تعالیٰ نے اونچے مقام پر اٹھالیا پانچویں آسمان پر حضرت ہارون کو دیکھا جو بنی اسرائیل میں محبوب تھے۔ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جن سے اللہ تعالیٰ نے

کلام کیا اور فرعون سے نجات دی۔ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا جو حضور قلبی سے اللہ کی طرف متوجہ تھے اور اللہ نے آپ کو نار نمرود سے محفوظ و مامون کیا تھا پھر آپ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اٹھائے گئے، یہاں تک کہ آپ نے ان قلموں کی آواز سنی جن سے احکام الٰہی لکھے جا رہے تھے وہاں سے آپ اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوئے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے قریب و نزدیک کیا (یہاں تک کہ) "فَدَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی" (سورۃ نجم، پارہ ۲۷) (آپ کمان کے دونوں سروں بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک ہو گئے) اور آپ کے لیے جلالی انوار کے پردے اٹھا دیے گئے اور آپ نے سر کی آنکھوں سے بارگاہ ربوبیت اور اس کے انوار و تجلیات کو دیکھا اور آپ کے لیے ذاتی جلوہ گاہوں میں بزرگی کے فرش بچھائے گئے اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کر دی گئیں پھر فضل الٰہی کا بادل برسا اور پچاس کی بجائے پانچ نمازیں فرض کر دی گئیں اور پانچ نماز ادا کرنے سے پچاس نمازوں کا ثواب لازم کر دیا گیا جیسا کہ اللہ نے ازل میں چاہا اور اس کے مطابق حکم کیا پھر آپ اسی رات واپس تشریف لائے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر عقل مند اور ذی شعور لوگوں نے آپ کے معراج کی تصدیق کی لیکن قریش نے آپ کو جھٹلایا اور جسے شیطان لعین نے گمراہ کیا اور بہکایا وہ مرتد ہو گیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس رات مجھے معراج سے مشرف کیا گیا صبح کے وقت مکہ مبارکہ میں میں نے اسراء اور معراج کا اعلان کیا حالانکہ میں جانتا تھا کہ قریش مجھے جھٹلائیں گے فرماتے ہیں کہ میں لوگوں سے الگ تھلگ غمگین بیٹھا تھا تو ابو جہل وہاں سے گزرا، سرکار دو عالم ﷺ کو دیکھ کر بیٹھ گیا اور استہزاء اور مذاق کے انداز میں پوچھا، کیا کوئی نئی بات ہوئی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہاں۔ تو اس نے دریافت کیا، وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے آج کی رات سیر کرائی گئی اس نے پوچھا، کہاں تک؟ آپ نے فرمایا بیت المقدس تک، اس نے کہا کہ رات کے قلیل حصے میں اتنا دور و دراز کا سفر طے کر کے صبح کو آپ ہمارے درمیان موجود بھی ہوئے آپ نے فرمایا، ہاں، ابو جہل نے سرور عالم ﷺ پر یہ ظاہر نہ کیا کہ میں اس دعوئی میں آپ کی تصدیق نہیں کر سکتا ہوں،

مبادا کہ جب میں لوگوں کو آپ کی طرف بلاؤں تو آپ دعویٰ اسراء سے منحرف ہو جائیں۔ اس لیے اس نے یہ انداز اختیار کیا کہ اگر میں آپ کی قوم کو آپ کے پاس بلاؤں تو جو مجھے بیان کر رہے ہیں، انہیں بھی یہی بیان کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں! وہ پکارا، اے بنی کعب ابن لوی کی جماعت ادھر آ جائے، حتیٰ کہ تمام مجالس کے لوگ دوڑے ہوئے اس کی طرف آ گئے اور آ کر حضور نبی کریم ﷺ اور ابو جہل کے پاس بیٹھ گئے۔ ابو جہل نے کہا اب آپ اپنی قوم کے سامنے بھی بیت المقدس تک سیر کرنے کا واقعہ بیان کیجئے۔ سرور انبیا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا کہ آج کی رات مجھے سیر کرائی گئی، انہوں نے پوچھا کہاں تک؟ آپ نے فرمایا بیت المقدس تک۔ انہوں نے دریافت کیا (صرف ایک رات میں اتنا دور دراز سفر طے کر کے) صبح کے وقت ہمارے درمیان میں موجود بھی ہو گئے؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔ ان قریش میں سے بعض تو تالیاں بجانے لگے اور بعض تعجب کے طور پر اپنے ہاتھوں کو سروں پر رکھے ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ مسجد اقصیٰ کی علامات ہمارے سامنے بیان کر سکتے ہیں؟ ان کے سوال کا سبب یہ تھا کہ ان میں سے بعض ایسے لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے بیت المقدس تک کا سفر کیا ہوا تھا اور مسجد اقصیٰ کو دیکھا ہوا تھا۔ اس بناء پر وہ آپ کے دعوے کی صداقت معلوم کرنا چاہتے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ان کو مسجد اقصیٰ کی تفصیلات بیان کرنا شروع کیں۔ بعض امور میں اشتباہ پیدا ہونے لگا تو مسجد اقصیٰ کو اٹھا کر میرے سامنے اس طرح کر دیا گیا، گویا کہ وہ دار عقیل کے قریب ہے تو میں نے اس کی جملہ تفصیلات کو بیان کیا جب کہ میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا تو ساری قوم پکار اٹھی کہ تفصیلات کا بیان انہوں نے صحیح صحیح کیا ہے۔

پھر آپ نے ایام حج میں اپنے آپ کو قبائل کے سامنے پیش کیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں، پس انصار میں سے چھ مرد آپ پر ایمان لائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کے لیے خاص کیا۔ اگلے سال حج کے دوران بارہ مردوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی، پھر وہ واپس چلے گئے اس طرح مدینہ منورہ میں اسلام ظاہر ہو گیا اور مدینہ شریف اسلام کی جائے پناہ بن گیا۔ تیسرے سال قبائل اوس و خزرج کے تقریباً تہتر مرد اور دو عورتیں آپ کے پاس آئے اور آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے بڑے بڑے بارہ سرداروں نقیبوں کو ان کا امیر بنا دیا۔

پس مسلمانوں نے مکہ سے ان کی طرف (مدینہ منورہ کی طرف) ہجرت اس ثواب کی امید میں کی جوان کے لیے لازم تھا جو کفر کو ترک کریں اور اس سے دور ہو جائیں۔ قریش کو گمان ہوا کہ کہیں حضور نبی کریم ﷺ فوراً اپنے اصحاب سے مدینہ منورہ میں نہ مل جائیں پس انہوں نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر وفریب سے آگاہ فرمایا اور ہجرت کی اجازت دی۔ آپ ﷺ گھر سے نکلے اور سورۃ یٰسین کی آیات تلاوت فرما کر مٹی کی ایک مٹھی بھر ان کی طرف پھینک دی۔ کفار اپنی آنکھیں ملتے رہ گئے اور آپ غار ثور کا قصہ کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے غار ثور اور سفر ہجرت میں آپ کی ہمرکاب ہونے کا شرف حاصل کیا۔ دونوں غار ثور میں تین راتیں رہے کبوتر اور مکڑیاں آپ کی حفاظت پر معمور تھے (یعنی مکڑیوں نے غار کے منہ پر جالا تن دیا تھا اور کبوتروں نے انڈے دے دیے تھے جس سے لگتا تھا کہ اس غار میں کوئی داخل نہیں ہوا) پھر پیر کے روز رات کو دونوں غار ثور سے نکلے آپ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے، سراقہ آپ کے آگے آ گیا آپ نے اللہ تعالیٰ سے عاجزی کی اور اس کے لیے بددعا کی جس پر سراقہ اور اس کے لیے تیز رفتار گھوڑے کی ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں اور اس نے آپ سے پناہ مانگی پس آپ نے اسے امان دی۔

آپ مقام قدید میں ام معبد خزاعیہ پر گزرے اور اس سے گوشت یا دودھ خریدنا چاہا مگر اس کے خیمہ میں ایسی کوئی چیز نہ تھی آپ نے اس کے گھر میں ایک بہت ہی نحیف و لاغر بکری دیکھی آپ نے ام معبد سے اسے دوہنے کی اجازت مانگی اس نے آپ ﷺ کو اجازت تو دے دی لیکن بولی کہ اگر اس کے نیچے دودھ ہوتا تو ہم خود اس کو دوھ لیتے آپ ﷺ نے اللہ کا نام لے کر اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا اور آپ ﷺ نے دودھ دوہا اور قوم میں سے ہر ایک کو پلا کر سیراب کر دیا آپ نے پھر دوہا اور ام معبد کے گھر کے تمام برتن دودھ سے بھر دیے جسے اس کے گھر اپنی ایک ظاہر شناخت کے طور پر چھوڑ دیا اس کا خاوند ابو معبد گھر آیا اس نے دودھ دیکھا تو بہت متعجب ہوا اور ام معبد سے دودھ کے بارے میں پوچھا کیونکہ گھر میں تو کوئی دودھ دینے والی بکری نہیں تھی جو دودھ کا ایک قطرہ بھی دے سکے ام معبد نے کہا کہ ہمارے ہاں ایک مبارک شخص اس طرح کی شکل وشباہت والا آیا تھا ابو معبد بولا وہی تو قریش کے سردار ہیں اور

کئی قسمیں کھائیں کہ اگر میں ان کو دیکھ پاؤں تو ان پر ایمان لاؤں ان کی پیروی کروں اور انہی کے پاس رہوں۔ غرض حضور اکرم ﷺ بارھویں ربیع الاول بروز پیر مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے۔

آپ ﷺ کی مدینہ شریف آمد پر انصار نے آپ کا استقبال کیا آپ پہلے قبا تشریف لائے اور وہاں پر مسجد قبا کی تقویٰ پر بنیاد رکھی۔

حضرت محمد نور مجسم ﷺ انسانوں میں سب سے اکمل اور اعلیٰ صفات کے مالک اور صورت اور سیرت میں سب سے احسن میانہ قد سفید رنگ سرخی مائل بڑی بڑی نورانی آنکھیں سرگیں اور لمبی پلکیں دلکش بھویں لمبی اور باریک دانت کشادہ خوبصورت اور حسین کشادہ چہرہ پیشانی بھی کشادہ اور شکل ہلالی تھی۔ رخسار ہموار ناک لمبی اور خوبصورت درمیان میں ابھری ہوئی شانوں کے درمیان وسعت نظری کشادہ ہتھیلیاں ہڈیوں کے جوڑ موٹے ایڑیوں پر کم گوشت ڈاڑھی مبارک گھنی سر مبارک بڑا اور سر کے بال کانوں کی لو تک دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت جو نور سے گھری ہوئی باعث عظمت تھی آپ کا پسینہ موتی کی مانند اور آپ کی خوشبو مشک سے بہتر۔ چلتے ہوئے آپ جھک کر چلتے تھے جیسے اونچائی سے گھاٹی کی طرف آتے معلوم ہوتے حضور اکرم ﷺ جس کسی سے ایک دفعہ مصافحہ کر لیتے وہ سارا دن آپ کے دست مبارک کی خوشبو اپنے ہاتھوں میں محسوس کرتا آپ جب کسی بچے کے سر پر اپنا دست شفقت رکھ دیتے تو اس بچے کا آپ کے سر کو چھوتا پہچانا جاتا اور دور سے معلوم ہو جاتا تھا کہ آپ نے اس بچے کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا ہے آپ کا چہرہ مبارک اس طرح روشن اور چمکتا تھا جیسے چودھویں کا چاند ہو۔ آپ کی تعریف میں ہر دیکھنے والا رطب اللسان رہتا کہ اس نے آپ کے مثل نہ پہلے دیکھا تھا اور نہ ہی بعد میں اور نہ کوئی انسان آپ کی مثل دیکھے گا۔

آنحضرت ﷺ بڑے حیادار اور وضع دار تھے اپنا جوتا خود مرمت کر لیتے اپنے کپڑے میں پیوند لگا لیتے اپنی بکری خود دوہ لیتے اپنے اہل وعیال سے اچھی طرح پیش آتے فقراء اور مساکین سے محبت رکھتے آپ ان کے ساتھ بیٹھتے اور ان کے مریضوں کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے ان کے جنازوں کے پیچھے چلتے اور نادار ضعیف فقراء کو حقیر نہ جانتے تھے

آپ عذر قبول فرمالیتے تھے اور کسی سے بھی اس طریقہ سے نہ پیش آتے جو اسے ناگوار ہو آپ غلاموں اور فقراء کے ساتھ چلنے میں عار نہ محسوس کرتے تھے اور بادشاہوں سے نہیں ڈرتے تھے آپ اللہ کے لیے غصہ ہوتے تھے اور اللہ ہی کی خوشنودی سے خوش ہوتے تھے۔ آپ اپنے اصحاب کے پیچھے چلتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری پشت روحانی فرشتوں کے لیے خالی رکھو آپ اپنی سواری کے لیے اونٹ گھوڑے خچر اور دراز گوش استعمال کرتے تھے جو کہ بعض بادشاہوں نے آپ کو ہدیہ کیئے ہوئے تھے بھوک کی شدت کے وقت آپ اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے آپ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں اور پہاڑوں نے آپ کے لیے سونا بننے کی خواہش کا اظہار کیا لیکن آپ نے یہ سب رد کر دیا۔ آنحضرت یاوہ گوئی نہ کرتے تھے۔ کسی سے ملتے وقت سلام میں پہل کرتے نماز کو دراز (نہ کہ بہت ہی زیادہ) اور خطبہ جمعہ کو چھوٹا فرماتے۔ شرفاء اور فضلاء کی پوری اکرام وتکریم کرتے اور سچی اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ بات کے علاوہ کلام نہیں کرتے تھے۔

# سراپاء اقدس

بعد از ولادت حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کی (پہلی زیارت) کے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ جب میں حاضر ہوئی تو آپ سوئے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کا حسن و جمال دیکھ کر میں مبہوت ہوگئی لیکن حسن پر کشش کی وجہ سے میں آپ ﷺ کے قریب آئی۔ پھر میں نے آپ ﷺ کے سینہ اقدس پر ہاتھ رکھا آپ نے مسکراتے ہوئے اپنی آنکھیں مبارک کھولیں تو میں نے دیکھا آپ ﷺ کی مقدس آنکھوں سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں جس کی روشنی آسمان تک پھیلی ہوئی ہے۔ (انوار المحمدیہ:۱۹)

حضرت ام سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ آپ ﷺ بوقت سکوت حد درجہ متین اور سراپا وقار دکھائی دیتے جب گفتگو فرماتے تو

رخ انور پر شگفتگی پھیل جاتی۔ آپ ﷺ دور سے ذی وجاہت اور بارعب دکھائی دیتے جبکہ نزدیک سے کمال درجہ حسین اور نرم خو۔ (المستدرک للحاکم ۳:۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے رنگ مبارک میں ایسی چمک اور آب وتاب تھی کہ اس میں چاندی کی طرح سفیدی اور سونے کی طرح سنہری جھلک اور چہرہ مبارک چمکدار موتیوں کی طرح شفاف تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے کف مبارک ریشم سے زیادہ ملائم تھے جبکہ حضور اکرم ﷺ کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو نہیں دیکھی۔

(الوفاء ۲:۴۰۴، ۳۹۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا رنگ مبارک سفید تھا اور یوں لگتا تھا کہ گویا آپ چاندی سے بنائے گئے ہیں۔ (الوفاء ۲:۴۰۴)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حبیب خدا ﷺ کا رنگ مبارک سفید تھا جس پر سرخی جھلکتی تھی جیسے چاندی پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہو یعنی بظاہر سرخی مائل تھا مگر اس سے انوار پھوٹتے نظر آتے تھے۔ (الوفاء ۲:۴۰۵)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خوشی کے وقت حضور ﷺ کے چہرہ انور سے نور کی شعاعیں پھوٹنے لگتی تھیں اور چہرہ اقدس یوں لگتا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم آپ کی حالت سرور و انبساط کو اس سے پہچان جاتے تھے۔ (الوفاء ۲:۴۰۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ قد مبارک میں نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ پست قد بلکہ میانہ قامت تھے لیکن صحابہ کرام کے جھرمٹ میں آپ سب سے ممتاز نظر آتے۔ آپ ﷺ کے گیسو مبارک نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ قدرے گھنگھریالے تھے۔ جسم اطہر میں فربہ پن نہ تھا چہرہ انور بالکل گول نہ تھا بلکہ اس میں کسی قدر گولائی تھی۔ رنگ چمکدار سفید سرخی مائل تھا۔ چشمان مقدس نہایت حسین تھیں اور پلکیں دراز تھیں۔ جوڑوں کی ہڈیاں جسیم تھیں۔ دونوں شانوں کی درمیانی جگہ پر گوشت تھا۔ آپ ﷺ کے بدن اقدس پر زیادہ بال نہ تھے۔ سینہ اقدس سے ناف مبارک تک بالوں کی پتلی لکیر تھی۔ آپ ﷺ کے

ہاتھ اور پاؤں پر گوشت تھا آپ جب چلتے تو قدموں کو قوت کے ساتھ اٹھاتے ایسے لگتا کہ بلندی سے نیچے کی طرف اتر رہے ہیں ۔ جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے بدن کو پھیر کر توجہ فرماتے ،دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی ۔ آپ ﷺ خاتم الانبیاء تھے ۔حضور ﷺ کا قلب اطہر سب سے زیادہ سخی تھا کلام مبارک سب سے زیادہ سچا تھا طبیعت مقدسہ سب سے زیادہ نرم تھی اور نسب شریف سب سے اعلیٰ تھا ۔ جو شخص آپ کو اچانک دیکھتا تو آپ کی شخصی وجاہت اور غیر معمولی حسن کے باعث مرعوب اور ہیبت زدہ ہو جاتا اور جو آپ ﷺ کی صحبت میں رہتا آپ ﷺ سے بے پناہ محبت کرنے لگتا تھا ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی تعریف و نعت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں میں نے نہ پہلے کوئی شخص حضور ﷺ جیسا کامل ،حسین ،خوشنما اور دلنواز دیکھا تھا نہ آپ ﷺ کے بعد آج تک دیکھا ہے ۔ (شمائل ترمذی:۶۵۷)

حضور ﷺ عظیم المرتبت اور بارعب تھے ۔ چہرہ اقدس چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا ۔قد مبارک متوسط قد والے سے کسی قدر طویل تھا لیکن زیادہ طویل والے سے نسبتاً پست تھا ۔سر اقدس اعتدال کے ساتھ بڑا تھا ۔ بال مبارک قدرے خم کھائے ہوئے تھے ۔سر کے بالوں میں مانگ نکال لیتے ورنہ مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے ۔ آپ ﷺ کے بال مبارک کانوں کی لو سے تجاوز نہ کرتے ،رنگ چمکدار ، پیشانی کشادہ ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے ۔ابرو مبارک ملے ہوئے نہیں تھے دونوں کے درمیان ایک مبارک رگ تھی جو حالت جلال میں ابھر جاتی ، بینی مبارک مائل بہ بلندی تھی اور بغور دیکھنے سے حسن و چمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ، ورنہ فی نفسہ زیادہ بلند نہیں تھی ۔ ڈاڑھی مبارک گنجان تھی ۔ آنکھ مبارک کی پتلی خوب سیاہ تھی ، رخسار مبارک ہموار اور ہلکے تھے ۔ سامنے کے دانتوں میں تھوڑا تھوڑا فاصلہ تھا ۔ گردن مبارک انتی خوبصورت اور باریک تھی جیسے تصویر میں موتی کو تراشا گیا ہو اور رنگ اور صفائی میں چاندی کی طرح سفید اور چمکدار تھی اعضاء پر گوشت اور معتدل تھے ۔ پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا لیکن سینہ اقدس فراخ اور کشادہ تھا ۔ جوڑوں کی ہڈیاں قوی تھیں ، جو بدن کا حصہ کپڑوں سے باہر رہتا روشن تھا ۔ سینہ اقدس اور بطن مبارک بالوں سے خالی تھے اور ہتھیلیاں فراخ تھیں ۔نیز ہتھیلیاں اور

دونوں قدموں پر گوشت تھا۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں۔ آپ کے تلوے گہرے تھے اور قدم ہموار اور ایسے صاف تھے کہ پانی ان سے فوراً ڈھلک جاتا۔ جب آپ ﷺ چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے مگر تواضع کے ساتھ چلتے زمین پر قدم آہستہ پڑتا نہ کہ زور سے۔ آپ ﷺ سبک رفتار تھے اور قدم ذرا کشادہ رکھتے۔ چھوٹے چھوٹے قدم نہیں اٹھاتے تھے۔ جب آپ ﷺ چلتے تو یوں محسوس ہوتا گویا بلند جگہ سے نیچے اتر رہے ہیں۔ جب کسی کی طرف توجہ فرماتے تو مکمل متوجہ ہوتے۔ آپ ﷺ کی نظر پاک نیچی اور جھکی رہتی۔ گوشہ چشم سے دیکھنا عموماً آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی۔ یعنی غایت حیا کی وجہ سے آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے۔ چلتے وقت اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگے کر دیتے۔ سلام کرنے میں خود ابتداء فرماتے آپ ﷺ صرف تبسم فرماتے اور دندان مبارک ایسے ظاہر ہوتے جیسے بارش کے سفید چمکدار قطرے ہوں۔

(شمائل ترمذی:۶۵۸)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے قد زیبا کے اعجاز حسن کی نسبت فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نہ ہی زیادہ دراز قد تھے اور نہ کوتاہ قد بلکہ آپ ﷺ کا قد مبارک میانہ تھا۔ جب کسی طویل القامت کے ساتھ مل کر چلتے تو اس وقت سب سے طویل القامت نظر آتے۔

## چہرۂ اقدس کے انوار سے گمشدہ سوئی کا ملنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کے اعجاز کے بارے میں بیان کرتی ہیں کہ ایک اندھیری رات میں مجھ سے سوئی زمین پر گر گئی۔ میں تلاش کر ہی رہی تھی کہ اچانک رسالت مآب ﷺ تشریف لائے اور آپ کے چہرہ مبارک سے نور کی جو شعاعیں نکلنا شروع ہوئیں تو اس کی چمک کی وجہ سے مجھے گمشدہ سوئی مل گئی۔

(ابن عساکر:۳۴۴)

یہ صرف ایک مرتبہ کا واقعہ یا اتفاقیہ معاملہ نہ تھا بلکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی

ہیں۔ میں ہمیشہ رات کی تاریکی میں آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کے نور کی روشنی میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن سلام جو یہودی عالم تھے وہ اپنے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب میں نے مدینہ طیبہ میں ایک ایسی ہستی کی آمد کے بارے میں سنا جس نے نبی آخر الزماں ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو میں اسے دیکھنے کی غرض سے گیا۔ وہ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے آپ فرماتے ہیں:۔

جب میں نے آپ ﷺ کا چہرہ اقدس دیکھا تو میرے دل نے گواہی دی کہ یہ پُرنور چہرہ کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہوسکتا۔ (مشکوٰۃ المصابیح' باب فضل الصدقہ:۱۶۸)

گویا آپ ﷺ کے چہرہ زیبا کا حسن و جمال زبان حال سے شہادت دے رہا تھا کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

ابو طالب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو سراپائے اقدس کی رنگت زیبا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کو میں وہ بات نہ بتاؤں جو میں نے محمد ﷺ سے دیکھی ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں مجھے ضرور بتائیں۔ اس پر حضرت ابو طالب نے درج ذیل واقعہ بیان کیا۔

"جب سے حضور ﷺ میرے پاس آئے ہیں مجھے آپ ﷺ سے اتنی محبت ہوگئی ہے کہ میں رات اور دن میں ایک گھڑی بھی ان سے جدا ہونا پسند نہیں کرتا حتی کہ رات کو بھی میں آپ ﷺ کو اپنے پاس سلاتا ہوں۔ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ کپڑے پہن کر سوتے تھے کہ کپڑے اتار کر سونا آپ ﷺ کو پسند نہ تھا۔

ایک رات میں نے کہا کہ کپڑے اتار دیں اور پھر سوئیں میں نے محسوس کیا کہ یہ بات آپ ﷺ کو پسند نہیں لیکن چونکہ میری بات کو آپ ﷺ ٹالنا بھی نہ چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے چچا میں کپڑے اتارتا ہوں مگر اپنے چہرے کو دوسری طرف کر لیجئے تاکہ میرے ننگے جسم کو آپ نہ دیکھ پائیں کیونکہ میرے جسم کو (اس حال میں) دیکھنا کسی کے لیے جائز نہیں۔ حضرت ابو طالب کہتے ہیں کہ مجھے اس پر تعجب ہوا مگر میں نے اپنا منہ

دوسری طرف کرلیا تاکہ یہ کپڑے اتارلیں۔ جب آپ ﷺ کپڑے اتار کر بستر پر لیٹے میں بھی بستر پر لیٹ گیا مگر میں نے دیکھا کہ ہمارے درمیان ایک پردہ حائل ہوگیا (جس کی وجہ سے میں آپ ﷺ کے جسم کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔) دوسری بات میں نے یہ دیکھی کہ آپ ﷺ کا جسم اطہر نہایت ہی نرم و نازک اور اس طرح خوشبودار تھا جیسے وہ کستوری میں ڈوبا ہوا ہو۔ میں نے آپ کے ننگے جسم اطہر کو دیکھنے کی کوشش کی مگر میں نہ دیکھ سکا۔

بہت سے صحابہ اور صحابیات کے بارے میں منقول ہے کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے پسینہ مبارک کو شیشیوں میں محفوظ کر لیتے اور اسے بطور عطر استعمال کرتے۔

مسلم شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب ﷺ کبھی کبھی ہمارے ہاں قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن میری والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا گھر سے کہیں گئی ہوئی تھیں، بعد میں آپ تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا۔

انہیں اطلاع ملی کہ آپ کے ہاں تو محبوب خدا ﷺ استراحت فرما ہیں۔

وہ جلدی سے گھر لوٹیں تو دیکھا کہ واقعتاً آپ ﷺ قیلولہ فرما رہے ہیں اور آپ کے جسم اطہر سے پسینے کے قطرے بستر پر گر رہے ہیں۔ میری والدہ نے ایک شیشی لے کر اس میں آپ ﷺ کے پسینہ مبارک کو جمع کرنا شروع کر دیا تو آپ ﷺ بیدار ہو گئے اور فرمایا "یہ کیا کر رہی ہو؟" عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! چونکہ آپ ﷺ کا مبارک پسینہ تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبودار ہوتا ہے اس لیے میں جمع کر رہی ہوں تاکہ ہم اسے اپنی خوشبوؤں میں ملائیں۔

آپ کی تشریف آوری کے تھوڑے ہی عرصہ بعد تمام کائنات از سر نو نور توحید سے جگمگا اٹھی۔ پہلے خطہ عرب اور پھر بیرون عرب تمام عالم انسانیت کو خدائے واحد کی طرف بلایا اور اس آفتاب ہدایت نے بہ نفس نفیس اور پھر اس سے روشنی حاصل کرنے والی بے شمار قدسی صفات ہستیوں نے روئے زمین کو نور وحدت سے تابندہ کر دیا۔

## وصلی اللہ علی نور کزو شد نورہا پیدا

داعی اسلام ﷺ نے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے احکام خداوندی کی پیروی، تعلیمات قرآنی واخلاق ربانی کا عملی نمونہ بن کر پیش کیا اور جب اپنے قول وعمل سے ارشادات الٰہی کی توضیح وتشریح فرمائی تو لوگوں میں اسکے سمجھنے اس کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور ہونے اور انہیں حاصل کرنیکے طریقے معلوم کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اپنا ہر قول وفعل نشست وبرخاست، خورد ونوش اور تمام حرکات وسکنات حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق اختیار کرنا اپنا مقصد حیات بنالیا۔ ایمان اور اسلام ان کے دل ودماغ اور رگ وپے میں سرایت کرتا چلا گیا یہ آپ کی صحبت اور محبت کی تاثیر تھی کہ جو شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوا پھر نہ قریش کی چیرہ دستیاں اسے متزلزل کرسکیں اور نہ دردناک اذیتیں اس کے پائے ثبات کو ڈگمگا سکیں۔ اسلام کے ان پروانوں نے مصائب جھیلنا اور جان دینا گوارا کرلیا مگر حضور ﷺ سے روگردانی نہ کی۔ صحابہ کرم ﷺ کی ایمان کی پختگی کا ہی یہ کرشمہ تھا کہ صراط مستقیم پر قائم رہنا ان کے لیے آسان اور سہل بن جاتا تھا۔ وقت عبادت ہوتو عبادت کے لیے کمربستہ وتیار معاملات دنیا میں راست بازی، اور دیانت داری ان کا شعار اور وقت جہاد ہوتو سیسہ پلائی ہوئی دیوار اور جاں نثار وجاں سپار، ایمان کی یہ پختگی حوصلہ کی بلندی اور دین اسلام سے شیفتگی حضور ﷺ کے فیضان صحبت کا نتیجہ تھا۔ ایک ہی صحبت میں آپ کی محبت کا نقش ہر صاحب ایمان کے قلب پر ایسا گہرا ثبت ہو جاتا تھا جسے مٹانا ممکن نہ ہوتا۔ صحابہ کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر احکام خداوندی کی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے اور آپ کی صحبت سے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی دولت سے بھی مالا مال ہوتے تھے۔

حکمت وانوار الٰہیہ اور اسرار دین کے درس کی جانب حضور ﷺ کی توجہ سب سے زیادہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے منصب نبوت کے تقاضوں کا بیان اس آیت قرآنی میں فرمایا ہے:

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ (پارہ ۴، آل عمران: ۱۶۴)

**ترجمہ**: وہ (رسول) ان (مومنین) کو قرآنی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

غرض رسول اللہ ﷺ نے ۲۳ سال کی قلیل مدت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک کثیر جماعت کو تربیت دے کر ایسا راسخ العقیدہ اور سرگرم عمل بنا دیا تھا کہ آپ کے بعد اسلام کی اشاعت تبلیغ دین واحکام الٰہیہ اور تزکیہ نفوس کا کام انہی کے سپرد کر دیا۔

# اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ایک مکمل ضابطہ حیات عنائت کیا ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر دین و دنیا کی سعادت کا حصول ممکن ہے۔ اس کے چیدہ چیدہ نکات قارئین کرام کے استفادہ کے لیے پیش خدمت ہیں۔

**ارکان اسلام:**

حضرت عمر بن خطاب ؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص حاضر ہوا جس کے کپڑے نہایت سفید تھے" اور" بال نہایت سیاہ نہ اس شخص پر سفر کا کوئی نشان تھا اور نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا یہاں تک کہ وہ حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور دو زانوں ہو کر اپنے گھٹنے حضور ﷺ کے گھٹنوں سے ملا دیے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لیے اور عرض کیا اے محمد ﷺ مجھ کو اسلام کی حقیقت کے بارے میں آگاہ فرمایئے حضور ﷺ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ

تو اس امر کی گواہی دے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ خدائے تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز ادا کرے۔ زکوٰۃ دے، رمضان کے روزے رکھے اور خانہ کعبہ کا طواف کرے اگر تو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔ اس شخص نے عرض کیا آپ ﷺ نے سچ فرمایا (راوی کہتے ہیں کہ) ہم لوگوں کو تعجب ہوا کہ یہ شخص دریافت کرتا ہے اور (خود ہی) تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر اس نے پوچھا ایمان کی حقیقت بیان فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ (ایمان یہ ہے) کہ تو خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتوں نیز اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز قیامت پر یقین رکھے اور تقدیر کی بھلائی کو دل سے مانے۔ (مسلم شریف)

حضرت شاہ عبد الحق دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اسلام ظاہری اعمال (نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، زکوٰۃ دینے وغیرہ) کا نام ہے اور ایمان نام ہے اعتقاد باطن کا (یعنی اللہ تعالیٰ اور اسکے پیارے رسول ﷺ کو دل سے ماننے کا نام ایمان ہے) اور اسلام و ایمان کے مجموعہ کا نام دین ہے اور وہ جو عقائد کی کتابوں میں مذکور ہے کہ اسلام و ایمان دونوں ایک ہی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مومن مسلمان ہے اور ہر مسلمان مومن ہے اور ان دونوں میں سے کسی ایک کی نفی مسلمان نہیں کر سکتے اور حقیقت میں اسلام ایمان کا نتیجہ اور اس کی فرع ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کو اس کے ماں باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری۔ مسلم)

یعنی مومن کامل کی نشانی یہ ہے کہ مومن کے نزدیک رسول خدا ﷺ تمام چیزوں اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب و معظم ہوں۔ اس حدیث میں حضور ﷺ کے زیادہ محبوب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حقوق کی ادائیگی میں حضور ﷺ کو مانے اس طرح کہ حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین کو تسلیم کرے۔ حضور ﷺ کی سنتوں کی پیروی کرے۔ حضور ﷺ کی تعظیم و ادب بجالائے اور ہر شخص اور ہر چیز یعنی اپنی ذات، اپنی اولاد، اپنے ماں باپ، اپنے عزیز و اقارب اور اپنے مال و اسباب پر حضور

ﷺ کی رضا و خوشی کو مقدم رکھے جس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی ہر چیز یہاں تک کہ اپنی جان کے چلے جانے پر بھی راضی رہے لیکن حضور ﷺ کے حق کو دبتا ہوا گوارا نہ کرے۔(اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ نمبر ۴۲)

**نماز:**

کلمہ اسلام کے بعد اسلام کا سب سے بڑا رکن اعظم نماز ہے۔ یہ مسلمانوں پر فرض عین ہے کہ دو صورتوں کے سوا کسی حال میں بھی ساقط اور معاف نہیں ہو سکتا۔

**اول:** جنون یا بے ہوشی مسلسل اتنی لمبی ہو جائے کہ چھ نمازوں کا وقت گذر جائے مگر ہوش نہ آئے تو ان نمازوں کی قضا لازم نہیں ہے۔ بلکہ یہ نمازیں معاف ہو جائیں گی۔

**دوم:** عورت کو حیض یا نفاس آ جائے تو ایسی حالت میں نماز معاف ہو جاتی ہے۔ ان دو صورتوں کے علاوہ کبھی بھی اور کسی حالت میں بھی نماز معاف نہیں ہو سکتی۔ بیماری اگر چہ کتنی ہی شدید ہو مگر نماز معاف نہیں ہو سکتی۔ اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے۔ اگر رکوع وسجدہ نہ کر سکتا ہو تو سر کے اشارہ سے رکوع وسجدہ کرے۔ اگر بیٹھ کر بھی نماز نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھے۔ اگر لیٹ کر سر سے اشارہ بھی نہ کر سکتا ہو تو اس وقت بھی نماز معاف نہ ہو گی۔ لیکن وہ نماز پڑھنی موقوف کر دے گا۔ اور جب بھی تندرست ہو گا تو ان نمازوں کی قضا پڑھے گا۔ عین جنگ کی حالت میں بھی مجاہد نماز پڑھے گا۔ اگر گھوڑے پر سوار ہو اور اترنے کی مہلت نہ ہو تو گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے اشارے سے نماز پڑھے گا۔ اسی طرح گھمسان کی لڑائی میں بھی اشارے سے رکوع وسجدہ کر کے نماز ادا کرے گا۔

قرآن مجید میں جس قدر نماز کے تاکیدی احکام، اور نماز چھوڑنے پر سخت وعیدیں آئی ہیں اتنی تاکید اور وعید کسی دوسری عبادت کے لیے نہیں آئی ہے۔ قرآن مجید کی بکثرت آیات نماز کی ترغیب وتاکید میں نازل ہوئیں ہیں۔ جن میں طرح طرح سے نمازوں کی تاکید، اور نماز چھوڑ دینے پر قسم قسم کے عذابوں کی تہدید و وعید وارد ہوئی ہیں۔

نماز کی فرضیت کا انکار کرنے والا بلکہ اس کی فرضیت میں شک کرنے والا کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ اور ایک وقت کی نماز بھی چھوڑتے والا فاسق سخت گنہگار، قہر جبار و قہار وغضب

جہار میں گرفتار، اور عذاب جہنم کا سزاوار ہے۔ سلطان اسلام پر لازم ہے اسکو قید کر کے جیل خانہ میں بند کر دے۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے۔ بلکہ حضرت امام مالک حضرت امام شافعی وحضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک سلطان اسلام کو اس کے قتل کرا دینے کا حکم ہے۔ (کتب فقہ)

خداوند عالم کا فرمان ہے کہ:

"اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰباً مَّوْقُوْتًا"

"بے شک نماز مسلمانوں پر وقت پر پڑھنا مقرر کیا ہوا فرض ہے"

(پارہ ۵۔ النساء۔ آیت ۱۰۳)

ایک دوسری جگہ قرآن مجید میں اس طرح فرمان ربانی ہے کہ:۔

"حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَ قُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ"

نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ والی نماز کی۔ اور کھڑے رہو اللہ کے حضور ادب سے۔

(پارہ ۲۔ البقرۃ۔ آیت ۲۳۸)

اسی طرح ایک اور جگہ قرآن مجید میں اس طرح فرمان ربانی ہے کہ:۔

"فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلٰوتِھِمْ سَاھُوْنَ"

تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نمازوں کو بھولے بیٹھے ہیں۔

(پارہ ۳۰۔ الماعون۔ آیت ۵)

نماز کے بارے میں چند احادیث درج کی جاتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتاؤ اگر تم

میں کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہ جائے گا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ایسی حالت میں اس کے بدن پر کچھ بھی میل باقی نہ رہے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا بس یہی کیفیت پانچوں نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سبب گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (بخاری۔مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک روز سردی کے موسم میں جب درختوں کے پتے گر رہے تھے (یعنی پت جھڑ کا موسم تھا) حضور ﷺ باہر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے ایک درخت کی دو ٹہنیاں پکڑیں (اور انہیں ہلایا) ان شاخوں سے پتے گرنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر! حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کی لبیک یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب مسلمان بندہ خالص اللہ کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے یہ پتے درخت سے جھڑ رہے ہیں۔ (احمد)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے علی! تین کاموں میں دیر نہ کرنا۔ ایک تو نماز ادا کرنے میں جب وقت ہو جائے، دوسرے جنازہ میں جب کہ وہ تیار ہو جائے، تیسرے بیوہ کے نکاح میں جب کہ اس کا کفول جائے۔ (ترمذی)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں تو ان کو مار کر نماز پڑھاؤ۔ اور ان کے سونے کی جگہیں الگ کرو۔ (ابوداؤد)

## زکوٰۃ:

نماز کے بعد سب سے اہم رکن زکوٰۃ ہے۔ نماز کی طرح زکوٰۃ کے بارے میں بھی بلاغت احکام اور اس کے تارک کے بارے میں وعید کی آیتیں قرآن مجید میں نازل ہوئی ہیں۔ زکوٰۃ کا منکر کافر، اور زکوٰۃ نہ دینے والا فاسق مردود الشہادۃ اور سخت گنہگار اور عذاب نار کا حقدار ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ:-

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ، هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

(پارہ ۱۰، التوبۃ، آیت: ۳۴۔۳۵)

اور وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (زکوٰۃ نہیں دیتے) انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ جس دن (قیامت کے دن) وہ آگ میں تپایا جائے گا۔ جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغی جائیں گی ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں۔ (فرشتے کہیں گے) یہ ہے وہ، جس کو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا۔ تو اب چکھو مزہ اس خزانے کا۔

ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا سکوں، اینٹوں، برتنوں، زیوروں غرض کسی شکل وصورت میں ہوں۔ ہر سال ان کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ادا کرنا فرض ہے۔ ان میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر سامان تجارت کا مالک ہو تو زکوٰۃ واجب ہے۔

اسی طرح کھیتی اور پھلوں کی پیداوار میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ مگر کھیتی اور پھلوں کی پیداوار میں چالیسواں حصہ فرض نہیں۔ بلکہ اگر کھیتی اور پھلوں کی پیداوار بارش یا چشمہ یا سیلاب کے پانی سے ہوئی تو دسواں حصہ۔ اگر ڈول یا پمپنگ یا نہروں اور نالوں سے سینچ کر کھیتی اور پھل پیدا ہوئے تو بیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:۔

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ

اور اس کا حق (زکوۃ) دو جس دن کھیت یا پھل توڑے جائیں۔

(پارہ ۸۔ الانعام آیت ۱۴)

سال کے اکثر حصہ میں گھاس چر کر بسر کرنے والے جانوروں میں بھی زکوۃ ہے۔ اور جن جانوروں کو سال کے اکثر حصہ میں گھر سے چارہ کھلایا جاتا ہے۔ ان میں زکوۃ نہیں ہے۔

اونٹ کا نصاب یہ ہے کہ پانچ اونٹ سے کم ہوں تو ان میں زکوۃ نہیں اور جب پانچ یا پانچ سے زیادہ ہوں مگر پچیس سے کم ہوں تو ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری زکوۃ دینا ضروری ہے اور پورے پچیس اونٹ ہوں تو زکوۃ میں ایک سال کا اونٹ کا بچہ دینا پڑے گا۔ اس سے آگے دوسرا حساب ہے۔ مگر اس زمانے میں اونٹ بکثرت پالنے کا رواج ہی نہیں۔ اس لیے اس کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

گائے، بھینس اگر تیس سے کم ہوں تو اس کی کوئی زکوۃ نہیں۔ جب تیس پوری ہوں تو سال بھر کا ایک بچھڑا یا بچھڑی زکوۃ میں دینا واجب ہے۔ اس سے زیادہ ہوں تو زکوۃ میں ایک سال سے بڑا جانور دیا جائے گا۔

بکریوں اور بھیڑوں میں چالیس سے کم ہوں تو زکوۃ نہیں۔ اگر چالیس پوری ہوں تو ایک بکری زکوۃ میں دینا واجب ہے۔ اور یہ حکم ایک سو بیس تک ہے۔ یعنی ان میں ایک وہی بکری ہے اور اگر ایک سو اکیس ہوں تو دو بکریاں۔ دو سو تک یہی دو بکریاں زکوۃ میں دی جائیں گی اور دو سو ایک بکری ہوں تو تین بکریاں اور چار سو ہوں تو چار بکریاں زکوۃ میں دینا پڑیں گی۔ اس کے بعد اگر اس سے زیادہ بکریاں ہوں تو ہر سو بکری پر ایک بکری زکوۃ میں دینا واجب ہے۔ بکریوں اور بھیڑوں کی زکوۃ میں اختیار ہے کہ نر زکوۃ میں دے یا مادہ مگر سال بھر سے کم کا نہ ہو۔

زکوۃ کے بارے میں چند احادیث درج کی جاتی ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مال زکوۃ رکھے اس پر اس وقت تک زکوۃ نہیں جب تک کہ اس پر ایک سال نہ گزر جائے۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص سونے یا چاندی کے شرعی نصاب کا مالک ہو اور وہ اس کا حق یعنی زکوۃ نہ ادا کرے تو قیامت کے دن اس کے لیے اس سونے چاندی کی سلیں

بنائی جائیں گی اور انھیں آگ میں تپایا جائے گا۔ پھران آتشیں سلوں سے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائے گا اور جب وہ ٹھنڈی ہو جائے گی تو پھر آگ میں تپا کر داغا جائے گا اور ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہے گا۔ (مسلم)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ دو عورتیں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے آپ نے ان سے پوچھا کیا تم ان کی زکوۃ دیتی ہو؟ انھوں نے عرض کیا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو کہ خدائے تعالیٰ تم کو آگ کے دو کنگن پہنائے؟ انھوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر انکی زکوۃ ادا کیا کرو۔ (ترمذی)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے رویت ہے کہ حضور ﷺ ہم کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہم تجارت کے لیے تیار کی جانے والی چیزوں کی زکوۃ نکالا کریں۔ (ابوداؤد)

حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے پاس حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا وہ خط موجود ہے جسے حضور ﷺ نے بھیجا تھا۔ راوی نے کہا کہ حضور ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تھا کہ وہ گیہوں، جو، انگور اور کھجور کی پیداوار میں (مسلمانوں سے) زکوۃ وصول کریں (شرح السنہ۔ مشکوۃ)

## روزہ :

روزہ بھی ارکان اسلام میں سے ہے۔ قرآن مجید میں اس کے لیے تاکیدی فرمان اور اس کے اجر و ثواب میں چند آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ روزہ کی فرضیت کا منکر کافر، اور بلا عذر شرعی رمضان کا روزہ چھوڑ دینے والا فاسق، سخت گناہگار اور عذاب جہنم کا حق دار ہے۔ جو بدنصیب رمضان شریف میں بلا عذر شرعی اعلانیہ کھاتا پیتا ہو اور اس طرح رمضان شریف کے وقار کو مجروح کرتا ہو وہ اتنا بڑا مجرم ہے کہ سلطان اسلام اس کو قتل کرا سکتا ہے۔ قرآن مجید کی چند آیتوں میں روزہ کی فرضیت کا بیان ہے۔ مثلاً یہ آیت خاص طور پر قابل ذکر ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ○

اے ایمان والوتم پر روزے فرض کیے گئے۔ جیسے تم سے اگلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔(پارہ البقرۃ۔آیت ۱۸۳)

روزے ہر سال ماہ رمضان میں فرض ہیں۔عورت کو حیض ونفاس کی حالت میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے وہ رمضان میں روزے نہیں رکھے گی۔مگروہ رمضان شریف کے بعدان روزوں کی قضا رکھے گی اور مریض ومسافر کے لیے رخصت ہے کہ وہ رمضان میں روزہ نہ رکھیں۔لیکن رمضان کے بعد ان روزوں کی قضا فرض ہے۔مریض ومسافر اگر رمضان میں روزے رکھیں تو افضل ہے۔

روزہ کے بارے میں چند احادیث پیش خدمت ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ماہ رمضان شروع ہو جاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔(بخاری۔مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی امید سے روزے رکھے گا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے اور جو ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں قیام یعنی تراویح اور دیگر عبادت کرے گا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے اور جو ایمان کے ساتھ ثواب حاصل کرنے کی غرض سے شب قدر میں قیام کرے گا اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔(بخاری۔مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ماہ رمضان

کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کر لیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں (پھر رمضان بھر) ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور منادی پکارتا ہے کہ اے خیر کے طلب کرنے والے! متوجہ ہو اور اے برائی کا ارادہ رکھنے والے برائی سے باز رہ اور اللہ بہت سے لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے اور ہر رات ایسا ہوتا ہے (ترمذی۔ ابن ماجہ)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخر میں وعظ فرمایا۔ اے لوگو تمہارے پاس عظمت والا بابرکت والا مہینہ آیا۔ وہ مہینہ جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے اور اس کی رات میں قیام کرنا یعنی نماز پڑھنا تطوع یعنی نفل قرار دیا ہے جو اس میں نیکی کا کوئی کام یعنی نفلی عبادت کرے تو ایسا ہے جیسے اور مہینے میں فرض ادا کیا اور جس نے ایک فرض ادا کیا تو ایسا جیسے اور دنوں میں ستر فرض ادا کیے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ غم خواری کا مہینہ ہے اور اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے جو اس میں روزہ دار کو افطار کرائے اس کے گناہوں کے لیے مغفرت ہے اور اس کی گردن دوزخ سے آزاد کردی جائے گی اور اس میں افطار کرانے والے کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا روزہ رکھنے والے کو ملے گا بغیر اس کے کہ اس کے ثواب میں کچھ کمی واقع ہو۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کا ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے روزہ افطار کرائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرائے اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے سیراب کرے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ یہ وہ مہینہ ہے کہ اس کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور اس کا درمیانی حصہ مغفرت ہے اور اس کا آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے اور جو اپنے غلام پر اس مہینہ میں تخفیف کرے یعنی کام لینے میں کمی کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور جہنم سے آزاد فرمادے گا۔ (بیہقی)

حضرت انس بن مالک کعبی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (شرعی) مسافر سے آدھی نماز معاف فرمادی (یعنی مسافر چار رکعت والی فرض نماز دو

پڑھے)اور مسافر، دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت سے روزہ معاف کر دیا (یعنی ان لوگوں کو اجازت ہے کہ اس وقت روزہ نہ رکھیں بعد میں قضا کر لیں)۔(ابوداؤد۔ترمذی)

## حج:

حج بھی اسلام کا رکن ہے جو نو ہجری میں فرض ہوا۔اس کی فرضیت یقینی ہے جو قرآن مجید سے ثابت ہے۔اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے اور جو مسلمان حج فرض ہو جانے کے بعد حج نہ کرے یا بلا وجہ شرعی اس میں دیر لگائے تو وہ فاسق اور سخت گناہ گار ہے۔حج عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ۝ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(پارہ۳، آل عمران، آیت:۷۔۹)

اور اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے۔جو بیت اللہ جا سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

دوسری آیت میں ارشاد خداوندی ہے کہ:۔

وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۝

اور حج و عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو (پارہ۲، البقرہ، آیت:۱۹۶)

## حج فرض ہونے کی شرطیں:

حج فرض ہونیکی آٹھ شرطیں ہیں۔جب تک یہ سب نہ پائی جائیں گی حج فرض نہیں ہوگا۔(۱) مسلمان ہونا کافروں پر حج فرض نہیں۔(۲) دارالاسلام میں ہونا۔اگر کوئی مسلمان دارالحرب میں ہو اور اس کو علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حج بھی فرض فرمایا ہے تو اس مسلمان پر بھی حج

فرض نہیں۔(۳) بالغ ہونا۔نابالغ پر حج فرض نہیں۔(۴) صاحب عقل ہونا۔مجنوں پاگل پر حج فرض نہیں۔(۵) آزاد ہونا۔غلام اور باندی پر حج فرض نہیں۔(۶) تندرست ہونا کہ حج کو جا سکے۔اندھے اپاہج۔فالج والے اور پاؤں کے کٹے ہوئے اور اتنے بوڑھے پر کہ سواری پر نہ بیٹھ سکے حج فرض نہیں۔(۷) سفر خرچ کا مالک ہوں اور سواری پر قادر ہونا۔بھیک مانگ کر اور پیدل حج کرنا فرض نہیں۔(۸) حج کا وقت ہونا یعنی حج کے مہینوں،شوال،ذیقعد،ذوالحج میں تمام شرائط پائی جائیں یہ آٹھ شرطیں تو وہ ہیں کہ جب تک یہ سب نہ پائی جائیں،حج فرض نہیں ہوتا ہے اور اگر وہ سب نہ پائی جائیں تو خود حج کو جانا فرض نہیں ہے۔بلکہ کسی دوسرے سے اپنا حج بدل کرا سکتا ہے یا وصیت کر سکتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال سے حج بدل کرایا جائے۔

وجوب ادا کی تین شرطیں یہ ہیں۔(۱) راستے میں امن وامان ہونا۔اگر جان و مال کی سلامتی کا غالب گمان ہو تو حج کو جانا فرض اور ضروری ہے اور اگر ہلاکت کا گمان غالب ہو تو حج کو جانا ضروی نہیں ہے۔(۲) عورت کے ہمراہ اس کے شوہر یا اس کے کسی محرم کا ہونا ضروری ہے۔خواہ وہ عورت بڑھیا ہو یا جوان۔محرم سے مراد وہ مرد ہے جس سے ہمیشہ کے لیے اس عورت کا نکاح حرام ہے جیسے باپ یا بیٹا۔حقیقی یا رضاعی بھائی۔خسر۔شوہر کا بیٹا۔بشرطیکہ یہ لوگ عاقل بالغ ہوں اور فاسق نہ ہوں۔(۳) قید میں نہ ہو۔اور عورت حج کو جانے کے زمانہ میں عدت کے اندر نہ ہو۔

حج کے بارے میں چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! خدا نے تم پر حج فرض کیا ہے۔اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ فرمایا اگر میں ہاں کر دوں تو ہر سال حج فرض ہو جائے گا اور اگر ہر سال فرض ہو جائے تو تم اسے ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔اس لیے حج پوری زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے اور جو شخص اس سے زیادہ کرے وہ نفل ہے۔

(احمد،نسائی،دارمی،مشکوۃ)

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ احکام شرعیہ پر اختیار کلی رکھتے ہیں کہ اگر چاہتے تو ہر سال حج کرنا فرض فرما دیتے۔

## سفرحج کے دوران تجارت

حج وزیارت کے سفر میں اگر کچھ خرید وفروخت کرلیں اور تجارت کر کے کچھ نفع کمالیں تو اس میں کوئی حرج نہیں اور حج وزیارت کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوتی بشرطیکہ حج وزیارت کے آداب ومستحبات میں کوئی خلل نہ پڑے۔ اس زمانے میں بعض لوگ اس تجارت کو بہت بڑا سمجھ کر حاجیوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کے بارے میں خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ:۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فَإِذَآ أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰكُمْ ۝ وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝

تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو (تجارت سے نفع اٹھاؤ) تو جب عرفات سے چلو تو اللہ کو یاد کرو مشعر حرام کے پاس اور اس کا ذکر کرو۔ جیسے اس نے تمہیں ہدایت دی اور یقیناً اس سے پہلے تم لوگ بہکے ہوئے تھے۔ (پارہ ۲، البقرہ، آیت: ۱۹۸)

اور قرآن مجید کی دوسری آیت میں ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ ۝

اور لوگوں میں حج کا اعلان عام کردو۔ وہ تمہارے پاس حاضر ہوں گے پیادہ اور ہر دبلی

اونٹنی پر کہ وہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔ تا کہ لوگ اپنا فائدہ اٹھائیں۔ اور اللہ عزوجل کا نام لیں معین دنوں میں اس پر کہ انہیں روزی دے بے زبان چوپائے کے ذریعہ۔

(پارہ ۱۷، الحج، آیت ۲۸)

اس آیت پر منافع سے مراد دینی و دنیاوی دونوں فائدے ہیں۔ جو اس عبادت کے ساتھ خاص ہیں۔ دوسری عبادت میں نہیں پائے جاتے۔ (تفسیر خزائن العرفان صفحہ ۳۹۹)

اس لیے حاجی اگر سفر حج کے دوران خرید و فروخت کرے کچھ نفع اٹھالے۔ تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہاں البتہ یہ دھیان رکھے کہ تجارت کو اس مبارک سفر کا مقصد اصلی نہ بنائے۔ بلکہ حج و زیارت ہی کی نیت سے یہ مقدس سفر کرے۔ اور تجارت میں مشغول رہ کر حج و زیارت کا کوئی رکن و واجب فوت نہ ہونے دے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

## رزق حلال

کمائی میں یہ دھیان رکھنا ضروری ہے کہ حلال طریقوں سے کمائے۔ حرام طریقوں سے کمائی نہ کرے اور حرام طریقوں سے کمائی گئی دولت کو کبھی بھی استعمال میں نہ لائے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ

اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تم کو دیا ان میں سے حلال چیزوں کو کھاؤ۔

(پارہ ۲، البقرہ، آیت: ۱۷۲)

ناحق اور باطل طریقوں سے کمایا ہوا مال کھانا اور استعمال کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن میں فرمان ہے کہ:۔

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ،

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو۔ (یعنی) بذریعہ تجارت کمایا ہوا مال کھاؤ۔

(پارہ۔۵، النساء، آیت:۲۹)

رزق حلال کے بارے میں چند احادیث پیش خدمت ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (شریعت کے دیگر) فرائض کے بعد روزی حلال حاصل کرنا فرض ہے۔ (بیہقی۔ مشکوٰۃ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بدن کو حرام غذا دی گئی وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (بیہقی۔ مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جبکہ کوئی اس بات کی پرواہ نہ کرے گا کہ اس نے جو مال حاصل کیا وہ حلال ہے یا حرام! (بخاری شریف)

**رشوت حرام ہے!** ناجائز کام کرنے اور کرانے کے لیے جو مال دیا جاتا ہے وہ رشوت ہے اللہ تعالیٰ نے رشوت کو حرام فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ:۔

وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۠

آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لیے پہنچاؤ کہ لوگوں کا مال ناجائز طور پر کھالو۔ جان بوجھ کر۔ (پارہ۔۲، البقرہ، آیت:۱۸۸)

**سود حرام ہے!** اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سود حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ لہذا اس سے بچو۔ قرآن میں ہے کہ:۔

**وَ اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا**

اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

(پارہ ۳، البقرہ، آیت ۲۷۵)

اس آیت نے سود کو حرام ٹھہرا کر مسلمانوں کو سود سے بچنے کا حکم دیا۔

**سود خوروں سے اللہ کی جنگ ہے!** اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام و گناہ کبیرہ قرار دیتے ہوئے یہ بھی اعلان فرمایا کہ:۔

**یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ**

اللہ سود کو ختم کرتا ہے۔ اور خیرات کو بڑھاتا ہے۔ (پارہ ۳، البقرہ، آیت ۲۷۶)

اس کے بعد وعید شدید فرماتے ہوئے یہ خوفناک اعلان بھی فرمادیا کہ:۔

**یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ**

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود۔ اگر تم مسلمان ہو۔ پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کرلو، اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا۔

(پارہ ۳، البقرہ، آیت: ۲۷۸۔ ۲۷۹)

## تجارت اللہ کا فضل ہے!

تجارت رزق حلال حاصل کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تجارت کرنے والا اگر سچائی اور امانت کے ساتھ تجارت کرے۔ تو وہ (قیامت کے دن) نبیوں، صدیقوں، اور شہیدوں کے ساتھ رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار یہ

ارشاد فرمایا ہے کہ تجارت اللہ کا فضل ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ

جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ (یعنی تجارت کر کے روزی کماؤ)۔ (پارہ۔۲۸، الجمعہ، آیت:۱۰)

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ

تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل بھی تلاش کرو۔

(پارہ۔۲، البقرہ، آیت:۱۹۸)

رَبُّكُمُ الَّذِىْ يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِى الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ

تمہارا رب وہی ہے کہ تمہارے لیے دریا میں کشتی رواں کرتا ہے کہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔

(پارہ۔۱۵، بنی اسرائیل، آیت:۶۶)

وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

اور اللہ نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات دن بنائے کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل ڈھونڈو اور اس لیے کہ تم شکر ادا کرو۔

(پارہ۔۲۰، القصص، آیت:۷۳)

اسی طرح اور بھی دوسری آیتیں ہیں جن میں تجارت کو ''اللہ کا فضل'' فرمایا گیا۔

## اچھا تاجر

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سچے اور دیانت دار تاجر (کا حشر) نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

حضرت عبید بن رفاعہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن (بددیانت) تاجر کا حشر نافرمانوں کے ساتھ ہوگا مگر جو تاجر خدائے تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے حرام سے بچے، جھوٹی قسم نہ کھائے اور سچ بولے (تو اس کا حشر فاجروں کے ساتھ نہیں ہوگا۔ (ترمذی۔ابن ماجہ)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص عیب دار چیز بیچے اور اس کے عیب کو ظاہر نہ کرے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں رہے گا اور فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔ (ابن ماجہ)

## تجارت میں صحیح ناپ تول ضروری ہے

تجارت اسی وقت قابل تعریف اور عمل ثواب ہو سکتی ہے۔اور اسی صورت میں اللہ کا فضل کہلانے کی مستحق ہوگی جب تجارت میں صداقت کے ساتھ امانت و دیانت بھی ہو۔اسی لیے ناپ تول کا صحیح رکھنا اور انصاف کی بات کہنا اللہ تعالیٰ نے فرض فرمادیا ہے۔قرآن مجید میں ہے کہ:۔

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ

اور ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو ہم کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اس کی طاقت بھر۔ اور جب بات کہو تو انصاف کی بات کہو۔ اگر چہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو اور اللہ کا عہد پورا کرو۔ یہ تمہیں تاکید فرمائی تا کہ تم نصیحت مانو۔ (پارہ ۸، الانعام، آیت: ۱۵۲)

## مال جمع کرنا جائز ہے!

اگر مال کی زکوۃ ادا کرتا ہے۔ تو کروڑوں بلکہ اربوں کی دولت جمع کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ؛

وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ

اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے (زکوۃ نہیں دیتے) تو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔

(پارہ ۱۰، التوبہ، آیت: ۳۴)

غور کیجئے! کہ سونا چاندی جمع کرنا کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔ بلکہ اس کی زکوۃ نہ ادا کرنے پر عذاب کی دھمکی ہے۔ اور زکوۃ ادا کر دینے پر اگر کروڑوں اور اربوں کی دولت جمع کر لے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے۔ دوسری آیت میں یوں ارشاد فرمایا کہ:۔

اِنَّ رَبَّكَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا

بے شک تمہارا رب جسے چاہے رزق کشادہ دیتا ہے۔ اور جسے کو چاہتا ہے تنگدستی دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا اور دیکھتا ہے۔ (پارہ ۱۵۔ بنی اسرائیل۔ آیت ۳۰)

## قرض دار کو مہلت دینا

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص قرضدار کو مہلت دے یا قرض معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کی سختیوں سے محفوظ رکھے گا۔ (مسلم شریف)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی شخص پر کوئی حق ہو وہ اسے مہلت دے تو اسے ہر دن کے عوض صدقہ کا ثواب ملے گا۔ (احمد۔ مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی جان اپنے قرض کے سبب معلق رہتی ہے جب تک کہ اس کا قرض ادا نہ کر دیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کے سب گناہ بخش دیے جاتے ہیں سوائے قرض کے۔ (مسلم شریف)

## زمین پر ناجائز قبضہ

حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دوسرے کی زمین کا کچھ حصہ ناحق دبا لے تو اسے قیامت کے دن سات زمینوں کی (تہ) تک دھنسایا جائے گا۔ (بخاری شریف)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین ظلم سے حاصل کرے گا اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ (مسلم۔ بخاری)

# اسلامی تہذیب وثقافت

## سلام کرنے کا حکم

ایک مسلمان جب کسی دوسرے مسلمان سے ملاقات کرے یا کسی کے گھر جائے یا خود اپنے گھر میں داخل ہو تو چاہیے کہ سلام کرے۔ سلام اسلام کا تہذیبی نشان ہے۔ سلام کرنا سنت اور اس کا جواب دینا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا ○

اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر الفاظ میں سلام کا جواب دو۔ یا وہی کہہ دو بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔ (پارہ ۵۔ النساء۔ آیت۔ ۸۶)
مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی تم کو "السلام علیکم" کہہ کر سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ جواب دو۔ یعنی ایک لفظ بڑھا کر "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ" کہو یا تم بھی خالی "وعلیکم السلام" ہی کہہ دو۔ دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ۔ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو۔ (پارہ ۱۸۔ النور۔ آیت۔ ۲۷)

دوسری آیت میں یوں ارشاد فرمایا کہ:۔

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً پھر جب کسی گھر میں جاؤ تو اپنوں کو سلام کرو۔ ملتے وقت کی اچھی دعا اللہ کے پاس سے مبارک پاکیزہ۔

(پارہ ۱۸۔النور۔آیت ۶۱)

## جھوٹ بولنے والے ظالم ہیں

اسلامی معاشرے میں جھوٹ بہت بڑا عیب اور بدترین گناہ کبیرہ ہے۔ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ جھوٹ بولنے والے ہمیشہ ذلت کا شکار رہتے ہیں اور آخرت میں بھی یہ لوگ نار جہنم کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں کو ''ظالم'' فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ:۔

فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ
الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

تو اس کے بعد اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی ظالم ہیں۔

(پارہ ۴، آل عمران، آیت: ۹۴)

## غیبت مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے

غیبت بھی معاشرہ میں نفاق وشقاق پیدا کرنے والی بدترین خصلت ہے اور یہ بھی کبیرہ گناہ ہے اور حرام ہے یہ معاشرہ کا ایسا گھناؤنا اور گندہ عیب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیبت کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر قبیح بتایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ:۔

وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ

## اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ

اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا۔ (پارہ ۲۶۔ الحجرات۔ آیت ۱۲)

## چغلی اور غیبت کے بارے میں چند احادیث مبارکہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ اور اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بدترین بندے وہ ہیں جو لوگوں میں چغلی کھاتے پھرتے ہیں اور دوستوں کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں۔ (احمد۔ بیہقی)

## جھوٹ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے اور جھوٹ بولنا فسق وفجور ہے اور فسق وفجور دوزخ میں لے جاتا ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بو سے فرشتہ ایک میل دور ہٹ جاتا ہے۔ (ترمذی)

## کسی کو گالی مت دو

بدزبانی اور گالی بکنا۔ یہ لڑائی جھگڑے اور خون ریزی کی ہری جھنڈی اور فتنہ فساد کا سگنل ہے۔ اس سے معاشرہ میں بہت سی تباہی پھیلتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام اور گناہ قرار دیا ہے اور قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ

دُوۡنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدۡوًاۢ بِغَیۡرِ

عِلۡمٍ

اور انھیں گالی نہ دو جو اللہ کے سوا پوجتے ہیں۔ کہ وہ اللہ کو گالی دیں گے زیادتی اور جہالت ہے۔ (پارہ۔ ۷۔ الانعام۔ آیت۔ ۱۰۸)

## کسی کا برا نام نہ رکھو!

کسی کو توہین آمیز نام سے پکارنا اور برا لقب دے کر اس کو چڑانا بھی معاشرہ میں خرابی پیدا کرنے والا اور فتنہ خیز طریقہ ہے۔ اس لیے خداوند قدوس نے اس کو بھی حرام و گناہ کا کام بتایا ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

وَلَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ بِئۡسَ الِاسۡمُ الۡفُسُوۡقُ بَعۡدَ الۡاِیۡمَانِ وَمَنۡ لَّمۡ یَتُبۡ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ

اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔ کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔ (پارہ ۲۶۔ الحجرات۔ آیت۔ ۱۱)

## کسی کا مذاق نہ اڑاؤ، اور طعنہ نہ مارو!

کسی مسلمان کا مذاق نہ اڑاؤ نہ کسی کو طعنہ مارو کیونکہ مذاق اڑانا اور طعنہ زنی ایک مومن کی دل شکنی، اور ایذا رسانی ہے جو معاشرہ میں جھگڑے اور لڑائی کا پیش خیمہ بنتا ہے۔ اس لیے خداوند قدوس نے ان جاہلانہ حرکتوں سے بھی مسلمانوں کو منع فرما دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ:۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا خَیۡرًا مِّنۡہُمۡ وَلَا نِسَآءٌ

مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ

اے ایمان والو! نہ مرد دوسرے مردوں کی ہنسی اڑائیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے ہنسی کریں ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو طعنہ نہ مارو۔ (پارہ۔۲۶، الحجرات، آیت:۱۱)

## بدگمانی اور جاسوسی منع ہے!

بلا وجہ مسلمانوں سے بدگمانی رکھنا اور مسلمانوں کے چھپے ہوئے عیوب کو جاسوس بن کر ڈھونڈتے رہنا چونکہ یہ بھی معاشرہ میں نفاق بغض وعناد کا سبب ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان حرکتوں سے منع فرماتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۖ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو۔ بے شک کوئی گمان گناہ ہوتا ہے اور لوگوں کے عیبوں کی جاسوسی مت کرو۔ (پارہ۔۲۶۔ الحجرات۔ آیت۔۱۲)

## تکبر حرام ہے!

اپنے آپ کو بڑا اور بہتر سمجھ کر دوسروں کو حقیر اور کم تر سمجھنا اس بڑی خصلت کا نام تکبر ہے۔ سب سے پہلے جو شخص تکبر کر کے حضرت آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ کرنے سے منکر ہوا۔ اور اسی تکبر نے اسکو کفر تک پہنچا دیا اور ہمیشہ کے لیے اس کے گلے میں لعنت کا طوق پڑ گیا اور وہ راندہ درگاہ الٰہی ہو گیا وہ شخص ابلیس تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:۔

اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ

(ابلیس) نے سجدہ سے انکار کیا۔ اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔

(پارہ۔۱، البقرہ، آیت:۳۴)

اللہ تعالیٰ نے تکبر کو حرام فرمادیا۔ یہاں تک کہ تکبر کی چال یعنی اترا کر چلنے کو بھی حرام و ممنوع قرار دے دیا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:۔

وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا

اور زمین پر اترا کر مت چلو۔ بیشک تو ہرگز زمین نہ چیر ڈالے گا۔ اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا۔ (پارہ۔۱۵۔ بنی اسرائیل۔ آیت۔۳۷)

## حسد ممنوع ہے!

حسد، اسلامی معاشرہ کے حق میں زہر قاتل ہے۔ کیونکہ جب حسد کرنے والا دوسرے کو ملی ہوئی نعمت پر جل بھن کر اس کی نعمت کے زوال کی تمنا کرے گا یا اس کی نعمت کو اس سے چھین کر خود اس پر قبضہ کرنے کی آرزو رکھے گا۔ تو ظاہر ہے کہ اس سے مسلمانوں میں باہمی تناؤ اور چپقلش پیدا ہوگی اور ہر ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش میں لگ جائے گا اور قتل و غارت اور مار دھاڑ کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس موذی روحانی بیماری سے خدا کی پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ:۔

وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ

میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں حسد کرنے والے کے شر سے جب حسد کرے۔

(پارہ۔۳۰، الفلق، آیت:۵)

اور اس کو حرام و ممنوع قرار دیتے ہوئے تمام مسلمانوں کو اس سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ

اور اس کی تمنامت کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک دوسرے پر بڑائی دی ہے۔

(پارہ۔۵۔النساء۔آیت۔۳۲)

## آداب مجلس

آداب مجلس کالحاظ رکھنا بھی اسلامی تہذیب کا ایک حصہ ہے مثلاً بھری مجلس میں اگر کوئی مسلمان آ جائے اور جگہ مانگے تو حاضرین سمٹ سمٹ کر اس کو جگہ دے دیں اور اہل مجلس سے کہا جائے کہ کھڑے ہو جاؤ تو سب کو کھڑے ہو جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے آداب مجلس سکھاتے ہوئے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَ اِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ دے دو تو جگہ دے دو۔ اللہ تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔

(پارہ۔۲۸۔المجادلہ۔آیت۔۱۱)

## منہ ٹیڑھا کر کے بات نہ کرو

کسی سے بات کرتے وقت رخسار کج کر کے تکبر سے بات نہ کرو یہ اسلامی تہذیب کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ

اور کسی سے بات کرنے میں منہ بگاڑ کر بات نہ کرو۔

(پارہ۲۱۔لقمان۔آیت۔۱۸)

یہ اسلامی تہذیب کا بہت اعلیٰ نشان ہے کہ بات کرتے وقت رخسار کج کر کے اور منہ بگاڑ کر کسی سے بات نہ کریں کیونکہ یہ متکبروں کا منحوس طریقہ ہے جو اسلامی تہذیب میں برداشت نہیں ہو سکتا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت فرما دی۔

## اتراتے ہوئے مت چلو

زمیں پر اکڑتے ہوئے چلنا بھی اسلامی تہذیب کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ چال متکبروں کی مغرورانہ چال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

وَ لَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰہَ
لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرٍ

اور زمین پر اتراتے ہوئے مت چلو۔ بیشک اللہ کو کوئی اترانے والا فخر کرنے والا پسند نہیں۔
(پارہ۔۲۱۔لقمان۔آیت۔۱۸)

## چیخ چلا کر بات نہ کرو

اسلامی تہذیب کی تعلیم دیتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد ہوا کہ:۔

وَ اقۡصِدۡ فِیۡ مَشۡیِکَ وَ اغۡضُضۡ مِنۡ
صَوۡتِکَ اِنَّ اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ لَصَوۡتُ
الۡحَمِیۡرِ

اور درمیانی چال چلو اور اپنی آواز کو نرم اور پست رکھو۔ یقیناً سب آوازوں میں بری آواز گدھے کی آواز ہے۔ (پارہ۔۲۱۔لقمان۔آیت۔۱۹)

مطلب یہ کہ نہ بہت تیز رفتاری سے چلو۔ نہ بہت سست چلو کہ یہ دونوں باتیں مذموم ہیں۔ ایک میں تکبر کا اظہار ہے اور ایک میں چھچھور اپن ہے اور یہ دونوں باتیں اسلامی تہذیب کے خلاف ہیں۔ اور بہت چیخ چلا کر گفتگو نہ کرو۔ بلکہ نرم گفتاری و شیریں کلامی کو اپنا طرز گفتگو بناؤ۔

## جاہلوں کی بکواس کا جواب نہ دو

اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی مخصوص پہچان اور ان کے خاص نشان کا بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ:۔

وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا

اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ بس جی سلام!

(پارہ ۔۱۹۔ الفرقان ۔ آیت ۔۶۳)

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ:۔

وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا

اور جب جاہلوں کی بیہودگی پر وہ گزرتے ہیں تو اپنی عزت سنبھالے گزر جاتے ہیں۔

(پارہ ۔۱۹۔ الفرقان ۔ آیت ۔۷۲)

مطلب یہ کہ خداوند قدوس کے بندوں کا یہ بھی مخصوص نشان ہے کہ جاہلوں کی بکواس اور ان کی بیہودہ بڑبونگ پر کان نہیں دھرتے اور ان کو منہ نہیں لگاتے اور ان کی لغویات کا کوئی جواب نہیں دیا کرتے بلکہ ان کی بدگوئی و بدزبانی پر خاموشی کے ساتھ صبر و برداشت کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔

## ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ سلوک

اسلامی معاشرہ میں اس بات کی بار بار تاکید آئی ہے کہ ماں باپ اور تمام رشتہ داروں دور و نزدیک کے پڑوسیوں اور رفیق سفر، مسافروں، اور اپنے لونڈی غلاموں، سب کے ساتھ نیک سلوک اور اچھا برتاؤ کیا جائے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات میں سے مندرجہ ذیل آیت خاص طور پر ذہن نشین کرلیں۔

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی

الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ

الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ اور رشتہ داروں اور یتیموں۔ اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی۔ اور راہ گیر اور اپنے لونڈی غلام۔ (ہر ایک کے ساتھ نیک سلوک کرو) (پارہ۔۵۔النساء۔آیت۔۳۶)

اس آیت میں (کروٹ کے ساتھی) سے مراد بیوی ہے یا رفیق سفر یا درس کے ساتھی (کلاس فیلو) یا مجلس یا مسجد میں ساتھ بیٹھنے والے۔ بہر حال اسلامی معاشرہ میں ان سے ہر ایک کے ساتھ اچھا سلوک اور نیک برتاؤ کرنا لازم ہے۔ ان میں سے کسی کو ایذا دینا یا ان میں سے کسی کے ساتھ بداخلاقی و بدسلوکی کرنا حرام و گناہ ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب اسلامی معاشرہ کی خوبیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کاش تمام مسلمان اپنے اسلامی معاشرہ پر پوری طرح کاربند ہو کر غیر مسلموں کے دلوں میں اسلام کی حقانیت اور اسکی خوبیوں کا چراغ روشن کرتے تو آج ساج کی کچلی اور روندی ہوئی غیر مسلم اقوام اسلام کے دامن میں آ کر امن و سکون کی جنت پا کر سر بلند ہو جائیں۔

## بوڑھے ماں باپ کے ساتھ سلوک

بوڑھے ماں باپ جب کہ کام دھندے سے مجبور اور خدمت کے محتاج ہو چکے ہوں۔ اور پیرانہ سالی سے ان کی عقلیں بھی کم ہو چکی ہوں اور ان کے مزاج میں چڑچڑا پن اور جھلاہٹ بھی پیدا ہو چکی ہو۔ ایسے ماں باپ کے ساتھ کیا برتاؤ اور کیسا سلوک بیٹوں اور بیٹیوں کو کرنا چاہیے۔ اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے قرآن مجید نے ارشاد فرمایا کہ۔

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ

الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ
ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْراً

اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اف تک نہ کہنا اور انھیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم سے بات کہنا اور ان کے لیے بازو بچھائے رہو نرم دلی سے عرض کرتے رہو کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم فرما۔ جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

(پارہ۔۱۵۔ بنی اسرائیل۔ آیت۔۲۳۔۲۴)

## ماں باپ اور رشتہ داروں کو مال دو!

ماں باپ اور رشتہ داروں وغیرہ کے ساتھ حسن سلوک، خوش اخلاقی، غم خواری دلداری ملنساری کے ساتھ ساتھ ان کی مالی مدد بھی کرتے رہنا چاہیے اور ان لوگوں پر مال خرچ کرنے میں بہت بڑا اجر وثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ
الْاَقْرَبِيْنَ وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ
ابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ
فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ

جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافر کے لیے ہے اور جو بھی بھلائی کرو بے شک اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ (پارہ۔۲۔ البقرہ۔ آیت۔۲۱۵)

# ماں باپ کے حقوق کے بارے میں احادیث مبارکہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کی ناک غبار آلود ہو،اس کی ناک خاک آلود ہو،اس کی ناک خاک آلود ہو، (یعنی ذلیل ورسوا ہو) کسی نے عرض کیا یارسول اللہ وہ کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ماں باپ دونوں کو یا ایک کو بڑھاپے کے وقت میں پایا پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔

(مسلم شریف)

حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد جاہمہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! ﷺ میرا ارادہ جہاد میں جانے کا ہے حضور ﷺ سے مشورہ لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں (ارشاد فرمایا کیا تیری ماں ہے؟ عرض کیا ہاں؟ فرمایا اس کی خدمت اپنے اوپر لازم کر لے کہ جنت ماں کے قدموں کے تلے ہے۔(احمد۔نسائی۔مشکوٰۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اس حال میں صبح کی کہ ماں باپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار رہا تو اس کے لیے صبح ہی کو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر والدین میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے اور جس نے اس حال میں صبح کی کہ والدین کے بارے میں خدائے تعالیٰ کا نافرمان بندہ رہا تو اس کے لیے صبح ہی کو جہنم کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ایک شخص نے کہا اگر چہ ماں باپ اس پر ظلم کریں۔حضور ﷺ نے فرمایا اگر چہ ظلم کریں اگر چہ ظلم کریں اگر چہ ظلم کریں۔(بیہقی۔مشکوٰۃ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا کہ وہ دونوں تیری جنت و دوزخ ہیں یعنی جو لوگ ان کو راضی رکھیں گے جنت پائیں گے اور جو ان کو ناراض رکھیں گے دوزخ کے مستحق ہوں گے۔(ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پروردگار کی

خوشنودی باپ کی خوشنودی میں ہے اور پروردگار کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دیتا ہے؟ فرمایا ہاں (اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ) یہ دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور یہ دوسرے کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کی قبر پر ہر جمعہ کو زیارت کے لیے حاضر ہو تو اللہ تعالی اس کے گناہ بخش دے گا اور وہ ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا لکھا جائے گا۔

## میاں بیوی کس طرح رہیں؟

بیوی اپنے شوہر کی مطیع اور فرمانبردار رہے جان سے اسکی خدمت کر کے اس کو خوش رکھے اور اس کے مال و سامان اور مکان کی نگہبانی کرتی رہے اور پارسائی و پاکدامنی کے ساتھ رہے اور شوہر اپنی بیوی کے کھانے، پینے، پہننے اور رہنے کا حسب حیثیت انتظام کرے اور بستر کا حق بھی ادا کرتا رہے اور دونوں باہم مل جل کر رہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ خوش اخلاقی اور پیار و محبت کا برتاؤ رکھیں اور ایک دوسرے کا دل جوئی و دلداری اور ملنساری و غم خواری کو لازم العمل سمجھیں۔ اللہ تعالی نے اس بارے میں قرآن مجید کی بہت سی آیتیں نازل فرمائی ہیں۔ لیکن ان دو آیتوں میں نہایت اختصار کے ساتھ مگر نہایت جامع طریقے پر میاں بیوی کی خوشحالی اور ان دونوں کی خوشگوار زندگی کے بنیادی اصولوں کو بیان فرمایا ہے۔ خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا کہ!

اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ

مرد حاکم ہیں عورتوں پر۔ (پارہ۔۵۔ النساء۔ آیت۔۳۴)

چنانچہ عورت ہر جگہ اپنے شوہر کی رغبت اور خوشنودی کا خیال رکھے اور خداوند عالم نے مردوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر جگہ اور ہر موقع پر، اور ہر حال میں اس فرمان خداوندی کا لحاظ کرتے

رہیں۔

اور عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (پارہ ۴۔ النساء۔ آیت۔ ۱۹)

غور کیجئے! کہ اگر عورت و مرد دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ اپنی اپنی ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس رکھیں تو ہر قسم کے اختلافات اور نفاق وشقاق کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا اور کبھی میاں بیوی میں کوئی جھگڑا اور فساد رونما نہیں ہو سکتا۔

## رشتہ داروں کا لحاظ رکھو

رشتہ داروں کا لحاظ رکھنا اور ان کی شادی وغمی میں شریک ہونا اور ان کی مدد کرتے رہنا چاہیے۔ اس سلسلے میں اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں بہت سی آیتوں کو نازل فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک آیت میں ارشاد خداوندی ہے کہ:۔

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔ بیشک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (پارہ ۴۔ النساء۔ آیت۔ ۱)

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال و افعال بلکہ تمہارے دلوں کے پوشیدہ ارادوں اور نیتوں کو دیکھ رہا ہے کہ تم کس قدر اور کس طرح اس کے حکموں کی پابندی کرتے ہو۔ لہذا خبردار ۔خبردار کبھی ہرگز ہرگز اس کی نافرمانی کرو نہ اس کی فرماں برداری میں غفلت اور سستی کرو۔

## نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی بات خلاف شرع دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روک دے اور ہاتھ سے روکنے کی قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر زبان سے منع کرنے کی قدرت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے معراج کی شب میں دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے۔ یعنی خود نیک کام نہ کرتے تھے۔
(شرح السنہ۔ مشکوٰۃ)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو اس کی آنتیں فوراً پیٹ سے نکل کر آگ میں گر پڑیں گی پھر وہ انہیں پیسے گا یعنی ان کے گرد چکر کاٹے گا جیسے پن چکی کا گدھا آٹا پیستا ہے تو دوزخی یہ دیکھ کر اس کے پاس جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے اے فلاں تیرا کیا حال ہے یعنی یہ تو کیا کر رہا ہے؟ کیا تو ہم کو نیک کام کرنے کا اور برے کام سے باز رہنے کا حکم نہیں دیتا تھا؟ وہ کہے گا ہاں میں تم کو نیک کام کا حکم دیتا تھا اور خود اس کو نہیں کرتا تھا اور برے کام سے تم کو روکتا تھا اور خود اس کو کرتا تھا۔ (بخاری۔ مسلم)

## نرمی حیا اور حسن خلق

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مہربان ہے اور مہربانی کو پسند فرماتا ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نرمی سے محروم کیا جاتا ہے وہ (دوسرے لفظوں میں) بھلائی سے محروم کیا جاتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ شرم وحیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان والا جنت میں جائے گا اور بے حیائی و فحش گوئی برائی کا حصہ ہے اور برائی والا دوزخ میں جائے گا۔ (احمد۔ ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایمان اور حیا دونوں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں تو جب ان میں سے ایک اٹھا لیا جاتا ہے تو دوسرا

بھی اٹھالیا جاتا ہے۔(بیہقی)

حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حسن اخلاق کے (قدروں) کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔(مؤطا، مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں میں کامل الایمان وہ لوگ ہیں ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔(ابوداؤد)

## کھانے کا بیان

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھا جائے اس کھانے کو شیطان اپنے لیے حلال سمجھتا ہے۔(مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی شخص کچھ کھانا چاہے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور جب کوئی چیز پینا چاہے تو داہنے ہاتھ سے پیے۔(مسلم شریف)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص نہ بائیں ہاتھ سے کچھ کھائے اور نہ کچھ پیے اس لیے کہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا اور پیتا ہے۔(مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کو عیب نہیں لگایا (یعنی برا نہیں کہا) اگر خواہش ہوتی تو کھا لیتے اور خواہش نہ ہوتی تو چھوڑ دیتے۔(بخاری)

## مہمان نوازی کا بیان

مہمان نوازی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔اس کے لیے لازم ہے کہ مہمان کی عزت افزائی کرے۔''(مشکوٰۃ۔ج۲۔صفحہ ۳۶۸۔بخاری و مسلم)

دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ:۔

سنت طریقہ یہ ہے کہ مہمان کو رخصت کرتے وقت دروازہ تک مہمان کے ساتھ چلے۔" (مشکوۃ۔ج ۲۔صفحہ ۳۷۰۔بحوالہ ابن ماجہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر دس یا بارہ فرشتے انسانی شکل وصورت میں مہمان بن کر تشریف لائے۔ تو آپ نے ان مہمانوں کی کس طرح مہمان نوازی فرمائی؟ اس کی منظر کشی کرتے ہوئے خداوند کریم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:۔

هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ، قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ، فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۝ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ

(اے محبوب) کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔ جب وہ ان کے پاس آکر بولے کہ "سلام" تو ابراہیم نے کہا کہ "سلام" (ابراہیم نے دل میں کہا) کہ یہ تو ناشناس لوگ ہیں۔ پھر ابراہیم گھر گئے اور ایک فربہ (بھنا ہوا) بچھڑا لے آئے۔ پھر (مہمانوں) کے پاس رکھا اور کہا کیا تم لوگ کھاتے نہیں؟

## امانت کا بیان

امانت رکھنا جائز ہے۔ اور جس کی امانت ہے اس کو دی جائے گی اور امانت میں خیانت حرام وگناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو۔

(پارہ۔۵۔النساء۔آیت۔۵۸)

امانت میں خیانت حرام وگناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ:۔

يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو۔ اور اپنی امانتوں میں بھی جان بوجھ کر خیانت نہ کرو۔ (پارہ۔۹۔ الانفال۔ آیت۔۲۷)

## وعدہ خلافی

کسی سے کوئی وعدہ کر کے اس وعدہ کو پورا نہ کرنا بدترین جھوٹ اور ایک قسم کی امانت میں خیانت ہے۔ جو بدترین گناہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کو منافق کی خصلت بتایا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ارشاد نبوی ہے کہ:۔

چار باتیں جس شخص میں ہوگی وہ خالص منافق ہوگا اور جس شخص میں ان چار باتوں میں ایک بات ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی۔ یہاں تک کہ اس بات کو چھوڑ دے۔ (۱) جب وہ امین بنایا جائے تو خیانت کرے (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۳) اور جب کوئی وعدہ کرے تو عہد شکنی کرے (۴) اور جب کوئی بحث کرے تو گالی بکے اور بد زبانی کرے۔ (مشکوۃ ج ا۔ صفحہ۱۷۔ بحوالہ بخاری ومسلم)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ

اے ایمان والو وعدوں کو پورا کرو۔ (پارہ۔۶۔ المائدہ۔ آیت۔۱)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے وعدوں کو ضرور پورا کرے اور ہرگز وعدہ خلافی نہ کرے۔

# اسلامی معاشرہ کے احکام

## مسلمان عورتوں کا پردہ

ہر مسلمان عورت پر فرض ہے کہ وہ غیر محرم مردوں سے پردہ کرے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا

اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ وہ اپنی چادروں کا ایک حصہ منہ پر ڈالے رہیں۔ یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو وہ ستائی نہ جائیں۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (پارہ۔۲۲۔ الاحزاب۔ آیت۔۵۹)

## جوان لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم ممنوع ہے

جوان لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم ممنوع ہے۔ اسی طرح ان دونوں کا سیاسی یا مذہبی جلسوں، میلوں میں اجتماع حرام و ناجائز ہے۔ ایک دوسرے سے الگ رہنا اور پردہ کرنا فرض ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ اور بے پردہ نہ رہا کرو۔ جیسی اگلی جاہلیت کی بے پردگی تھی۔ (پارہ۔۲۲۔ الاحزاب۔ آیت۔۳۳)

اگلی جاہلیت سے مراد اسلام سے پہلے کا زمانہ ہے۔اس زمانے میں عورتیں اتراتی ہوئی بے پردہ باہر نکلتی تھیں اور اپنی زینت ومحاسن کا اظہار کرتی پھرتی تھیں تاکہ مرد انھیں دیکھ کر ان سے عشق بازی کریں اور وہ ولباس ایسے پہنتی تھیں جس سے جسم کے اعضا اچھی طرح نہ ڈھکیں تاکہ مرد ان کے اعضا کی بناوٹ کا نظارہ کرسکیں۔

اور پچھلی جاہلیت سے مراد آخری زمانہ ہے جس میں لوگوں کے اعمال وافعال پہلوں کی مثل ہو جائیں گے۔جیسا کہ آجکل ہورہا ہے۔کہ اس زمانہ میں عورتوں نے وہی حرکتیں شروع کردی ہیں جو اسلام سے پہلے جاہل عورتوں کے کرتوت تھے۔

وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ

مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ

اور جب تم نبی کی بیبیوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔

(پارہ ۲۲۔الاحزاب۔آیت ۵۳)

ان آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ کسی مسلمان عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ چہرہ کھولے ہوئے کسی نامحرم مرد کے سامنے آئے۔اب یہ ظاہر ہے کہ آج کل بالغ لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم جیسا کہ کالجوں اور یونورسٹیوں میں ہورہی ہے جو ممنوع ہے۔

## عمداً کسی مسلمان کا قاتل ملعون اور جہنمی ہے

جان بوجھ کر عمداً کسی مسلمان کو قتل کرنا بہت گناہ کبیرہ ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کا ہلاک ہونا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے بلکہ یہ قتل اگر ایمان کی علامت سے ہو یا قاتل اس قتل کو حلال جانتا ہو تو یہ کفر بھی ہے۔

(خزائن العرفان،صفحہ 111)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ

جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَ أَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا

اور جوکوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے گا اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اُس پر لعنت کی اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

دنیا میں اس قاتل کی سزا موت ہے اور اگر وارث چاہیں تو خون بہا ایک سو اونٹ یا اس کی قیمت لے کر اس کو چھوڑ دیں۔

## حلال وحرام جانوروں کا بیان

گیارہ چیزیں حرام ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَ مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيحَةُ وَ مَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ، وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ أَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ، ذٰلِكُمْ فِسْقٌ

تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ سے مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کر لو اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا اور پانسے ڈال کر بٹواری کرنا۔ یہ گناہ کا کام ہے۔ (پارہ6، المائدہ3)

سورۃ مائدہ کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گیارہ چیزوں کو حرام فرمایا جو یہ ہیں۔(1) ہر مردار جانور (2) بہنے والا خون (3) سور کا گوشت اور اس کے تمام اجزا (4) وہ جانور جس کے ذبح

کرتے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے کفار، بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے (5) گلا گھونٹ کر مارا ہوا (6) وہ جانور جو لاٹھی، پتھر، گولی، چھرے یعنی بغیر دھار والی چیز سے مارا گیا ہو (7) وہ جانور جو گر کر مرا ہو، پہاڑ سے یا کنویں وغیرہ میں (8) وہ جانور جس کو دوسرے جانور نے سینگ مارا ہو اور وہ اس کے صدمہ سے مر گیا ہو (9) وہ جانور جسے کسی درندے نے تھوڑا سا کھایا ہو اور بعد ایسے واقعات کے زندہ بچ گئے ہوں، پھر تم انہیں باقاعدہ ذبح کر لو تو وہ حلال ہیں (10) وہ جانور جو کسی بت پرستی کے تھان پر عبادت کے طور پر ذبح کیا گیا ہو جیسے کہ زمانہ جاہلیت کے کفار، بتوں کے تھان پر، بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کے لیے جانور ذبح کرتے تھے اور اس ذبح سے، بتوں کی عبادت کی نیت کرتے تھے (11) حصہ یہ حکم معلوم کرنے کے لیے پانسہ ڈالنا جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے کفار تیروں سے پانسہ ڈالتے اور فال کھول کر اس پر عمل کرتے اور اس حکم کو حکم الٰہی جانتے تھے۔ اس کی ممانعت فرما دی گئی۔

آٹھ قسم کے جانور حلال ہیں۔

خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا کہ:

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ، كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ، اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ

اور مویشیوں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین پر بچھے ہوئے ہیں (کچھ بڑے کچھ چھوٹے ہیں) کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمہیں روزی دی اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے، آٹھ نر و مادہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ انعام کی اس آیت میں آٹھ نر و مادہ جانوروں کو حلال فرمایا ہے جو یہ ہیں (1) بھیڑ نر (2) بھیڑ مادہ (3) بکری نر (4) بکری مادہ (5) اونٹ نر (6) اونٹ مادہ (7) گائے نر (8) گائے مادہ۔

ہرن بکری کے حکم میں داخل ہے اور بھینس نر و مادہ اور نیل گائے نر و مادہ گائے کے حکم

میں داخل ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے سب چوپائے مثلاً گدھا ہاتھی وغیرہ سب حرام ہے، کچھ کی حرمت تو صریحاً قرآن سے ثابت ہے۔ مثلاً خنزیر اور کچھ کی حرمت قرآن کے اشارات اور احادیث کی تصریحات سے ثابت ہیں۔

## قربانی کا بیان

قربانی بہترین عبادات اور حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور سید الانبیاء و حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس سنت ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی شان میں ارشاد فرمایا کہ:

إِنَّا أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ، فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ، إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ ،

اے محبوب! بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو، بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔
(پارہ 30، سورۃ الکوثر 3)

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اور آپ کی امت کو نماز اور قربانی کا حکم فرمایا ہے۔

## نکاح کا بیان

### نکاح سنتِ انبیاء ہے

اگر نکاح کے حقوق ادا کرنے کی قدرت ہو تو نکاح کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ اور اس میں اجر و ثواب ہے۔ جو لوگ حقوق نکاح ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہوئے نکاح نہیں کرتے وہ لوگ انبیاء علیہم السلام کی سنت کے تارک اور اس کے اجر و ثواب سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید ارشاد فرمایا کہ:۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ

وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجاً وَذُرِّيَّةً

اور بے شک (اے محبوب) ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کو بھیجا اور انکے لیے بیبیاں اور بچے بنائے۔(پارہ ۱۳۔الرعد۔آیت۔۳۸)

## علم اور علمائے کرام

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و (عورت) پر فرض ہے اور نااہل کو علم سکھانے والا ایسا ہے جیسے خنزیر یعنی سور کے گلے میں جواہرات، موتی اور سونے کا ہار پہنا دیا ہو۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ شارحین حدیث نے فرمایا کہ علم سے مراد وہ مذہبی علم ہے جس کا حاصل کرنا بندہ کے لیے ضروری ہے جیسے خدائے تعالیٰ کو پہچاننا، اس کی وحدانیت اس کے رسول کی نبوت کی شناخت اور ضروری مسائل کے ساتھ نماز پڑھنے کے طریقے کا جاننا اس لیے کہ ان چیزوں کا علم فرض عین ہے اور فتویٰ واجتہاد کے رتبہ کو پہنچنا فرض کفایہ ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۲۳۳)

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ علم سے مراد اس حدیث میں وہ علم ہے کہ جو مسلمانوں کو وقت پر ضروری ہے مثلاً جب اسلام میں داخل ہوا تو اس پر خدائے تعالیٰ کی ذات وصفات کو پہچاننا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو جاننا واجب ہو گیا اور ہر اس چیز کا علم ضروری ہو گیا کہ جس کے بغیر ایمان صحیح نہیں اور جب نماز کا وقت آ گیا تو اس پر نماز کے احکام کا سیکھنا واجب ہو گیا اور جب ماہ رمضان آ گیا تو روزہ کے احکام کا جاننا ضروری ہو گیا اور جب مالک نصاب ہو گیا تو زکوٰۃ کے مسائل کا جاننا واجب ہو گیا اور اگر مالک نصاب ہونے سے پہلے مر گیا اور زکوٰۃ کے مسائل کو نہ سیکھا

تو گنہگار نہ ہوا۔ جب عورت کو (عقد میں) لایا تو حیض و نفاس وغیرہ جتنے مسائل کا زن و شوہر سے تعلق ہے جاننا واجب ہو جاتا ہے وعلیٰ ھذا القیاس (اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۱۶۱)

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا۔ ایک ان میں سے عابد تھا دوسرا عالم۔ تو سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا کہ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ادنیٰ آدمی پر۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کو بھلائی سکھانے والے پر خدائے تعالیٰ رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے نیز زمین و آسمان کے رہنے والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں (پانی میں) اس کے لیے دعائے خیر کرتی ہیں۔

حضرت ابو درداء نے کہا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص علم (دین) حاصل کرنے کے لیے سفر کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلاتا ہے اور طالب علم کی رضا حاصل کرنے کے لیے فرشتے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں اور ہر وہ چیز جو آسمان و زمین میں ہے یہاں تک کہ مچھلیاں پانی کے اندر عالم کے لیے دعائے استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی ستاروں پر۔ اور علماء انبیائے کرام کے وارث و جانشین ہیں۔ انبیائے کرام کا ترکہ دینار و درہم نہیں ہیں۔ انھوں نے وراثت میں صرف علم چھوڑا ہے تو جس نے اسے حاصل کیا اس نے پورا حصہ پایا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ اور خدا دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ (ابوداؤد۔ مشکوۃ)

# اسلامی حکومت

اسلامی حکومت کے تین بنیادی اصول ہیں۔ جن کے بغیر کوئی سلطنت اسلامی حکومت نہیں کہلاسکتی (۱) حاکمیت صرف اللہ اور رسول کی ہے (۲) مجلسِ شوریٰ (۳) عدل۔

## اللہ اور رسول کی حاکمیت

اسلامی حکومت میں اللہ و رسول کے حکم کے سوا کسی دوسرے کا حکم نہیں چل سکتا۔ ہر جگہ ہر حال میں بہر صورت قوانین اسلام ہی امیر مملکت اور رعایا سب کے لیے واجب الایمان اور لازم العمل رہیں گے۔ قانون اسلام کے سوا کسی کو کسی حالت میں کوئی اختیار باقی نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:-

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۚ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا

اور کسی مسلمان مرد اور کسی مسلمان عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب اللہ اور رسول کچھ حکم فرمادیں تو اپنے معاملہ کا کوئی اختیار رہے اور جو اللہ و رسول کا حکم نہ مانے وہ کھلی گمراہی میں بھٹک گیا۔ (پارہ۔۲۲۔ الاحزاب۔ آیت۔۳۶)

دوسری آیت میں اس طرح ارشاد فرمایا کہ:-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں ۔ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے ۔ تو اس کے لئے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو ۔ اگر تم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو ۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے ۔

(پارہ ۔۵۔ النساء ۔ آیت ۵۹)

واضح رہے کہ قانونِ اسلام میں یہ جائز ہی نہیں ہے کہ امیر حکومت یا حکومت والے اللہ کے کسی حکم کی مخالفت کر سکیں ۔ اس لیے امیر اور حکومت والے کا حکم (اللہ تعالیٰ) ہی کا حکم ہوگا بشرطیکہ وہ احکام شریعت کے خلاف نہ ہوں ۔ لہٰذا اسلامی حکومت میں حاکمیت صرف اللہ و رسول ہی کی ہوگی ۔

## مجلسِ شوریٰ

اسلامی حکومت میں ایک مجلس شوریٰ بھی لازمی ہے جو ایماندار و صالحین دانشوروں پر مشتمل ہوگی ۔ جو قوانین اسلام کی اور ان کی تشریحات کے بارے میں امیرِ ریاست کی رہنمائی کرتی رہے گی ۔ خداوند قدوس نے اس کی ہدایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ؛

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ

اور ان کا کام ان کے آپس میں مشورے سے ہے ۔

(پارہ ۔۲۵۔ الشوریٰ ۔ آیت ۔۳۸)

## عدل وانصاف

اسلامی سلطنت کے نظام عدل میں بنیادی طور پر لازم وضروری ہے کہ ہر معاملہ میں ہر شخص کے ساتھ قوانینِ اسلام کے مطابق عدل وانصاف کیا جاتا ہے ۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا

وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ

وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ o اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ

اور کہو کہ میں ایمان لایا اس پر جو کتاب اللہ نے اتاری اور مجھے حکم ہے کہ میں تم میں عدل کروں۔ اللہ ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ (پارہ۔۲۵۔الشوریٰ۔آیت۔۱۵)

## حاکموں کے اوصاف

اسلامی حکومت میں ایسے حاکموں کی قطعاً گنجائش نہیں ہے جو اپنی خواہشات نفسانی کے فرمانبردار ہوں اور اللہ و رسول کے قوانین سے روگردانی کر کے قیامت کے دن اپنے اعمال کا حساب دینے کو بھول بیٹھے ہوں بلکہ فرمانرواؤں اور حاکموں پر لازم ہے کہ وہ ہر معاملہ میں وہی حکم دیں جو اللہ و رسول کے فرمانوں کے مطابق ہے اور ہر گز ہرگز کبھی اپنی خواہش کی پیروی نہ کریں اور ہر حال میں یہ عقیدہ رکھیں کہ ہم آج جو کچھ بھی کر رہے ہیں قیامت کے دن ہم کو اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حکومت عطا فرماتے وقت ان پر جو پابندی عائد فرمائی تھی۔ اس کا تذکرہ خود قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا کہ:۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَا حْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ

اے داؤد! بے شک ہم نے تمہیں زمین میں اپنا نائب (خلیفہ) بنایا تو آپ لوگوں کو حق بات کا حکم دیجیے۔ اور خواہش نفسانی کی پیروی نہ کریں۔ کہ وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بہکاوے گی۔ بے شک جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس پر کہ وہ حساب کے

دن (قیامت) کو بھول بیٹھے۔ (پارہ ۲۳۔ ص۔ آیت ۲۶)

غور کیجیے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو خصوصیت کے ساتھ تین باتوں کا حکم دیا (۱) حق کا حکم ماننا (۲) خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرنا (۳) محاسبہ قیامت کو یاد رکھنا۔ اسلامی حکومت میں حاکموں کو بھی اسی روش پر چلنا ضروری ہے۔

## اطاعتِ امیر کے حدود

اسلامی حکومت میں امیر مملکت کے احکام کی پابندی رعایا پر واجب ہے لیکن اگر امیر مملکت کسی ناجائز اور خلافِ شریعت بات کا حکم دے تو ہرگز ہرگز اس کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کی جائے گی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا

اپنے رب کے حکم پر صابر رہو اور ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات نہ مانو۔

(پارہ ۲۹۔ الدھر۔ آیت ۲۴)

حدیث شریف میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

"امیر کی بات کو سننا اور اس کی فرمانبرداری ہر مسلمان پر لازم ہے۔ خواہ وہ بات اس کو پسند ہو یا ناپسند لیکن جب امیر کی طرف سے کسی گناہ کی بات کا حکم دیا جائے تو نہ اس کی بات سنی جائے گی نہ اس کا حکم مانا جائیگا۔ (مشکوٰۃ ج ۲ صفحہ ۳۱۹۔ بحوالہ بخاری و مسلم)

## بین الاقوامی معاہدوں کا احترام

اسلامی سلطنت نے اگر کسی حکومت سے کوئی معاہدہ کر لیا ہو تو اس معاہدہ کا احترام اور اس کی پابندی امیر و رعایا سب پر لازم ہے اور ہرگز اس کی خلاف ورزی جائز نہیں یہاں تک کہ معاہدوں کی مدت گزر جائے یا معاہدہ ہی ختم ہو جائے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ:۔

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا

اور عہد کی پابندی کرو۔ بے شک عہد کے بارے میں (قیامت کے دن) پوچھ گچھ ہوگی۔
(پارہ ۱۵۔ بنی اسرائیل۔ آیت ۳۴)

## تحقیق کے بغیر کاروائی منع ہے

کسی مقدمہ یا کسی معاملہ میں محض افواہ کی بنا پر حکام کو بغیر تحقیق کے کوئی کاروائی کرنا جائز نہیں ہے۔ جب تک صورت واقعہ کی پوری پوری تحقیق نہ کر لی جائے اور یقینی طور پر اس کا علم نہ ہو جائے۔ محض شبہ کی بنا پر کسی پر فرد جرم لگا کر اس کو سزا دینا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ ارشاد ربانی ہے کہ:۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۝ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا

اور اس بات کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہیں۔ بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے (قیامت میں) سوال ہونا ہے۔ (پارہ ۱۵۔ بنی اسرائیل۔ آیت ۳۵)

یعنی جس چیز کو دیکھا نہیں ہے اس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں نے دیکھا ہے اور جس بات کو سنا نہیں ہے۔ اس کے بارے میں یہ نہ کہو میں نے سنا ہے نہ اس پر کوئی کاروائی کرو۔

## بین الاقوامی سیاست دلیرانہ ہونی چاہیے

اسلامی حکومت کو چاہیے کہ وہ بین الاقوامی سیاست میں خوف و ہراس نہ رکھے۔ بلکہ خود اعتمادی کے ساتھ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے دلیرانہ طور پر اپنی سیاست کو اقوام عالم کے سامنے پیش کرتی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس کی ہدایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ، وَ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، وَاِنْ يُّرِيْدُوْا

اَنْ یُّخْدَعُوْکَ فَاِنَّ حَسْبَکَ اللّٰہُ ؕ هُوَ الَّذِیْۤ اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ

اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ بے شک وہ سب کچھ سنتا جانتا ہے اور اگر وہ تمہیں فریب دینا چاہیں تو بیشک تمہیں اللہ کافی ہے وہی ہے جس نے تمہیں اپنی مدد سے سرفراز کیا اور مسلمانوں کے لیے بھی کافی ہے (یعنی مسلم فوجوں کے ذریعے تمہیں طاقتور بنایا)۔ (پارہ۔۱۰۔الانفال۔آیت۔۶۱۔۶۲)

## معاہدہ شکن کے ساتھ معاملہ؟

اگر کسی حکومت سے اسلامی حکومت کا کوئی معاہدہ ہو اگر وہ حکومت بار بار معاہدوں کو توڑتی رہتی ہے تو اسلامی حکومت کو بھی چاہیے کہ وہ بھی معاہدہ کو ختم کر دے اور اگر جنگ کی نوبت آ جائے تو شدید جنگ کریں اور اگر معاہدہ کے بعد دوسری حکومت کی طرف سے دغا کا اندیشہ ہو تو اسلامی حکومت کو چاہیے کہ اس سے معاہدہ فسخ کر لیں اور اس حکومت کو مطلع کر دیں کہ ہمارے تمہارے درمیان اب کوئی معاہدہ نہیں رہا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ہدایت نامہ یاد رکھیں:۔

اَلَّذِیْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّ هُمْ لَا یَتَّقُوْنَ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ۝ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ

وہ جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔ پھر ہر بار وہ اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور ڈرتے نہیں تو اگر تم انہیں کہیں لڑائی میں پاؤ تو انہیں اس طرح قتل کرو۔ جس سے ان کے پسماندگان کو بھگا دو

۔اس طرح شاید انہیں کوئی عبرت حاصل ہو۔ اور اگر تم کو کسی قوم سے دغا کا اندیشہ ہو تو ان کا معاہدہ ان کی طرف برابری پر پھینک دو۔ بے شک دغا والے اللہ کو پسند نہیں۔

(پارہ۔۱۰۔الانفال۔آیت۔۵۶۔۵۷)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلامی حکومت معاہدوں کی اس وقت تک پابندی کرے گی۔ جب تک فریق ثانی اپنے معاہدوں پر قائم رہے گا اور اگر فریق ثانی معاہدہ کو توڑ دے یا اس کی طرف سے کسی دغا کا خطرہ محسوس ہونے لگے تو اسلامی حکومت کو معاہدہ فسخ کر دینے کا اعلان کر دینا چاہیے۔ اگر جنگ کی نوبت آن پڑے تو دلیری کے ساتھ جم کر لڑنا چاہیے اور ہرگز ہرگز بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے یہ اور بات ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنی طرف سے جنگ کو ٹالتے رہنا چاہیے۔

## اسلامی عدالت

اسلامی حکومت کے لیے بے حد ضروری اور انتہائی اہم ہے کہ وہ اپنی نگرانی میں ایک ''محکمہ عدلیہ'' قائم کرے جو انتظامیہ کے تسلط اور سیاسی دباؤ سے بالکل آزاد ہو تاکہ کھلی فضا میں وہ مقدمات کا عادلانہ فیصلہ صادر کرتا رہے۔ اسی محکمہ عدل کا نام ''اسلامی عدالت'' ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔

اِعْدِلُوْا (قف) هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

عدل کرو وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے اور ڈرو اللہ سے۔ بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (پارہ۔۶۔المائدہ۔آیت۔۸۰)

دوسری آیت میں یوں ارشاد فرمایا کہ:۔

وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ

اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعاً بَصِیْراً

اور جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے۔ یقیناً اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ (پارہ۔۵۔النساء۔آیت۔۵۸)

اسلامی عدالت کے علاوہ بھی ہر مسلمان کو ہمیشہ ہر معاملہ میں عدل وانصاف کرتے رہنا واجب الایمان ولازم العمل ہے۔

ہر معاملہ میں اصل فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلہ کو بلا چون و چرا مان لینا فرض ہے۔ قرآن میں خدا کا فرمان ہے کہ:۔

وَ اللّٰہُ یَحْکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِہٖ ، وَ ھُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ

اور اللہ حکم فرماتا ہے۔ اس کا حکم پیچھے ڈالنے والا کوئی نہیں اور اسے حساب لینے میں دیر نہیں لگتی۔

(پارہ۱۳۔الرعد۔آیت۔۴۱)

دوسری آیت شریفہ میں اس طرح فرمایا کہ:۔

وَ مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ

اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی ظالم لوگ ہیں۔

(پارہ۔۶۔المائدہ۔آیت۔۴۵)

دوسری آیت مبارکہ میں یوں ارشاد فرمایا کہ:۔

وَ مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ

اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق نہ کرے تو وہی فاسق ہیں۔

(پارہ۔۶۔المائدہ۔آیت۔۴۷)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نازل ہو چکا ہے۔ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے سوا کوئی دوسرا فیصلہ ہرگز ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اصل فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور وہی ہر مسلمان لے لیے لازم العمل ہے۔ مثلاً چور زانی۔ قاتل وغیرہ کے بارے میں جو سزائیں قرآن مجید میں نازل ہو چکی ہیں۔ اب کسی حاکم کو قطعاً یہ اختیار نہیں ہے کہ رحم کی درخواست، یا کسی بڑی سفارش یا کسی سیاسی مصلحت سے ان سزاؤں کو معاف کر دے یا ان میں کوئی تخفیف یا رد و بدل کر دے۔ ہاں البتہ جن مجرموں کے بارے میں کوئی معین سزا خداوند تعالیٰ نے نازل نہیں فرمائی ہے بلکہ اس کو قاضیوں کی رائے کے سپرد فرمایا ہے۔ ان سزاؤں کو قاضی اپنی صوابدید کے مطابق نافذ کرے گا تو قاضی سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ قاضی حال و ماحول اور اشخاص کے لحاظ سے اس میں رد و بدل کر سکتا ہے۔ اس قسم کی سزاؤں کو "تعزیرات" کہتے ہیں۔ تعزیرات میں قاضی کمی بیشی کر سکتا ہے۔

## اسلامی عدالت کے سمن پر حاضر نہ ہونا گناہ ہے!

اسلامی عدالت جب سمن جاری کر کے کسی کو عدالت میں طلب کرے تو سمن پا کر بلا کسی عذر کے عدالت میں حاضر نہ ہونا جرم اور گناہ ہے۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَ إِذَا دُعُوْٓا إِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَ إِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوْٓا إِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ، أَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوْٓا أَمْ يَخَافُوْنَ أَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ بَلْ أُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اور جب بلائے جائیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائیں تو ناگہاں ان میں کا ایک فریق منہ پھیر جاتا ہے اور اگر ان کی ڈگری ہو تو ان کی طرف آئیں مانتے

ہوئے کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا شک رکھتے ہیں۔ یا ڈرتے ہیں کہ اللہ اور رسول ان پر ظلم کریں گے؟ بلکہ وہ خود ہی ظالم ہیں۔ (پارہ۔۱۸۔النور۔آیت۔۴۸۔۴۹۔۵۰)

غور کیجیے کہ رسول ﷺ فیصلہ فرمانے کے لیے جن لوگوں کو بلائیں اور وہ حاضری سے منہ پھیر لیں تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر کتنے غضب کا اظہار فرمایا اور ان لوگوں کی کیسی کیسی مذمت فرمائی کہ ان لوگوں کو "ظالم" تک فرمایا۔ تو اسلامی عدالت کا سمن درحقیقت اللہ اور رسول کی طرف بلاوا ہے تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے تو جو سمن سے روگردانی کر کے عدالت میں حاضر نہ ہو گا وہ بلاشبہ مجرم و گناہ گار ہو گا۔

## گواہ، گواہی سے انکار نہیں کر سکتے

کسی مقدمہ کے گواہ جب گواہی کے لیے بلائے جائیں تو گواہ کے لیے جائز نہیں کہ گواہی چھپائے یا گواہی دینے سے انکار کر دے۔ اگر وہ گواہی کو چھپائے گا یا گواہی دینے سے انکار کرے گا تو گناہ گار ہو گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان پڑھ لیجیے۔

وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ

اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو یقیناً اس کا دل گناہ گار ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔ (پارہ۔۳۔البقرہ۔آیت۔۲۸۳)

دوسری آیت مبارکہ میں ارشاد فرمایا کہ:

وَ لَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا

اور گواہ جب بلائے جائیں تو آنے سے انکار نہ کریں۔

(پارہ۔۳۔البقرہ۔آیت۔۲۸۲)

دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ گواہ کو ہرگز اپنی گواہی نہ چھپانی چاہیے۔ نہ گواہی دینے سے انکار کرنا چاہیے بلکہ گواہ پر ازروئے شریعت لازم ہے کہ عدالت میں حاضر ہو کر اپنی گواہی پیش

کرے۔

## جھوٹی گواہی حرام ہے

جھوٹی گواہی دینا حرام و ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ:۔

**وَ اجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ**

اور جھوٹی گواہی سے بچو۔ (پارہ۔۱۷۔الحج۔آیت۔۳۰)

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کے مخصوص اوصاف کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

**وَ الَّذِیۡنَ لَا یَشۡہَدُوۡنَ الزُّوۡرَ**

اور میرے خاص بندے جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ (پارہ۱۹۔الفرقان۔آیت۔۷۲)

جھوٹی گواہی دینے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب اور فاسق ہے۔ جھوٹے گواہ کو قاضی تعزیر کے طور پر سزا بھی دے گا۔

## فاسق کی خبر اور گواہی معتبر نہیں

فاسق مثلاً چور، ڈاکو، شرابی، زناکار، جھوٹا وغیرہ فاسقوں کی خبر اور گواہی غیر معتبر ہے۔ نہ ان لوگوں کی خبر پر اعتماد کیا جائے گا نہ ان لوگوں کی گواہی قبول کی جائے گی۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے کہ:۔

**یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ جَآءَکُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوۡۤا اَنۡ تُصِیۡبُوۡا قَوۡمًۢا بِجَہَالَۃٍ فَتُصۡبِحُوۡا عَلٰی مَا فَعَلۡتُمۡ نٰدِمِیۡنَ O**

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو لاعلمی میں سزا نہ دے بیٹھو۔ پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔ (پارہ۲۶۔الحجرات۔آیت۶)

## زبردستی کرایا ہوا گناہ جرم نہیں

اگر کافروں نے کسی مسلمان کو پکڑ کر اس کے گلے پر تلوار رکھ دی۔ یا سینے پر بندوق کی نالی رکھ دی اور جان کی دھمکی دے کر کفر بولنے پر مجبور کر دیا اور اس مسلمان کو ظن غالب ہو گیا کہ بغیر کفر بولے میری جان بچ نہیں سکتی تو ایسی حالت میں بھی اگر مسلمان کفر نہ بولے اور قتل ہو جائے تو اس کو شہادت کا عظیم درجہ ملے گا اور اگر جان بچانے کی خاطر صرف زبان سے کفر بک دیا اور دل میں ایمان ہی رہا تو یہ جائز ہے اور چونکہ زبردستی اس سے کفر کی بات کہلائی گئی ہے اس لیے اس مسلمان پر کوئی جرم و گناہ عائد نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر زنا کرنے، شراب پینے یا خنزیر کا گوشت کھانے پر مجبور کر دیا گیا اور اس نے دل میں برا جانتے ہوئے صرف جان بچانے کے لیے ان گناہوں کو کر لیا تو اس پر کوئی جرم و گناہ ثابت نہیں ہوگا۔ خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

جو ایمان لانے کے بعد اللہ کا منکر ہوا۔ سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو لیکن جو دل کھول کر کافر ہوان پر اللہ کا غضب ہے اور ان پر اللہ کا عذاب ہے۔

(پارہ۔۱۴۔ النحل۔ آیت۔۱۰۶)

## قرآن کے خلاف کوئی قانون بنانا کفر ہے!

قانون ساز جماعت یعنی اسمبلی و پارلیمنٹ پر فرض ہے کہ ہرگز ہرگز کوئی قانون قرآن کے خلاف نہ بنائے نہ بننے دے اور اگر جان بوجھ کر قصداً کوئی قانون قرآن کے خلاف بن گیا اور اس کو اچھا جان کر اس پر خوشی کا اظہار کیا تو جتنے لوگ قانون سازی میں شریک تھے سب کافر ہو گئے۔ ان کو توبہ کر کے نئے سرے سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونا اور اپنی بیویوں سے دوبارہ نکاح

کرنا لازم ہوگیا۔ ارشاد ربانی ہے کہ:-

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ

بے شک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی وہ ذلیل کیے گئے جیسے کہ ان کے اگلوں کو ذلت دی گئی اور بے شک ہم نے روشن آیتیں اتار دی ہیں اور کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ (پارہ۔۲۸۔ المجادلہ۔ آیت۔۵)

آیت کے آخری جملہ "وللکفرین عذاب مھین" میں ان لوگوں کے کافر ہو جانے کا اعلان ہے۔

## کسی پر دوسرے کے عمل کی ذمہ داری نہیں

کسی کے جرم و گناہ کی سزا دوسرے کو نہ دنیا میں دی جاسکتی ہے نہ آخرت میں دی جائے گی۔ ہر شخص اپنے اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔ ایک کے عمل کی دوسرے پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ قرآن مجید میں خداوند کریم کا اعلان ہے کہ:-

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ

اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور کوئی بوجھ اٹھانے والی اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے کسی کو بلائے تو اس کے بوجھ میں سے کچھ نہ اٹھایا جائے گا اگرچہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ (پارہ۔۲۲۔ فاطر۔ آیت۔۱۸)

## بیمار کی مزاج پرسی

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے

ہوئے سنا کہ جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے رحمت ومغفرت کی دعا کرتے ہیں اور جو شام کو عیادت کرتا ہے اس کے لیے ستر ہزار فرشتے صبح تک دعائے مغفرت کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ ہے۔(ترمذی۔ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اچھا وضو کیا اور محض ثواب حاصل کرنے کی غرض سے اپنے بھائی کی عیادت کی تو اس کو ساٹھ برس کی مسافت کے فاصلے پر دوزخ سے دور کر دیا جاتا ہے۔(احمد)

## قرآن مجید

قرآن مجید بیان وہدایت اور نصیحت ہے۔

قرآن شریف کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ مقدس کتاب وہ ہے کہ ہر چیز کا روشن بیان اور مسلمانوں کے لیے رحمت اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔چنانچہ ارشاد فرمایا کہ:۔

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ

یہ قرآن لوگوں کے لیے بیان،اور ہدایت اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔(پارہ۔۴۔آل عمران۔آیت۔۱۳۸)

دوسری آیت مبارکہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ:۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ

اور اے پیغمبر ہم نے آپ پر نازل کی یہ کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان اور ہدایت و رحمت ہے اور مسلمانوں کے لیے خوشخبری سنانے والی ہے۔(پارہ۔۱۴۔النحل۔آیت۔۸۹)

قرآن مجید بہت سے اوصاف کا جامع ہے۔ان اوصاف میں سے چند مذکورہ بالا ہیں

ان کے علاوہ دوسرے اوصاف والقاب بھی ہیں جن کو خداوند عالم نے قرآن مجید میں بار بار ذکر فرمایا ہے۔اور حضور ﷺ نے اپنی حدیثوں میں ذکر فرمایا:۔

## تلاوت قرآن مجید

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں بہترین شخص وہ ہے جس نے قرآن کو سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔(بخاری)

حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کو پڑھے اور اس پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو ایسا تاج پہنایا جائے گا کہ اس کی روشنی دنیا کے سورج کی روشنی سے بڑھ کر ہوگی جب کہ سورج کو اتنا قریب فرض کر لیا جائے کہ گویا تمہارے گھروں میں اتر آیا ہو پھر تم سمجھ سکتے ہو کہ جب ماں باپ کا یہ مرتبہ ہوگا تو اس شخص کا کیا درجہ ہوگا جس نے قرآن شریف پر خود عمل کیا۔(احمد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھے تو اس کو ایک حرف کے بدلے ایک نیکی ملے گی اور ہر نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔ میں آلم کو ایک حرف نہیں کہتا بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔(ترمذی۔دارمی)

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص سورۃ کہف پڑھ رہا تھا اور اس کے ایک جانب دو رسیوں سے گھوڑا بندھا ہوا تھا اس گھوڑے پر ایک ابر چھا گیا اور گھوڑے سے قریب ہو گیا اور پھر اور قریب ہوا اور گھوڑے نے اس کو دیکھ کر اچھلنا کودنا شروع کیا جب صبح ہوئی تو اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا یہ سکینہ یعنی رحمت تھی جو قرآن پڑھنے کے سبب نازل ہوئی تھی۔(بخاری۔مسلم)

## جنتی اور جہنمی فرقہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت پر ایک زمانہ ضرور ایسا آئے گا جیسا بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ بالکل ہو بہو ایک

دوسرے کے مطابق یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اعلانیہ اپنی ماں سے بدفعلی کی ہوگی تو میری امت میں ضرور کوئی ہوگا جو ایسا کرے گا اور بنی اسرائیل بہتر مذہبوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر مذہبوں میں بٹ جائے گی۔ان میں ایک مذہب والوں کے سوا باقی تمام مذاہب والے ناری اور جہنمی ہونگے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) وہ ایک مذہب والے کون ہیں ؟(یعنی ان کی پہچان کیا ہے؟) حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ اسی مذہب وملت پر قائم رہیں گے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سرکار اقدس ﷺ نے ہمیں سمجھانے کے لیے ایک (سیدھی) لکیر کھینچی پھر فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس سیدھے خط کے دائیں بائیں اور چند لکیریں کھینچ کر فرمایا یہ بھی راستے ہیں ان میں سے ہر راستہ پر شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے۔پھر حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "یعنی یہ میرا سیدھا راستہ ہے تو اسی پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو کہ وہ تمہیں اس سیدھی راہ سے جدا کر دیں گی۔"

نجات پانے والا فرقہ اہلسنت و جماعت کا ہے اگر اعتراض کریں کہ کیسے معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہے اور یہی سیدھی راہ اور خدائے تعالیٰ تک پہچانے والی راہ ہے اور دوسرے سارے راستے جہنم کے راستے ہیں اور ہر فرقہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ راہ راست پر ہے اور اس کا مذہب حق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی بات نہیں جو صرف دعویٰ سے ثابت ہو جائے (اس کے لیے) ٹھوس دلیل چاہیے۔اور اہل سنت و جماعت کی حقانیت کی دلیل یہ ہے کہ یہ دین اسلام (سرکار اقدس ﷺ سے) منقول ہو کر (ہم لوگوں تک) پہنچا ہے۔عقائد اسلام معلوم کرنے کے لیے صرف عقل کا ذریعہ کافی نہیں ہے۔اخبار متواتر سے معلوم ہوا اور آثار صحابہ و احادیث کریمہ کی تلاش و تتبع سے یقین حاصل ہوا کہ سلف صالحین یعنی صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان کے بعد تمام بزرگان دین اسی عقیدہ اور اسی طریقہ پر رہے ہیں اقوال و مذاہب میں بدعت و نفسانیت زمانہ اول کے بعد (پیدا) ہوئی ہے۔صحابہ کرام اور سلف متقدمین یعنی تابعین، تبع تابعین، مجتہدین میں کوئی اس مذہب پر نہیں تھا وہ لوگ اس نئے مذہب سے بیزار

تھے بلکہ اس کے پیدا ہو جانے کے بعد محبت اور اٹھنے بیٹھنے کا جو لگاؤ اس قوم کے ساتھ تھا توڑ دیا اور (زبان وقلم سے) رد فرمایا۔ صحاح ستہ اور ان کے علاوہ (احادیث کریمہ کی) دوسری تمام مشہور و معتمد کتابیں کہ جن پر احکام اسلام کا مدار و مقلی ہوا ان کے محدثین اور حنفی، شافعی، مالکی، اور حنبلی کے فقہاء وائمہ اور ان کے علاوہ دوسرے علماء جو ان کے طبقہ میں تھے سب اسی مذہب اہلسنت وجماعت پر تھے اور اشاعرہ وماتریدیہ جو اصول کلام کے ائمہ ہیں انھوں نے سلف کے مذہب اہلسنت وجماعت کی تائید وحمایت فرمائی اور دلائل عقلیہ سے اس کا اثبات فرمایا۔ اور جن باتوں پر سنت رسول ﷺ اور اجماع سلف صالحین جاری رہا ان کو ٹھوس قرار دیا ہے اسی لیے اسکا نام اہلسنت وجماعت پڑا۔ ان کا طریقہ احادیث نبوی ﷺ کی اتباع اور سلف صالحین کے اقوال واعمال کی اقتداء کرنا ہے اور اگر صوفیہ کے مشائخ معتقدمین اور (زمانہ موجود کے) شیوخ محققین جو طریقت کے استاد، عابد وزاہد، ریاضت کرنے والے، پرہیزگار، خداترس، حق تعالیٰ کی جانب متوجہ رہنے والے اور نفس کی حکومت سے الگ رہنے والے سب اسی مذہب اہلسنت وجماعت پر تھے جیسا کہ ان مشائخ کی معتمد کتابوں سے واضح ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں (ایک گروہ) فریب دینے والوں اور جھوٹ بولنے والوں کا ہوگا وہ تمہارے سامنے ایسی باتیں لائیں گے جن کو نہ تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے تو ایسے لوگوں سے بچو اور انھیں اپنے قریب نہ آنے دو تا کہ وہ تمھیں گمراہ نہ کریں اور فتنہ میں نہ ڈالیں۔ (مسلم۔ مشکوۃ)

## اولیائے امت کا بیان

حضرت انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسرے نیک بندوں یا بندیوں سے خلاف عادت ایسی چیزیں اور اس قسم کی باتیں صادر ہوا کرتی ہیں جن کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ انہیں چیزوں کو ''کرامت'' کہا جاتا ہے جو اولیائے کاملین اور شہداء اور صالحین سے اکثر نمودار و ظاہر ہوا کرتی ہیں۔ ''علم عقائد'' کا مشہور مسئلہ ہے'' کہ اولیاء کی کرامت حق ہے'' چنانچہ قرآن مجید سے بھی اولیاء کی کرامتوں کا ثبوت ہے۔ اس کی چند مثالیں تحریر کی جاتی ہیں۔

(۱) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت ان کی والدہ آبادی سے دور ایک میدان میں تھیں۔ وہیں تنہائی میں ولادت ہوئی۔ اور جب ان کو بھوک پیاس لگی تو اچانک ان کے پاس ایک شیریں پانی کی نہر جاری ہوگئی اور انہوں نے کھجور کے ایک درخت کو ہلایا تو ناگہاں پکی ہوئی تازہ کھجوریں اس سے گر پڑیں، جس کو انہوں نے کھایا یہ دونوں چیزیں حضرت مریمؑ کی کرامتیں ہیں۔ جن کو خداوند کریم نے قرآن مجید میں ان لفظوں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ:۔

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝ وَ هُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا

تو (جبرائیل) نے اس (مریم) سے اس کے تلے سے پکار کر کہا کہ تو غم نہ کھا۔ بے شک تیرے رب نے نیچے ایک نہر بہادی ہے اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تو تجھ پر پکی ہوئی تازہ کھجوریں گریں گی۔ (مریم۔ آیت۔۲۴۔۲۵)

اچانک نہر کا جاری ہو جانا اور خشک کھجور کے درخت سے ناگہاں پھلوں کا گرنا دونوں چیزیں حضرت مریمؑ کی کرامتیں ہیں جو قرآن کی مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہیں جو اس کرامت کا انکار کرے وہ قرآن کا منکر اور کافر ہے۔

(۲) ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربار میں بیٹھے ہوئے اپنے درباریوں سے فرمایا کہ تم میں کون ایسا ہے۔ جو بلقیس کے یہاں حاضر ہونے سے پہلے ہی اس کے تخت کو ملک سبا سے یہاں بیت المقدس میں میرے دربار کے اندر لادے۔ آپ کا ارشاد سن کر سب چپ رہے لیکن ایک بڑا سرکش جن بول پڑا کہ میں اس تخت کو یہاں اتنی دیر میں لاسکتا ہوں کہ آپ کا دربار برخاست بھی نہ ہوا ہوگا اور تخت یہاں لادوں گا یہ سن کر حضرت سلیمٰن علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا نے کہا کہ میں تو اس تخت کو آپ کے پلک جھپکانے سے پہلے ہی لادوں

گا۔ چنانچہ آپ کی کرامت سے تخت بلقیس ملک سباء سے زمین کے نیچے نیچے چل کر آپ کی کرسی کے قریب نمودار ہو گیا۔ اور آپ اس تخت کو ایک سیکنڈ میں اپنے پاس دیکھ کر خداوند قدوس کا شکر ادا کرنے لگے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ:۔

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ ، اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَ اِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ○ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ، فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ، وَ مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ

ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں وہ تخت آپ کے پاس حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس سے اٹھیں۔ اور میں نہایت طاقتور اور امانت دار ہوں جن کے پاس کتاب کا علم تھا (آصف) نے کہا کہ میں اسے آپ کے پلک جھپکانے سے پہلے لا دوں گا۔ پھر حضرت سلیمٰن نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرے رب کے فضل سے ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں۔ یا ناشکری۔ اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے پرواہ ہے سب خوبیوں والا ہے۔ (پارہ۔۱۹۔ النمل۔ آیت۔۳۹۔۴۰)

حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ کا تخت بلقیس کو ملک سبا سے ایک سیکنڈ میں لا کر دربار سلیمانی میں حاضر کر دینا۔ یقیناً ایک بہت بڑی کرامت ہے اور جو اس پر ایمان نہ لائے وہ قرآن کا منکر اور کافر ہے۔ کیونکہ یہ کرامت قرآن مجید سے ثابت ہے۔

اس قرآنی کرامت سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب حضرت سلیمٰن علیہ السلام اور دوسرے پیغمبروں کی امتوں میں آصف بن برخیا اور حضرت مریم جیسی کرامتوں والے ہو چکے ہیں تو پھر

حضور ﷺ کی امت میں اگر اس سے بڑی بڑی کرامتوں والے اولیاء ہوں تو اس میں ہرگز ہرگز کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ یاد رہے کہ ہر ولی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ ہوتا ہے تو جس شان کا نبی ہوگا اسی شان کے اس کی امت کے اولیاء ہوں گے تو جب حضور اکرم ﷺ کی شان تمام انبیاء ومرسلین علیہم السلام سے بڑھ کر ہے تو اس کا صاف نتیجہ یہ ہوگا کہ حضور ﷺ کی امت کے اولیاء دوسرے انبیاء کی امتوں کے اولیاء سے بڑھ کر ہوں گے اور امت محمدیہ ﷺ کے اولیاء کے مراتب و درجات اور ان کی کرامات انبیائے سابقین کی امت کے اولیاء سے کہیں زیادہ بڑھ کر بلند مرتبہ ہوں گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

## رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْ عَنْہُ

[ **ترجمہ:** اللہ ان (صحابہ) سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے (القرآن) ]

سیرت رسول مقبول ﷺ پر جید علما اور فاضل مصنفین نے مستند کتابیں لکھ کر علم دوست حضرات کے لیے بڑا مفید اور قیمتی ذخیرہ جمع کر دیا ہے اس چشمہ نور سے سیراب ہونے کے لیے اور قلب وروح کو منور کرنے کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ بہت مدد ومعاون ہو سکتا ہے۔ ہر نور کی ضیاء کا منبع فیضان نبوت ہے۔ آفتاب رسالت سے نور ہدایت کی بے شمار کرنیں پھوٹیں جن کی آب وتاب سے یہ جہان تیرہ وتار جگمگا اٹھا۔ حضور رسالت مآب ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

**ترجمہ:** میرے اصحاب روشن ستاروں کی مانند ہیں۔ گمراہی کی اندھیری رات میں تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

فیضان نبوت سے سیراب ہونے والی یہ ہستیاں اگر فرشتوں کے گروہ میں قابل احترام

ہیں تو ان کے مناقب وفضائل کا ذکر حضور پر نور ﷺ نے خود اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے۔

☆1۔قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اِخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ سِوَی النَّبِیِّیْنَ وَاخْتَارَ مِنْ اَصْحَابِیْ اَرْبَعَةً فَجَعَلَهُمْ خَیْرَ اَصْحَابِیْ وَهُمْ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَ عَلِیٌّ (رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ)

(حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے اصحاب کو بعد پیغمبروں کے تمام عالم میں پسند فرمایا اور تمام اصحاب میں سے چار کو منتخب کرلیا اور ان کو میرا بہترین دوست بنایا وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہے)

☆2۔ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَرْبَعَةٌ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَهُمْ فِیْ اُمِّ الْكِتَابِ لَا یُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا یُبْغِضُهُمْ اِلَّا فَاجِرٌ وَّهُمْ خَلَائِفُ نُبُوَّتِیْ وَعَضُدُ دِیْنِیْ وَعِصْمَةُ اُمَّتِیْ وَمَعْدِنُ حِكْمَتِیْ لَا تُقَاطِعُوْا هُمْ وَلَا تُحَاسِدُوْا مِنْهُمْ.............

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چار شخصوں کی بابت لوح محفوظ میں میثاق لیا کہ ان کو دوست نہ رکھے گا کوئی شخص سوائے مومن کے اور ان سے بغض نہ رکھے گا کوئی شخص سوائے فاجر کے وہ میری نبوت کے حلیف ہیں اور میرے دین متین کے بازو اور میری امت کی عصمت ہیں اور میرے علم کے معدن۔ ان سے قطع تعلق نہ کرو نہ ان پر حسد کرو۔)

## ان احادیث مبارکہ میں خلفائے راشدین اربعہ کے فضائل بتدریج بیان فرمائے گئے ہیں .......

☆ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَبُوْبَکْرٍ وَزِیْرِیْ وَالْقَائِمُ فِیْ اُمَّتِیْ وَعُمَرُ حَبِیْبِیْ وَعُثْمَانُ مِنِّیْ وَعَلِیٌّ اَخِیْ وَصَاحِبُ لِوَائِیْ

(آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ میرا وزیر اور میرے بعد میرا قائم مقام ہے اور عمر رضی اللہ عنہ میرا حبیب ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور علی رضی اللہ عنہ میرا بھائی اور صاحب لواء ہے)(رضی اللہ عنہم)(ترمذی)

☆ وَقَالَ اَیْضًا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَا یَجْتَمِعُ حُبُّ ھٰٓؤُلَاءِ الْاَرْبَعَۃِ اِلَّا فِیْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِیٌّ ۔

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان چار اشخاص یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کی محبت سوائے قلب مومن کے کسی اور جگہ جمع نہیں ہو سکتی)۔

☆ وَقَالَ اَیْضًا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَبُوْبَکْرٍ بَصَرِیْ وَعُمَرُ یَنْطِقُ بِلِسَانِیْ وَعُثْمَانُ رُوْحِیْ فِیْ جَسَدِیْ وَعَلِیٌّ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ ۔۔

(آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ میری آنکھوں کی بینائی ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ میری زبان سے گفتگو کرتے ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ میری روح ہے اور علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

☆ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَا مَدِیْنَۃُ

الصِّدْقِ وَ اَبُوْبَکْرٍ سَقْفُهَا وَ اَنَا مَدِيْنَةُ الصَّلَابَةِ وَ عُمَرُ عِمَادُهَا وَ اَنَا مَدِيْنَةُ الْحَيَاءِ وَ عُثْمَانُ جِدَارُهَا وَ اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا--

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں صدق کا شہر ہوں ابوبکر اس کی چھت ہیں میں صلابت کا شہر ہوں اور عمر اس کا ستون ہیں۔ میں حیا کا شہر ہوں اور عثمان اس کی دیوار ہیں۔ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں (رضی اللہ عنہم) (ترمذی)

☆ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّهُمْ اٰمَنُوْا مِنْ خَوْفِ اللّٰهِ وَ اٰمَنَ النَّاسُ مِنْ خَوْفِ السُّيُوْفِ "

(برا نہ کہو میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کو کیونکہ وہ ایمان لائے صرف خدا کے خوف سے اور دوسرے لوگ تلوار کے خوف سے ایمان لائے)۔

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ جب خلافت کے منصب پر فائز ہوئے تو آپ نے منبر پر بیٹھ کر نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ خطبہ پڑھا۔ حمد و نعت کے بعد آپ نے فرمایا:

☆ "سب لوگ سمجھ لو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بہتر ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہے۔ جو شخص ان کو برا کہے اور ان کے حق میں بہتان لگائے اس پر خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

☆9۔ محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے اپنے باپ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون شخص بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نے کہا کہ ان کے بعد کون ہے، فرمایا عمر رضی اللہ عنہ میں نے پوچھا ان کے بعد، فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ میں نے کہا ان کے بعد اے امیر المومنین آپ ہی افضل ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا، میں بھی خدا تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں۔"

# امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ولادت : سن فیل سے 1/4-2 سال بعد بمقام : مکۃ المکرمہ

وصال : 13 ہجری مزار اقدس : مدینۃ المنورہ

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

تاجدار مدینہ سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفاء میں سے آپ خلیفہ اول ہیں۔ آپ کو جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم ظاہری و باطنی سے فیضان عظیم حاصل ہوا۔ آپ کا نسب نامہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چھ واسطوں کے بعد مرہ بن کعب سے ملتا ہے۔ آپ کی پیدائش سن فیل سے دو برس اور چند روز کم چار ماہ کے بعد ہوئی۔ آپ کا رنگ گورا بدن لاغر تھا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر فائز ہوئے تو اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر اڑتیس برس تھی۔ آپ کی اولاد میں تین فرزند محمد رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اور تین صاحبزادیاں ام کلثوم رضی اللہ عنہا، اسماء رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اسلام لاتے ہی آپ نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ چنانچہ حضرات عشرہ مبشرہ میں سے عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عثمان بن عفان، زبیر بن العوام اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ ہی کی دعوت سے مشرف با اسلام ہوئے۔ صحابہ کرام میں آپ کے لیے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کے والد اور آپ کی تمام اولاد اور آپ کا پوتا ابوعتیق محمد بن عبدالرحمن سب صحابی ہیں۔ ﴿رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین﴾۔

سن 6 نبوت میں آپ ہجرت کے ارادے سے حبشہ کی طرف نکلے۔ برک الغماد تک جو مکہ سے یمن کی جانب پانچ دن کی راہ پر ہے پہنچے تھے کہ قبیلہ قارہ کا سردار ابن الدغنہ (ربیع

بن رفیع) ملا۔ اُس نے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میری قوم نے مجھے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ کہیں الگ جا کر خدا کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا ”یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ جیسا فیاض، اپنوں سے نیک سلوک کرنے والا، غریب پرور، مہمان نواز، غم خوار اور مددگار مکہ سے نکل جائے یا نکالا جائے۔ میں آپ کو اپنی حفاظت میں لیتا ہوں۔ آپ واپس چلیے اور اپنے شہر میں اپنے پروردگار کی عبادت کیجئے“ چنانچہ آپ واپس تشریف لے آئے اور ابن الدغنہ آپ کے ساتھ آیا۔ اُس نے شام کے وقت سرداران قریش سے ملاقات کی اور اُن سے کہنے لگا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا شخص نکلنے نہ پائے اور نہ ہی نکالا جائے۔ کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو فیاض، اپنوں سے حسن سلوک کرنے والا، غریب پرور، مہمان نواز اور لوگوں کا مددگار ہے۔ یہ سن کر قریش نے ابن الدغنہ کی پناہ کو رد تو نہ کیا لیکن یہ شرط عائد کر دی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہہ دو کہ وہ اپنے گھر میں ہی اپنے رب کی عبادت کرے اور نماز میں چپکے چپکے جو چاہے پڑھے مگر ہمیں ایذا نہ دے اور اونچی آواز سے قرآن نہ پڑھے کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری عورتوں اور بچوں پر بھی قرآن کا اثر نہ پڑ جائے۔ ابن الدغنہ نے اس بات کا آپ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا تو آپ نے کچھ عرصہ اپنے گھر کے اندر ہی عبادت اور نماز میں مشغول رہنا شروع کر دیا اور گھر کے سوا کسی جگہ قرآن نہ پڑھتے۔ بعدازاں آپ نے اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنالی۔ جس میں آپ نماز پڑھتے اور بلند آواز سے قرآن پڑھتے۔ مشرکین کی عورتیں اور بچے آپ کے آس پاس جمع ہو جاتے اور تعجب سے آپ کی طرف دیکھتے۔ آپ نہایت رقیق القلب تھے لہٰذا قرآن پاک پڑھتے تو بے اختیار رونے لگ جاتے۔ آپ کی قراءت اور گریہ زاری سے قریش خوف زدہ ہو گئے اور انہوں نے ابن الدغنہ کو بلا کر کہا کہ ہم نے ابوبکر کو اس شرط کے ساتھ پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں چپکے چپکے عبادت کرے مگر اس نے اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنالی ہے جس میں وہ اونچی آواز کے ساتھ نماز و قرآن پڑھتا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ ہماری عورتوں اور بچوں پر اُس کا اثر پڑ جائے گا۔ تم اس کو روک دو۔ ہاں اگر وہ اپنے گھر کے اندر چپکے چپکے عبادت کرنا چاہیے تو کرتا رہے اور اگر بلند آواز سے ہی قرآن پڑھنے پر اصرار کرے تو تم اس کی حفاظت کی ذمہ داری واپس لے لو کیونکہ ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ہم تمہارے عہد حفاظت کو توڑ دیں۔ یہ سن کر ابن الدغنہ

آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کو میری پناہ کی شرط معلوم ہے۔ آپ اس کی پابندی کریں، ورنہ میری ذمہ داری واپس کردیں۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ عرب یہ سنیں کہ ایک شخص کی حفاظت کا عہد جو میں نے کیا تھا وہ توڑ ڈالا گیا۔ آپ نے فرمایا: میں تمہاری پناہ تم کو واپس کرتا ہوں اور خدا کی پناہ پر راضی ہوں۔ (صحیح بخاری، باب ہجرۃ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ برحق اور مبشر بالجنۃ اور افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔ آپ کے فضائل میں کئی آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں۔

(1) **ترجمہ:** اگر تم اس کو مدد نہ دو گے۔ پس تحقیق اللہ نے اس کو مدد دی ہے جس وقت اس کو نکال دیا تھا کافروں نے۔ دوسرا دو میں، جس وقت وہ دونوں غار میں تھے۔ جب وہ اپنے رفیق سے کہتا تھا۔ غم مت کھا۔ تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ﴿سورۃ التوبہ﴾

اس آیت میں بالاتفاق ''صاحب'' سے مراد حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ یہ وہ منقبت ہے کہ جس میں کوئی دوسرا صحابی آپ کا شریک نہیں ہے۔

(2) **ترجمہ:** ''اور قسم نہ کھاویں بڑائی والے تم میں اور کشائش والے اس سے کہ دیویں رشتہ داروں کو اور محتاجوں کو اور وطن چھوڑنے والوں کو اللہ کی راہ میں اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کردے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' ﴿سورۃ النور﴾

یہ آیت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور موضح القرآن میں ہے کہ جب بہتان طرازی کرنے والے جھوٹے پڑے اور انہیں اسی کوڑے مارے گئے تو اُن میں ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھانجے مسطح نامی بھی تھے۔ یہ ان کی مالی امداد کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ اب اُس کو کچھ نہیں دوں گا تو اللہ نے اُن کی سفارش کر دی کیونکہ وہ مہاجرین اور اہل بدر میں سے تھے۔ اس آیت میں بڑائی والے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کہا گیا لہذا اب جو اُن کی بڑائی کو تسلیم نہ کرے تو اُس نے قرآن حکیم کو جھٹلایا۔ تب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ جو کچھ اُن کو دیتا تھا ہرگز بند نہیں کروں گا۔

(3) **ترجمہ:** اور جو لایا سچی بات اور سچ مانا جس نے اُس کو وہی لوگ ہیں پرہیزگار۔

﴿سورۃ زمر رکوع 4﴾

اس آیت میں سفرِ معراج کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے مطابق سچی بات لانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور تصدیق کرنے والے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔

(4) **ترجمہ:** اور بچایا جاوے گا اس سے وہ بڑا پرہیزگار جو دیتا ہے اپنا مال پاک ہونے کو اور نہیں کسی کا اس پر احسان کہ بدلہ دیا جائے مگر واسطے چاہنے رضامندی اپنے پروردگار بلند کی۔ اور بے شک وہ آگے راضی ہوگا۔ ﴿سورۃ لیل﴾

یہ آیات بالاتفاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ ان میں واضح کر دیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اتقیٰ ہیں اور جو اتقیٰ ہو وہی اللہ کے نزدیک اکرم ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" اور جو اکرم ہو وہی افضل ہوتا ہے۔ پس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام امت سے افضل ہیں۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں آیاتِ قرآنیہ کے علاوہ بکثرت احادیث بھی آئی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

"اَنْتَ عَتِیْقُ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ" ترجمہ: تو اللہ کا آتش دوزخ سے آزاد کیا ہوا ہے۔

اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب "عتیق" ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی ارشادِ مبارک ہے کہ اے ابوبکر! تم میری امت میں سے سب سے پہلے بہشت میں داخل ہو گے۔

آپ رضی اللہ عنہ سفر و حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں اور تمام غزوات میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ ہجرت کے وقت آپ غار میں ثانی اور بدر کے دن عریش میں ثانی اور موت کے بعد قبر میں بھی ثانی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَا صَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا

وَصَبَبْتُهُ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ"

**ترجمہ** : کوئی چیز ایسی اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں نہیں ڈالی کہ جس کو میں نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سینے میں نہ ڈال دیا ہو۔ (بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیاتِ مبارکہ کے آخری ایام میں یہ خطبہ پڑھا:

" اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اِتَّخَذَ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلاً وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلاً دُوْنَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلاً لٰکِنْ هُوَ شَرِیْکٌ فِیْ دِیْنِیْ وَصَاحِبِیَ الَّذِیْ اَوْجَبْتُ لَهٗ صُحْبَتِیْ فِی الْغَارِ وَخَلِیْفَتِیْ فِیْ اُمَّتِیْ "

**ترجمہ** : خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثناء کے بعد معلوم ہو کہ اس نے تمہارے صاحب کو اپنا دوست بنایا ہے۔ (اس میں اشارہ اپنی ذاتِ اقدس کی طرف ہے) اور اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی اور کو خلیل (دوست) بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرے دین میں میرے شریک ہیں۔ (یعنی میرے ناصر اور معین ہیں اور میرے دین اور یقین کو ظاہر کرنے والے ہیں) وہ میرے دوست ہیں اور میں نے غار میں اپنی رفاقت کے لیے انہیں کو منتخب کیا۔ وہ میری امت میں میرے جانشین ہیں۔ (بخاری، مسلم و ترمذی)

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شاعر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم نے ابوبکر کی شان میں کچھ کہا ہے۔ حضرت حسان نے عرض کیا کہ ہاں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سناؤ، میں سنتا ہوں۔ پس حضرت حسان نے یہ دو شعر پیش کیے۔

وَثَانِیَ اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ الْمُنِیْفِ وَقَدْ
طَافَ الْعَدُوُّ بِهٖ اِذْ صَاعَدَ الْجَبَلَا
وَکَانَ حُبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَدْ عَلِمُوْا
مِنَ الْبَرِیَّةِ لَمْ یَعْدِلْ بِهٖ رَجُلَا

**ترجمہ** : وہ غار شریف میں دو میں دوسرے تھے اس حال میں کہ دشمن پہاڑ پر چڑھ کران کے گرد پھرا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے۔ لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلق میں سے کسی کو آپ کے برابر نہیں فرمایا۔

یہ شعر سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوئے، اور فرمایا "حسان! تم نے سچ کہا، وہ حقیقت میں بھی ایسے ہی ہیں"

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ:

"اگر کوئی اور شخص اس مقام خاص میں میرا شریک ہوتا تو وہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔"

اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم باطن میں علم باللہ کی وجہ سے اولیائے امت میں اکمل و افضل و اعلم ہیں اور پیغمبروں کے بعد گروہ صدیقین میں اکمل اور صدیق اکبر ہیں۔ اکابر ارباب دانش قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

" وَ اللّٰہِ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰی اَحَدٍ بَعْدَ النَّبِیِّیْنَ وَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی اَفْضَلَ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ (رضی اللہ عنہ) "

**ترجمہ** : قسم خدا کی پیغمبروں اور رسولوں کے بعد ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے بڑھ کر کسی اور بہتر شخص پر آفتاب طلوع اور غروب نہیں ہوا۔

نیز حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو تم سب سے بہتر جانتا ہوں یہ کچھ ان کے نماز روزہ کے سبب نہیں ہے بلکہ اس چیز کی وجہ سے ہے جو ان کے سینہ میں ہے۔ (یعنی ایمان، یقین اور محبت)"

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے دریافت کیا کہ:

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ............ "عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: ........ مردوں میں سے کون؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ........ اُس کا باپ (رضی اللہ عنہ)
اور یہ بھی حدیث پاک میں ہے کہ:

"لَوْ اُتُزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ مَعَ اِیْمَانِ الثَّقَلَیْنِ لَرَجَحَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ"

**ترجمہ** : اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا تمام جن وانس کے ایمان کے مقابلہ میں وزن کیا جائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلڑا بھاری ہوگا۔ (یعنی باستثنائے ایمان انبیا علیہم السلام) (1)

نیز حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:
"مسجد میں بجز ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کسی کا دریچہ باقی مت رکھو" (2)

ترمذی شریف میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"میری امت میں سب سے مہربان میری امت پر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے۔ اور جس کسی پر میں نے اسلام کو پیش کیا وہ فکر میں سرگرداں ہوگیا، سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے" اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا تمام مال آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اپنے گھر والوں کے واسطے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ تو آپ نے بلا تکلف عرض کیا: "اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو" (3)

---

1☆ اس حدیث کو بیہقی نے بھی شعب الایمان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بدیں الفاظ نقل کیا ہے: "لَوْ وُزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ بِاِیْمَانِ اَهْلِ الْاَرْضِ لَرَجَحَهُمْ" اور حکیم ترمذی نے بھی فضائل الصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔

2☆ اس حدیث کو امامین رحمہم اللہ علیہم نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

3☆ اس حدیث کو ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"میں نے ایک روز جبریل امین سے دریافت کیا کہ کیا میری امت سے قیامت کے دن حساب لیا جائے گا؟ کہا ہاں! سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے، سب سے لیا جائے گا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا جائے گا کہ بے حساب جنت میں جاؤ۔ وہ جواب دیں گے کہ میں اپنے دوستوں کو ہمراہ لیے بغیر جنت میں نہ جاؤں گا۔ رب العزت جل شانہ کا ارشاد ہو گا کہ اپنے دوستوں کو بھی جنت میں لے جاؤ کہ میں نے تیری ولادت کے روز یہ عہد کر لیا تھا اور اسی دن بہشت کو حکم دے دیا تھا کہ اے بہشت جو کوئی ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دوست ہو گا، وہ تجھ میں ضرور داخل ہو گا۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ کَمَالِ اَبِیْ بَکْرٍ فَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا غَیْرَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا" (1)

**ترجمہ** : مجھ کو کسی کے مال نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال کی طرح نفع نہیں دیا ہے اور اگر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛

"مَا لِاَحَدٍ عِنْدَنَا یَدٌ اِلَّا کَافَیْنَاہُ مَا خَلَا اَبِیْ بَکْرٍ فَاِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا یَدًا یُکَافِیْہِ اللّٰہُ" (2)

**ترجمہ** : کسی شخص کا مجھ پر احسان باقی نہیں ہے جس کا میں نے معاوضہ ادا نہ کر دیا ہو۔ سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ اس کا مجھ پر ایسا احسان ہے جس کا معاوضہ اللہ تعالیٰ ہی دے گا

---

1☆ اس حدیث کو بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مسند میں نقل کیا ہے۔
2☆ ترمذی نے یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

منقول ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر متمکن ہوئے اور مہاجرین وانصار میں سب سربر آوردہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی رضا و رغبت سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بالفرض اگر لوگ مجھ کو مجبور کرنے کی غرض سے گرفتار کرلیتے اور بصورت انکار گردن مارنے تک تیار ہو جاتے تو میں اس کو بخوشی پسند کرلیتا مگر یہ بات مجھے ہرگز منظور نہ ہوتی کہ میں ایسی قوم میں امیر بنایا جاؤں جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کہا:

"اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے کاموں میں آگے رکھا، اپنی موجودگی میں نمازوں میں امام بنایا اور تمہاری اقتداء کی۔ ہم بھی آپ کو دین و دنیا کے کاموں میں آگے رکھیں گے پس آپ اپنا ہاتھ دیجئے تاکہ میں بیعت کروں۔"

آپ کی عظمت شان کمال یقین اور پختگی ایمان کی وجہ سے صحابہ کرام میں کسی قسم کا اختلاف پیدا نہ ہوا۔ آپ نے دین کے مخالفین کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا۔ آپ کی خلافت کے زمانہ میں اسلامی لشکر ممالک شام و عراق وغیرہ کی تسخیر میں مصروف رہے جس قدر صدقہ، خیرات اور جزیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بیت المال میں وصول ہوتا تھا۔ آپ کے عہد میں بھی برابر وصول ہوتا رہا اور کسی کو زکوٰۃ وغیرہ کی ادائیگی سے انکار کی جرات نہ ہوئی۔ مسلیمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اسود عنسی خدائی کا مدعی تھا۔ دونوں نے بہت بڑے فتنے برپا کیے تھے یہاں تک کہ ستر اسی ہزار کے قریب دنیوی حرص کے بندے ان کے دام تزویر میں پھنس گئے تھے مگر آپ کی تیغ باطل شکن نے یہ فتنے فرو کردیے اور قیامت تک امت مسلمہ کے لیے یہ مثال قائم کردی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

زہری نے روایت کی ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تو آپ منبر پر چڑھے اور خطبہ دیا۔

**"وَاللّٰہِ مَا کُنْتُ حَرِیْصاً عَلَی الْاِمَارَۃِ یَوْماً وَّلَیْلَۃً قَطُّ وَلَا کُنْتُ فِیْھَا رَاغِباً وَلَا سَأَلْتُھَا اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ**

سِرًّا وَ عَلَانِيَةً وَ مَالِيْ فِيْ الْاِمَارَةِ مِنْ رَاحَةٍ "

**ترجمہ:** قسم ہے خدا کی، میں نے کبھی امارت کے لیے حرص نہیں کی اور دن میں یا رات میں اس کا خیال بھی نہیں گزرا اور نہ کبھی پوشیدہ یا ظاہر اللہ تعالیٰ سے اس کی درخواست کی کیونکہ اس امارت میں مجھے کوئی راحت نہیں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف سے پانچ روز قبل جمعرات کے دن نماز ظہر کے بعد صحابہ میں خطبہ دیا اور فرمایا کہ اللہ نے ایک بندے کو دنیا اور ماعند اللہ (جو کچھ اللہ کے پاس ہے) میں اختیار عطا فرمایا۔ اُس بندے نے ماعند اللہ کو اختیار کیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ ہمیں ان کے رونے پر حیرت ہوئی کہ اس بات میں افسوس کی کون سی بات ہے۔ مگر ابوبکر ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔ وہ سمجھ گئے کہ بندے سے مراد خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں مجھ پر سب سے زیادہ جان و مال صرف کرنے والوں میں ابوبکر ہیں۔

امام فخر الدین رازی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" صحابہ کرام کو سنائی تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے اظہار مسرت کیا۔ مگر حضرت ابوبکر رو پڑے۔ ان سے رونے کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی پر دلالت کرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض منصبی رسالت پورا ہو چکا تھا اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کمال علم معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس آیت سے اس مخفی راز پر آپ رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی صحابی واقف نہ ہوا۔ (تفسیر کبیر)

جمادی الاول 8 ہجری میں جنگ موتہ میں مشرکین روم و عرب نے حضرت زید بن حارثہ کو شہید کر دیا تھا۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں رومیوں سے جہاد کرنے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے ایک لشکر تیار کیا جس میں معززین مہاجرین و انصار حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، ابو عبیدہ بن جراح، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، قتادہ بن نعمان اور سلمہ بن اسلم رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل تھے۔ اور حضرت اسامہ بن زید کو اس لشکر کا سردار مقرر کیا اور اپنے دست مبارک سے حضرت اسامہ کے لیے جھنڈا تیار فرمایا۔ پنجشنبہ کے دن

8 ربیع الاول کو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلا کر خلیفہ نماز مقرر فرمایا۔ چنانچہ وفات شریف تک وہی نماز پڑھاتے رہے۔ یہ لشکر مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر مقام جرف میں جمع ہونے اور کوچ کرنے کو ہی تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہو گیا۔ اس لیے لشکر واپس مدینہ منورہ میں آ گیا۔ اسی اثناء میں خبر ملی کہ عرب کے بعض قبائل دین اسلام سے پھر گئے ہیں اور بعض نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا ہے۔ اس پر بعض صحابہ کرام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ایسی حالت میں ایک لشکر جرار کا دور دراز مہم پر بھیجنا خلاف مصلحت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف نہیں کر سکتا۔ لہذا آپ نے حضرت اسامہ کی اجازت سے حضرت عمر کو مشورہ کے لیے اپنے پاس رکھ لیا۔ چنانچہ وہ لشکر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ملک شام کو روانہ ہوا اور فاتح بن کر واپس لوٹا۔

آپ نے لشکر اسامہ کی روانگی کے ساتھ ہی مرتدین سے جہاد کا حکم دیا۔ یہ مرتدین عرب کے مختلف مقامات میں تھے۔ آپ نے سرایا بھیج کر ان سب کو زیر کیا اور ان کے ارتداد کا انسداد کیا۔ اسی طرح منکرین زکوٰۃ کے ساتھ بھی جہاد کی تیاری کی گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ آپ لوگوں سے کیسے قتال کریں گے؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

**ترجمہ**: مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ کہیں۔ لا الٰہ الا اللہ۔ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا اُس نے مجھ سے اپنا مال اور جان بچالی مگر بحق اسلام (دیت، قصاص وغیرہ) اور اس کا حساب خدا پر ہے۔

یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں ضرور جہاد کروں گا ان لوگوں سے جنہوں نے نماز و زکوٰۃ کے درمیان فرق کیا۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ ایک درہم بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے مجھے نہ دیں تو میں اس پر ان سے قتال کروں گا۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا "خدا کی قسم! اس حجت میں میں نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو قتال کے لیے شرح صدر عطا فرمایا ہے۔ پس میں نے پہچان لیا کہ قتال ہی حق ہے

بعض روایات میں ہے کہ دیگر صحابہ حتیٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی حضرت صدیق اکبر کو جہاد سے منع کیا اور کہا کہ عہد خلافت کا آغاز ہے اور مخالفین کی تعداد کافی

زیادہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ نظامِ اسلام میں کوئی خلل واقع ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: اگر تمام لوگ ایک طرف ہو جائیں تو میں تنہا جہاد کروں گا۔ آخر کار تمام صحابہ کرام نے آپ سے اتفاق کیا اور کامیابی کے ساتھ جہاد کیا۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام لاتے ہی اپنا تمام مال جو کہ تقریباً 40 ہزار درہم تھے، نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیئے۔ چنانچہ وہ مال حضور اقدس ﷺ پر اور آپ کے حکم سے مسلمانوں پر صرف ہوتا رہا۔ آپ نے سات مرد و زن کو جو غلامی کے سبب کفار کے ہاتھ سے سخت تکالیف اٹھا رہے تھے، بھاری داموں پر خرید کر آزاد کر دیا۔ ہجرت مدینہ تک تیرہ سال میں جو کچھ آپ رضی اللہ عنہ نے تجارت سے کمایا وہ بھی اسلام کے لیے وقف کر دیا۔ جب ہجرت کا وقت آیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پانچ ہزار درہم تھے۔ جو کہ ہجرت، مسجد کی زمین کی خرید اور دیگر کار خیر میں صرف ہوئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ راہ خدا میں صدقہ دو۔ اتفاقاً اس وقت میرے پاس بہت سا مال تھا۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ آج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا۔ لہٰذا میں اپنا آدھا مال لے آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ آدھا گھر والوں کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اپنا مال جو اُن کے پاس تھا، لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا! ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ آیا ہوں'' (یعنی خدا اور رسول اللہ ﷺ میرے لیے کافی ہیں) یہ سن کر میں نے کہا کہ میں کبھی بھی ابوبکر پر سبقت نہیں لے جا سکتا۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ نے حلوہ کھانا چاہا۔ آپ نے فرمایا: ہمارے پاس وہ چیز نہیں ہے کہ جس سے حلوہ خرید لیں۔ آپ کی زوجہ نے فرمایا کہ میں چند روز اپنے کھانے میں سے اس قدر بچا لوں گی کہ جس سے حلوہ خریدا جا سکے۔ آپ نے فرمایا، بچا لیا کرو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس طرح بہت سے دنوں میں تھوڑی سی بچت ہوئی۔ جب انہوں

نے آپ کو بچت کی اطلاع دی تا کہ اُس سے حلوہ خریدا جاسکے۔ تو آپ نے اس بچت کو لے کر بیت المال میں داخل کر دیا۔ اور فرمایا کہ یہ ہماری ضرورت سے زائد ہے۔ اور اپنے وظیفے میں سے اتنا کم کر دیا جتنا کہ بیوی نے روزانہ خرچ میں کمی کی تھی۔ اور زائد مقدار کو بیت المال میں بھیج دیا۔ بخدا یہ آپ رضی اللہ عنہ کا غایت درجہ کا تقویٰ ہے جس سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔

حضرت صدیق اکبر کا مکان مقام سُخ میں آپ کی زوجہ حبیبہ بنت خارجہ خزرجیہ کے پاس تھا۔ آپ نے بیعتِ خلافت کے بعد چھ مہینے وہاں قیام رکھا۔ آپ وہاں سے مدینہ میں پیدل آتے اور کبھی گھوڑے پر سوار ہوتے اور تہ بند اور پھٹی پرانی چادر اوڑھتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے، آپ تاجر تھے۔ ہر روز خرید وفروخت کے لیے بازار جاتے۔ آپ کے پاس بکریوں کا گلہ تھا۔ جسے بعض اوقات آپ خود چراتے اور بعض اوقات کوئی اور چراتا۔ آپ اپنے قبیلہ کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔ جب آپ کو خلافت ملی تو قبیلے کی ایک لڑکی نے کہا "اب ابوبکر رضی اللہ عنہ ہماری بکریوں کا دودھ نہیں دوہیں گے" آپ نے یہ سنا تو فرمایا: مجھے اپنی زندگی کی قسم! میں اب بھی تمہاری بکریوں کا دودھ ضرور دوہا کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ خلافت سے میری خلقِ سابق میں کچھ تغیر پیدا نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ ان کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔

تقریباً چھ ماہ بعد آپ نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی اور فرمایا کہ میری قوم کو معلوم ہے کہ میں کپڑے کی تجارت کیا کرتا تھا جس سے میرے اہل وعیال کا گزارہ ہوتا تھا۔ اب امور مسلمین میرے متعلق ہوگئے ہیں۔ لہٰذا میں تجارت کے ساتھ امورِ خلافت سرانجام نہیں دے سکتا۔ ان کے لیے فراغت اور توجہ درکار ہے۔ اس لیے ابوبکر کے اہل وعیال اور تابعین بیت المال میں سے وظیفہ لیں گے؟ اس کے بعد آپ نے تجارت چھوڑ دی اور بیت المال سے وظیفہ لینے لگے جو آپ اور آپ کے اہل وعیال اور حج وعمرہ کے لیے کفایت کرتا۔ صحابہ کرام نے آپ کے لیے چھ ہزار درہم سالانہ معین کیے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اتباعِ سنت میں وہ مقام حاصل ہوا کہ کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ آپ کے کمالِ اتباعِ سنت کے شوق کا اندازہ اس گفتگو سے کیا جاسکتا ہے جو آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان ہوئی۔

صدیق اکبر ﷛ :۔ تم نے پیغمبر ﷺ کو کتنے کپڑوں میں دفن کیا؟
ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا :۔ تین سفید کپڑوں میں ، جن میں نہ قمیض تھی نہ عمامہ تھا۔
صدیق اکبر ﷛ :۔ رسول اللہ ﷺ نے کس دن وفات پائی ؟
ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا :۔ دوشنبہ کے دن۔
صدیق اکبر ﷛ :۔ آج کون سا دن ہے؟
ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا :۔ دوشنبہ
صدیق اکبر ﷛ :۔ مجھے توقع ہے کہ میری موت اس وقت اور رات کے درمیان ہوگی۔ یعنی عین حضور ﷺ کے وصال کے وقت ہو گی۔ مجھے ان دونوں کپڑوں میں کفنا دینا۔
ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا :۔ یہ کپڑا تو پرانا ہے۔
صدیق اکبر ﷛ :۔ زندہ ، مردے کی نسبت نئے کپڑے کا زیادہ حقدار ہے۔

جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو صحابہ کرام عیادت کے لیے تشریف لائے اور عرض کرنے لگے کہ ہم کسی طبیب کو بلاتے ہیں جو آپ کو دیکھے ۔ آپ ﷛ نے فرمایا کہ طبیب نے تو مجھے دیکھ لیا ہے۔ انہوں نے پوچھا، پھر اُس نے کیا کہا ہے؟ فرمایا کہ اس نے یوں کہا ہے؛

''میں کرنے والا ہوں جو چاہتا ہوں''

آپ نے دوشنبہ مغرب وعشاء کے درمیان ۲۲ جمادی الاخر 13 ہجری میں 63 سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں؛

'' جب حضرت ابوبکر صدیق ﷛ نے وفات پائی تو بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ ہم آپ کو شہداء میں دفن کریں گے۔ اور بقیع میں لے جائیں گے۔ میں نے کہا کہ اپنے حجرہ میں اپنے حبیب ﷺ کے پاس ہی دفن کروں گی۔ ہم اسی اختلاف میں تھے کہ نیند کا مجھ پر غلبہ ہوا۔ میں نے سنا کہ کوئی شخص کہہ رہا تھا

''دوست کو دوست کے پاس پہنچادو''

میں بیدار ہوگئی تو معلوم ہوا کہ سب لوگوں نے اس آواز کو سن لیا یہاں تک کہ مسجد میں بھی لوگوں نے سن لیا" (کتاب صفوۃ، تاریخ الخلفاء از امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

شواہد النبوۃ میں منقول ہے کہ:

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصال کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ ان کے تابوت کو حجرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لے جائیں اور عرض کریں، السلام علیک یا رسول اللہ، اے خدا کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ ابوبکر ہے آپ کے آستانہ پر آیا ہے اگر یہ بات دربار رسالت میں مقبول ہوگئی تو دروازہ کھل جائے گا پھر مجھے وہیں رکھنا اور اگر دروازہ نہ کھلا تو بقیع میں لے جانا۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق عمل کیا۔ ابھی یہ بات ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ دروازہ کھل گیا اور ہمارے کانوں میں یہ آواز آئی کہ:

"حبیب (رضی اللہ عنہ) کو حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے آؤ"

تاریخ کامل ابن اثیر میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب سے ہم مسلمانوں کے امور کے متکفل ہوئے ہیں۔ ہم نے ان کا درہم و دینار نہیں لیا۔ ہاں ان کا نیم کوفتہ کھانا کھایا ہے اور موٹے کپڑے پہنے ہیں۔ اب ہمارے پاس مسلمانوں کے مال میں سے سوائے اس غلام، اس اونٹ اور اس چادر کے کچھ نہیں ہے۔ جب میں مر جاؤں تو ان تمام کو حضرت عمر کے پاس بھیج دینا۔ جب آپ نے وفات پائی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وصیت پر عمل کیا اور دوران خلافت بیت المال سے وصول شدہ وظیفہ کی رقم آپ کے اثاثہ جات کو بیچ کر بیت المال میں جمع کروادی۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ دیکھا تو آپ کے آنسو نکل آئے، حتیٰ کہ زمین پر ٹپک پڑے اور آپ بار بار فرماتے تھے:

"خدا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے۔ انہوں نے بے شک اپنے جانشینوں کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔"

# ارشادات عالیہ

آخر میں تبرکاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشادات کا مختصر بیان ضروری ہے۔ تفصیل کے لیے آپ کی سیرت پاک پر علیحدہ کتب موجود ہیں جن کے مطالعہ سے قلب و روح کو تسکین حاصل ہو سکتی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے:

☆ چار چیزوں کی تکمیل کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں۔

| | | |
|---|---|---|
| 1)۔ نماز کی تکمیل | ........... | سجدہ سہو سے |
| 2)۔ روزہ کی تکمیل | ........... | صدقہ فطر سے |
| 3)۔ حج کی تکمیل | ........... | فدیہ سے |
| 4)۔ ایمان کی تکمیل | ........... | جہاد فی سبیل اللہ سے |

آپ نے فرمایا، تین چیزوں سے تین چیزیں حاصل نہیں ہو سکتیں۔

1)۔ آرزو کرنے سے مالداری
2)۔ خضاب لگانے سے جوانی
3)۔ دوا استعمال کر لینے سے تندرستی

آپ نے فرمایا:

جو آدمی بغیر توشہ (یعنی نیک اعمال) کے قبر میں چلا گیا اس کی مثال ایسی ہے کہ دریا کا سفر بغیر کشتی کے کیا جائے۔ (ظاہر ہے کہ کشتی کے بغیر پانی میں جانے والا ڈوب مرے گا)

فرمایا کہ پانچ تاریکیاں ہیں اور ان کو دور کرنے کے لیے پانچ روشن چراغ ہیں:

1)۔ دنیا کی محبت تاریکی ہے اس سے نجات کے لیے پرہیزگاری کا چراغ روشن ہونا چاہیے۔

2)۔ قبر کی تاریک گہرائی ہے اسے روشن کرنے کے لیے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا چراغ چاہیے۔
3)۔ آخرت کی زندگی تاریکی ہے اگر نیک اعمال کا چراغ نہ ہو۔
4)۔ پل صراط تاریکی ہے اگر یقین کا چراغ نہ ہو۔
5)۔ گناہ تاریکی ہے اور توبہ اس کا چراغ ہے اسی روشنی سے یہ تاریکی دور ہو گی

آپ نے فرمایا؛ عبادت کرنے والے تین قسم کے ہیں:

جو ڈر کر عبادت کرتے ہیں۔ ان کی شناخت یہ ہے کہ:
1)۔ اپنے آپ کو ذلیل وحقیر جانتے ہیں۔
2)۔ اپنی نیکیوں کو کم جانتے ہیں۔
3)۔ اپنے گناہوں کو زیادہ جانتے ہیں۔

جو جنت کی امید پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں ان کی شناخت یہ ہے کہ
1)۔ دنیا کے مال میں سے بہت زیادہ سخاوت کرتے ہیں۔
2)۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سب سے زیادہ رجوع کرنے والے ہوتے ہیں۔
3)۔ اچھے کاموں میں قوم کے پیشوا ہوتے ہیں۔

جو محبت کے سبب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، ان کی شناخت یہ ہے کہ؛
1)۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی پیاری سے پیاری چیز خدا کے نام پر بلا توقف دے دیتے ہیں۔
2)۔ رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے اپنی خواہشات کے خلاف عمل کرتے ہیں۔
3)۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کے پابند ہوتے ہیں۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے خطبہ دیا۔ جس میں خدا کی حمد وثناء کے بعد فرمایا؛

"میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر سیدھے راستے

پر چلوں (اچھا کام کروں) تو میری مدد کرو اور اگر غلطی کروں تو میری اصلاح کرو۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے۔ تم میں سے جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ اس کا حق دلوادوں' انشاء اللہ' اور تم میں سے جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ اس سے دوسروں کا حق لے لوں' انشاء اللہ' جو قوم جہاد فی سبیل اللہ ترک کر دیتی ہے وہ ذلیل کر دی جاتی ہے اور جس قوم میں بے حیائی کا رواج ہو جاتا ہے اس پر عام طور پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت فرض نہیں ہے۔" (سیرت ابن ہشام)

یوسف بن محمد کا بیان ہے کہ مجھے خبر پہنچی کہ حضرت ابوبکر نے مرض موت میں وصیت کی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا لکھئے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ ہے جس کی وصیت ابو قحافہ کے بیٹے ابوبکر نے دنیا سے جاتے اور آخرت میں داخل ہوتے ہوئے ایسے وقت میں کی جبکہ کاذب سچ بولتا ہے اور خائن امانت ادا کرتا ہے اور کافر ایمان کی آرزو کرتا ہے۔ میں نے اپنے بعد عمر بن خطاب کو خلیفہ بنایا ہے۔ اگر وہ عدل کرے تو یہ میرا اس کی نسبت گمان اور توقع ہے اور اگر وہ جور و ستم کرے تو میں غیب دان نہیں اور ہر شخص کے لیے سزا ہے اس گناہ کی جو اس نے کیا۔ اور ظلم کرنے والے عنقریب معلوم کریں گے کہ وہ کس کروٹ اٹھتے ہیں۔"

آپ نے ایک پرندے کو درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ اے پرندے! خوش رہو اللہ کی قسم کاش میں تیری مانند ہوتا کہ تو درخت پر بیٹھتا ہے۔ پھل کھاتا ہے پھر اڑ جاتا ہے اور تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں ہے۔ خدا کی قسم کاش میں بجائے انسان ہونے کے ایک درخت ہوتا اور کوئی اونٹ میرے پاس سے گزرتا اور مجھے پکڑ کر اپنے منہ میں ٹھونس لیتا اور پھر چبا کر نگل جاتا۔

بعد ازاں منگنیوں کی شکل میں نکال دیتا۔

جب لوگ آپ کی تعریف کرتے تو آپ یوں کہتے "اے اللہ! تو میرا حال میری نسبت بہتر جانتا ہے اور میں اپنا حال ان کی نسبت بہتر جانتا ہوں۔ خدایا تو مجھے بہتر بنادے، اس سے جو وہ گمان کرتے ہیں اور میرے وہ گناہ بخش دے جو ان کو معلوم نہیں اور جو وہ کہتے ہیں اس پر مجھے گرفت نہ کر۔"

جب کبھی آپ رضی اللہ عنہ کوئی مشتبہ کھانا تناول فرمالیتے اور آپ کو اس کا علم ہو جاتا تو آپ قے کر کے اپنے پیٹ سے نکال دیتے اور یوں دعا کرتے "اے اللہ! جو کچھ رگوں نے پی لیا ہے اور انتڑیوں کے ساتھ مل گیا ہے تو اس پر مجھے مواخذہ نہ کرنا"

آپ نے فرمایا کہ جب کسی بندے کو دنیا کی کسی زینت پر ناز آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو دشمن رکھتا ہے یہاں تک کہ وہ اس زینت کو چھوڑ دے۔

فرمایا: اے لوگو! خدا سے حیاء کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ جب میں قضائے حاجت کے لیے جنگل میں جاتا ہوں تو خدا سے شرم کے مارے اپنا منہ ڈھانپ لیتا ہوں۔

امام نسائی نے اسلم (غلام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اپنی زبان کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے ہیں اور فرمار ہے ہیں کہ اسی نے مجھے ہلاکت کے اندیشوں میں ڈال دیا ہے۔

آپ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن اپنے ہمسایہ سے جھگڑ رہے تھے۔ آپ ان کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ اپنے ہمسایہ سے مت جھگڑ، کیونکہ نیکی رہ جائے گی اور لوگ چلے جائیں گے

جب آپ کی اونٹنی کی مہار گر پڑتی تو اُسے بٹھا کر خود اٹھا لیتے۔ حاضرین عرض کرتے کہ آپ نے ہمیں کیوں نہیں حکم دیا؟ آپ فرماتے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔

آپ جب کسی شخص کو صبر کی تلقین کرتے تو فرماتے کہ صبر کے ساتھ کوئی مصیبت نہیں اور بے صبری سے کوئی فائدہ نہیں۔ موت اپنے مابعد سے آسان اور ماقبل سے سخت ہے۔

جب آپ نے حضرت خالد بن ولید کو مرتدین کی طرف جہاد کرنے کی غرض سے بھیجا تو فرمایا کہ موت کا حریص بن جا، تجھے حیات عطا ہوگی۔

جب آپ ﷺ کو خبر ملی کہ اہل فارس نے پرویز کی لڑکی کو اپنا حکمران بنالیا ہے تو فرمایا کہ وہ قوم ذلیل ہوگئی جس نے اپنی حکومت کسی عورت کے ہاتھ میں دے دی۔

آپ نے فرمایا؛

1)۔ کہ تجھ پر خدا کی طرف سے جاسوس ہیں۔(یعنی کراماً کاتبین اور دیگر فرشتے وغیرہ)

2)۔ لوگوں میں خدا کا سب سے زیادہ فرمانبردار بندہ وہ ہے جو گناہ کا سب سے زیادہ دشمن ہے۔

3)۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ میرے نزدیک اپنے خویش واقرباء کی نسبت رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے محبت وسلوک رکھنا زیادہ پسندیدہ ہے۔

4)۔ اس قول میں کوئی خوبی نہیں جس سے اللہ کی رضا مطلوب نہ ہو اور اس مال میں کوئی خوبی نہیں جو راہ خدا میں خرچ نہ کیا جائے اور اس شخص میں کوئی خوبی نہیں جس کی جہالت اس کے علم پر غالب ہو اور اُس شخص میں کوئی خوبی نہیں جو نیک اعمال میں ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرتا ہو۔

5)۔ ادراک کے حاصل کرنے سے عاجز آنا ادراک ہے۔

6)۔ اللہ تعالیٰ تیرے باطن کا حال دیکھ رہا ہے جیسا کہ ظاہر کا حال دیکھ رہا ہے۔

7)۔ اللہ رحم کرے اس مرد پر جس نے اپنی جان سے اپنے بھائی کی مدد کی۔

8)۔ جب تجھ سے کوئی نیکی فوت ہو جائے تو اس کا تدارک کر اور اگر کوئی بدی تجھے آگھیرے تو اُس سے بچ جا۔

9)۔ ہم ایک حرام میں پڑنے کے خوف سے ستر حلال کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔

10)۔ آیت (" ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ "یعنی ظاہر ہوگیا فساد جنگل

اور سمندر میں ) کی تاویل میں آپ کا قول ہے کہ جنگل سے مراد زبان اور سمندر سے مراد قلب ہے۔ جب زبان خراب ہو جاتی ہے تو انسان روتے ہیں جب دل خراب ہو جاتا ہے تو اس پر فرشتے روتے ہیں۔

11)۔ شہوت کے سبب سے بادشاہ غلام بن جاتے ہیں اور صبر سے غلام بادشاہ بن جاتے ہیں۔حضرت یوسف وزلیخا کے قصے پر غور کرو۔

12)۔ جس شخص نے گناہوں کو ترک کیا۔اس کا دل نرم ہو گیا اور جس نے حرام کو ترک کیا اس کا فکر و اندیشہ صاف ہو گیا۔

13)۔ سب سے کامل عقل اللہ کی خوشنودی کا حصول اور اس کے غضب سے بچنا ہے۔

14)۔ عاقل کے لیے کوئی مسافرت نہیں اور جاہل کے لیے کوئی وطن نہیں۔

15)۔ تین چیزیں جس شخص میں ہوں گی ، اُس کو نقصان دیں گی ۔ (ا) نافرمانی (ب) عہد شکنی (ج) مکر وفریب

16)۔ جس شخص میں یہ چار خصلتیں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہے۔
(ا)۔ توبہ کرنے سے خوش ہونے والا (ب)۔ گنہگار کے لیے مغفرت طلب کرنے والا
(ج)۔ مصیبت زدہ کے لیے دعا کرنے والا (د)۔ احسان کرنے والے کی مدد کرنے والا

17)۔ ابلیس تیرے آگے کھڑا ہے اور نفس تیرے دائیں طرف اور خواہش نفسانی بائیں طرف اور دنیا تیرے پیچھے اور اعضا تیرے گرد اور اللہ جل جلالہ تیرے اوپر ہے۔ ابلیس تو تجھے ترک دین کی طرف بلا رہا ہے ۔ اور نفس معصیت کی طرف ، خواہش نفسانی شہوتوں کی طرف ، دنیا آخرت کو چھوڑ کر اسے اختیار کرنے کی طرف ، اور اعضاء گناہوں کی طرف اور اللہ جل شانہٗ جنت و مغفرت کی طرف بلا رہا ہے۔ پس جس نے ابلیس کی سنی اُس کا دین جاتا رہا۔ جس نے نفس کی سنی ، اس کی روح جاتی رہی۔ جس نے ہوائے نفس کی سنی اس کی عقل جاتی رہی۔ جس نے دنیا کی سنی اس سے آخرت جاتی رہی۔ جس نے اعضا کی سنی اس سے بہشت جاتا رہا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی سنی اس سے تمام برائی جاتی رہی اور اس نے تمام نیکی کو حاصل کر لیا۔

18)۔ بخیل کا مال سات حالتوں میں سے ایک سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ مر جائے گا اور اس کا

وارث ایسا شخص ہوگا جو اس کے مال کو فضول خرچی سے اڑا دے گا اور طاعت خدا کے سوا کسی اور کام میں خرچ کرے گا۔ یا کوئی شہوت نفسانی اس میں پیدا ہو جائے گی جس سے وہ اپنے مال کو ضائع کردے گا۔ یا اُسے گھر یا عمارت کے بنانے کا خیال آ جائے گا اور اس کا مال صرف ہو جائے گا۔ یا اس مال کو حوادث دنیا میں سے کوئی حادثہ پیش آئے گا جیسا کہ جل جانا یا غرق ہو جانا یا چوری ہو جانا یا اس طرح کا کوئی اور حادثہ پیش آ جانا۔ یا اُس کو کوئی مرض دائمی عارض ہو جائے گا جس کے سبب سے وہ اپنے مال کو دواؤں میں خرچ کردے گا۔ یا وہ اپنے مال کو کسی جگہ دفن کر کے بھول جائے گا۔ اور نہ پائے گا۔

19)۔ آٹھ چیزیں، آٹھ چیزوں کی زینت ہیں۔ پرہیزگاری زینت ہے فقر کی، شکر زینت ہے دولتمندی کی، صبر زینت ہے بلا کی۔ تواضع زینت ہے شرف و بزرگی کی، حلم زینت ہے عالم کی، فروتنی و عاجزی زینت ہے طالب علم کی، احسان نہ جتانا زینت ہے احسان کی اور خشوع زینت ہے نماز کی۔

20)۔ امام مالک نے موطا میں بروایت یحییٰ بن سعید نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف فوجیں بھیجیں تو آپ نے یزید بن ابی سفیان کو فرمایا: میں تم کو دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ 1۔ کسی لڑکے کو قتل نہ کرنا۔ 2۔ کسی عورت کو قتل نہ کرنا۔ 3۔ کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔ 4۔ کسی پھل والے درخت کو نہ کاٹنا۔ 5۔ کسی بکری یا گائے بیل کے پاؤں نہ کاٹنا مگر بغرض خوراک ذبح کر لینا۔ 6۔ کسی بستی کو نہ جلانا۔ 7۔ کسی بستی کو ویران نہ کرنا۔ 8۔ ہراساں نہ ہونا۔ 9۔ بزدلی نہ کرنا۔ 10۔ مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں؛

"میں مدینہ طیبہ میں بوڑھوں محتاجوں اور مسکینوں کی امداد کے خیال سے جاتا تھا تو ان کی سب حاجات کا انتظام موجود پاتا تھا۔ مجھ کو یہ معلوم کرنے کی خواہش ہوئی کہ وہ کون ہے جو ان لوگوں کے تمام کام پہلے ہی کر جاتا ہے۔ تلاش و جستجو کے بعد معلوم ہوا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

اللہ رب العالمین جل شانہٗ ہمیں خلیفۂ رسول حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاداتِ عالیہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آفتابِ رسالت سے جو نور حاصل کیا اس سے تمام عالم منور ہو گیا، اس کی ضیاء سے ہزاروں شمعیں روشن ہوئیں اور ان کی روشنی اقصائے عالم میں پھیل گئی۔ آپ کے فیضانِ صحبت سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جیسے ممتاز صحابی کا سینہ پاک اس نسبت لطیف کا حامل ہوا۔ سالہا سال تک ہر طرف علم و عرفان کی بارش ہوتی رہی۔ رحمت کی گھٹائیں جھوم جھوم کر اٹھتی رہیں اور تشنگانِ معرفت الٰہی کو سیراب کرتی رہیں۔ شام، عراق، فارس اور ماوراء النہر، بلخ، بخارا، تاشقند، سمرقند اور وسط ایشیاء کے علاقوں میں یہ روشنی پھیلتی چلی گئی۔ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت خواجہ بابا سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہوتی ہوئی آٹھویں صدی ہجری میں یہ نسبت عالیہ امام الطریقت و الشریعت حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک پہنچ گئی۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ کا یہ عالم تھا کہ جس شخص پر نگاہ پڑتی اس کی لوحِ دل پر نقش "اللہ" ثبت ہو جاتا اور ہر بُن مُو سے ذکرِ حق جاری ہو جاتا۔ یہیں سے اس نسبت لطیف کو نسبت نقشبندیہ کا عرف عام مل گیا۔

# حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

پیدائش: 404ء 187 قبل عام الفیل بمقام : اصفہان (ایران)

وصال : 10 رجب 23 ہجری مزار اقدس : مدائن «عراق»

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا شمار جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہوتا ہے۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ آپ کا تعلق ایک مجوسی خاندان سے تھا۔ آپ نے مجوسی مذہب سے بیزار ہو کر پہلے تو یہودی مذہب اختیار کیا اور بعد میں عیسائیت قبول کر لی۔ ایک عیسائی راہب نے مرتے وقت آپ کو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں سکونت پذیر ہوں گے اور ساتھ ہی اُس نے چند نشانیاں بھی بتادیں۔ چنانچہ آپ مدینہ منورہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ راستہ میں ایک شخص نے آپ کو غلام بنالیا اور مدینہ شریف کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ہجرت کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے تمام نشانیاں درست پائیں لہٰذا حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے یہودی آقا کو قیمت ادا کر کے آپ کو آزاد کرا لیا اور اس کے بعد آپ اصحاب صفہ میں شامل ہو کر ہمیشہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے۔ آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بڑا رتبہ حاصل کیا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق اور غزوات مابعد میں شامل ہوئے۔ غزوۂ احزاب میں جب خندق کھودنے لگے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق مسلمانوں میں تقسیم فرمادی۔ حضرت سلمان کے بارے میں مہاجرین و انصار میں اختلاف پیدا ہوا، ہر ایک فریق کا دعویٰ تھا کہ سلمان ہم میں سے ہیں۔ اس وقت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سلمان منا اھل البیت" (سلمان میرے اہل بیت میں سے ہے)۔

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سابقین چار ہیں۔ 1۔ سابق عرب میں ہوں۔ 2۔ صہیب سابق روم ہیں۔ 3۔ سلمان سابق فرس ہیں۔ 4۔ بلال سابق حبشہ ہیں۔

آپ ان تین صحابیوں میں سے ہیں جن کا بہشت مشتاق ہے۔ آپ ان چار صحابہ میں سے ہیں جن کو خدا دوست رکھتا ہے اور اپنے حبیب پاک کو ان کی دوستی کا ارشاد فرماتا ہے۔ آپ ان چار بزرگوں میں سے ہیں جن کی نسبت حضرت معاذ بن جبل نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی کہ ان کے پاس علم تلاش کرنا۔

آپ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدائن کا گورنر بنا دیا تھا اور پانچ ہزار درہم سالانہ آپ کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ جب آپ کو وظیفہ ملتا تو آپ اسے راہ خدا میں خرچ کر دیتے اور بوریا بافی سے اپنا گذارہ کرتے۔ آپ کا کوئی گھر نہ تھا۔ دیواروں اور درختوں کے سایہ میں رہا کرتے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں آپ کی سکونت کے لیے گھر بنا دیتا ہوں۔ فرمایا: مجھے گھر کی ضرورت نہیں۔ اس نے اصرار کیا اور کہا کہ جس قسم کا گھر آپ کی طبیعت کے موافق ہے وہ مجھے معلوم ہے۔ فرمایا کہ بیان کرو: اس نے عرض کیا کہ میں آپ کے لیے ایسا گھر بنا دیتا ہوں کہ جب آپ اس میں کھڑے ہوں تو سر مبارک اس کی چھت سے لگے اور جب پاؤں پھیلائیں تو پاؤں کی انگلیاں دیوار سے جا لگیں، فرمایا، درست ہے؛ چنانچہ اس نے ایسا ہی گھر تیار کر دیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دھاری دار کملی تھی۔ جس کا کچھ حصہ آپ رضی اللہ عنہ اوڑھ لیتے اور کچھ نیچے بچھا لیتے۔ گورنری کی حالت میں بھی یہی کملی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رہتی۔ بعض ناواقف لوگ آپ کی ظاہری حالت دیکھ کر آپ سے بطور مزدور اپنا اسباب اٹھواتے۔ جب راستے میں ان کو معلوم ہو جاتا کہ یہ امیر شہر ہیں تو عذر کرتے کہ ہم خود اٹھا لیتے ہیں مگر آپ فرماتے کہ حسب وعدہ منزل تک پہنچا کر ہی آؤں گا۔

جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی زوجہ سے کہا، کچھ کستوری جو تمہارے پاس ہے، اسے پانی میں گھول کر میرے سر کے گرد چھڑک دو، کیونکہ اب ایک قوم آنے والی ہے جو نہ انسان ہیں نہ جن۔ آپ کی زوجہ محترمہ فرماتی ہیں کہ میں آپ کا ارشاد بجا لائی اور گھر

سے باہر نکلی تو آواز آئی "اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا وَلِیَّ اللّٰہِ، اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰہِ" جب میں اندر گئی تو کیا دیکھا کہ آپ کی روح پرواز کر چکی ہے اور آپ اس طرح لیٹے ہوئے ہیں، جیسا کہ سو رہے رہوں۔ آپ کی عمر وصال مبارک کے وقت اڑھائی سو سال تھی۔

# ارشاداتِ عالیہ

1)۔ مومن کا حال دنیا میں مثل اس بیمار کے ہے جس کے ساتھ اس کا طبیب ہو جو اس کی بیماری اور دوا کو جانتا ہے۔ جب مریض کسی مضر چیز کو چاہتا ہے تو وہ اسے منع کر دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ اگر تم اسے کھاؤ گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ اسی طرح مومن بہت سی چیزوں کو چاہتا ہے۔ پس اللہ عزوجل اس کو ان سے روک دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مر جاتا ہے اور بہشت میں داخل ہو جاتا ہے۔

2)۔ تعجب ہے طالب دنیا پر جس کو موت طلب کر رہی ہے اور تعجب ہے اس غافل پر جس کو فراموش نہیں کیا گیا اور تعجب ہے اس ہنسنے والے پر جو یہ نہیں جانتا کہ اس کا پروردگار اس سے راضی ہے یا ناخوش۔

3)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ تمہارا روزینہ مثل توشۂ سوار کے ہونا چاہیے۔

4)۔ آپ رضی اللہ عنہ جب اپنی خادمہ کو کسی کام سے بھیجتے تو آٹا خود ہی گوندھ لیتے اور فرماتے کہ ہم اس سے دو کام نہیں لیتے۔

5)۔ آپ بوریا بافی (یا زنبیل بافی) کرتے اور فرماتے کہ میں ایک درہم کے برگ خرما

خریدتا ہوں اور اس سے بوریا یا زنبیل تیار کر کے تین درہموں پر بیچ دیتا ہوں۔ ان میں سے ایک درہم خیرات کر دیتا ہوں، ایک درہم برگ خرما خریدنے کے لیے پس انداز کر لیتا ہوں اور ایک درہم اپنے عیال پر خرچ کر دیتا ہوں۔

6)۔ گورنری کی حالت میں ایک جماعت آپ کے پاس آئی اور آپ بوریا بافی کر رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ یہ کام کیوں کر رہے ہیں جبکہ آپ گورنر ہیں اور آپ کا وظیفہ بھی مقرر ہے۔؟ آپ نے فرمایا کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاؤں۔

7)۔ سعید بن میتب سے روایت ہے کہ حضرت سلمان نے حضرت عبداللہ بن سلام سے کہا۔ پیارے بھائی ہم میں سے جو پہلے وفات پائے، وہ دوسرے کو خواب میں دکھائی دے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا، کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں!

"مومن بندے کی روح آزاد ہوتی ہے، زمین میں جہاں چاہتی ہے چلی جاتی ہے اور کافر کی روح قید خانے میں ہوتی ہے۔"

پس حضرت سلمان نے پہلے وصال فرمایا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز میں دوپہر کے وقت قیلولہ کر رہا تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سلمان تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے کہا، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، میں نے جواب میں کہا، وعلیک السلام ورحمۃ اللہ، اے ابو عبداللہ! تو نے اپنا مقام کیسا پایا؟ حضرت سلمان نے کہا کہ خوب ہے۔ پھر تین بار فرمایا۔ تو توکل اختیار کر کیونکہ توکل اچھا ہے۔

8)۔ بازار میں سب سے پہلے داخل نہ ہو اور نہ سب سے پیچھے نکل، کیونکہ وہ معرکہ شیطان ہے۔ اور وہاں اس کا جھنڈا گڑا ہوتا ہے۔

9)۔ آپ نے حضرت ابوالدرداء سے کہا کہ تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے اور تیرے رب کا تجھ پر حق ہے اور تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے اور تیرے اہل کا تجھ پر حق ہے۔ پس ہر ایک حق دار کو اس کا حق عطا کر۔ پھر وہ دونوں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور حضور سے اس بات کا ذکر کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سلمان نے سچ کہا ہے۔" (جامع ترمذی)

# حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم

ولادت : 36 ہجری بمقام : مدینہ منورہ
وصال : 108 ہجری مزار اقدس : مدینہ منورہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں یزدجرد شاہ فارس کی تین لڑکیاں مال غنیمت میں آئیں۔ ان کی قیمت ٹھہرائی گئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے تینوں کو خرید لیا۔ ان میں سے ایک اپنے صاحبزادے امام حسین رضی اللہ عنہ کو دے دی جس سے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ دوسری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دے دی جس سے حضرت سالم پیدا ہوئے اور تیسری حضرت محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو دے دی جس سے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ پس حضرات زین العابدین، سالم اور قاسم ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ حضرت قاسم اپنے والد ماجد کے قتل ہونے کے بعد اپنی پھوپھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں بطور یتیم پرورش پاتے رہے۔ آپ کا انتساب علم باطن میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ہے۔

حضرت قاسم تابعین اور فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ امام، عالم، فقیہہ، پرہیزگار اور حافظ الحدیث تھے۔ یحییٰ بن سعید انصاری کا قول ہے کہ ہم نے مدینہ منورہ میں کسی کو ایسا نہیں پایا کہ اسے قاسم پر فضیلت دیں۔ ایوب سختیانی کا بیان ہے کہ میں نے کسی کو قاسم سے افضل نہیں دیکھا۔ بقول امام بخاری آپ افضل اہل زمانہ تھے۔ ابوالزناد کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو قاسم سے بڑھ کر سنت کا عالم نہیں پایا اور نہ کسی فقیہہ کو آپ سے بڑھ کر عالم دیکھا۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ ایک بدوی نے مسجد میں ان سے سوال کیا کہ آپ بڑے عالم ہیں یا سالم بن عبداللہ؟ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سوال کے جواب میں خاموشی اختیار فرمائی۔ اس نے دوبارہ سوال کیا تو آپ نے صرف سبحان اللہ کہہ دیا۔ پھر جب اس نے تیسری مرتبہ سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ، سالم سے دریافت کرلو حقیقت یہ ہے کہ آپ خود یہ نہیں کہنا چاہتے تھے کہ میں بڑا عالم ہوں اور نہ ہی یہ کہنا چاہتے تھے کہ سالم بڑا عالم ہے، اس طرح یہ جھوٹ ہو جاتا کیونکہ آپ کا درجہ میدان علم میں سالم سے زیادہ تھا۔

آپ ہر روز صبح کے وقت مسجد نبوی تشریف لاتے اور کبھی ناغہ نہ کرتے۔ دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر یہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور منبر کے درمیان اپنی مسندِ علم پر براجمان ہو جاتے، ہر جانب سے آنے والے طلبہ کا یہاں ہجوم رہتا اور وہ اس صاف و شفاف میٹھے چشمے سے اپنی پیاس بجھاتے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد آپ اور آپ کے خالہ زاد بھائی عبداللہ بن عمر مدینہ کے قابل اعتماد امام مشہور ہوئے اور انہوں نے لوگوں کے دلوں پر حکومت کی۔

جن مسائل کا آپ کو علم ہوتا آپ جواب دیتے اور جن کا علم نہ ہوتا، ان کے متعلق برملا فرماتے کہ مجھے اس مسئلے کا کوئی علم نہیں۔ اس پر لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم جو مسائل تم پوچھ رہے ہو وہ سب کے سب ہم نہیں جانتے اگر جانتے ہوتے تو وہ آپ لوگوں سے چھپا کر نہ رکھتے اور نہ ہی دینی مسائل کو چھپانا ہمارے لیے جائز ہے۔ میرے نزدیک جاہل کہلانا اس سے کہیں بہتر ہے کہ نہ جانتے ہوئے بھی لوگوں کو غلط مسائل بتا دیے جائیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے تھے کہ اگر امر خلافت میرے
اختیار میں ہوتا تو میں خلافت حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیتا۔

جب وقتِ وفات قریب آیا تو کفن کے متعلق وصیت کی کہ میں جن کپڑوں میں نماز پڑھتا ہوں، اسی میں کفنایا جاؤں، اس میں قمیض، ازار اور چادر وغیرہ کفن کے تمام کپڑے تھے۔ آپ کے صاحبزادے نے عرض کیا کہ کیا آپ اور دو نئے کپڑے پسند نہیں کرتے تو فرمایا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تین کپڑوں میں کفنائے گئے تھے۔ اور یہ کہ مُردوں کے مقابلے میں زندوں کو نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہے۔ نیز فرمایا کہ میری قبر پر میری تعریف نہ کرنا۔ اس وصیت کے بعد آپ اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دوران سفرِ حج" قدید" کے مقام پر وصال فرمایا اور "مشلل" کے مقام پر دفن کیے گئے۔ قدید اور مشلل کے درمیان تقریباً تین میل کا فاصلہ ہے۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا وصال باختلاف روایت 106ھ، 107ھ یا 108ھ میں ہوا۔ محمد بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۰۸ھ میں ہوئی، جب کہ وہ ستر یا بہتر برس کے تھے، اور اُن کی نگاہ جا چکی تھی۔ ابن سعد نے بھی طبقات میں 108ھ لکھا ہے۔ جبکہ بقول ابن معین و ابن المدینی 24 جمادی الاولیٰ 106ھ ہے۔

# حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

پیدائش : 70ھ 499ء بمقام : مدینہ منورہ
وصال : 15 رجب المرجب 138 ہجری مزار اقدس : مدینہ منورہ

آپ کا نام نامی جعفر صادق اور کنیت ابو محمد ہے۔ آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی تعلیم اپنے نانا جان جناب حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہ سے حاصل کی جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسبت اپنے والد ماجد اور جد امجد جناب امام زین العابدین سے حاصل کی۔ چنانچہ مکتوبات شریف میں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں؛

" آپ کی یہ اولوالعزم شان تھی کہ آپ نے نسبت عالیہ نقشبندیہ اور نسبت عالیہ جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ دونوں کو احسن طریقے سے سنبھالا ہوا تھا اور جو کسی نسبت کی خواہش کرتا آپ اس کو اسی نسبت میں بیعت فرماتے۔ آپ کی شان کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جیسی اولوالعزم ہستیاں آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ آپ سادات اہل بیت میں سے تھے۔ آپ کی امامت وسیادت پر سب کا اتفاق ہے۔ آپ زہد و تقویٰ میں کامل تھے آپ پہلے مدینہ منورہ میں لوگوں کو اپنے فیوض و برکات سے مستفیض فرماتے رہے بعد میں عراق تشریف لے گئے اور وہاں مدت تک قیام فرمایا۔"

آپ کا درجہ صحابہ کرام کے بعد ہی آتا ہے لیکن اہل بیت میں شامل ہونے کی وجہ سے نہ صرف باب طریقت ہی میں آپ سے ارشادات منقول ہیں بلکہ بہت سی روایتیں بھی مروی ہیں اور انہیں کثیر ارشادات میں سے بعض چیزیں بطور سعادت ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔ جو لوگ آپ کے طریقہ پر عمل پیرا ہیں وہ بارہ اماموں کے مسلک پر گامزن ہیں کیوں کہ آپ کا مسلک

بارہ اماموں کے طریقت کا قائم مقام ہے اور اگر تنہا آپ ہی کے حالات و مناقب بیان کر دیئے جائیں تو بارہ اماموں کے مناقب کا ذکر تصور کیا جائے گا۔ آپ نہ صرف مجموعہ کمالات و پیشوائے طریقت کے شیخ ہیں بلکہ ارباب ذوق اور عاشقان طریقت اور زہدان عالی مقام کے مقتدا بھی ہیں۔ نیز آپ نے اپنی بہت سی تصانیف میں رازہائے طریقت کو بڑے اچھے پیرائے میں واضح فرمایا ہے اور حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کے بھی کثیر مناقب روایت کیے ہیں۔

حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان کم فہم لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ اہل سنت نعوذ باللہ اہل بیت سے دشمنی رکھتے ہیں جب کہ صحیح معنوں میں اہل سنت ہی اہل بیت سے محبت رکھنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے عقائد ہی میں یہ شے داخل ہے کہ رسول خدا پر ایمان لانے کے بعد ان کی اولاد سے محبت کرنا لازم ہے۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اہل بیت ہی کی محبت کی وجہ سے حضرت امام شافعی کو رافضی کا خطاب دے کر قید کر دیا گیا، جس کے متعلق امام صاحب خود اپنے ہی ایک شعر میں اشارہ فرماتے ہیں کہ اگر اہل بیت سے محبت کا نام رفض ہے تو پھر پورے عالم کو میرے رافضی ہونے پر گواہ رہنا چاہیے۔

ہر اہل ایمان کے لیے ضروری ہے کہ جس طرح وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب سے آگاہی حاصل کرتا ہے اسی طرح خلفائے راشدین و دیگر صحابہ کرام اور اہل بیت کے مراتب کو بھی افضل خیال کرے۔

**سنی کی تعریف:** صحیح معنوں میں اُسی کو سنی کہا جاتا ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ رکھنے والوں میں سے کسی کی فضیلت کا بھی منکر نہ ہو۔ ایک روایت ہے کہ کسی نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین میں سب سے زیادہ افضل کون ہے؟ فرمایا کہ بیٹیوں میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بوڑھوں میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور جوانوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ اور ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

ایک شب خلیفہ منصور نے اپنے مصاحبوں کو حکم دیا کہ امام جعفر صادق کو میرے روبرو پیش کرو تا کہ میں ان کو قتل کر دوں۔ ایک وزیر نے عرض کیا کہ دنیا کو خیر باد کہہ کر جو شخص عزلت نشین ہو گیا ہو اس کو قتل کرنا قرین مصلحت نہیں۔ لیکن خلیفہ نے غضب ناک ہو کر کہا کہ میرے حکم کی تعمیل تم پر ضروری ہے۔ چنانچہ مجبوراً جب وزیر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو لینے چلا گیا تو منصور نے غلاموں کو ہدایت کر دی کہ جس وقت میں اپنے سر سے تاج اتاروں تو تم فی الفور امام جعفر صادق کو قتل کر دینا لیکن جب آپ تشریف لائے تو آپ کی عظمت و جلال نے خلیفہ کو اس درجہ متاثر کیا کہ وہ بے قرار ہو کر آپ کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا اور نہ صرف آپ کو صدر مقام پر بٹھایا بلکہ خود بھی مؤدبانہ آپ کے سامنے بیٹھ کر آپ کی حاجات اور ضروریات کے متعلق دریافت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ میری سب سے اہم حاجت و ضرورت یہ ہے کہ آئندہ پھر کبھی مجھے دربار میں طلب نہ کیا جائے تا کہ میری عبادت و ریاضت میں خلل واقع نہ ہو۔ چنانچہ منصور نے وعدہ کر کے عزت اور احترام کے ساتھ آپ کو رخصت کیا لیکن آپ کے دبدبے کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ لرزہ براندام ہو کر مکمل تین شب و روز بے ہوش رہا۔ بعض روایات میں ہے کہ تین نمازوں کے قضا ہونے کی حد تک غشی طاری رہی۔ بہر حال خلیفہ کی یہ حالت دیکھ کر وزیر اور غلام حیران رہ گئے اور جب خلیفہ سے اس کا حال دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ جس وقت امام جعفر صادق میرے پاس تشریف لائے تو ان کے ساتھ اتنا بڑا اژدھا تھا جو اپنے جبڑوں کے درمیان پورے چبوترے کو گھیرے میں لے سکتا تھا اور وہ اپنی زبان میں مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اگر تو نے ذرا سی گستاخی بھی کی تو تجھ کو چبوترے سمیت نگل جاؤں گا، چنانچہ اس کی دہشت مجھ پر طاری ہو گئی اور میں نے معافی طلب کر لی۔

ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاضر خدمت ہو کر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ چونکہ اہل بیت میں سے ہیں اس لیے مجھ کو کوئی نصیحت فرمائیں لیکن آپ خاموش رہے اور جب دوبارہ داؤد طائی نے کہا کہ اہل بیت ہونے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو فضیلت بخشی ہے اس لحاظ سے نصیحت کرنا آپ کے لیے ضروری ہے تو یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ مجھے یہی تو خوف لگا ہوا ہے کہ قیامت کے دن میرے جد اعلیٰ ہاتھ پکڑ کر یہ سوال نہ کر

لیس کر تو نے خود میرا اتباع کیوں نہیں کیا؟ کیونکہ اعمال صالح نسب سے پہلے دیکھے جائیں گے۔ یہ سن کر داؤد طائی کو بہت عبرت ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ جب اہل بیت پر خوف کے غلبہ کا یہ عالم ہے تو میں کس گنتی میں آتا ہوں اور کس چیز پر فخر کر سکتا ہوں۔

جب آپ رضی اللہ عنہ تارک الدنیا ہو گئے تو حضرت ابوسفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاضر خدمت ہو کر فرمایا کہ مخلوق آپ کے تارک الدنیا ہونے سے آپ کے فیوض عالیہ سے محروم ہو گئی ہے تو آپ نے اس کے جواب میں مندرجہ ذیل شعر پڑھے ۔

ذَهَبَ الْوَفَا ذِهَابَ اَنْسِ الذَّاهِبِ
وَالنَّاسُ بَيْنَ تَخَائِلٍ وَ مَآرِبِ

﴿کسی جانے والے انسان کی طرح وفا بھی چلی گئی اور لوگ اپنے خیالات میں غرق رہ گئے﴾

يَغْشُوْنَ بَيْنَهُمُ الْمَوَدَّةَ وَالْوَفَا
وَ قُلُوْبُهُمْ مَحْشُوْدَةٌ بِعَقَارِبِ

﴿گو بظاہر ایک دوسرے کے ساتھ اظہار محبت و وفا کرتے ہیں لیکن ان کے قلوب بچھوؤں سے لبریز ہیں۔﴾

ایک دفعہ آپ کو بیش بہا لباس میں دیکھ کر کسی نے اعتراض کیا کہ اتنا قیمتی لباس اہل بیت کے لیے مناسب نہیں تو آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر جب اپنی آستین پر پھیرا تو اس کو آپ کا لباس ٹاٹ سے بھی زیادہ کھردرا محسوس ہوا۔ اس وقت آپ نے فرمایا "**هٰذَا لِلْخَلْقِ وَ هٰذَا لِلْحَقِّ**" یعنی مخلوق کی نگاہوں میں تو یہ عمدہ لباس ہے لیکن حق کے لیے یہی کھردرا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا کہ دانش مند کی کیا تعریف ہے؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ جو بھلائی اور برائی میں امتیاز کر سکے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ امتیاز تو جانور بھی کر لیتے ہیں، کیونکہ جو ان کی خدمت کرتا ہے ان کو ایذا نہیں پہنچاتے اور جو تکلیف دیتا ہے اس کو کاٹ کھاتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا کہ پھر آپ کے نزدیک دانشمندی کی کیا علامت ہے؟ جواب دیا کہ جو دو بھلائیوں میں سے بہتر بھلائی کو اختیار کرے اور دو برائیوں میں سے مصلحتاً کم برائی پر عمل کرے۔

کسی نے آپ سے عرض کیا کہ ظاہری و باطنی فضل و کمال کے باوجود آپ میں تکبر پایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا میں متکبر تو نہیں ہوں۔ البتہ جب میں نے کبر کو ترک کر دیا تو میرے رب کی کبریائی نے مجھے گھیر لیا۔ اس لیے میں اپنے کبر پر نازاں نہیں ہوں، بلکہ میں تو رب کی کبریائی پر فخر کرتا ہوں۔

کسی شخص کی دینار کی تھیلی گم ہو گئی تو اس نے آپ پر الزام لگاتے ہوئے کہا کہ میری تھیلی آپ ہی نے چرائی ہے۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس سے سوال کیا کہ اس میں کتنی رقم تھی؟ اس نے کہا دو ہزار دینار، چنانچہ گھر لے جا کر آپ نے اس کو دو ہزار دینار دے دیئے بعد میں جب اس کی کھوئی ہوئی تھیلی کسی دوسری جگہ سے مل گئی تو اس نے پورا واقعہ بیان کر کے معافی چاہتے ہوئے آپ سے رقم واپس لینے کی درخواست کی لیکن آپ نے فرمایا ہم کسی کو دے کر واپس نہیں لیتے پھر جب لوگوں سے اس کو آپ کا اسم گرامی معلوم ہوا تو اس نے بے حد ندامت کا اظہار کیا۔

ایک مرتبہ آپ تنہا اللہ جل شانہٗ کا ورد کرتے ہوئے کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک اور شخص بھی اللہ جل شانہ کا ورد کرتا ہوا آپ کے ساتھ ہو گیا۔ اس وقت آپ کی زبان سے نکلا کہ اے اللہ! اس وقت میرے پاس کوئی بہتر لباس نہیں ہے۔ چنانچہ یہ کہتے ہی غیب سے ایک بہت قیمتی لباس نمودار ہوا اور آپ نے زیب تن کر لیا لیکن اس شخص نے جو آپ کے ساتھ لگا ہوا تھا عرض کیا کہ میں بھی تو اللہ جل شانہ کا ورد کرنے میں آپ کا شریک ہوں لہٰذا آپ اپنا پرانا لباس مجھے عنایت فرما دیں۔ آپ نے لباس اتار کر اس کے حوالے کر دیا۔

کسی نے آپ سے عرض کر دیا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار کروا دیجئے آپ نے فرمایا کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ سے فرمایا گیا تھا کہ "لن ترانی" (تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا) اس نے عرض کیا یہ تو مجھے بھی علم ہے لیکن یہ تو امت محمدی ہے جس میں ایک تو یہ کہتا ہے کہ رَأَىٰ قَلْبِیْ میرے قلب نے اپنے پروردگار کو دیکھا، اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ "لَمْ اَعْبُدْ رَبًّا لَمْ اَرَاہُ" یعنی میں ایسے رب کی عبادت نہیں کرتا جو مجھ کو نظر نہیں آتا۔ یہ سن کر آپ نے حکم دیا کہ اس شخص کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دریائے دجلہ میں ڈال دو۔ چنانچہ جب اس کو پانی میں ڈال دیا

گیا اور پانی نے اس کو اوپر پھینکا تو اس نے حضرت سے بہت فریاد کی لیکن آپ نے پانی کو حکم دیا کہ اس کو خوب اچھی طرح اوپر نیچے غوطے دے اور جب کئی مرتبہ پانی نے غوطے دیئے اور وہ دلب مرگ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ سے اعانت کا طالب ہوا۔ اس وقت حضرت نے اس کو پانی سے نکلوایا اور اس کے حواس درست ہونے کے بعد دریافت فرمایا کہ اب تو نے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا؟ اس نے عرض کیا کہ جب تک میں دوسروں سے اعانت کا طلب گار رہا اس وقت تک تو میرے سامنے ایک حجاب سا تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ سے اعانت کا طالب ہوا تو میرے قلب میں ایک سوراخ نمودار ہوا اور پہلی سی بے قراری ختم ہو گئی۔ جیسا کہ باری تعالیٰ کا قول ہے "کون ہے جو حاجت مند کے پکارنے پر اس کا جواب دے" آپ نے فرمایا کہ جب تک تو نے صادق کو آواز نہ دی اس وقت تک تو جھوٹا تھا اور اب اپنے قلبی سوراخ کی حفاظت کرنا۔

## کرامات

لیث بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے ۱۱۳ھ میں حج کیا۔ جب میں نے مسجد حرام میں عصر کی نماز پڑھی تو میں کوہ ابوقبیس پر چڑھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا یوں دعا مانگ رہا ہے۔ یَارَبِّ، یَارَبِّ۔ پھر خاموش ہو گیا اور بعد ازاں بولا۔ یَاحَیُّ، یَاحَیُّ، یَاحَیُّ۔ پھر کچھ دیر کے بعد بولا۔ الٰہی میں انگور چاہتا ہوں۔ خدایا مجھے انگور کھلا دے۔ میری دونوں چادریں پھٹ گئی ہیں۔ مجھے نئی پہنا دے۔ راوی کا قول ہے کہ اس کا کلام تمام نہ ہونے پایا تھا کہ میں نے ایک انگوروں کا بھرا ہوا ٹوکرا دیکھا حالانکہ اس وقت روئے زمین پر انگور نہ تھے۔ اور دو چادریں دیکھیں کہ جن کی مثل میں نے دنیا میں نہیں دیکھی۔ اس شخص نے چاہا کہ انگور کھالے میں نے کہا، میں تیرا شریک ہوں۔ اس نے پوچھا، کیونکر؟ میں نے جواب دیا کہ جب تم دعا کر رہے تھے تو میں بھی آمین کہہ رہا تھا۔ یہ سن کر اس نے کہا۔ آگے آیئے! کھایئے۔

میں آگے بڑھا اور وہ انگور کھائے کہ ایسے کبھی نہ کھائے تھے۔ ہم نے پیٹ بھر کر کھائے مگر ٹوکرا اسی طرح بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ان کو ذخیرہ مت کرو اور نہ چھپاؤ بعد ازاں اس شخص نے ایک چادر خود لے لی اور دوسری مجھے دے دی۔ میں نے کہا اب مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ اس پر اس نے ایک چادر بطور تہ بند باندھ لی اور دوسری بدن پر اوڑھ لی۔ پھر وہ دونوں پرانی چادریں ہاتھ میں لیے پہاڑ سے اترا۔ صفا و مروہ کے درمیان ایک شخص نے اس سے سوال کیا۔ اے فرزند رسول اللہ ﷺ! میں ننگا ہوں۔ مجھے اوڑھا دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اوڑھایا ہے۔ پس اس نے وہ دونوں چادریں اُس سائل کو دے دیں۔ یہ دیکھ کر میں نے پوچھا کہ یہ بزرگ کون تھے؟ انہوں نے فرمایا "جعفر صادق" اس کے بعد میں نے اُن کو ڈھونڈا کہ ان سے کچھ سنوں مگر وہ نہ ملے۔

ایک روز حضرت جعفر صادق ﷺ مکہ میں پھر رہے تھے۔ اچانک آپ کا گزر ایک عورت پر ہوا جس کے آگے ایک گائے مردہ پڑی ہوئی تھی اور وہ اپنے بچوں کے ساتھ رو رہی تھی۔ حضرت امام نے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میرا اور میرے بچوں کا گزارہ اسی گائے کے دودھ سے ہوتا تھا۔ اب اس کے مرنے پر پریشان ہوں کہ کیا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ تو چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ زندہ کر دے؟ اس نے جواب دیا، ایک تو مجھ پر یہ مصیبت آن پڑی ہے اور دوسرا آپ مجھ سے ہنسی کرتے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ میں ہنسی نہیں کرتا۔ بعد ازاں آپ نے دعا فرمائی اور گائے کو ایک ٹھوکر ماری تو وہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور آپ عام لوگوں میں جا ملے۔ اُس عورت کو معلوم نہ ہوا کہ کون تھے؟

آپ کو جب کسی چیز کی حاجت ہوتی تو یوں دعا کرتے۔ پروردگار! مجھے فلاں چیز کی حاجت ہے، آپ کی دعا تمام نہ ہوتی کہ وہ چیز آپ کے پہلو میں موجود ہوتی۔

## وصال:

آپ نے مدینہ منورہ میں 15 رجب المرجب 138ھ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں قبہ اہل بیت میں مدفون ہوئے۔

# ارشادات عالیہ

چار چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے شریف آدمی کو عار نہیں ہوتی۔

1)۔ اپنے والدین کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جانا۔

2)۔ اپنے مہمان کی خدمت کرنا۔

3)۔ اپنے چوپایہ کی خبر لینا، خواہ اس کے سو غلام ہوں۔

4)۔ اپنے استاد کی خدمت کرنا۔

نیکی سوائے تین خصلتوں کے تمام و کامل نہیں ہوتی۔ اُسے جلدی کرنا، اُسے چھوٹا سمجھنا اور اُسے چھپانا۔

جب دنیا کسی انسان کے پاس آتی ہے تو اُسے غیروں کی خوبیاں دے دیتی ہے اور جب اس سے منہ پھیر لیتی ہے تو اس کی ذاتی خوبیاں بھی اُس سے چھین لیتی ہے۔

جب تجھے اپنے بھائی سے ایسی چیز پہنچے جو تو ناپسند کرتا ہے تو اس کے لیے ایک عذر سے ستر عذر تلاش کر۔ اگر تجھے اس کے لیے کوئی عذر نہ ملے تو یوں کہہ کہ شاید اس کے لیے کوئی عذر ہو گا جو مجھے معلوم نہیں۔

جب تم کسی مسلمان سے کوئی کلمہ سنو تو اُسے اچھے سے اچھے معنی پر محمول کرو یہاں تک کہ اگر تمہیں کوئی محمل نیک نہ ملے تو اپنے تئیں ملامت کرو۔

تم ایسے ہاتھ کا کھانا نہ کھاؤ جو بھوکا تھا پھر سیر ہو گیا۔

جب تو گناہ کرے تو معافی مانگ کیونکہ گناہ پر اصرار کرنا کمال درجہ کی ہلاکت ہے۔

جو شخص اپنے رزق میں تاخیر پائے اُسے طلب مغفرت زیادہ کرنی چاہیے۔

جو شخص اپنے مالوں میں سے کسی مال پر ناز کرے اور اس مال کا بقاء چاہیے تو اُسے یوں کہنا چاہیے۔ **مَاشَاءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔**

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی طرف یہ حکم بھیجا کہ جو شخص میری خدمت کرے تو اس کی خدمت کر اور جو تیرا خادم بنے تو اُسے تکلیف دے۔

علمائے شریعت پیغمبروں کے امین ہیں جب تک کہ بادشاہوں کے دروازوں پر نہ جائیں۔

یا اللہ! تو مجھے اس شخص کے ساتھ غم خواری عطا فرما جس پر تو نے اپنا رزق تنگ کر دیا ہے اور جس حالت میں میں ہوں وہ تیرے فضل سے ہے۔

جس نے اللہ کو پہچانا، اُس نے ماسوا سے منہ پھیر لیا۔

عبادت توبہ کے سوا درست نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا۔ چنانچہ فرمایا: اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ۔

مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو چار چیزوں میں مبتلا ہو کر بھی چار چیزوں سے کیسے غافل رہتا ہے؟ تعجب ہے اس پر جو غم میں مبتلا ہو، وہ یہ کیوں نہیں کہتا "لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد فرماتا ہے۔ "فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَ نَجَّیْنٰہُ مِنَ الْغَمِّ وَ کَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ" اور تعجب ہے اس پر جو کسی آفت سے ڈرتا ہو وہ یہ کیوں نہیں کہتا۔ "حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ" کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْھُمْ سُوْٓءٌ" اور تعجب ہے اس پر جو لوگوں کے مکر سے ڈرتا ہو، وہ یہ کیوں نہیں کہتا "وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ" کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "فَوَقٰہُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِ مَا مَکَرُوْا" اور تعجب ہے اس پر جو جنت میں رغبت رکھتا ہے۔ وہ یہ کیوں نہیں کہتا "مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔" فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِکَ"

فرمایا: پانچ لوگوں کی صحبت سے اجتناب کرو، اول جھوٹے سے کیونکہ اس کی صحبت فریب میں مبتلا کر دیتی ہے، دوم بے وقوف سے کیونکہ جس قدر وہ تمہاری منفعت چاہے گا اسی قدر نقصان پہنچے گا۔ سوم کنجوس سے کیونکہ اس کی صحبت سے بہترین وقت رائیگاں ہو جاتا ہے۔ چہارم بزدل سے کیونکہ یہ وقت پڑنے پر ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ پنجم فاسق سے کیونکہ ایک نوالے کی طمع میں کنارہ کش ہو کر مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

# حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پیدائش : بمقام بسطام

وصال : 14 شعبان 161 ہجری مزار اقدس : بسطام «ایران»

آپ کے دادا آتش پرست تھے جبکہ آپ کے والد بزرگوار کا شمار بسطام کے عظیم بزرگوں میں ہوتا تھا۔ حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مادرزاد ولی اللہ تھے اور آپ کی کرامات کا ظہور شکم مادر میں ہی ہونے لگا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جس وقت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے شکم میں تھا تو اگر کوئی مشتبہ "غذا" میرے شکم میں چلی جاتی تو اس قدر بے چینی ہوتی کہ مجھے انگلی ڈال کر قے کر کے نکالنا پڑتی۔ جب آپ مکتب میں داخل ہوئے اور آپ نے سورۃ لقمان کی یہ آیت پڑھی: "اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ" یعنی "میرا شکر کرو اور اپنے والدین کا بھی" آپ نے اپنا سبق وہیں موقوف کیا اور اپنی والدہ کے پاس آکر عرض کرنے لگے کہ مجھ سے دو ہستیوں کا شکر ادا نہیں ہو سکتا، لہٰذا آپ مجھے خدا سے طلب کرلیں تاکہ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا رہوں یا پھر خدا کے سپرد کردیں تاکہ اس کے شکر میں مشغول رہ سکوں آپ کی والدہ نے فرمایا کہ میں اپنے حق سے دستبردار ہو کر تجھے اللہ کے سپرد کرتی ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد آپ شام کی طرف صحراؤں و میدانوں میں نکل گئے اور ریاضت شاقہ اور ذکر وفکر میں مشغول ہوگئے، آپ نے ایک سو ستر بزرگوں سے فیض حاصل کیا، جن میں حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ شامل تھے۔ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بایزید فلاں طاق میں جو کتاب رکھی ہے وہ اٹھا کرلے آؤ، آپ نے دریافت فرمایا کہ وہ طاق کدھر ہے، حضرت امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اتنا عرصہ رہنے کے بعد بھی تم نے طاق نہیں دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ طاق تو کجا، میں نے

تو آپ کے روبرو کبھی سر بھی نہیں اٹھایا۔ اس وقت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اب تم مکمل ہو چکے ہو لہٰذا بسطام چلے جاؤ۔

ایک مرتبہ آپ کسی بزرگ سے نیاز حاصل کرنے کے لیے پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ انہوں نے کعبہ کی جانب تھوک دیا۔ یہ دیکھ کر آپ ملاقات کیے بغیر واپس تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اگر وہ بزرگ طریقت کے درجوں کو جانتا تو شریعت کے منافی کام نہ کرتا۔ آپ کے ادب کا یہ عالم تھا کہ مسجد جاتے وقت راستے میں بھی نہ تھوکتے، سفرِ حج میں چند قدموں کے بعد آپ نماز ادا کرتے ہوئے فرماتے کہ بیت اللہ دنیاوی بادشاہوں کا دربار نہیں جہاں انسان ایک دم پہنچ جائے۔ اس طرح آپ پورے بارہ سال میں مکہ معظمہ پہنچے لیکن حج کے بعد مدینہ منورہ تشریف نہیں لے گئے اور فرمایا کہ یہ کوئی معقول بات نہیں کہ حج کے طفیل میں مدینہ منورہ جاؤں، اس کی زیارت کے لیے انشاء اللہ پھر کسی دوسرے موقع پر حاضر ہوں گا۔ چنانچہ دوسرے سال مدینہ منورہ روانہ ہوئے مدینہ منورہ کے سفر میں آپ نے اپنے اونٹ پر بے حد بوجھ لاد لیا اور جب لوگوں نے کہا کہ جانور پر اس قدر بوجھ لادنا شانِ بزرگی کے خلاف ہے تو فرمایا کہ پہلے آپ لوگ غور سے دیکھ لیں کہ بوجھ اونٹ کے اوپر ہے یا نہیں، چنانچہ جب لوگوں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ دراصل سامان اونٹ کی کمر سے اوپر تھا یہ دیکھ کر سب حیرت زدہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنا حال پوشیدہ رکھتا ہوں تو دوسروں کو خبر نہیں ہوتی اور یہ ظاہر کر دیتا ہوں تو حیرت زدہ رہ جاتے ہیں ان حالات میں بھلا میں تمہارے ہمراہ کیسے رہ سکتا ہوں اور جب زیارت مدینہ سے فارغ ہوئے اور والدہ کی خدمت کا تصور آیا تو بسطام کے لیے روانہ ہو گئے اور جب اہلِ شہر کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو کافی فاصلہ پر آپ کے استقبال کے لیے پہنچ گئے لیکن اس وقت آپ کو یہ پریشانی ہو گئی کہ اگر لوگوں سے ملاقات کرتا رہوں تو یادِ الٰہی میں غفلت ہو گی۔ لہٰذا آپ نے ان لوگوں کو متنفر کرنے کے لیے یہ ترکیب کی کہ رمضان شریف کے باوجود کھانا، کھانا شروع کر دیا۔ یہ دیکھتے ہی تمام عقیدت مند واپس ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ میں نے تو اجازتِ شرعی پر عمل کیا لیکن لوگ مجھے برا سمجھ کر منحرف ہو گئے۔

جب سفر سے واپسی میں مکان کے دروازے پر پہنچے اور دروازے سے کان لگا کر سنا تو

والدہ وضو کرتے ہوئے یہ کہہ رہی تھیں کہ یا اللہ میرے مسافر کو راحت سے رکھنا اور بزرگوں سے اس کو خوش رکھ کر اچھا بدلہ دینا۔ یہ سن کر پہلے تو آپ روتے رہے پھر دروازے پر دستک دے دی تو والدہ نے پوچھا، کون ہے؟ عرض کیا کہ آپ کا مسافر، چنانچہ انہوں نے دروازہ کھول کر ملاقات کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے اس قدر طویل سفر اختیار کیا کہ روتے روتے میری بصارت ختم ہوگئی اور غم سے کمر جھک گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس کام کو میں نے بعد کے لیے چھوڑا تھا وہ پہلے ہی ہوگیا اور وہ میری والدہ کی خوشنودی تھی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جتنے بھی مراتب حاصل ہوئے سب والدہ کی اطاعت سے حاصل ہوئے، ایک مرتبہ میری والدہ نے رات کو پانی مانگا لیکن اتفاق سے اس وقت گھر میں قطعاً پانی نہیں تھا چنانچہ میں گھڑا لے کر نہر سے پانی لایا، میری آمد و رفت کی تاخیر کی وجہ سے والدہ کو پھر نیند آگئی اور میں رات بھر پانی لیے کھڑا رہا حتیٰ کہ شدید سردی کی وجہ سے وہ پانی پیالے میں منجمد ہوگیا اور جب والدہ کی بیداری کے بعد میں نے انہیں پانی پیش کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے پانی رکھ دیا ہوتا، اتنی دیر کھڑے رہنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے عرض کیا کہ محض اس خوف سے کھڑا رہا کہ مبادا آپ کہیں بیدار ہو کر پانی نہ پی پائیں اور آپ کو تکلیف پہنچے۔ یہ سن کر انہوں نے مجھے دعائیں دیں اسی طرح ایک رات والدہ نے فرمایا کہ دروازے کا ایک پٹ کھول دو۔ لیکن میں رات بھر اس پریشانی میں کھڑا رہا کہ نہ معلوم داہنا پٹ کھولوں یا بایاں، کیونکہ اگر ان کی مرضی کے خلاف غلط پٹ کھل گیا تو حکم عدولی میں شمار ہوگا، چنانچہ انہیں خدمتوں کی برکت سے یہ مراتب مجھ کو حاصل ہوئے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بارہ سال تک نفس کو ریاضت کی بھٹی میں ڈال کر مجاہدے کی آگ سے تپایا اور ملامت کے ہتھوڑے سے کوٹتا رہا، جس کے بعد میرا نفس آئینہ بن گیا۔ پھر پانچ سال مختلف قسم کی عبادات سے اس پر قلعی چڑھاتا رہا۔ پھر ایک سال تک جب میں نے خود اعتقادی کی نظر سے اس کا مشاہدہ کیا تو اس میں تکبر و خود پسندی کا مادہ موجود پایا۔ چنانچہ پھر پانچ سال تک سعی بسیار کے بعد اس کو مسلمان بنایا اور جب اس میں خلائق کا نظارا کیا تو سب کو مردہ دیکھا اور نماز جنازہ پڑھ کر ان سے اس طرح کنارہ کش ہوگیا جس طرح لوگ نماز جنازہ پڑھ کر

قیامت تک کے لیے مردے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد مجھے خداوند تعالیٰ تک پہنچنے کا مرتبہ حاصل ہو گیا۔

آپ مسجد میں داخلے سے قبل دروازے پر کھڑے ہو کر گریہ زاری کرتے رہتے تھے اور جب وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ میں خود کو حائضہ عورت کی طرح نجس تصور کرتے ہوئے روتا ہوں کہ کہیں داخلے سے مسجد نجس نہ ہو جائے۔ ایک مرتبہ آپ سفرِ حج پر روانہ ہو کر چند منزل پہنچنے کے بعد پھر واپس تشریف لے آئے اور جب لوگوں نے ارادہ توڑنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ راستے میں مجھے ایک حبشی مل گیا اور اس نے مجھے اصرار کے ساتھ یہ کہا کہ خدا کو بسطام میں چھوڑ کر کیوں جاتے ہو؟ چنانچہ میں واپس آ گیا۔

جب آپ کے مراتب میں اضافہ ہونے لگا اور آپ کا کلام عوام کے ذہنوں سے بالاتر ہو گیا تو آپ کو سات مرتبہ بسطام سے نکالا گیا اور جب آپ نے نکالنے کی وجہ پوچھی تو کہا گیا کہ تم نہایت برے انسان ہو۔ آپ نے فرمایا کہ جس شہر کا سب سے برا انسان بایزید ہو وہ شہر سب سے اچھا ہے۔

آپ مسجد میں چالیس برس مقیم رہے، لیکن اس درجہ محتاط تھے کہ مسجد کا اور مسجد سے باہر کا لباس جدا جدا ہوتا تھا اور اس میں سوائے مسجد کی دیوار کے آپ نے کسی چیز سے ٹیک نہیں لگائی اور آپ فرمایا کرتے کہ میں نے چالیس برس تک عام انسانوں کی غذا چکھی تک نہیں کیوں کہ میرا رزق کہیں اور سے آتا تھا اور اس دوران اپنے قلب کی نگرانی میں مصروف رہا، اس کے بعد جب غور کیا تو ہر سمت بندگی اور خدائی نظر آئی، پھر تیس سال خدا کی جستجو میں گزارے اس کے بعد خدا کو طالب اور خود کو مطلوب پایا اور اب تیس سال سے یہ کیفیت ہے کہ جب خدا کا نام لینا چاہتا ہوں تو پہلے تین مرتبہ اپنی زبان کو دھو لیتا ہوں۔

حضرت ابوموسیٰ نے جب آپ سے سوال کیا کہ خدا کی جستجو میں سب سے زیادہ دشوار مقام آپ کو کیا نظر آیا، تو فرمایا کہ خدا کی اعانت کے بغیر قلب کو اس کی طرف متوجہ کرنا بہت دشوار ہے اور جب اس کی مدد شاملِ حال ہوتی ہے تو پھر سعی کے بغیر بھی قلب اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور مجھے اس وقت ایک خاص کشش سی محسوس ہونے لگتی ہے پھر رفتہ رفتہ اللہ نے وہ مراتب عطا

کیے جنکا تصور محال ہے اور جس وقت آپ کے اوپر خوف طاری ہوتا تو پیشاب میں سے خون آنے لگتا تھا۔

ایک مرتبہ آپ ارادت مندوں کے ہمراہ ایک تنگ گلی سے گزر رہے تھے کہ سامنے سے ایک کتا آ گیا۔ چنانچہ آپ نے اور مریدین نے راستہ چھوڑ دیا اور وہ کتا نکل گیا۔ اسی وقت کسی مرید نے پوچھا کہ جب خدا نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے تو پھر آپ نے کتے کے لیے راستہ کیوں چھوڑ دیا۔ اس سے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کتے کو ہم پر برتری حاصل ہے اور یہ بات خلاف عقل ہے اور خلاف شرع بھی۔ آپ نے جواب دیا کہ اس کتے نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ ازل میں مجھ کو کتا اور آپ کو سلطان العارفین کیوں بنایا گیا اور اس میں میرا کیا قصور تھا اور آپ کی کیا فضیلت تھی چنانچہ میں نے اس خیال سے کہ اللہ کا کتنا بڑا انعام ہے کہ اس نے مجھے، کتے پر فضیلت عطا کر دی اس لیے میں نے راستہ چھوڑ دیا۔ پھر ایک اور مرتبہ راہ میں کتا ملا تو آپ نے دامن سمیٹ لیا جس پر کتے نے عرض کیا کہ آپ نے دامن کیوں بچایا، اس لیے کہ اگر میں بھیگا ہوا نہیں ہوں تو مجھ سے ناپاکی کا خطرہ نہیں اور اگر بھیگا ہوا ہوتا تو آپ اپنے کپڑے پاک کر سکتے تھے۔ لیکن یہ تکبر جس کا آپ نے مظاہرہ فرمایا یہ تو سات سمندروں کے پانی سے بھی پاک نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے۔ اس لیے کہ تیرا ظاہر نجس ہے اور میرا باطن۔ لہذا ہم دونوں کو ایک ساتھ رہنا چاہیے تا کہ کچھ پاکیزگی میرے باطن کو بھی حاصل ہو جائے لیکن کتے نے کہا کہ ہم دونوں کا ایک ساتھ رہنا ممکن نہیں کیوں کہ میں مردود ہوں اور آپ مقبول بارگاہ۔ دوسرے یہ کہ میں دوسرے دن کے لیے ایک ہڈی بھی جمع نہیں کرتا اور آپ سال بھر کا غلہ جمع کر لیتے ہیں اور آپ نے فرمایا کہ صد حیف کہ میں کتے کے ہمراہ رہنے کے قابل بھی نہیں تو پھر خدا کا قرب کیسے حاصل ہو سکتا ہے اور پاک ہے وہ اللہ جو بدترین مخلوق کی باتوں سے بہترین مخلوق کو درس عبرت دیتا ہے۔

حضرت احمد خضرویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ہزار مریدین کے ہمراہ آپ سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے تو ان کے مریدین میں ایک مرید بہت ہی صاحب فضل و کمال تھا اور اس کی کیفیت تھی کہ ہوا میں اڑتا اور پانی پر چلتا تھا۔ چنانچہ جس وقت یہ جماعت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے

در دولت پر پہنچے تو حضرت احمد نے مریدین کو یہ حکم دیا کہ جس میں حضرت بایزید کے دیدار کی طاقت ہو بس وہی میرے ہمراہ آئے اور باقی سب لوگ ٹھہر جائیں۔ لیکن سب ہی نے آپ کے اشتیاق دید کا اظہار کیا اور جب حضرت بایزید کے گھر پہنچے تو جوتے اتارنے کی جگہ پر اپنے عصا رکھ دیئے اور جب سب آپ کے سامنے پہنچے تو آپ نے سوال کیا کہ تمہارا وہ مرید کہاں ہے جو سب میں افضل ترین ہے اور وہ باہر کیوں کھڑا رہ گیا ہے؟ اس کو بھی اندر بلا لو، چنانچہ جب اس کو بھی اندر بلا لیا گیا تو آپ نے حضرت احمد سے پوچھا کہ آپ کب تک دنیا کی سیر و سیاحت میں مشغول رہیں گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ پانی کے ایک جگہ ٹھہر جانے سے بدبو پیدا ہو کر رنگ تبدیل ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر دریا کیوں نہیں بن جاتے کہ جس میں نہ کبھی بدبو پیدا ہو اور نہ کبھی رنگ تبدیل ہو۔ اس کے بعد پھر معرفت کے متعلق کچھ دوسری گفتگو ہوتی رہی۔ جس پر حضرت احمد نے عرض کیا کہ آپ کی باتیں میرے فہم سے بالاتر ہیں، انہیں ذرا وضاحت سے بیان فرمائیں تاکہ میں سمجھ سکوں۔ چنانچہ آپ نے اس انداز سے گفتگو فرمائی کہ ان کی سمجھ میں اچھی طرح آ گئیں اور جب آپ خاموش ہو گئے تو حضرت احمد سے سوال کیا کہ میں نے آپ کے مکان کے سامنے ابلیس کو پھانسی پر لٹکتے دیکھا ہے، وہ کس لیے ہے؟ حضرت بایزید نے فرمایا کہ میں نے اس سے عہد لیا تھا کہ کبھی بسطام میں نہیں آئے گا لیکن پھر یہ وعدہ خلافی کرتے ہوئے ایک شخص کو فریب دینے بسطام میں آ گیا اور اسی وجہ سے میں نے سزا کے طور پر اسے پھانسی پر لٹکا دیا ہے۔

ایک شب آپ کو عبادت میں لذت محسوس نہیں ہوئی تو خادم سے فرمایا کہ دیکھو گھر میں کیا چیز موجود ہے؟ چنانچہ انگور کا ایک خوشہ نکلا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کسی کو دے دو اس کے بعد آپ کے اوپر انوار کی بارش ہونے لگی اور ذکر و شغل میں لذت محسوس ہونے لگی۔

ایک یہودی جو آپ کا پڑوسی تھا وہ کہیں سفر میں چلا گیا اور افلاس کی وجہ سے اس کی بیوی چراغ تک روشن نہیں کر سکتی تھی اور تاریکی کی وجہ سے اس کا بچہ تمام رات روتا رہتا تھا، چنانچہ آپ ہر رات اس کے گھر میں چراغ رکھ آتے اور جس وقت وہ یہودی سفر سے واپس آیا تو اس کی بیوی نے تمام واقعہ سنایا جس کو سن کر اس نے کہا کہ یہ بات کس قدر افسوسناک ہے کہ اتنا عظیم بزرگ ہمارا پڑوسی ہو اور ہم گمراہی میں زندگی گزاریں۔ چنانچہ میاں بیوی آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ

اسلام ہو گئے۔

ایک مرتبہ کسی آتش پرست سے مسلمان ہونے کی تبلیغ کی گئی تو اس نے جواب دیا کہ اگر اسلام اس کا نام ہے جو حضرت بایزید کو حاصل ہے تو اس کی مجھ میں طاقت نہیں اور جس طرح کے تم سب لوگ مسلمان ہو تو مجھے اعتماد نہیں۔ ایک مرتبہ آپ اپنے ارادت مندوں کے ہمراہ تشریف فرما تھے تو اچانک ایک مرید سے فرمایا کہ خدا کا دوست آ رہا ہے، چل کر اس کا استقبال کرنا چاہیے اور جب سب لوگ باہر نکلے تو دیکھا کہ حضرت ابراہیم ہروی ہیں جو خچر پر سوار چلے آ رہے ہیں اور حضرت بایزید نے ان سے کہا کہ مجھے آپ کے استقبال کا منجانب اللہ حکم ملا ہے اور یہ بھی حکم ہے کہ اس بارگاہ میں آپکو اپنا شفیع بنالوں۔ یہ سن کر انھوں نے جواب دیا کہ اگر پہلی شفاعت تمہیں اور آخری شفاعت مجھے عطا کی جائے جب بھی حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت کے مقابلہ میں اس کا مرتبہ ایک مشت خاک بھی نہیں ہے اس کے بعد دستر خوان بچھا جس پر انواع و اقسام کے لذیذ اور اعلیٰ کھانے چنے ہوئے تھے اور آپ نے حضرت ابراہیم کے ہمراہ کھانا کھایا لیکن حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے قلب میں خیال گزرا کہ حضرت بایزید جیسے شیخ دوراں کو ایسے کھانوں سے احتراز کرنا چاہیے حضرت بایزید کو آپ کی نیت کا اندازہ ہو گیا تو آپ نے کھانے کے بعد ان کو اپنے ہمراہ ایک کونے میں لے جا کر دیوار پر ہاتھ مارا تو ایک ایسا دروازہ نمودار ہوا جس کے سامنے بہت بڑا دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا حضرت بایزید نے ان سے کہا کہ چلیے ہم دونوں اس میں غسل کریں لیکن انہوں نے کہا کہ خدا نے یہ مرتبہ مجھے عطا نہیں فرمایا۔ یہ جواب سن کر آپ نے ان سے کہا کہ جس جو کی روٹی تمہاری غذا ہے وہ جو ہیں جن کو جانور کھاتے ہیں اور لید کرتے ہیں لیکن تم اس کے باوجود بھی یہ تصور کرتے ہو کہ عمدہ و لذیذ کھانا کھانے والا کبھی اہل تقویٰ نہیں ہو سکتا یہ سن کر حضرت ابراہیم ہروی بہت نادم ہوئے اور معافی طلب کی۔

ایک مرتبہ لوگوں نے قحط سے عاجز آ کر آپ سے دعا کی درخواست کی تو آپ نے مراقبہ میں سے سر اٹھا کر فرمایا کہ جا کر پرنالوں کو درست کر لو، بارش آنے والی ہے۔ چنانچہ کچھ ہی دیر میں بارش شروع ہو گئی اور ایک دن رات مسلسل پانی برستا رہا۔

ایک دن امام مسجد نے فراغت نماز کے بعد حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ

آپ اتنے دنوں سے یہاں مقیم ہیں، آپ کھاتے پیتے کہاں سے ہیں؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بولے کہ ٹھہرو! پہلے میں اپنی نماز دوبارہ پڑھ لوں کہ جو رزق پہنچانے والے ہی سے واقف نہ ہو اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے بذریعہ الہام اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عبادت وخدمت تو بہت ہے لیکن اگر تو ہماری ملاقات کا متمنی ہے تو بارگاہ میں وہ شے شفاعت کے لیے بھیج جو ہمارے خزانے میں نہ ہو۔ آپ نے سوال کیا وہ کون سی شے ہے؟ فرمایا گیا، عجز وانکساری اور ذلت وغم حاصل کر کیونکہ ہمارا خزانہ ان چیزوں سے خالی ہے اور ان کو حاصل کرنے والے ہمارا قرب حاصل کر لیتے ہیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نے پہلی مرتبہ حج کیا تو کعبہ کی زیارت کی اور دوسری مرتبہ کعبہ اور صاحب کعبہ کی دونوں کی زیارت سے مشرف ہوا اور تیسری مرتبہ کچھ بھی نظر نہیں آیا کیوں کہ یادالٰہی میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ کسی نے دروازے پر آواز دی تو آپ نے پوچھا کہ کس کی تلاش ہے؟ جواب ملا کہ "بایزید" فرمایا کہ میں تیس سال سے اس کی تلاش میں ہوں لیکن آج تک نہیں ملا اور جس وقت یہ واقعہ حضرت ذوالنون کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ خاصان خدا کی طرح خدا سے پیوستہ ہو گئے تھے۔

آپ عشاء کی چار رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے ہوئے فرماتے کہ یہ نماز قابل قبول نہیں، یہ کہہ کر پھر چار رکعت نماز ادا کرتے اور پھر یہی فرماتے کہ یہ بھی قابل قبول نہیں حتیٰ کہ اس طرح رات ختم ہو جاتی اور صبح کو اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے کہ میں نے تیری بارگاہ کے لائق نماز کی بہت سعی کی لیکن محروم رہا کیوں کہ جیسا میں خود ہوں ویسی ہی میری نماز ہے لہٰذا مجھے اپنے بے نماز بندوں میں شامل کرلے۔

جو لوگ آپ سے دعا کے لیے عرض کرتے تو آپ خدا سے کہتے کہ مخلوق مجھے واسطہ بنا کر تجھ سے مانگ رہی ہے اور تو ان کی طلب سے بھی بخوبی واقف ہے۔ اس طرح کہنے سے لوگوں کی مرادیں بر آجاتیں۔ ایک مرتبہ ایک مرید نے استدعا کی کہ مجھے اپنی پوستین کا ایک ٹکڑا عنایت

فرمادیں تاکہ مجھے بھی برکت حاصل ہو سکے۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت تک میری کھال بھی سود مند نہیں جب تک مجھ جیسا عمل نہ ہو۔

آپ نے کسی دیوانے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! میری جانب نظر فرما، آپ نے پوچھا کہ تو نے ایسے کون سے اعمال نیک کیے ہیں جو اس کی نظر تیری طرف اٹھے، اس نے جواب دیا کہ اس کی نظر مجھ پر پڑ جائے گی تو اعمال خود بخود اچھے ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا تو سچا ہے، ایک مرتبہ معرفت وحقیقت کے موضوع پر آپ کچھ فرما رہے تھے تو اپنے ہونٹ چاٹتے جاتے اور کہتے جاتے کہ مجھ سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہیں کہ میں خود ہی مے بھی ہوں اور مے خوار بھی۔

## ارشاداتِ عالیہ

☆ میری انتھک کوششوں کے باوجود بھی در حق نہ کھل سکا اور جب کھلا تو مصائب کے ذریعہ کھلا، اور ہر طرح سے میں نے اس کی راہ پر چلنے کی سعی کی لیکن جب قلبی لگاؤ کے ذریعہ چلا تو منزل تک پہنچ گیا۔

☆ میں نے مکمل تیس سال اللہ تعالیٰ سے اپنی ضروریات کے مطابق طلب کیا، لیکن اس کی راہ میں گامزن ہوتے ہی سب کچھ بھول گیا اور یہ تمنا کرنے لگا کہ یا اللہ تو میرا ہو جا اور جو تیری مرضی ہو ویسا کر۔

☆ جب میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ تجھ تک رسائی کی کیا صورت ہے؟ جواب ملا، اپنے نفس کو تین طلاقیں دے دے۔

☆ اگر محشر میں مجھے دیدار خداوندی سے محروم کر دیا گیا تو اس قدر گریہ کروں گا کہ اہل جہنم بھی اپنی تکلیف کو بھول جائیں۔

☆ خدا نے اپنی خوشی سے اپنے دیدار سے مشرف فرمایا اس لیے کہ میں بندہ ہونے

کی حیثیت سے کس طرح اس کے دیدار کی تمنا کر سکتا ہوں۔

☆ تیس سال تک تو اللہ تعالیٰ میرا آئینہ بنا رہا لیکن اب میں خود آئینہ بن گیا ہوں اس لیے کہ میں نے اس کی یاد میں خود کو بھی اس طرح فراموش کر دیا کہ اب اللہ تعالیٰ میری زبان بن چکا ہے۔ یعنی میری زبان سے نکلنے والے کلمات گویا زبان خداوندی سے ادا ہوتے ہیں اور میرا وجود درمیان سے ختم ہو جاتا ہے۔

☆ اللہ نے مجھ کو وہ مقام عطا کیا کہ کل کائنات کو اپنی انگلیوں کے درمیان دیکھتا ہوں۔ فرمایا عارف کا ادنیٰ مقام یہ ہے کہ صفات خداوندی کا مظہر ہو۔ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو جہنم میں جھونک دے اور میں صبر بھی کر لوں جب بھی اس کی محبت کا حق ادا نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ مجھ کو پوری کائنات بخش دے جب بھی اس کی رحمت کے مقابلہ میں قلیل ہے۔ فرمایا کہ عارف کامل وہی ہے جو آتش محبت میں جلتا رہے۔

☆ ایک دانہ معرفت میں جو لذت ہے وہ جنت کی نعمتوں میں کہاں اور خدا کی یاد میں فنا ہو جانا زندہ جاوید ہو جانا ہے۔

☆ زاہد و صالح کو ایسی ہوا کی طرح تصور کرو جو تمہارے اوپر چل رہی ہے۔ اور دنیا اہل دنیا کے لیے غرور ہی غرور، اور آخرت اہل آخرت کے لیے سرور ہی سرور ہے۔ اور حب خداوندی عارفین کے لیے نور ہی نور ہے اور عارف کی ریاضت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کا نگران رہے اور عارف کی شناخت یہ ہے کہ جو خاموشی کے ساتھ مخلوق سے کنارہ کش رہے۔ فرمایا کہ خدا کا طالب آخرت کی جانب بھی متوجہ نہیں ہوتا اور خدا سے محبت کرنے والا اپنی محبت کی بناء پر خدا ہی کی طرح یکتا ہو جاتا ہے۔

☆ علم و خبر ایسے فرد سے سیکھو اور سنو جو علم سے معلوم تک اور خبر سے مخبر تک رسائی حاصل کر چکا ہو اور جو اعزاز دنیاوی کے لیے علم حاصل کرے اس کی صحبت سے کنارہ کش رہو اس لیے کہ اس کا علم خود اس کے لیے سودمند نہیں۔

☆ خداشناس خدا کو ضرور دوست رکھتا ہے کیونکہ محبت کے بغیر معرفت بے معنی ہے۔ اور عارف وہ ہے جو ملک و دولت معیوب تصور کرتا ہو لیکن اس کی عبادت کا صلہ سوائے خدا

کے کسی کو معلوم نہیں۔ فرمایا کہ خدادوست لوگوں کی نظر میں جنت بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ گو اہل محبت ہجر میں مبتلا رہتے ہیں لیکن ان کی حالت ان بندوں کی طرح ہوتی ہے جو ہر حال میں مطلوب کے طالب رہتے ہیں جس طرح عاشق کو عشق کے اور طالب کو مطلوب کے سوا اور کچھ طلب کرنا مناسب نہیں۔

☆ اگر مخلوق اپنی ہستی کو پہچان لے تو خدا کی معرفت خود بخود حاصل ہو جاتی ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو تین چیزیں عطا فرماتا ہے۔ اول دریا کی طرح سخاوت، دوم آفتاب کی طرح روشنی، سوم زمین کی طرح عاجزی۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو مقبولیت عطا فرماتا ہے اس پر ایک ایسا فرعون مقرر کر دیتا ہے جو ہمہ وقت اذیت پہنچاتا رہے۔

☆ انسانی خواہشات چھوڑ دینا درحقیقت واصل الی اللہ ہو جانا ہے اور جو واصل الی اللہ ہو جاتا ہے مخلوق اس کی فرمانبردار ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ نے یہ محسوس کر لیا کہ امت محمدی میں ایسے خدا رسیدہ بھی ہیں جو تحت الثریٰ سے لے کر اعلیٰ علیین تک چھائے ہوئے ہیں تو انہوں نے بھی حضور نبی کریم ﷺ کی امت میں شمولیت کی دعا کی لیکن اس قول سے مجھے اپنی برتری مقصود نہیں ہے۔ فرمایا کہ اگر تمہارے سامنے پوری دنیا کی نعمتیں بھی پیش کر دی جائیں تو بھی مسرور نہ ہونا اور اگر اذیتیں پہنچیں تو مایوس نہ ہونا کیونکہ جس نے لفظ کن سے تمام عالم بنا دیا، اس کے قبضہ قدرت سے کوئی شے خارج نہیں ہے۔ فرمایا کہ جو شخص خود کو بہتر اور عبادت کو مقبول تصور کرتا ہے اور اپنے نفس کو بدترین نفوس میں شمار نہیں کرتا اس کا شمار کسی بھی جماعت میں نہیں ہوتا۔

☆ عشاق کے لیے شوق ایسی راج دہانی ہے جس میں تخت فراق بچھا ہوا ہے، شمشیر ہجر رکھی ہوئی ہے اور وصل ہجر کے آغوش میں ہے اور شمشیر ہجر سے ہر وقت ہزاروں سر کاٹے جا رہے ہیں لیکن سات ہزار سال گزر جانے کے بعد بھی شاخ وصال کو کوئی بھی ہاتھ نہیں لگا سکا۔

☆ بھوک ایک ایسا ابر ہے جس سے رحمت کی بارش ہوتی ہے۔ فرمایا کہ جو ازروئے تکبر اشاروں کنایوں میں گفتگو کرتا ہے وہ خدا سے دور ہے اور جو مخلوق کی اذیت رسانی کو برداشت کرتا ہے اور مخلوق سے خندہ پیشانی سے پیش آتا ہے وہ خدا سے بہت نزدیک ہے۔

☆ خدا کی یاد کا مفہوم اپنے نفس کو فراموش کر دینا ہے اور جو شخص خدا کو خدا کے ذریعہ شناخت کرتا ہے وہ زندہ جاوید ہو جاتا ہے لیکن جو اپنے نفس کے ذریعہ خدا کو پہچاننے کی سعی کرتا ہے وہ فانی ہے۔ فرمایا کہ قلب عارف اس شمع کی طرح ہے جو فانوس کے اندر سے ہر سمت اپنا نور پھیلاتی رہتی ہے اور جس کو یہ مقام حاصل ہو گیا اس کو تاریکی کا خطرہ نہیں رہتا۔ فرمایا کہ دو خصلتیں مخلوق کی تباہی کا باعث بنتی ہیں، اول کسی بھی مخلوق کا احترام نہ کرنا، دوم خالق کے احسان کو ٹھکرا دینا

☆ میں اس طرح راضی برضا ہوں کہ اگر کسی کو اعلیٰ علیین میں اور مجھ کو اسفل السافلین میں ڈال دیا جائے تو بھی اپنی موجودہ حالت پر خوش رہوں گا۔

پھر لوگوں نے سوال کیا کہ انسان کو مرتبہ کمال کس وقت حاصل ہوتا ہے؟ فرمایا کہ جب مخلوق سے کنارہ کش ہو کر اپنے عیوب پر نظر پڑنے لگے تو اس وقت قرب الٰہی بھی حاصل ہوتا ہے کسی نے پوچھا کہ خدا تک رسائی کس طرح ممکن ہے؟ فرمایا کہ نہ تو دنیا کی جانب نظر اٹھاؤ اور نہ اس کی باتیں سنو اور اہل دنیا سے خود بھی بات کرنا چھوڑ دو۔

کسی نے آپ سے نصیحت کرنے کی استدعا کی تو فرمایا کہ آسمان کی جانب دیکھو اور یہ بتاؤ کہ اس کا خالق کون ہے؟ اس نے کہا کہ خدا نے تخلیق فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بس اس سے ڈرتے رہو کیوں کہ وہ تمہارے ہر حال سے باخبر ہے۔ کسی نے سوال کیا کہ کیسے بندوں کی صحبت میں رہنا چاہیے؟ فرمایا کہ جو تمہاری عیادت کرے۔ جو تمہاری خطا معاف کرتا رہے اور حق بات تم سے کبھی نہ چھپائے۔ سوال ہوا کہ عارف کون ہے؟ فرمایا کہ جو دنیا میں رہ کر بھی تم سے دور بھاگتا ہے اور خواب میں نہ تو خدا کے سوا کسی کو دیکھے اور نہ کسی پر اپنا راز ظاہر کرے۔ پوچھا گیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بھی وضاحت فرما دیجئے؟ فرمایا کہ دنیا کو چھوڑ دو تا کہ ان دونوں چیزوں کا قصہ ہی باقی نہ رہے۔

لوگوں نے پوچھا کہ نماز کی صحیح تعریف کیا ہے؟ فرمایا کہ جس کے ذریعہ خدا سے ملاقات ہو سکے، لیکن اس سے ملاقات بہت دشوار ہے۔ سوال کیا گیا کہ آپ بھوکے رہنے کی تعریف کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا کہ اگر فرعون فاقہ کشی کرتا تو "میں تمہارا رب ہوں" کہہ کر خدائی کا دعویدار کبھی نہ بنتا۔ فرمایا کہ مغرور اس کو کہتے ہیں جو دوسروں کو کمتر تصور کرے اور مغرور کو بھی

معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ پھر کسی نے عرض کیا کہ آپ کا پانی کے اوپر چلنا بڑی کرامت ہے۔ فرمایا کہ اس میں کوئی کرامت نہیں کیونکہ لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی پانی پر ہی بہتے رہتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ آپ ہوا میں پرواز کر کے مکہ معظمہ میں صرف ایک شب میں پہنچ جاتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ کوئی کرامت نہیں کیونکہ معمولی پرندے بھی ہوا میں پرواز کرتے ہیں اور جادوگر لوگ تو ایک شب میں تمام دنیا کی سیر کر لیتے ہیں۔

آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے یہ معرفت کس طرح حاصل کی؟ جواب دیا گیا کہ بھوکے پیٹ اور ننگے بدن سے۔ فرمایا کہ میں نے تیس سال مجاہدے میں گذارے۔ اس عرصہ میں کسی چیز کو اپنے اوپر ایسا سخت نہیں پایا، جیسا کہ علم اور اس پر عمل۔ اگر علماء کا اختلاف نہ ہوتا تو میں ایک اجتہاد پر رہتا۔ علماء کا اختلاف سوائے تجرید توحید کے رحمت ہے۔

اگر تم کسی شخص میں کرامات دیکھو، یہاں تک کہ ہوا میں اڑتا ہو تو اس پر فریفتہ نہ ہو جاؤ، جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ وہ امرونہی، حفظ حدود و آداب شریعت میں کیسا ہے۔

میں نے ایک رات اپنی محراب میں پاؤں پھیلایا، ہاتف نے مجھے آواز دی کہ جو شخص بادشاہوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے اُسے چاہیے کہ حسن ادب سے بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نعمتیں دیں تاکہ ان کے سبب سے اللہ کی طرف رجوع کریں۔ مگر وہ ان کے سبب سے اس سے غافل ہو گئے۔

آپ سے دریافت کیا گیا کہ سنت و فرض کیا ہے؟ فرمایا کہ سنت تمام دنیا کا ترک کرنا اور فریضہ اللہ کے ساتھ صحبت ہے۔ وجہ یہ کہ سنت تمام ترک دنیا پر دلالت کرتی ہے اور کتاب تمام صحبت مولیٰ پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا کلام اس کی ایک صفت ہے اور نعمتیں ازلی ہیں۔ پس واجب ہے کہ ان کا شکر ازلی ہو۔ میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا، پوچھا کہ اے میرے پروردگار! میں تجھے کس طرح پاؤں؟ ارشاد ہوا کہ اپنے نفس کو چھوڑ اور میری طرف آ۔

# حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وصال : 10 محرم الحرام 425 ہجری    مزار اقدس : خرقان، ایران

آپ طریقت وحقیقت کے سرچشمہ، فیض ومعرفت کا منبع ومخزن تھے اور آپ کی عظمت وبزرگی مسلمہ تھی۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دستور یہ تھا کہ سال میں ایک مرتبہ مزارات شہداء کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے اور جب خرقان پہنچتے تو فضا میں منہ اوپر اٹھا کر اس طرح سانس کھینچتے جیسے کوئی خوشبو سونگھنے کے لیے کھینچتا ہے۔ ایک مرتبہ مریدین نے پوچھا کہ آپ کس چیز کی خوشبو سونگھتے ہیں۔ ہمیں تو کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے سرزمین خرقان سے ایک مرد خدا کی خوشبو آتی ہے جس کی کنیت ابوالحسن اور نام علی ہوگا اور کاشتکاری کے ذریعہ اپنے اہل وعیال کی رزق حلال سے پرورش کرے گا اور مجھ سے مرتبہ میں تین گنا ہوگا کیونکہ اس میں تین خصوصیات مجھ سے زیادہ ہوں گی (1)۔ اس پر بار عیال ہوگا۔ (2)۔ وہ کھیتی باڑی کرے گا۔ (3)۔ وہ درخت لگایا کرے گا۔

بیس سال تک آپ کا یہ معمول رہا کہ خرقان سے بعد نماز عشاء حضرت بایزید بسطامی کے مزار پر پہنچ کر یہ دعا کرتے کہ اے اللہ! جو مرتبہ تو نے بایزید کو عطا کیا وہی مجھ کو بھی عطا فرما دے۔ اس دعا کے بعد خرقان سے واپس آتے اور عشاء کے وضو سے ہی نماز فجر باجماعت ادا کرتے اور آپ کے ادب کا یہ عالم تھا کہ بسطام سے اس نیت کے ساتھ الٹے پاؤں واپس ہوتے کہ کہیں حضرت بایزید کے مزار کی بے ادبی نہ ہو جائے۔ پھر بارہ سال اپنے معمول پر قائم رہنے کے بعد حضرت بایزید کی قبر سے یہ آواز سنی کہ اے ابوالحسن! جو تم نے حق سے مانگا تھا، تمہیں مل چکا

ہے۔ اب تم خرقان میں بیٹھ کر مخلوق خدا کی رہنمائی کرو۔ اب تیرا بھی دور آ گیا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں تو قطعی اُمی ہونے کی وجہ سے علوم شرعیہ سے ناواقف ہوں اس لیے میری ہمت افزائی فرمائیے۔ ندا آئی کہ مجھے کچھ مرتبہ حاصل ہوا ہے وہ صرف تمہاری ہی بدولت حاصل ہوا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ آپ تو مجھ سے اکتالیس سال قبل دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں تو ندا آئی کہ یہ قول تو تمہارا درست ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس وقت بھی میں سرزمین خرقان سے گزرتا تھا۔ سواس سرزمین سے آسمان تک ایک نور ہی نور نظر آتا تھا۔ میں اپنی ایک ضرورت کے تحت بیس سال تک دعا کرتا رہا لیکن قبول نہ ہوئی اور مجھ کو یہ حکم دیا گیا کہ تو اس نور کو ہماری بارگاہ میں شفیع بنا کر پیش کرے تو تیری دعا قبول کر لی جائے گی۔ چنانچہ اس حکم پر عمل ہونے سے دعا قبول ہو گئی۔ اس واقعہ کے بعد حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ خرقان واپس ہوئے تو صرف 24 یوم میں قرآن پاک مکمل کر لیا۔ لیکن بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت بایزید کے مزار سے ندا آئی کہ سورۃ فاتحہ شروع کرو اور جب آپ نے شروع کی تو خرقان پہنچنے تک پورا قرآن مجید ختم کر لیا۔

ایک مرتبہ آپ اپنے باغ کی کھدائی کر رہے تھے تو وہاں سے چاندی برآمد ہوئی تو آپ نے اس جگہ کو بند کر کے دوسری جگہ سے کھدائی شروع کی تو وہاں سے سونا برآمد ہوا پھر تیسری جگہ سے مروارید اور چوتھی جگہ سے جواہرات برآمد ہوئے لیکن آپ نے کسی کو بھی ہاتھ نہیں لگایا اور فرمایا کہ ابوالحسن ان چیزوں پر فریفتہ نہیں ہو سکتا۔ یہ تو کیا اگر دین و دنیا دونوں بھی مہیا ہو جائیں جب بھی وہ تجھ سے انحراف نہیں کر سکتا۔ ہل چلاتے وقت جب نماز کا وقت آ جاتا تو آپ بیلوں کو چھوڑ کر نماز ادا کرتے اور جب نماز پڑھ کر کھیت پر پہنچتے تو زمین تیار ملتی۔

ایک مرتبہ کوئی جماعت کسی مخدوش راستے پر سفر کرنا چاہتی تھی۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہمیں کوئی ایسی دعا بتا دیجئے جس کی وجہ سے ہم راستے کے مصائب سے محفوظ رہ سکیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تمہیں کوئی مصیبت پیش آئے تو مجھے یاد کر لینا۔ لیکن لوگوں نے آپ کے اس قول پر کوئی توجہ نہیں دی اور اپنا سفر شروع کر دیا، راستے میں ان کو ڈاکوؤں نے گھیر لیا تو ایک شخص جس کے پاس مال و اسباب بہت زیادہ تھا جب ڈاکو اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے صدق دلی سے آپ کا نام لیا جس کے نتیجہ میں مال و اسباب سمیت لوگوں کی نظروں سے غائب ہو

گیا۔ یہ دیکھ کر ڈاکوؤں کو بہت تعجب ہوا۔ مگر جن لوگوں نے آپ کو یاد نہیں کیا تھا وہ سب لوٹ لیے گئے۔ پھر ڈاکوؤں کی واپسی کے بعد وہ سب کی نظروں کے سامنے آ گیا اور جب اس سے پوچھا گیا کہ تو کہاں غائب ہو گیا تھا تو اس نے کہا کہ میں نے سچے دل سے شیخ کو یاد کیا تھا اور اللہ نے اپنی قدرت سے مجھے سب کی نظروں سے پوشیدہ فرما دیا۔ اس واقعہ کے بعد جب وہ جماعت خرقان واپس آئی تو حضرت ابوالحسن نے عرض کیا کہ ہم صدق دل سے خدا کو یاد کرتے رہے اس کے باوجود بھی ہمارا مال لوٹ لیا گیا۔ لیکن جس شخص نے آپ کو یاد کیا وہ بچ گیا اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم صرف زبانی طور پر خدا کو یاد کرتے تھے اور ابوالحسن خلوص قلب سے خدا کو یاد کرتا ہے لہذا تمہیں چاہیے کہ تم ابوالحسن کو یاد کر لیا کرو کیونکہ ابوالحسن تمہارے لیے خدا کو یاد کرتا ہے۔ اور خدا کو صرف زبانی یاد کرنا بے سود ہے۔

کسی مرید نے آپ سے کوہ لبنان پر جا کر قطب العالم سے ملاقات کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اس کو اجازت دے دی اور جب وہ کوہ لبنان پر پہنچا تو دیکھا کہ ایک جنازہ رکھا ہوا ہے۔ تمام لوگ کسی کے منتظر ہیں۔ اس شخص نے جب ان لوگوں سے دریافت کیا کہ تمہیں کس کا انتظار ہے تو انہوں نے بتایا کہ قطب العالم پانچوں وقت نماز پڑھانے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ ہمیں ان کا انتظار ہے۔ یہ سن کر اس شخص کو بے حد مسرت ہوئی کہ بہت جلدی قطب العالم سے ملاقات ہو جائے گی۔ چنانچہ کچھ ہی دیر کے بعد لوگوں نے صف قائم کر لی اور نماز جنازہ شروع ہو گئی لیکن جب اس شخص نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے امام، اس کے مرشد ابوالحسن ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ مارے خوف کے بے ہوش ہو گیا اور ہوش میں آنے کے بعد دیکھا تو لوگ جنازے کو دفن کر چکے تھے اور آپ کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ پھر اس مرید نے اطمینان قلبی کے لیے پوچھا کہ امام صاحب کا نام کیا تھا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ قطب العالم حضرت ابوالحسن خرقانی تھے اور اب نماز کے وقت پھر یہاں تشریف لائیں گے۔ چنانچہ وہ مرید انتظار میں رہا اور جب آپ نماز پڑھا چکے تو اس نے بڑھ کر سلام کرنے کے بعد دامن تھام لیا لیکن شدت خوف کی وجہ سے اس کی زبان سے ایک جملہ بھی نہیں نکلا پھر آپ نے اس کو ہمراہ لے جاتے ہوئے فرمایا کہ تو نے یہاں جو کچھ دیکھا ہے اس کو کبھی زبان پر نہ لانا کیونکہ میں نے خدا تعالیٰ سے عہد کیا ہے

کہ مجھ کو مخلوق کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھتے ہوئے مخلوق کو میرے مراتب سے آگاہ نہ فرمائے سوائے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے جو مرنے کے بعد بھی حیات ہیں۔

ایک مرتبہ کسی نے آپ سے عراق جا کر درس حدیث میں شرکت کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے پوچھا کہ کیا یہاں کوئی درس حدیث دینے والا موجود نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہاں تو کوئی مشہور محدث نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ایک تو میں ہی موجود ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے امی ہونے کے باوجود اپنے فضل و کرم سے مجھے تمام علوم پر آگاہی عطا فرمائی ہے اور حدیث تو میں نے خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھی ہے لیکن آپ کے اس قول کا اس شخص کو یقین نہیں آیا۔ چنانچہ رات کو خواب میں اُس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں جواں مرد ٹھیک بات کرتے ہیں۔ اس خواب کے بعد صبح سے اس نے آپ کی خدمت میں پہنچ کر حدیث کا درس لینا شروع کر دیا اور آپ درس دیتے ہوئے بعض اوقات یہ بھی فرما جاتے کہ یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے۔ اس شخص نے جب پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوتا ہے تو فرمایا کہ جب تم حدیث پڑھتے ہو تو میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدے میں مشغول رہتا ہوں اور جو صحیح حدیث ہوتی ہے اس کو پڑھتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر مسرت کی جھلک ہوتی ہے لیکن جو حدیث پاک صحیح نہیں ہوتی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک شکن آلودہ ہو جاتی ہے۔ جس سے مجھے اندازہ ہو جاتا ہے کہ صحیح حدیث کون سی ہے۔

حضرت عبداللہ انصاری فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک جرم میں گرفتار کر کے بلخ کی جانب لے چلے اور میں راستہ بھر یہ سوچتا رہا کہ میرے پاؤں سے کیا گناہ سرزد ہو گیا کہ جس کی پاداش میں زنجیر سے جکڑا گیا ہے اور جب میں بلخ پہنچا تو دیکھا کہ عوام چھتوں پر چڑھے ہوئے مجھے پتھروں سے مارنے کے لیے تیار کھڑے ہیں۔ اس وقت مجھے الہام ہوا کہ تو نے فلاں دن حضرت ابوالحسن کا مصلیٰ بچھاتے ہوئے اس پر پاؤں رکھ دیا تھا اور یہ اس کی سزا ہے چنانچہ میں نے اسی وقت توبہ کی کہ جس کے نتیجہ میں لوگ ہاتھوں میں پتھر لیے کھڑے رہے اور کسی میں مجھے مارنے کی جرات نہ ہوئی اور زنجیریں خود بخود ٹوٹ کر گر گئیں اور حاکم نے میری رہائی کا حکم دے دیا۔

حضرت شیخ ابوسعید اپنے مریدین کے ہمراہ آپ کے یہاں مہمان ہوئے تو اس وقت گھر میں چند روٹیوں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ لیکن آپ نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ ان روٹیوں پر ایک چادر ڈھانپ دو اور بقدر ضرورت مہمانوں کے سامنے نکال نکال کر رکھتی جاؤ۔ چنانچہ اس عمل سے تمام مہمانوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔ لیکن جب آزمانے کے لیے چادر اٹھا کر دیکھا تو اس میں ایک روٹی بھی نہیں تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے بہت برا کیا اگر چادر نہ اٹھاتا تو قیامت تک روٹیاں نکلتی رہتیں۔

کھانے سے فارغ ہو کر جب حضرت ابوسعید نے سماع کی فرمائش کی تو اس کے باوجود کہ آپ نے کبھی سماع نہیں سنا تھا از روئے مہمان نوازی اجازت دے دی اور قوال چٹکیاں بجا کر شعر پڑھ رہے تھے تو حضرت ابوسعید سے کہا کہ اب کھڑے ہونے کا وقت آ گیا اور تین مرتبہ اپنی آستین جھٹک کر اتنی زور سے زمین پر پاؤں مارے کہ خانقاہ کی دیواریں تک ہل گئیں اور حضرت ابوسعید نے گھبرا کر عرض کیا کہ بس کیجئے کیونکہ مکان گر جانے کا خطرہ ہو گیا ہے اور زمین و آسمان آپ کے ساتھ وجد کر رہے ہیں۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ سماع صرف اس کے لیے جائز ہے جس کو آسمان سے عرش تک اور زمین سے تحت الثریٰ تک کشادگی نظر آتی ہو اور اس سے تمام حجابات ختم کر دیئے گئے ہوں۔ پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی جماعت یہ سوال کرے کہ تم لوگ اس طرح رقص کیوں کرتے ہو تو جواب دینا کہ گذشتہ بزرگوں کی اتباع میں جن کے ابوالحسن جیسے مراتب تھے۔

ایک دن آپ نے حضرت ابوسعید سے فرمایا کہ آج میں نے تمہیں موجودہ دور کا ولی مقرر کر دیا ہے کیونکہ عرصہ دراز سے میں یہ دعا کیا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی ایسا فرزند عطا فرما دے جو میرا ہمراز بن سکے اور اب میں خدا کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے تم جیسا شخص عطا کر دیا۔

حضرت ابوسعید نے کبھی آپ کے سامنے لب کشائی نہیں کی اور جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ شیخ کے بالمواجہ بات نہ کرنا ہی داخل ثواب ہے کیونکہ سمندر کے مقابلے میں ندیوں کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ پھر بتایا کہ خرقان آنے کے وقت میں ایک پتھر کی طرح تھا لیکن آپ کی توجہ نے مجھے گوہر آبدار بنا دیا۔

حضرت ابوسعید ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرمارہے تھے جس میں حضرت ابوالحسن کے صاحبزادے بھی موجود تھے اس وقت ابوسعید نے فرمایا کہ خودی سے نجات پا جانے والے ایسے ہوتے ہیں جیسے بچہ شکم مادر سے پاک وصاف نکلتا ہے اور وہ لوگ ایسے ہوگئے جس طرح عالم ارواح سے عالم خاکی میں گناہوں سے پاک آتے ہیں۔ پھر آپ نے صاحبزادے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم ان لوگوں سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان میں ان صاحبزادے کے والد بزرگوار بھی موجود ہیں۔

ابوالقاسم قشیری کا یہ مقولہ تھا کہ خرقان آنے کے وقت مجھ پر حضرت ابوالحسن کا خوف اس درجہ طاری تھا کہ بات کرنے کی سکت بھی نہیں تھی جس کی وجہ سے مجھے یہ خیال پیدا ہوگیا کہ شاید مجھے ولایت کے مقام سے معزول کردیا گیا ہے۔ جب شیخ بوعلی سینا آپ کی شہرت سے متاثر ہوکر بغرض ملاقات خرقان میں آپ کے گھر پہنچے اور آپ کی بیوی سے پوچھا کہ شیخ کہاں ہیں تو بیوی نے جواب دیا کہ تم ایک زندیق وکاذب کو شیخ کہتے ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ شیخ کہاں ہیں۔ البتہ میرے شوہر تو جنگل میں لکڑیاں لانے گئے ہیں یہ سن کر شیخ بوعلی سینا کو خیال ہوا کہ جب آپ کی بیوی ہی اس قسم کی گستاخی کرتی ہے تو نہ معلوم آپ کا کیا مرتبہ ہے؟ گو میں نے آپ کی بہت تعریف سنی ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ بہت ادنیٰ درجہ کے انسان ہیں۔ پھر جب آپ کی جستجو میں جنگل کی طرف روانہ ہوئے تو دیکھا کہ آپ ایک شیر کی کمر پر لکڑیاں لادے تشریف لا رہے ہیں۔ یہ واقعہ دیکھ کر بوعلی سینا کو بہت حیرت ہوئی لہٰذا قدم بوس ہوکر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا بلند مقام عطا فرمایا ہے اور آپ کی بیوی آپ کے متعلق بہت بری باتیں کرتی ہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر میں اُس کا بوجھ برداشت نہ کرسکتا تو پھر یہ شیر میرا بوجھ کیسے اٹھاتا؟ پھر آپ بوعلی سینا کو اپنے گھر لے گئے اور کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد فرمایا کہ اب مجھے اجازت دے دو کیونکہ میں دیوار تعمیر کرنے کے لیے مٹی گوندھ چکا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ دیوار پر جا بیٹھے اس وقت آپ کے ہاتھ سے بسولی چھوٹ کر زمین پر گر پڑی اور جب بوعلی سینا اٹھا کر دینے کے لیے آگے بڑھے تو وہ خود بخود زمین سے اٹھ کر آپ کے ہاتھ میں پہنچ گئی۔ یہ کرامت دیکھ کر بوعلی سینا آپ کے معتقدین میں شامل ہوگئے۔

ایک مرتبہ وزیرِ بغداد کے پیٹ میں اچانک ایسا شدید درد اٹھا کہ اطباء نے بھی جواب دے دیا اس وقت لوگوں نے آپ کا جوتا لے جا کر وزیر کے پیٹ پر پھیر دیا اور وہ فوراً صحت یاب ہو گیا۔

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ اپنا خرقہ مجھے پہنا دیجئے تاکہ میں بھی آپ ہی جیسا بن جاؤں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا کوئی عورت مردانہ لباس پہن کر مرد بن سکتی ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ ہرگز نہیں پھر آپ نے فرمایا کہ جب یہ ممکن نہیں ہے تو پھر تم میرا خرقہ پہن کر مجھ جیسے کیسے بن سکتے ہو؟ اس جواب سے وہ بہت نادم ہوا۔ کسی نے آپ سے دعوت الی اللہ دینے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا جب تم مخلوق کو دعوت دینے کا قصد کرو تو خود کو دعوت نہ دینا۔ اس شخص نے کہا کہ کیا کوئی خود کو بھی دعوت دیتا ہے؟ فرمایا کہ یقیناً اور اس کی صورت یہ ہے کہ جب تمہیں کوئی دوسرا شخص دعوت دے تو اس کو ناپسند کرو۔ اس طرح تم خود کو بھی دعوت دینے والے بن جاؤ گے لیکن دعوت الی اللہ دینے والے نہیں بن سکتے۔

ایک مرتبہ سلطان محمود غزنوی نے ایاز سے یہ وعدہ کیا کہ میں تجھے اپنا لباس پہنا کر اپنی جگہ بٹھا دوں گا اور تیرا لباس پہن کر خود غلام کی جگہ لے لوں گا۔ چنانچہ جس وقت سلطان محمود حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات کی نیت سے خرقان پہنچا تو قاصد سے یہ کہا کہ حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ کہہ دینا کہ میں صرف آپ سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ لہٰذا آپ زحمت فرما کر میرے خیمہ تک تشریف لے آئیں اور اگر وہ آنے سے انکار کر دیں تو یہ آیت تلاوت کر دینا۔ "اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ" (پارہ 5 سورہ نساء آیت 95) یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ اپنی قوم کے حاکم کی بھی اطاعت کرتے رہو۔ چنانچہ قاصد نے آپ کو جب پیغام پہنچایا تو آپ نے معذرت طلب کی جس پر قاصد نے مذکورہ بالا آیت تلاوت کی۔ آپ نے جواب دیا کہ محمود سے کہہ دینا کہ میں تو اطیعوا اللہ میں ایسا غرق ہوں کہ اطیعوا الرسول میں بھی ندامت محسوس کرتا ہوں، ایسی حالت میں اولی الامر منکم کا تو ذکر ہی کیا کرنا۔ یہ قول جس وقت قاصد نے محمود غزنوی کو سنایا تو اس نے کہا کہ میں انہیں معمولی قسم کا صوفی تصور کرتا تھا لیکن معلوم ہوا کہ وہ تو بہت ہی کامل

بزرگ ہیں۔ لہٰذا ہم خود ہی ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوں گے اور اس وقت محمود نے ایاز کا لباس پہنا اور دس کنیزوں کو مردانہ لباس پہنا کر ایاز کو اپنا لباس پہنایا اور خود بطور غلام کے ان دس کنیزوں میں شامل ہو کر ملاقات کرنے کے لیے پہنچ گیا۔ گو آپ نے اس کے سلام کا جواب تو دے دیا لیکن تعظیم کے لیے کھڑے نہیں ہوئے اور محمود جو غلام کے لباس میں ملبوس تھا اس کی جانب قطعی توجہ نہیں دی (جب محمود نے دل میں خیال کیا کہ یہ دام فریب تو ایسا نہیں ہے جس میں آپ جیسے شاہباز پھنس سکیں) آپ نے محمود کا ہاتھ تھام کر فرمایا کہ پہلے ان نامحرموں کو باہر نکال دو پھر مجھ سے گفتگو کرنا۔ چنانچہ محمود کے اشارے پر تمام کنیزیں باہر واپس چلی گئیں اور محمود نے آپ سے فرمائش کی کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی واقعہ بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت بایزید کا قول یہ تھا کہ جس نے میری زیارت کر لی اس کو بدبختی سے نجات حاصل ہو گئی۔ اس پر محمود نے پوچھا کہ کیا ان کا مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ تھا۔ اس لیے کہ حضور کو ابوجہل و ابولہب جیسے منکرین نے بھی دیکھا پھر بھی ان کی بدبختی دور نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا! اے محمود! ادب کو ملحوظ رکھ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خلفائے اربعہ اور دیگر صحابہ کے علاوہ کسی نے نہیں دیکھا۔ جس کی دلیل یہ آیت مبارک ہے۔ "یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ ان کو دیکھتے ہیں جو آپ کی جانب نظر کرتے ہیں، حالانکہ وہ آپ کو نہیں دیکھ سکتے۔" یہ سن کر محمود بہت محظوظ ہوا اور آپ سے نصیحت کرنے کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا کہ نواہی سے اجتناب کرتے رہو۔ باجماعت نماز ادا کرتے رہو۔ سخاوت و شفقت کو اپنا شعار بنا لو اور جب محمود نے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ میں خدا سے ہمیشہ دعا کرتا ہوں کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرما دے۔ پھر جب محمود نے عرض کیا کہ میرے لیے مخصوص دعا فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ اے محمود! تیری عاقبت محمود ہو اور جب محمود نے اشرفیوں کا ایک توڑا آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے جو کی خشک ٹکیا اس کے سامنے رکھ کر جواب دیا کہ اس کو کھاؤ۔ چنانچہ محمود نے جب توڑ کر منہ میں رکھا اور دیر تک چبانے کے باوجود بھی حلق سے نہ اترا تو آپ نے فرمایا کہ شاید نوالہ تمہارے حلق میں اٹکتا ہے۔ اس نے کہا ہاں تو فرمایا کہ تمہاری یہ خواہش ہے کہ اشرفیوں کا یہ توڑا اسی طرح میرے حلق میں بھی اٹک جائے۔ لہٰذا اس کو واپس لے لو کیونکہ میں دنیاوی مال کو طلاق

دے چکا ہوں اور محمود کے بے حد اصرار کے باوجود بھی آپ نے اس میں سے کچھ نہ لیا۔ پھر محمود نے خواہش کی کہ مجھ کو بطور تبرک کے کوئی چیز عطا فرمادیں۔ اس پر آپ نے اس کو اپنا پیراہن دے دیا۔ پھر محمود نے رخصت ہوتے وقت عرض کیا کہ حضرت آپ کی خانقاہ تو بہت خوبصورت ہے فرمایا کہ خدا نے تمہیں اتنی وسیع سلطنت بخش دی ہے پھر بھی تمہارے اندر طمع باقی ہے اور اس جھونپڑی کا بھی خواہش مند ہے۔ یہ سن کر اس کو بے حد ندامت ہوئی اور جب وہ رخصت ہونے لگا تو آپ تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ تو اس نے پوچھا کہ میری آمد کے وقت تو آپ نے تعظیم نہیں کی پھر اب کیوں کھڑے ہو گئے۔ فرمایا کہ اس وقت تمہارے اندر شاہی تکبر موجود تھا اور میرا امتحان لینے آئے تھے لیکن اب عجز و درویشی کی حالت میں واپس جا رہے ہو اور خورشید فقر تمہاری پیشانی پر درخشندہ ہے۔ اس کے بعد محمود رخصت ہو گیا۔ سومنات پر حملہ کرنے کے وقت جب محمود غزنوی کو غنیم کی بے پناہ قوت کی وجہ سے شکست کا خطرہ محسوس ہوا تو اس نے وضو کر کے نماز پڑھی اور آپ کا عطا کردہ پیراہن ہاتھ میں لے کر یہ دعا کی اے خدا! اس پیراہن والے کے صدقہ میں مجھے فتح عطا فرما اور جو مال غنیمت اس جنگ میں حاصل ہو گا وہ سب فقراء کو تقسیم کر دوں گا۔ چنانچہ اللہ نے اس کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور جب وہ غنیم کے مقابلہ میں صف آراء ہوا تو غنیم اپنے باہمی اختلافات کی بناء پر خود ہی آپس میں لڑنے لگا۔ جس کی وجہ سے محمود کو مکمل فتح حاصل ہو گئی۔ رات کو محمود نے خواب میں حضرت ابوالحسن کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اے محمود! تو نے اس قدر معمولی شے کے لیے میرے خرقہ کے صدقہ میں دعا کی اگر تو اس وقت یہ دعا مانگتا کہ تمام عالم کے کفار اسلام قبول کر لیں اور دنیا سے کفر کا خاتمہ ہو جائے تو یقیناً تیری دعا قبول ہوتی۔

ایک مرتبہ مریدین سمیت آپ کو سات یوم تک کھانا میسر نہ آسکا تو ساتویں دن ایک آدمی آٹے کی بوری اور ایک بکری لے کر آیا اور آپ کے دروازے پر آواز دی کہ میں یہ چیزیں صوفیاء کے لیے لے کر حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے مریدین سے فرمایا کہ مجھ میں تو صوفی ہونے کی کوئی صلاحیت نہیں ہے لہٰذا تم میں سے جو صوفی ہو وہ جا کر لے لے۔ لیکن کسی نے اپنے صوفی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور سب فاقہ سے بیٹھے رہے۔ آپ کے ایک اور بھائی بھی تھے اگر آپ رات کو عبادت میں مشغول ہوتے تو دوسرے بھائی پوری رات ماں کی خدمت گزاری کرتے رہتے

ایک دن جب دوسرے بھائی کا نمبر ماں کی خدمت کرنے کا تھا تو اس نے آپ سے کہا کہ اگر آپ آج میرے بجائے والدہ کی خدمت میں رہ جائیں تو میں رات بھر عبادت کرلوں۔ چنانچہ آپ نے ان کو اجازت دے دی اور خود ماں کی خدمت میں رہے لیکن اسی شب عبادت کی ابتداء کرتے ہی آپ کے بھائی نے یہ غیبی ندا سنی کہ ہم نے تمہارے بھائی کی مغفرت کرنے کے ساتھ تمہیں بھی ان کے طفیل میں بخش دیا۔ یہ سن کر انہیں حیرت ہوئی اور خدا سے عرض کیا کہ یا اللہ! میں تو تیری عبادت کر رہا ہوں اور وہ ماں کی خدمت گزاری میں ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ میری مغفرت کے بجائے اس کی مغفرت کر کے مجھے اس کا طفیلی بنایا گیا ہے۔ ندا آئی کہ ہمیں تیری عبادت کی حاجت نہیں بلکہ محتاج ماں کی خدمت کرنے والے کی اطاعت ہماری لیے باعث خوشنودی ہے۔

چالیس سال تک کبھی آپ نے ایک لمحہ کے لیے بھی آرام نہیں کیا اور عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے رہے۔ چالیس سال کے بعد ایک دن مریدین سے فرمایا کہ تکیہ دے دو میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ مریدین کو اس سے بہت حیرت ہوئی اور پوچھا کہ آج آپ آرام کے خواہاں کیوں ہوئے؟ فرمایا کہ آج میں نے خدا کی بے نیازی و استغنا کا مشاہدہ کرلیا ہے۔ البتہ تیس سال تک اللہ تعالیٰ کے خوف کے سوا میرے قلب میں کوئی خیال پیدا ہی نہیں ہوا۔

# ارشاداتِ عالیہ

☆ ایک دن آپ نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ کون سی چیز بہتر ہے؟ انہوں نے عرض کیا، اے شیخ! آپ ہی فرمائیے، فرمایا کہ وہ دل کہ جس میں خدا کی یاد ہو۔

☆ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ صوفی کون ہے؟ فرمایا کہ گدڑی اور جائے نماز سے صوفی نہیں ہوتا اور رسوم و عادات سے صوفی نہیں ہوتا۔ صوفی وہ ہوتا ہے کہ نیست ہو اور آپ نے فرمایا ہے کہ صوفی اس دن ہوتا ہے کہ اس کو آفتاب کی حاجت نہ ہو اور رات میں اُس کو چاند اور ستارے کی حاجت نہ ہو اور ایسا نیست ہوتا ہے کہ ہستی کی حاجت نہ

ہو۔

☆ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ صدق کیا چیز ہے؟ فرمایا، صدق یہ ہے کہ دل سے بات کہے یعنی وہ بات کہے جو اس کے دل میں ہو۔

☆ آپ سے پوچھا گیا کہ اخلاص کیا ہے؟ فرمایا، جو کچھ تو خدا کے واسطے کرتا ہے، اخلاص ہے اور جو کچھ بندوں کے واسطے کرتا ہے، ریا ہے۔

☆ آپ سے دریافت کیا گیا کہ فنا، بقا میں کلام کرنے کا حق کس کا ہے؟ فرمایا کہ اس شخص کا کہ ایک تار سے آسمان سے لٹکتا ہو۔ ایسی ہوا چلے کہ درختوں اور عمارتوں کو گرا دے اور تمام پہاڑوں کو اکھیڑ دے اور تمام دریاؤں کو الٹ دے مگر اس کو اپنی جگہ سے نہ ہلا سکے۔

☆ تم ہرگز اس شخص کے ساتھ صحبت نہ رکھو کہ تم کہو، خدا اور وہ کہے کچھ اور۔

☆ اندوہ طلب کر یہاں تک کہ تیری آنکھ سے آنسو نکل پڑیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ رونے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وارث وہ شخص ہے جو آپ کے فعل کی پیروی کرے نہ کہ وہ شخص جو کاغذ کو سیاہ کرے۔

☆ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ نہ چاہوں اور آپ نے فرمایا کہ یہ بھی طلب ہے۔

☆ آج چالیس سال ہوئے ہیں کہ میں ایک حالت میں ہوں اور حق میرے دل کو دیکھتا ہے اور اپنے سوا کسی اور کو نہیں پاتا۔ مجھ میں غیر خدا کے لیے کوئی شے باقی نہیں رہی اور نہ میرے سینہ میں غیر کے لیے قرار رہا ہے۔

☆ عالم و عابد جہان میں بہت ہیں، تجھے ایسا ہونا چاہیے کہ تو صبح و شام اس طرح کرے جیسا کہ خدا پسند کرتا ہے اور رات سے صبح اس طرح کرے، جیسا خدا پسند کرتا ہے

☆ چالیس سال سے میرا نفس ٹھنڈے پانی یا چھاچھ کا ایک گھونٹ طلب کرتا ہے مگر اب تک میں نے اس کو نہیں دیا۔

☆ دلوں میں سب سے روشن دل وہ ہے کہ جس میں مخلوق نہ ہو اور کاموں میں سب سے اچھا وہ ہے کہ جس میں مخلوق کا اندیشہ نہ ہو اور نعمتوں میں سب سے حلال وہ ہے جو تیری کوشش سے ہو اور رفیقوں میں سب سے اچھا وہ ہے جس کی زندگانی حق کے ساتھ ہو

☆ مجھے تین چیزوں کا علم نہ ہو سکا۔ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے درجات، نفس کا مکر اور معرفت۔

☆ میں نے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ آواز سنی۔ میرے بندے! اگر تو غم کے ساتھ میرے سامنے آئے گا تو تجھے خوش کروں گا اور اگر حاجت و فقر کے ساتھ آئے گا تو میں تجھے تو نگر کردوں گا جب تو اپنے آپ سے بالکل دست بردار ہو جائے گا پانی اور ہوا کو تیرا مطیع کردوں گا۔

☆ میں نے عافیت تنہائی میں پائی اور سلامتی خاموشی میں۔

☆ تمام مسلمان نماز پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں لیکن مرد وہ ہے کہ ساٹھ سال اس پر گزر جائیں مگر فرشتہ اس کے نامہ اعمال میں کوئی ایسی چیز نہ لکھے کہ جس کے سبب سے اُسے حق تعالیٰ سے شرمندہ ہونا پڑے اور وہ حق کو ایک لمحہ فراموش نہ کرے۔

☆ تین مقام پر فرشتے اولیاء سے زیادہ ہیبت کھاتے ہیں۔ ایک موت کا فرشتہ ان کی جان نکالنے کے وقت۔ دوسرے کراماً کاتبین اُن کے اعمال لکھنے کے وقت اور تیسرے منکر نکیر اُن سے سوال کے وقت۔

☆ ایک روز خدا تعالیٰ نے مجھے آواز دی کہ جو بندہ تیری مسجد میں آئے گا اس کا گوشت و پوست دوزخ کی آگ پر حرام ہوگا اور جو بندہ تیری زندگی میں اور تیرے مرنے کے بعد تیری مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے گا، قیامت کے دن عابدوں کے گروہ میں اٹھے گا۔

☆ خدا تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ جب رات کے وقت روئے زمین پر اندھیرے گھر میں سوتے ہیں اور لحاف منہ پر ہوتا ہے تو آسمان کے ستاروں اور چاند کی سیر کو دیکھتے

ہیں اور لوگوں کی اطاعت اور گناہوں کو دیکھتے ہیں جو فرشتے آسمان پر لے جاتے ہیں اور لوگوں کے رزقوں کو دیکھتے ہیں جو آسمان سے زمین پر آتے ہیں اور اُن فرشتوں کو دیکھتے ہیں جو آسمان سے زمین پر آتے ہیں اور پھر آسمان پر چلے جاتے ہیں اور آفتاب کو دیکھتے ہیں جو کہ زمین میں گزرتا ہے۔

☆ میں نے صرف چار ہزار باتیں خدا سے سنی تھیں اور اگر کہیں دس ہزار قول سن لیتا تو نہ معلوم کیا ہو جاتا اور کیا چیزیں ظہور میں آتیں۔

☆ خدا نے مجھے اتنی طاقت عطا کر دی تھی کہ جس وقت میں نے قصد کیا کہ ناٹ دیبائے رومی میں تبدیل ہو جائے تو فوراً ہو گیا اور خدا کا شکر ہے وہ طاقت آج بھی میرے اندر موجود ہے۔

☆ میں اَن پڑھ ہوں لیکن خدا نے اپنے کرم سے مجھ کو تمام علوم سے بہرہ ور کیا ہے اور میں ان کا شکر گزار ہوں کہ اس نے اپنی حقیقت میں مجھے گم کر دیا ہے۔ یعنی ظاہری جسم صرف خیال ہے کیونکہ میرا ذاتی وجود ختم ہو چکا ہے۔

☆ خدا نے مجھے وہ درد عطا کیا ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی نکل پڑے تو طوفان نوح سے بھی زیادہ طوفان آ جائے۔

☆ مرنے کے بعد بھی میں اپنے معتقدین کی نزع کے وقت مدد کروں گا اور جس وقت فرشتہ اجل ان کی روح قبض کرنا چاہے گا تو میں اپنی قبر سے ہاتھ نکال کر ان کے لب و دندان پر لطف الٰہی کا چھینٹا دوں گا تا کہ وہ شدت تکلیف میں خدا سے غافل نہ ہو سکیں

☆ میں عشاء کے بعد اس وقت تک آرام نہیں کرتا جب تک دن بھر کا حساب خدا کو نہیں دے لیتا۔

☆ اگر قیامت میں اللہ میرے طفیل سے پوری مخلوق کی مغفرت فرمادے جب بھی میں اپنی علو ہمتی کی بنا پر جو مجھے بارگاہِ خداوندی میں حاصل ہے، منہ موڑ کر نہ دیکھوں گا۔

☆ اے لوگو! تمہارا اس بندے کے متعلق کیا خیال ہے؟ جس کو آبادی و ویرانہ کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔ لیکن یاد رکھو کہ اللہ نے ایسے بندے کو وہ مرتبہ عطا کیا ہے کہ قیامت میں اس کے دم سے ایسا نور پھیلے گا کہ آبادی اور ویرانے سب منور ہو جائیں گے اور خدا اس کے صدقہ میں تمام مخلوق کی مغفرت فرمادے گا۔ حالانکہ وہ شخص دنیا میں کبھی دعا نہیں کرتا اور قیامت میں بھی کسی کی شفاعت نہیں کرے گا۔

☆ گوشہ تنہائی میں کبھی اللہ تعالیٰ مجھے ایسی قوت عطا کر دیتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ایک اشارے میں آسمان کو پکڑ کر کھینچ لوں اور چاہوں تو چشم زدن میں تحت الثریٰ کی سیاحت کر آؤں۔

☆ میرا ہر فعل ایک کرامت ہے حتیٰ کہ جب میں ہاتھ پھیلاتا ہوں تو ہوا میرے ہاتھ میں سونے کا ذرہ محسوس ہوتی ہے جب کہ میں نے کبھی اظہارِ کرامت کے لیے ہوا میں ہاتھ نہیں پھیلایا کیونکہ جو ظہور کرامت کی خواہش کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کرامت کے دروازے بند کر دیتا ہے۔

☆ جب تک تمہارے قلوب مردہ ہیں سکون نہیں مل سکتا، فرمایا کہ کرامت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر درویش پتھر سے سوال کرے تو پتھر اس کو جواب دے۔

# حضرت ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پیدائش بمقام : فارمد نزد طوس (ایران)

وصال : 4 ربیع الاول 477 ہجری مزارِ اقدس : طوس (ایران)

آپ کا اسم گرامی فضیل بن محمد ہے۔ طوس کے مضافات کے ایک گاؤں "فارمدیہ" کے رہنے والے تھے۔ آپ کی نسبت طریقت حضرت شیخ المشائخ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تھی اور شیخ ابوالقاسم گورگانی طوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی نسبت تھی۔ جوانی میں آپ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے جمال کے عاشق ہو گئے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ان کے پاس گیا تو محفل سماع تھی میں چھپ کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر جب خاص کیفیت طاری ہوئی اور وجد آیا تو کپڑے پھاڑ لیے جب وجد کی کیفیت

سے باہر آئے تو مرید آپ کے لباس کے ٹکڑے تبرک کے طور پر لینے لگے۔ شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے لباس کی آستین اور ایک دھجی اپنے ہاتھ میں پکڑی اور آواز دی ''اے ابوعلی طوسی کہاں ہو؟'' آپ کے دوتین مرتبہ آواز دینے پر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے یہ دونوں چیزیں آستین وتبریز مجھے عنایت فرمائیں اور فرمایا کہ تم ہمارے نزدیک اس آستین و تبریز کی مانند ہو۔ فوراً میرے قلب میں روشنی ظاہر ہوئی اور روز بروز اس میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا اور کیفیتیں طاری ہونے لگیں۔ اس کے بعد آپ تحصیل علم میں تین سال مصروف رہے۔ ایک دن آپ نے قلم دوات میں ڈالی تو قلم سفید باہر نکلی۔ آپ نے اپنے استاد سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ چونکہ قلم نے تمہیں چھوڑ دیا ہے تم بھی اسے چھوڑ دو اور دوسرے کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔ ایک دن آپ کے استاد حضرت ابوالقاسم نہا رہے تھے کہ آپ نے کنوئیں سے چند ڈول نکال کر حمام میں ڈالے غسل سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو دریافت کیا کہ پانی کے ڈول حمام میں کس نے ڈالے۔ آپ نے جب اقرار کیا تو حضرت ابوالقاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ستر سال میں جو حاصل کیا تو نے پانی کے ایک ڈول سے وہ سب کچھ لے لیا۔ ایک عرصہ تک آپ ان کے پاس ریاضت ومجاہدہ میں مصروف رہے مگر دل کی خواہش روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بے حدوحساب فیوض وبرکات سے مستفیض ہوئے۔ بالآخر آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

﴿انا للّٰہ و انا الیہ راجعون﴾

آپ کا سن وفات 477 ہجری ہے۔ آپ کا مزار مبارک طوس ایران میں واقع ہے۔

# حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 440 یا 441 ہجری بمقام : ہمدان
1048 یا 1049ء
وصال : 535 یا 536 ہجری مزار اقدس : مَرو (ازبکستان)
1142 یا 1143ء

آپ کا نام یوسف اور کنیت ابو یعقوب ہے۔ آپ کا تعلق ہمدان سے تھا۔ آپ کی نسبت شیخ ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے۔ آپ نے شیخ ابو اسحٰق شیخ عبداللہ جونی اور شیخ احسن سمنانی رحمہم اللہ علیہم سے فیض صحبت اٹھایا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں ہمدان سے بغداد تشریف لائے۔ حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ کی مجلس میں بھی حاضر ہو کر فیض حاصل کیا۔ آپ اولیاء اہل کمال میں سے تھے۔ آپ نے اصفہان، عراق، خراسان، سمرقند اور بخارا کے پیران عظام سے استفادہ کیا اور مخلوق خدا کو اپنا فیض پہنچایا۔ کافی عرصہ "مرو" میں رہے اس کے بعد ہرات میں کچھ عرصہ قیام کیا۔ دوبارہ "مرو" کا ارادہ کیا لیکن راستہ میں وفات پائی۔ آپ کا سن پیدائش 440 یا 441 ہجری جبکہ سن وفات 535 یا 536 ہجری ہے۔ آپ کا مزار مبارک مرو میں مرجع خلائق ہے۔

# ارشاداتِ عالیہ

☆ سماع ایک سفیر ہے حق تعالیٰ کی طرف اور ایک ایلچی ہے حق تعالیٰ کی طرف سے۔ وہ ارواح کی خوراک، اجسام کی غذا، قلوب کی زندگی اور اسرار کی بقا ہے۔ وہ پردہ کے پھاڑنے والا اور بھید کے ظاہر کرنے والا ہے اور برق درخشاں اور آفتاب تاباں ہے۔ وہ دنیا میں ہر فکر، ہر لحظہ، ہر تدبر و تفکر، ہر ہوا کے جھونکے، ہر درخت کی حرکت اور ہر ناطق کے نطق سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تو اہل حقیقت کو سماع میں سرگشتہ اور حیران، مقید و اسیر اور صاحب خشوع و مست دیکھتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنی زیبائی کے نور سے ملائکہ مقربین میں سے ستر ہزار فرشتے پیدا کیے اور ان کو اپنی بارگاہ میں عرش و کرسی کے درمیان کھڑا کیا۔ ان کا لباس "سبز صوف" ہے اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتے ہیں۔ وہ اپنی پیدائش کے وقت سے حالت وجد میں سرگشتہ و حیران اور فروتن و مست کھڑے ہیں اور شیفتگی کی شدت کے سبب رکن عرش سے کرسی تک دوڑتے ہیں۔ پس وہ اہل آسمان کے صوفیہ اور نسبتوں کے لحاظ سے ہمارے بھائی ہیں۔ حق تعالیٰ اُن کا انیس و ملیک ہے، پس ان پر سلام وتحیہ و اکرام ہو۔

☆ تم خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھو۔ اگر یہ میسر نہ آئے تو اس شخص کے ساتھ محبت رکھو جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے۔

☆ آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ جب اہل اللہ ہم سے روپوش ہو جاتے ہیں تو ہمیں کیا کرنا چاہیے تاکہ ہم سلامت رہ سکیں؟ آپ نے فرمایا کہ ان کی باتیں دہراتے رہو۔

☆ جو لوگ صحیح معنوں میں خدا پرست ہیں وہ کنوئیں کی چرخی کی آواز پر بھی اللہ کی یاد میں مست ہو جاتے ہیں۔

☆ ایک روز ایک درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اس وقت میں شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس تھا وہ دستر خوان پر درویشوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ کچھ دیر کے لیے شیخ پر ہیبت طاری ہوئی پھر انہوں نے فرمایا کہ اس وقت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور لقمہ میرے منہ میں رکھا اور آپ نے فرمایا کہ یہ وہ خیالات ہیں جن سے اطفال طریقت تربیت پاتے ہیں۔

☆ آپ نے حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہٗ سے فرمایا تھا کہ لوگوں کو وعظ اور نصیحت کیا کریں۔ انہوں نے کہا کہ میں مرد عجمی ہوں۔ فصحاء بغداد کے سامنے کیسے گفتگو کروں۔ آپ نے فرمایا کہ جب آپ نے علوم فقہ، اصول فقہ، اختلاف مذاہب، نحو و لغت اور تفسیر قرآن کا علم خوب حاصل کر لیا ہے، پھر کیوں کر منبر پر آنے اور وعظ و پند کی صلاحیت نہیں ہے۔ آپ بلا تامل ہدایت و ارشاد شروع کیجئے کیونکہ میں آپ میں ایک جڑ دیکھ رہا ہوں جو عنقریب پورا درخت ہو جائے گی کہ "جس کی جڑیں زمین میں مضبوط ہوں گی اور شاخیں آسمان میں پھیلیں گی اور وہ اپنا میوہ ہر وقت دے گا" (سورۃ ابراہیم، رکوع۔14)

☆ آپ سے دریافت کیا گیا کہ جب ایسا زمانہ آ جائے کہ اللہ والے تلاش کرنے کے باوجود نہ ملیں تو اس وقت کیا کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ ان حالات میں اگر ہماری سیرت کے آٹھ صفحات ہی پڑھ لے گا تو وہ یہ خلاء محسوس نہیں کرے گا۔

# حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت : 435 ہجری 1044ء بمقام : روم

وصال : 575 ہجری 1179ء مزار اقدس : غجدوان ، ازبکستان

آپ طبقہ خواجگان کے سر دفتر اور سلسلہ نقشبندیہ کے سردار ہیں۔ طریقت میں آپ کی روش محبت ہے۔ آپ تمام فرقوں میں مقبول ہیں۔ آپ ہمیشہ راہ صدق و صفا اور متابعت شرع و سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مخالفت بدعت و ہوا میں کوشاں رہے اور اپنی روش پاک کو آپ نے اغیار کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہے۔

## نسب وولادت:

آپ کے والد کا اسم گرامی عبدالجمیل ہے جو عبدالجمیل امام کر کے مشہور تھے۔ وہ اپنے وقت کے مقتدا اور عالم ظاہر و باطن تھے۔ اور امام مالک کی اولاد سے تھے۔ روم میں رہا کرتے تھے۔ آپ کی والدہ روم کے شاہی خاندان سے تھیں۔ کہتے ہیں کہ عبدالجمیل حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ان کو بشارت دی تھی کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ اُس کا نام عبدالخالق رکھنا۔ حوادث روزگار کے سبب سے عبدالجمیل مع متعلقین روم سے ماوراء النہر کی طرف نکلے۔ اور ولایت بخارا میں پہنچ کر موضع غجدوان میں جو بخارا سے چھ فرسنگ کے فاصلہ پر ہے، سکونت پذیر ہوئے۔ خواجہ عبدالخالق وہیں پیدا ہوئے اور نشوونما پائی اور بخارا میں تحصیل علوم میں مشغول ہوئے۔

## سلوک وطریقت:

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری قدس سرہ کا بیان ہے کہ خواجہ عبدالخالق اپنے استاد صدرالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس تفسیر پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے۔

" اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً وَ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ "

**ترجمہ**: '' تم اپنے رب کو عاجزی اور پوشیدگی کے ساتھ پکارو۔
تحقیق وہ حد سے زیادہ تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ ''

تو آپ نے استاد سے پوچھا کہ اس پوشیدگی کی حقیقت اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ اگر ذاکر بلند آواز سے ذکر کرے یا ذکر کے وقت اعضاء سے حرکت کرے تو غیر شخص اس ذکر سے واقف ہو جاتا ہے اور اگر دل سے ذکر کرے۔ تو بحکم حدیث '' شیطان انسان میں خون کی طرح چلتا ہے (ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی حسن الظن)۔'' اور اس طرح شیطان ذکر سے واقف ہو جاتا ہے۔ استاد نے فرمایا کہ یہ علم لدنی ہے اگر خدا نے چاہا تو اہل اللہ میں سے کوئی تمہیں مل جائے گا اور بتا دے گا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ اولیاء اللہ کی تلاش میں رہے۔ یہاں تک کہ ایک روز حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات نصیب ہوئی۔ بعد دریافت حال حضرت خضر نے فرمایا کہ میں خضر ہوں میں نے تم کو فرزندی میں قبول کیا۔ میں تمہیں ایک سبق بتاتا ہوں۔ اسے ہمیشہ دہراتے رہنا۔ تم پر اسرار کھل جائیں گے۔ پھر وقوف عددی کی تعلیم دی اور فرمایا کہ حوض میں اترو اور غوطہ لگاؤ اور دل سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہو۔ حضرت خواجہ نے اسی طرح کیا اور اس ورد میں مشغول رہے یہاں تک کہ بہت سے اسرار کھل گئے۔ بعد ازاں حضرت خواجہ یوسف ہمدانی بخارا میں تشریف لائے۔ جب تک ان کا قیام بخارا میں رہا۔ آپ ان کی صحبت میں حاضر ہو کر فیض اٹھاتے رہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام آپ کے پیر سبق ہیں اور خواجہ یوسف ہمدانی پیر صحبت و پیر خرقہ۔ اگرچہ خواجہ یوسف اور ان کے مشائخ ذکر بالجہر کیا کرتے تھے۔ لیکن چونکہ خواجہ عبدالخالق کو ذکر خفی کی تلقین حضرت خضر علیہ السلام سے تھی اس لیے خواجہ یوسف نے اس میں ردو بدل نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ جس طرح تم کو تلقین ہوئی ہے، کیے جاؤ۔ خواجہ عبدالخالق نے اپنی بعض تحریرات میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت خضر علیہ السلام نے مجھے خواجہ یوسف کے سپرد کیا تو اس

وقت میری عمر بائیس سال کی تھی۔ ایک مدت کے بعد خواجہ یوسف خراسان میں آ گئے تو حضرت خواجہ عبدالخالق اُن کے پاس ریاضات ومجاہدات میں مشغول ہو گئے۔ آپ اپنے حالات پوشیدہ رکھا کرتے تھے۔ پھر بھی ملک شام میں بہت سے لوگ آپ کے مرید ہو گئے۔ اور وہاں خانقاہ و آستانہ بن گیا تھا۔

## حکایت درویش:

ایک روز ایک درویش حضرت خواجہ کی خدمت میں کہہ رہا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے دوزخ و بہشت کے درمیان اختیار دے تو میں دوزخ کو اختیار کروں گا۔ کیونکہ میں تمام عمر اپنے نفس کی مراد پر نہیں چلا اور اُس صورت میں بہشت میرے نفس کی مراد ہوگی۔ حضرت خواجہ نے اس درویش کے کلام کی تردید کی اور فرمایا کہ بندے کو اختیار سے کیا کام۔ جہاں مالک بھیجے، چلا جائے اور جہاں ٹھہرائے، ٹھہر جائے۔ بندگی اسی کا نام ہے نہ کہ جو تم کہہ رہے ہو۔ اُس درویش نے پوچھا کہ سالکان طریقت پر شیطان کا غلبہ ہوتا ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جو سالک مقام فنائے نفس کو نہ پہنچا ہو، شیطان اُس پر غصہ کے وقت قابو پاتا ہے۔ لیکن جو اس مقام پر پہنچ گیا ہو اس کو غصہ نہیں آتا بلکہ غیرت آتی ہے اور جہاں غیرت ہوتی ہے، شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ اور یہ صفت اُس شخص میں ہوتی ہے جو کتاب اللہ کو دائیں ہاتھ میں سنت رسول اللہ ﷺ کو بائیں ہاتھ میں لیے ہوئے ہو اور ان دونوں کی روشنی میں راستہ چلتا ہو۔

## کرامات:

ایک دفعہ ایام عاشورا میں لوگوں کی ایک بڑی جماعت آپ کی خدمت میں حاضر تھی اور آپ معرفت پر کلام فرما رہے تھے۔ اچانک ایک جوان زاہدوں کی صورت میں خرقہ پہنے اور سجادہ کندھے پر ڈالے ہوئے حاضر ہوا اور گوشہ میں بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہ نے اس کی طرف نظر کی۔ کچھ دیر کے بعد وہ اُٹھ کر کہنے لگا۔ اے خواجہ! حضور رسالتمآب ﷺ نے فرمایا ہے۔ "مومن کی فراست سے ڈرو، کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے۔" اس حدیث کا سِر کیا ہے؟

آپ نے فرمایا کہ اس حدیث کا سِر یہ ہے کہ تو زنار کو توڑ دے اور ایمان لے آ۔ اس

نے کہا، پناہ، بخدا کہ میرے پاس زنار ہو۔ حضرت خواجہ نے خادم کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ خادم اٹھا اور اُس جوان کے بدن پر سے خرقہ اٹھا دیا پس خرقہ کے نیچے سے زنار ظاہر ہو گیا یہ دیکھ کر جوان نے اُسی وقت زنار توڑ دیا اور ایمان لے آیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ یارو! آؤ۔ ہم بھی اس نو مسلم کی طرح اپنے زنار توڑ ڈالیں۔ اور ایمان لائیں جس طرح اس نے زنار ظاہری توڑا ہے ہم اپنے زنار باطنی جس سے مراد خود پسندی ہے توڑ ڈالیں تاکہ اس کی طرح ہم بھی بخشے جائیں۔ یہ سن کر حاضرین پر عجیب کیفیت طاری ہوئی اور حضرت خواجہ کے قدموں پر گر کر توبہ کرنے لگے۔

حضرت خواجہ کی ولایت اس مرتبہ تک پہنچ گئی تھی کہ ایک وقت کی نماز میں آپ خانہ کعبہ جاتے اور واپس آ جاتے۔ حضرت خواجہ کی وفات 12 ربیع الاول 575 ہجری میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک غجدوان میں مرجع خلائق ہے۔

## ارشادات عالیہ

آپ کے کلمات قدسیہ میں سے آپ کی اصطلاحات ہیں جن پر طریقہ نقشبندیہ کی بناء ہے۔ آٹھ کلمے ہیں۔

1۔ ہوش در دم
2)۔ نظر بر قدم
3)۔ سفر در وطن
4)۔ خلوت در انجمن
5)۔ یاد کرد
6)۔ باز گشت
7)۔ نگاہ داشت
8)۔ یاد داشت

ان آٹھ کے علاوہ تین کلمے اور بھی ہیں جو مصطلحات نقشبندیہ میں سے ہیں۔

1)۔ وقوف زمانی
2)۔ وقوف قلبی
3)۔ وقوف عددی

ان گیارہ کلمات پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی بنیاد ہے جن کی مختصر تشریح درج ذیل ہے۔

**1)۔ ہوش دردم:**

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک کا ہر ایک سانس حضور و آگاہی سے ہو نہ کہ غفلت سے۔ یعنی کسی سانس میں خدا سے غافل نہ رہے۔ حضرت خواجہ بہاءالدین شہنشاہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ کسی سانس کو ضائع نہ ہونے دو۔ سانس کے خروج و دخول میں اور خروج و دخول کے درمیان محافظت چاہیے کہ کوئی وقفہ غفلت کا نہ پایا جائے۔

**2)۔ نظر برقدم:**

اس سے مراد یہ ہے کہ نظر اپنے پاؤں کی پشت پر رکھے تاکہ بے جا نظر نہ پڑے اور دل محسوسات متفرقہ سے پراگندہ نہ ہو جائے۔ پس راہ چلتے ادھر ادھر نہ دیکھے کہ موجب فساد عظیم و مانع حصول مقصود ہے۔ یہ عمل تفرقہ بیرونی کے دفعیہ کے لیے ہے۔ جیسا کہ ہوش دردم تفرقہ اندرونی کے دفعیہ کے واسطے ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ سالک کا قدم باطن اس کی نظر باطن سے پیچھے نہ رہے۔ رشحات میں ہے کہ شاید نظر برقدم، سرعت سیر کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی مسافت ہستی کے قطع کرنے اور عقبات خود پرستی کے طے کرنے میں قدم نظر سے پیچھے نہ رہے بلکہ منتہائے نظر پر پڑے۔

**3)۔ سفر در وطن:**

یعنی سیر در نفس سے مراد صفات ذمیمہ سے صفات حمیدہ کی طرف انتقال کرنا ہے۔ خواجگان نقشبندیہ نے مقام بقا میں جو سیر انفسی سے تعلق رکھتا ہے، بجائے سیر آفاقی کے اسی سیر کیفی کو اختیار کیا ہے اور سفر ظاہر اتنا ہی کرتے ہیں کہ پیر کامل تک پہنچ جائیں۔ دوسری حرکت جائز نہیں رکھتے اور صحبت شیخ سے دوری نہیں چاہتے اور ملکہ آگاہی کے حصول کے لیے پوری پوری کوشش کرتے ہیں۔ اس لیے وہ سیر آفاقی کو جو دور دراز راستہ ہے حتی الامکان پسند نہیں کرتے بلکہ سیر انفسی کے ضمن میں اسے قطع کرتے ہیں اور ملکہ آگاہی کے حصول کے بعد سفر کرتے ہیں یا اقامت۔ دوسرے سلسلوں میں سلوک کو سیر آفاقی سے شروع کرتے ہیں اور سیر انفسی پر ختم کرتے ہیں۔ سیر انفسی سے شروع کرنا سلسلہ نقشبندیہ کا خاصہ ہے۔ اندراج نہایت در بدایت کے یہی معنی

ہیں کہ سیر انفسی جو دوسروں کی نہایت (انتہا) ہے وہ اکابر نقشبندیہ کی بدایت (ابتداء) ہے۔
واضح رہے کہ سیر آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈنا ہے اور سیر انفسی اپنے میں آنا اور اپنے دل کے گرد پھرنا ہے۔
مگر شہود نفسی میں گرفتار نہ رہنا چاہیے اور اس کو مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل تصور کرنا چاہیے کیونکہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ جیسا کہ ورائے آفاق ہے، ورائے نفس بھی ہے۔ پس اس کو آفاق وانفس سے باہر طلب کرنا چاہیے۔

## 4)۔ خلوت در انجمن

اس سے مراد یہ ہے کہ انجمن میں جو محل تفرقہ ہے از راہ باطن مطلوب کے ساتھ خلوت رکھے اور غفلت کو دل میں راہ نہ دے۔ ظاہر میں خلائق کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ ہونا چاہیے۔ ابتداء میں یہ معاملہ بتکلف ہوتا ہے اور انتہا میں بے تکلف۔
حضرت خواجہ اولیائے کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ خلوت در انجمن یہ ہے کہ سالک اگر بازار میں جائے تو ذکر میں استغراق کے سبب سے کوئی اور نہ سنے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کا قول ہے کہ ذکر میں جہد و اہتمام بلیغ کے ساتھ مشغول ہونے سے سالک کو پانچ چھ روز میں یہ دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ مشائخ نقشبندیہ بجائے چلہ کے اسی خلوت پر قناعت کرتے ہیں کیونکہ حاصل چلہ اس میں داخل ہے اور آفات سے دور ہے۔

## 5)۔ یاد کرد:

اس سے مراد یہ ہے کہ ہر وقت ذکر میں مشغول رہے، خواہ زبانی ہو یا قلبی۔

## 6)۔ بازگشت:

اس سے مراد یہ ہے کہ جب ذاکر بطریق معہود کلمہ توحید کا ذکر دل سے کرے تو ہر بار کلمہ توحید کے بعد زبان دل سے کہے، خدایا! مقصود میرا تو ہے اور تیری رضا۔ مشائخ نقشبندیہ کا معمول یہ ہے کہ کلمہ توحید کے تلفظ کے ضمن میں لا مقصود ملاحظہ کرتے ہیں۔ کیونکہ جو معبود ہوتا ہے وہ مقصود ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیہ کریمہ افرایت من اتخذ الٰھہ ھواہ سے ظاہر

ہے۔

## 7)۔ نگہداشت:

اس سے مراد یہ ہے کہ قلب کو خطرات وحدیث نفس سے نگاہ میں رکھا جائے یعنی کلمہ طیبہ کے تکرار کے وقت ماسوا قلب میں خطور نہ کرے۔ خطرات کے دور کرنے کے لیے کلمہ طیبہ جس دم کے ساتھ مفید ہے۔

## 8)۔ یادداشت:

اس سے مراد یہ ہے کہ دوام آگاہی بحق سبحانہ بر سبیل ذوق ؎

دارم ہمہ جا باہمہ کس درہمہ خیال

در دل زتو آرزو و وردیدہ خیال

اگر دوام آگاہی اس قدر غالب ہو کہ کثرت کونیاس کی مزاحم نہ ہو بلکہ اپنے وجود کا بھی شعور نہ رہے تو اسے فناء کہتے ہیں۔ اگر اس بے شعوری کا شعور بھی نہ رہے تو اسے فنائے فناء یا عین الیقین بھی کہتے ہیں۔

حضرت خواجہ ناصر الدین عبیداللہ احرار قدس سرہ نے اخیر کے چار کلموں کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ یادکرد سے مراد ذکر میں تکلف ہے۔ یعنی جس ذکر کی شیخ سے تلقین ہوتی ہے اس کے تکرار میں بتکلف مشغول رہے۔ یہاں تک کہ مرتبہ حضور حاصل ہو جائے۔ اور بازگشت سے مراد رجوع بحق سبحانہ بدیں طور کہ جتنی بار کلمہ طیبہ کا ذکر کرے ہر بار اس کلمہ کے بعد دل میں خیال کرے کہ " خدایا! مقصود میرا تو ہے اور تیری رضا " اور نگہداشت سے مراد ہے اس رجوع کی محافظت بغیر زبان سے کہنے کے اور یادداشت سے مراد نگہداشت میں رسوخ ہے۔

## i)۔ وقوف زمانی

اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ سالک کو چاہیے کہ واقف نفس رہے اور پاس انفاس کو ملحوظ رکھے۔ یعنی ہر وقت خیال رکھے کہ سانس حضور میں گزرتا ہے یا غفلت میں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ بندہ ہر وقت اپنے حال سے واقف رہے۔ اگر وقت طاعت میں گزرا ہے تو شکر بجالائے۔

اگر معصیت میں گزرا ہے تو عذر خواہی کرے۔ اسی طرح حالت بسط میں شکر اور حالت قبض میں استغفار کرے۔ صوفیہ کرام کی اصطلاح میں اسے محاسبہ کہتے ہیں۔ قول باری تعالیٰ ہے کہ:

" وَ اَنِیْبُوْا اِلٰی رَبِّکُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ "

**ترجمہ**:" اور رجوع کرو اپنے رب کی طرف اور اس کی فرمانبرداری کرو۔ پہلے اس سے کہ آوے تم پر عذاب۔ پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا"

اور قول حضرت فاروق اعظم ﷺ:۔

**ترجمہ**: "تم محاسبہ کرو پہلے اس سے کہ محاسبہ کیے جاؤ"

## ii)۔ وقوف قلبی:

اس کے دو معنی ہیں۔ایک یہ کہ ذکر کے وقت دل حق سبحانہ واقف و آگاہ رہے اور یہ مقولہ یادداشت سے ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ بندہ اثنائے ذکر میں قلب صنوبری کی طرف متوجہ رہے اور اسے ذکر میں مشغول کرے اور ذکر اور ذکر کے مفہوم سے غافل نہ ہونے دے۔ حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند قدس سرہ نے ذکر میں حبس دم اور رعایت عدد کو لازم قرار نہیں دیا۔ مگر وقوف قلبی بہر دو معنی کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ آیۂ کریمہ:

" یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا "

**ترجمہ**: "اے ایمان والو اخدا کو بہت یاد کرو" (سورۃ الاحزاب،۶)

میں اسی وقوف قلبی کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ وقوف قلبی یہ ہے کہ دل کا نگران وواقف رہے۔ اور قطع نظر ذکر کے اس کی طرف توجہ رکھے تا کہ اس میں تفرقہ راہ نہ پائے اور وہ ماسوا کے نقوش سے منقش نہ ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ دل بے کار نہیں رہتا۔ یا ماسوا سے ملا رہتا ہے یا مطلوب حقیقی سے۔ جب دل ماسوا سے ممنوع

ہوگیا تو اسے مطلوب کی طرف توجہ سے چارہ نہ ہوگا۔ غرض تم دل کو دشمن سے باز رکھو۔ دوست کی طلب کی حاجت نہیں وہ خود جلوہ گر ہو جائے گا۔

### iii)۔ وقوف عددی:

اس سے مراد ذکر نفی و اثبات میں عدد ذکر سے واقف رہنا ہے۔ یعنی ذاکر اس ذکر میں سانس کو عدد طاق پر چھوڑے نہ کہ جفت پر۔ کہتے ہیں کہ آداب و شرائط کی رعایت کے ساتھ ایک سانس میں 21 بار نفی و اثبات کرنا مثمر فناء ہے۔ حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ زیادہ کہنا شرط نہیں جو کچھ کہے، وقوف سے کہے۔ جب عدد 21 سے تجاوز کر جائے اور اثر ظاہر نہ ہو تو یہ اس عمل کی بے حاصلی کی دلیل ہے۔ اثر ذکر یہ ہے کہ زمان نفی میں وجود بشریت منتفی ہو جائے اور زمان اثبات میں جذبات الٰہی کے تصرفات کے آثار میں کوئی اثر محسوس ہو۔ یہ جو کلام خواجگان میں آیا ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں شخص کو وقوف عددی کا امر فرمایا۔ اس سے مراد ذکر قلبی مع رعایت عدد ہے نہ کہ فقط رعایت عدد۔

آپ کا ایک وصیت نامہ آداب طریقت کے بارے میں ہے۔ جسے آپ نے اپنے خلیفہ و فرزند معنوی خواجہ اولیائے کبیر قدس سرہ کے لیے لکھا ہے۔ ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔ جو سلسلہ نقشبندیہ کے متوسلین کے لیے مشعل راہ ہے۔

"پیارے فرزند! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تقوٰی کو اپنا شعار بناؤ۔ وظائف و عبادات کی پابندی رکھو۔ اپنے حالات کی نگہبانی کرتے رہو۔ خدا تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہو۔ خدا اور رسول ﷺ کے حقوق کو نگاہ میں رکھو۔ ماں باپ اور تمام مشائخ کے حقوق کا خیال رکھو۔ تا کہ ان خصلتوں سے تم رضائے خدا سے مشرف ہو جاؤ۔ خدا تعالیٰ کا حکم بجالاؤ تا کہ وہ تمہارا محافظ رہے۔ تم پر لازم ہے کہ قرآن شریف کا پڑھنا ترک نہ کرو۔ تلاوت بلند آواز سے ہو یا آہستہ، زبانی ہو یا دیکھ کر، قرآن مجید کو غور و تفکر اور خوف و گریہ سے پڑھو اور تمام امور میں قرآن کی پناہ لو کیونکہ بندوں پر خدا کی حجت قرآن کریم ہے۔ علم فقہ کی طلب سے ایک قدم بھی دور نہ رہو اور حدیث کا علم سیکھو۔ جاہل صوفیوں سے دور رہو کیونکہ وہ دین کے چور اور مسلمانوں کے رہزن ہیں۔ تم پر لازم ہے کہ "مذہب اہل سنت و جماعت" کے پابند رہو اور آئمہ سلف کے مسلک کو

اختیار کرو جوئی باتیں پیدا ہوئی ہیں وہ گمراہی ہیں۔عورتوں،نوجوانوں،بدعتیوں اور دولتمندوں سے صحبت مت اختیار کرو کیونکہ یہ دین کو برباد کردیتے ہیں اور دنیا سے دور روٹی پر قناعت کرو۔اگر صحبت رکھو تو فقیروں سے رکھو۔ہمیشہ خلوت نشین رہو اور حلال کھاؤ کیونکہ حلال نیکی کی کنجی ہے۔ حرام سے بچو ورنہ خدا تعالیٰ سے دور ہو جاؤ گے۔اس پر ثابت قدم رہنا تاکہ کل کو دوزخ کی آگ میں نہ جاؤ۔حلال پہنو تاکہ عبادت کی لذت پاؤ۔حق تعالیٰ کی جلالت سے ڈرتے رہو اور بھولو مت کہ ایک روز تم کو حساب بھی دینا ہوگا۔(یعنی قیامت کے دن)رات دن نماز بہت پڑھا کرو اور جماعت کو ترک نہ کرو۔امام ومؤذن نہ بنو۔قبالہ پر اپنا نام نہ لکھو۔محکمۂ قضاء میں حاضر نہ ہو۔خارج از طریقت بادشاہوں کی صحبت میں مت بیٹھو۔لوگوں کی وصیتوں میں دخل نہ دو اور لوگوں سے بھاگو جس طرح کہ شیر سے بھاگتے ہیں۔تم پر لازم ہے کہ گمنام رہو تاکہ نیک نام ہو جاؤ۔تم پر لازم ہے کہ سفر بہت کرو تاکہ تمہارا نفس خوار ہو جائے۔خانقاہ نہ بناؤ اور نہ خانقاہ میں رہو۔کسی کی مدح سے مغرور اور کسی کی مذمت سے غمگین نہ ہو۔بندوں کی مدح ومذمت تمہارے نفس کے نزدیک برابر ہونا چاہیے۔لوگوں سے حسن سلوک سے معاملہ کرو۔تم پر لازم ہے کہ تمام حالات میں ادب سے رہو۔بڑے بھلے تمام مخلوقات پر رحم کرو۔تمہیں قہقہہ مار کر ہنسنا نہ چاہیے کیونکہ قہقہہ غفلت کے سبب سے ہوتا ہے اور دل کو مردہ کردیتا ہے۔حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے احوال وشواہد جو مجھے معلوم ہیں اگر تم کو ہو جائیں تو ہنسنا تھوڑا اور رونا زیادہ کردو۔اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور اس کی رحمت سے ناامید نہ رہو۔خوف وامید میں زندگی بسر کرو۔کیونکہ سالکوں کو کبھی خوف ہوتا ہے اور کبھی امید۔

اے فرزند!شیخ اپنے مرید کے لیے بمنزلہ باپ کے ہے بلکہ باپ سے بھی زیادہ مشفق کیونکہ وہ مرید کو مقام قرب میں پہنچا دیتا ہے۔اگر ہو سکے تو نکاح مت کر،ورنہ طالب دنیا بن جاؤ گے اور دنیا کی طلب میں دین کو برباد کردو گے۔اگر تمہارا نفس نکاح کا مشتاق ہو تو روزے رکھو اور آخرت کے غم میں رہو اور موت کو بہت یاد کرو۔طالب ریاست مت بنو کیونکہ جو طالب ریاست ہوا سے سالک طریقت نہ کہنا چاہیے۔تم پر لازم ہے کہ فقر میں پرہیز ودیانت اور پرہیزگاری وعلم کے ساتھ پاکیزہ رہو۔اور خدا تعالیٰ کے رستے میں ثابت قدم رہو۔جاہلوں سے بچو۔جان وتن و

مال سے مشائخ کی خدمت کرو۔ ان کے دلوں کا خیال رکھو، ان کی پیروی کرو۔ ان کے سیر و سلوک پر نگاہ رکھو۔ ان میں سے کسی کا انکار نہ کرو۔ سوائے ان چیزوں کے جو خلاف شرع ہوں اگر تم مشائخ کا انکار کرو گے تو کبھی کامیاب نہ ہو سکو گے۔ لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو اور کل کے لیے ذخیرہ نہ کرو۔ حق تعالیٰ کے ذخیروں پر بھروسہ کرو کیونکہ وہ ارشاد فرماتا ہے۔ "اے فرزند آدم! میں ہر روز تیری روزی تجھے پہنچا دیتا ہوں تو اپنے آپ کو تکلیف نہ دے۔" مقام توکل میں قدم رکھو، کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

"وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ"

**ترجمہ:** "جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، اللہ اس کے لیے کافی ہے۔" (سورۃ الطلاق ۱۴)

پس جان لو کہ رزق قسمت میں لکھا ہوا ہے۔ جواں مرد سخی بنو۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے تم خلق خدا پر خرچ کرو۔ بخل و حسد سے دور رہو۔ کیونکہ بخیل اور حاسد قیامت کے دن دوزخ میں ہوں گے۔ اپنے آپ کو آراستہ مت کرو کیونکہ ظاہر کا آراستہ باطن کی خرابی ہے۔ خدا تعالیٰ کے وعدہ پر بھروسہ کرو اور تمام خلائق سے ناامید ہو جاؤ اور ان سے انس نہ پکڑو۔ سچ بولو اور ذرو مت مخلوقات میں کسی سے صحبت نہ رکھو کیونکہ وہ تمہارے دین کو برباد کر دیں گے اور تم خدا تعالیٰ سے دور ہو جاؤ گے۔ تم پر لازم ہے کہ اپنے نفس کی ضروریات کا خیال کرو تا کہ وہ درست ہو جائے۔ اپنے نفس کی عزت نہ کرو، غیر ضروری باتوں سے زبان کو بند رکھو اور ہمیشہ لوگوں کو نصیحت کرتے رہو۔ تم پر لازم ہے کہ کم بولو، کم کھاؤ، کم سوؤ اور جلدی اٹھو۔ سماع میں زیادہ نہ بیٹھو کیونکہ سماع کی کثرت سے نفاق پیدا ہوتا ہے اور دل مردہ ہو جاتا ہے۔ سماع کا انکار نہ کرو کیونکہ اصحاب سماع بہت ہیں۔ سماع روا (جائز) نہیں مگر اس شخص کے لیے جس کا دل زندہ اور نفس مردہ ہو۔ ورنہ نماز، روزے میں مصروف و مشغول رہنا بہتر ہے۔ چاہیے کہ تمہارا بول غمگین، تمہارا بدن بیمار، تمہاری آنکھ روتی، تمہارا عمل خالص، تمہاری دعا مجاہدہ کے ساتھ، تمہارا کپڑا پرانا، تمہارا رفیق درویش، تمہارا گھر مسجد، تمہارا مال کتب دین، تمہاری آرائش زہد اور تمہارا مونس باری تعالیٰ ہو۔ کسی شخص سے برادری نہ کرو جب تک یہ پانچ خصلتیں اس میں نہ پاؤ۔ اول فقیری۔ دوم، دین کو دنیا پر ترجیح دے۔ سوم، ذلت کو عزت پر ترجیح دے۔ چہارم، علم ظاہر و باطن کا جاننے والا ہو۔ پنجم، موت کے

لیے تیار ہو۔

اے فرزند! میری نصیحتوں کو نگاہ میں رکھو۔ جس طرح میں نے اپنے شیخ قدس سرہٗ سے یاد کیں اور ان پر عمل کیا۔ اسی طرح اب تم بھی یاد کرو اور عمل کرو۔ خدا تعالیٰ دنیا و آخرت میں تمہارا حافظ و ناصر ہوگا۔ اگر یہ خصلتیں کسی سالک میں پائی جائیں تو اس کا شیخ و پیر ہونا مسلم ہوگا۔ جو شخص ایسے شیخ کی پیروی کرے گا وہ اس کو مقصود تک پہنچا دے گا مگر یہ مرتبہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔"

ایک درویش نے آپ سے دریافت فرمایا کہ "تسلیم" کسے کہتے ہیں۔ فرمایا، تسلیم یہ ہے کہ روزِ الست جو نفس و مال فروخت کر کے بہشت خریدا ہے آج بھی تسلیم کر لے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ" "تسلیم نفس و مال اس طرح ہوتا ہے کہ اپنے نفس کو مملوک حق تعالیٰ سمجھے اور اپنے آپ کو وکیل خرچ حق تعالیٰ جانے اور جہاں تک ہو سکے اپنے نفس اور مال سے بندگانِ خدا کے ساتھ بے لوث نیکی کرے اور مال دنیا کو باطن میں جگہ نہ دے اور اپنے آپ کو حکم و قضاء حق تعالیٰ تسلیم کرے۔

ایک روز ایک خادم نے عرض کیا کہ فراغت کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا۔ فراغت دل یہ ہے کہ محبت دنیا دل میں راہ نہ پائے اور یہ نہیں کہ دنیا کے کام کاج سے آزاد ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم ﷺ سے فرمایا "فاذا فرغت فانصب" "یعنی جس وقت تمام موجودات سے دل فارغ ہو جائے، اس وقت میری خدمت میں مشغول ہو۔ جو لوگ خرید و فروخت اور لوگوں سے معاملہ داری میں اللہ سے غافل نہیں ہوتے، ان کی تعریف اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔

"رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ"

**ترجمہ:** "ایسے لوگ جن کو خدا کے ذکر سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت"

(سورۃ النور، آیت ۳۷)

اگر ان لوگوں میں ہو جاؤ تو سبحان اللہ، ورنہ ان لوگوں کی جان و مال سے خدمت کرنے میں کوتاہی نہ کرنا تاکہ قیامت کے دن ان کی خدمت اور محبت کی وجہ سے ان کے ساتھ ہی تمہارا حشر ہو۔

# حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 551 ہجری  بمقام : ریوگر

وصال : 616 ہجری  مزار اقدس : ریوگر نزد بخارا ﴿ازبکستان﴾

آپ خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ اعظم تھے۔ تمام عمر اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں رہے اور باطنی فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ حضرت خواجہ غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد آپ مسند ارشاد پر فائز ہوئے اور ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔ آپ علم وحلم، زہد وتقویٰ، ریاضت ومتابعت سنت میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ آپ کا وصال 616 ہجری میں ریوگر نزد بخارا میں ہوا اور وہیں آپ کا مزار اقدس ہے۔

## ارشادات عالیہ

فرمایا:)۔ جو شخص اپنی تدبیر کے دام میں دھنسا ہوا ہے وہ دوزخ کا مال ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر شاکر ہے وہ جنتی ہے۔

فرمایا:)۔ ایک دن حاضرین سے سوال کیا کہ، کھانا کھاتے وقت جسم کا ہر عضو اپنے اپنے کام میں مشغول ہوتا ہے، تو دل کس کام میں مشغول ہوتا ہے؟ حاضرین نے کہا کہ ذکر خدا میں آپ نے فرمایا کہ اس موقع پر اللہ، اللہ یا لا الہ کا ذکر نہیں کرتے بلکہ اس موقع پر نعمت پا کر نعمت دینے والے کی طرف توجہ مبذول کی جاتی ہے اور نعمت سے نعمت دینے والے کو دیکھتے ہیں۔

فرمایا:)۔ اگر دوست یہ چاہتے ہیں کہ ان کا بوجھ کوئی اٹھائے تو یہ بہت مشکل ہے۔ اگر دوست یہ چاہتے ہیں کہ تم دوسروں کا بوجھ اٹھاؤ تو تمام لوگ تمہارے ہی اٹھانے کے قابل ہیں۔ (یعنی پورے جہان کا بوجھ اٹھانا تمہاری ہی ذمہ داری ہے۔)

# حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : بمقام انجیر فغنی، بخارا ﴿ازبکستان﴾

وصال : 715 ہجری مزار اقدس : انجیر فغنی، بخارا ﴿ازبکستان﴾

آپ کی ولادت باسعادت موضع انجیر فغنی متصل بخارا میں ہوئی۔ حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عظیم خلیفہ، بہترین دوست، معتمد خاص اور خلوت وجلوت کے ساتھی تھے آپ نے گلکاری کا کام زندگی بھر اختیار کیے رکھا۔ آپ نے حلال کمائی کے لیے یہ پیشہ اختیار کیا ہوا تھا۔ آپ کو ذکر خفی کی نسبت ذکر جہر سے زیادہ لگاؤ تھا، اسی لیے آپ بعض اوقات ذکر جہر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا وصال 715 ہجری میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک انجیر فغنوی میں واقع ہے۔

## ارشادات عالیہ

ایک مرتبہ آپ ذکر جہر میں مشغول تھے تو بخارا کے ایک عظیم عالم خواجہ حافظ الدین آپ کے پاس آئے اور سوال کیا کہ نقشبند تو ذکر خفی کرتے ہیں جبکہ آپ ذکر جہر میں مشغول ہیں؟ آپ نے فرمایا؛ تاکہ سویا ہوا بیدار اور بیدار غفلت سے ہوشیار ہو جائے، راہ راست پر آ جائے اور شریعت وطریقت پر استقامت حاصل کرے اور توبہ وانابت (خدا کی طرف رجوع، انکساری و عاجزی) کی طرف رغبت کرے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ کی نیت درست ہے اور آپ کے لیے یہ شغل جائز ہے لیکن ذکر جہر کی ایک حد مقرر کر دیجئے کہ جس سے حقیقت، مجاز سے اور بیگانہ آشنا سے ممتاز ہو جائے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ذکر جہر اس شخص کے لیے جائز ہے جس کی زبان جھوٹ اور غیبت سے پاک ہو، جس کا حلق، حرام وشبہ سے، دل ریا سے اور باطن توجہ ماسواے پاک ہو۔

# حضرت خواجہ علی رامیتنی

## المعروف حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وصال : 28 ذیقعدۃ 721 ہجری مزار اقدس : خوارزم، بخارا (ازبکستان)

حضرت خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کبائر خلفاء میں سے تھے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو خلافت عطا کی اور اپنے جمیع اصحاب بھی تربیت کے لیے آپ کے سپرد کر دیے۔ آپ حضرت خضر علیہ السلام کے کہنے پر حضرت خواجہ محمود الخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید ہوئے تھے اور آپ کی تربیت بھی حضرت خضر علیہ السلام نے کی۔ اہل طریقت آپ کو حضرت عزیزاں کہتے ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ آپ کا وصال 28 ذیقعدۃ 721 ہجری میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک خوارزم علاقہ بخارا میں ہے۔

## ارشادات عالیہ

1)۔ شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی نے جو حضرت عزیزاں کے ہمعصر تھے ایک درویش کو آپ کی خدمت میں بھیج کر تین مسئلے پوچھے اور ہر ایک کا جواب پایا۔ پہلا مسئلہ یہ تھا کہ ہم اور تم آنے جانے والوں کی خدمت کرتے ہیں۔ تم کھانے میں تکلف نہیں کرتے اور ہم کرتے ہیں۔ مگر لوگ تمہاری آرزو اور ہماری شکایت کرتے ہیں اس کا سبب کیا ہے؟ حضرت

عزیزاں نے جواب دیا کہ احسان جتا کر خدمت کرنے والے بہت ہیں اور احسان مند ہو کر خدمت کرنے والے کم ہیں۔ کوشش کرو کہ تم دوسری قسم سے ہوتا کہ کوئی تمہاری شکایت نہ کرے۔ دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہاری تربیت خواجہ خضر علیہ السلام سے ہے یہ کس طرح ہے؟ حضرت نے جواب دیا کہ حق سبحانہ کے بندے اس ذات کے عاشق ہیں جس کے حضرت خضر عاشق ہیں۔ تیسرا مسئلہ یہ تھا کہ ہم سنتے ہیں کہ تم ذکر جہر کرتے ہو یہ کس طرح ہے؟ فرمایا کہ ہم بھی سنتے ہیں کہ تم ذکر خفی کرتے ہو پس تمہارا ذکر بھی جہر ہوا۔

2)۔ مولانا سیف الدین نے جو اس زمانے کے اکبر علماء میں سے تھے، حضرت عزیزاں سے سوال کیا کہ تم ذکر علانیہ کس نیت سے کرتے ہو؟ فرمایا کہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ آخر دم میں ذکر بلند کرنا اور تلقین کرنا جائز ہے۔ بحکم حدیث:

**ترجمہ:** "تم اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی شہادت کی تلقین کرو"

درویشوں کا ہر دم، دم اخیر ہے۔

3)۔ شیخ بدر الدین نے جو شیخ حسن بلغاری کے اصحاب کبار سے تھے، حضرت عزیزاں سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ جو ارشاد فرماتا ہے:

" يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا "

**ترجمہ:** "اے ایمان والو! خدا کو بہت یاد کرو" (سورۃ احزاب، ۴۱)

ذکر کثیر سے ذکر زبان مراد ہے یا ذکر دل۔ حضرت نے فرمایا کہ مبتدی کے لیے ذکر زبان اور منتہی کے لیے ذکر دل۔ مبتدی ہمیشہ تکلف و تعمل سے کام لیتا ہے۔ چونکہ منتہی کے ذکر کا اثر دل تک پہنچتا ہے۔ اس کے تمام اعضا اور رگیں اور جوڑ ذکر کرنے لگتے ہیں۔ اس وقت سالک ذکر کثیر سے متصف ہوتا ہے اور اُس حالت میں اُس کا ایک دن کا کام دوسروں کے سال بھر کے کام کے برابر ہوتا ہے۔

4)۔ فرمایا کہ یہ بات کہ حق سبحانہ ہر شب و روز میں بندہ مومن کے دل پر تین سو ساٹھ نظر رحمت کرتا ہے اس طرح ہے کہ دل تمام اعضا کی طرف تین سو ساٹھ دریچے رکھتا ہے۔ اور وہ دل کے متصل تین سو ساٹھ رگیں زندہ و غیر زندہ ہیں۔ جب دل ذکر سے متاثر ہوتا ہے اور اس

مرتبے پر پہنچ جاتا ہے کہ حق سبحانہ کا منظورِ نظر ہو جائے تو اس نظر کے آثار دل سے تمام اعضا کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ پس ہر ایک عضو اپنے اپنے حال کے مناسب طاعت میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور ہر عضو کی طاعت کے نور سے ایک فیض جس سے مراد نظر رحمت ہے، دل کو پہنچتا ہے۔

5)۔ کسی نے حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ ایمان کس کو کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، توڑنا اور جوڑنا یعنی خلق سے رشتہ توڑنا اور خالق سے جوڑنا۔ آپ نے فرمایا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی صحبت رکھو اور اگر یہ میسر نہ ہو تو ایسے کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ کے ساتھ صحبت رکھتا ہو۔

6)۔ فرمایا:۔ آیۃ "تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ" (تحریم) میں اشارت بھی ہے اور بشارت بھی۔ اشارت ہے توبہ کرنے کی اور بشارت ہے اس کے قبول ہونے کی۔ کیونکہ اگر قبول نہ کرتا تو توبہ کا امر نہ کرتا۔ امر دلیل ہے قبول کی دید قصور کے ساتھ۔

7)۔ عمل کرنا چاہیے اور نا کردہ خیال کرنا چاہیے۔ اور اپنے تئیں قصوروار سمجھنا چاہیے اور (بصورت نقصان) عمل کو از سرِ نو کرنا چاہیے۔

8)۔ دو وقت اپنے تئیں خوب نگاہ رکھنا چاہیے۔ بات کرنے کے وقت اور کوئی چیز کھانے کے وقت۔

9)۔ ایک روز حضرت خضر علیہ السلام، خواجہ عبدالخالق کے پاس آئے۔ خواجہ نے جَو کی دو روٹیاں گھر سے لا کر پیش کیں۔ مگر حضرت خضر علیہ السلام نے نہ کھائیں۔ خواجہ نے عرض کیا کہ تناول فرمائیے۔ لقمہ حلال ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ درست ہے لیکن خمیر کرنے والا بے وضو تھا ہمارے واسطے اس کا کھانا روا نہیں۔

10)۔ جو شخص مسند ارشاد پر بیٹھے اور لوگوں کو راہ خدا بتائے۔ اُسے پرندے پالنے والے کی طرح ہونا چاہیے۔ جو ہر ایک پرندہ کے پوٹے سے واقف ہوتا ہے اور ہر ایک کو اس کے مناسب خوراک دیتا ہے۔ اسی طرح مرشد کو بھی چاہیے کہ اپنے مریدوں میں سے ہر ایک کی تربیت اس کی استعداد و قابلیت کے مطابق کرے۔

11)۔ اگر تمام روئے زمین میں خواجہ عبدالخالق کے فرزندوں میں سے ایک بھی

ہوتا تو منصور کبھی سولی پر نہ چڑھتا۔ یعنی اگر خواجہ کے فرزندان معنوی میں سے ایک بھی زندہ ہوتا۔ وہ حسین منصور کی تربیت کر کے اُس مقام سے اوپر لے جاتا۔

12)۔ سالکان طریقت کو ریاضت و مجاہدہ بہت کرنا چاہیے تا کہ وہ کسی مرتبہ و مقام پر پہنچ جائیں۔ لیکن ایک راستہ ان سب سے نزدیک ہے کہ جس سے مقصود کو بہت جلد پہنچ سکتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ سالک خُلق و خدمت کے ذریعے کسی صاحب دل کے دل میں جگہ پائے۔ چونکہ اس گروہ کا دل نظر حق کا مورد ہے۔ اس لیے سالک کو اُس نظر سے حصہ مل جائے گا۔

13)۔ ایسی زبان سے دعا کرو کہ جس سے گناہ نہ کیا ہوتا کہ وہ دعا درجہ قبولیت پائے۔ یعنی دوستان خدا کے آگے تو ضع اور التجا کرو کہ وہ تمہارے واسطے دعا کریں۔

14)۔ ایک روز کسی نے حضرت عزیزاں کے سامنے یہ مصرع پڑھا۔

عاشقاں دردمے دو عید کنند

یعنی عاشق ایک دم میں دو کیا تین عید کرتے ہیں۔ اس نے عرض کیا کہ اس کی تشریح فرما دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ بندے کی ایک یاد خدا تعالیٰ کی دو یاد کے درمیان ہے۔ پہلے وہ بندے کو توفیق دیتا ہے کہ اُس کی یاد کرے پھر جب بندہ اسے یاد کرتا ہے تو اُسے شرف قبولیت سے مشرف فرماتا ہے۔ پس توفیق اور یاد اور قبولیت تین عیدیں ہوئیں۔

15)۔ ایک روز شیخ فخر الدین نوری نے جو اس وقت کے اکابر میں سے تھے، نے حضرت عزیزاں سے سوال کیا کہ روز ازل میں جب '' اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ '' کے ساتھ سوال ہوا تو ایک گروہ نے لفظ '' بَلٰی '' کے ساتھ جواب دیا مگر روز ابد میں جب حق سبحانہٗ '' لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ '' کہے گا تو کوئی جواب نہ دے گا۔ اس کا سبب کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ روز ازل تکالیف شرعیہ کی وضع کا دن تھا اور شرع میں گفت ہوتی ہے مگر روز ابد تکالیف شرعیہ کے اٹھا دینا اور ابتدائے عالم حقیقت کا دن ہے اور حقیقت میں گفت نہیں ہوتی۔ اس لیے اس روز حق سبحانہٗ خود اپنے سوال کا جواب یوں دے گا۔ '' لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ''

ارشادات مذکورہ بالا کے علاوہ حضرت عزیزاں کی تصنیف سے ایک رسالہ بھی ہے۔ اُس رسالہ میں آپ نے فرمایا ہے کہ سالک راہ کو دس شرطیں نگاہ میں رکھنی چاہییں۔

| | |
|---|---|
| i۔طہارت | ii۔خاموشی |
| iii۔خلوت | iv۔روزہ |
| v۔ذکر | vi۔نگہداشت خاطر |
| vii۔رضا بحکم خدا | viii۔صحبت صالحین |
| ix۔شب بیداری | x۔نگہداشت لقمہ |

تفصیل کے لیے اس رسالہ کا مطالعہ ضروری ہے۔

حضرت عزیزاں کے اشعار میں یہ رباعی مشہور ہے ؎

بَاہَرْ کِہ نَشِسْتِی وَ نَشُد جَمْعُ دِلَت
جس شخص کے پاس تو بیٹھا اور تیری دل جمعی نہ ہوئی

وَزْ تُونَرَمِیْدْ زَحْمَتِ آبِ وُ گِلَت
اور تیری آب وگل کی کدورت تجھ سے دور نہ ہوئی

اَزْ صُحْبَتِ وےِ اَگَر تَبرّا نَکُنِی
اگر تو اس کی صحبت سے بیزار نہ ہو گا

ہَرگِزْ نَکُنَدْ رُوحِ عَزِیْزَاں بَحَلَت
تو عزیزاں کی روح تجھے کبھی معاف نہ کرے گی

(رشحات)

# حضرت خواجہ بابا محمد سماسی رحمۃ اللہ علیہ

وصال : 10 جمادی الثانی 751 ہجری　　مزار اقدس : سماس (ازبکستان)

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

طریقت میں آپ کا انتساب حضرت عزیزاں خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ آپ کا مولد قریہ سماسی ہے جو بقول صاحب رشحات دیہات رامیتن میں سے ہے۔ اور رامیتن سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر واقعہ ہے۔ مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ انتباہ میں فرماتے ہیں کہ سماسی مضافات طوس یعنی مشہد سے ہے۔ خواجہ محمد بابا کو اس کی طرف نسبت کر کے "سماسی" کہتے ہیں۔

جب حضرت عزیزاں کے وصال کا وقت نزدیک آیا تو آپ نے اپنے اصحاب میں سے خواجہ بابا محمد سماسی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی خلافت و نیابت کے لیے منتخب کیا۔ اور تمام اصحاب کو ان کی متابعت و ملازمت کا حکم دیا۔

آپ کی محویت و استغراق کا یہ عالم تھا کہ موضع سماس میں آپ کا ایک چھوٹا سا باغ تھا۔ جہاں آپ کبھی کبھی تشریف لے جاتے اور وہاں کے انگوروں کی شاخوں کو اپنے دست مبارک سے تراشتے مگر اس کام میں بہت دیر لگ جاتی کیونکہ جب آپ انگور کی ایک شاخ کو کاٹتے تو غلبہ حال و استغراق کی وجہ سے آری آپ کے دست مبارک سے گر پڑتی اور آپ بے خود ہو جاتے۔ یہ بے خودی و غیبت دیر تک رہتی۔ جب ہوش میں آتے تو پھر شاخ انگور کو کاٹنے لگتے۔ پھر وہی کیفیت آپ پر طاری ہو جاتی۔

## کرامات:

آپ نے خواجہ بہاء الدین نقشبند کو اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ جس کی کیفیت اس طرح ہے کہ حضرت شاہ نقشبند کی ولادت سے قبل آپ بارگاہ کوشک ہندواں سے گزرتے اور فرماتے

**ترجمہ**: " اس زمین سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے۔ جلدی ایسا ہو گا کہ کوشک ہندواں قصر عارفاں بن جائے گا۔"

ایک روز آپ اپنے خلیفہ سید امیر کلال کے مکان سے قصر عارفاں کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر فرمایا اب وہ خوشبو اور زیادہ ہوگئی ہے اور بے شک وہ مرد پیدا ہو گیا ہے۔ اس وقت حضرت نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کو تین روز گزر چکے تھے۔ آپ کے جد امجد آپ کو لے کر خواجہ محمد بابا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے۔ ہم نے اس کو اپنی فرزندی میں قبول کیا پھر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ وہی مرد خدا ہے۔ جس کی خوشبو ہم نے سونگھی تھی۔ یہ لڑکا عنقریب ہمارے وقت کا مقتدا ہوگا۔ بعد ازاں سید امیر کلال کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم میرے فرزند بہاء الدین کے حق میں شفقت و تربیت سے دریغ نہ کرنا۔ اگر تم اس میں کوتاہی کرو گے تو میں تمہیں معاف نہ کروں گا۔ امیر موصوف نے کھڑے ہو کر اور ادب سے ہاتھ سینے پر رکھ کر عرض کیا کہ اگر کوتاہی کروں تو میں مرد نہیں۔

2)۔ حضرت خواجہ نقشبند سے منقول ہے کہ جب میری عمر اٹھارہ سال یا کچھ کم و بیش ہوئی تو میرے جد امجد کو میرے نکاح کی فکر ہوئی۔ انہوں نے مجھے خواجہ محمد بابا قدس سرہ کے بلانے کے لیے قصر عارفاں میں بھیجا تا کہ ان کے قدم کی برکت سے یہ کام انجام کو پہنچ جائے۔ جب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا، پہلی کرامت جو دیکھنے میں آئی یہ تھی کہ اس رات آپ کی صحبت کی برکت سے مجھ میں بڑا تضرع و نیاز پیدا ہوا۔ رات کے اخیر حصہ میں اٹھ کر میں نے وضو کیا اور آپ کی مسجد مبارک میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور سر سجدے میں رکھ کر دعا و تضرع بہت کی۔ اس اثناء میں میری زبان سے نکلا "خدایا! مجھے بلا کا بوجھ اٹھانے اور اپنی محبت کی محنت برداشت کرنے کی قوت عطا فرما" صبح کو جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے

از روئے فراست وبصیرت میری رات کی سرگزشت سے آگاہ ہوکر فرمایا۔ اے فرزند دعا میں یوں کہنا چاہیے۔ ''خدایا! اس بندہ ضعیف کو اپنے فضل وکرم سے اُسی پر قائم رکھ جس میں تیری رضا ہے'' پھر فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل کی رضا تو اس میں ہے کہ بندہ بلا میں مبتلا نہ ہو۔ اگر وہ بنا بر حکمت اپنے کسی دوست پر بلا بھیجتا ہے تو اپنی عنایت سے اس دوست کو اس بلا کے برداشت کرنے کی قوت عطا فرماتا ہے اور اس کی حکمت اس پر ظاہر کر دیتا ہے۔ اپنے اختیار سے بلا طلب کرنا دشوار ہے۔ گستاخی نہ کرنی چاہیے۔ بعد ازاں کھانا لایا گیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے دسترخوان پر سے ایک روٹی مجھے دی۔ میں لینا نہ چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا، لے لو۔ کام آئے گی۔ میں نے وہ روٹی لے لی اور آپ کے ہمراہ قصر عارفاں کی طرف روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں میرے باطن میں جب کوئی خطرہ پیدا ہوتا تو آپ فرماتے کہ باطن کی حفاظت چاہیے۔ ان حالات کے مشاہدے سے حضرت کی نسبت میرا یقین و اعتقاد زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ راستے میں ایک جگہ پہنچے جہاں حضرت کا ایک محب ومخلص تھا وہ بڑی بشاشت اور عاجزی سے پیش آیا جب آپ اس کے مکان میں اترے تو آپ نے اس کے اضطراب و بے قراری کو دیکھ کر فرمایا کہ سچ بتاؤ۔ اس اضطراب کا سبب کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ گھر میں دودھ کا پنیر تو حاضر ہے مگر روٹی موجود نہیں۔ حضرت خواجہ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا ''وہ روٹی لاؤ تم نے دیکھا کہ آخر کام آ گئی''۔

بعض رسائل میں آپ کا سنہ وصال 10 جمادی الثانی 755 ہجری بھی لکھا ہے۔ مزار مبارک موضع سماسی میں ہے۔ (رشحات، انیس الطالبین)

# حضرت خواجہ شمس الدین امیر کلال قدس سرہٗ العزیز

ولادت :676ھ بمطابق 1278ء بمقام :سوخار نزد بخارا

وصال : 8۔ جمادالاول 722ھ مزار اقدس :سوخار ازبکستان

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صحیح النسب سیّد ہیں۔ طریقت میں آپ کا انتساب حضرت بابا سماسی قدس سرہ سے ہے۔ آپ کا مولد قریہ سوخار ہے جو سماسی سے پانچ فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کوزہ گری کا شغل رکھتے تھے۔ فارسی زبان میں کلال کوزہ گر کو کہتے ہیں۔

**بیعت:**

حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابتدائے جوانی میں کشتی لڑا کرتے تھے۔ ایک روز رامیتن میں آپ کشتی لڑنے میں مشغول تھے کہ خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہٗ کا گزر اکھاڑے پر ہوا۔ خواجہ ممدوح نظارہ کے لیے ایک دیوار کے سایہ میں ٹھہر گئے اور حضرت امیر کے حالات میں محو ہو گئے۔ حضرت بابا کے خدام میں سے ایک نے پوچھا کہ اے مخدوم! آپ ان لوگوں میں جو بدعت میں مشغول ہیں کس واسطے حیران ہیں۔ فرمایا کہ اس میدان میں ایک مرد ہے اور اس صیدگاہ میں ایسا شکار ہے کہ کاملین زمانہ اُس کی صحبت سے فیض یاب ہوں گے کیونکہ اس کی پرواز نہایت بلند ہے ہم اسی مرد کے منتظر ہیں کہ کاش وہ ہمارے جال میں آ پھنسے۔ اسی اثناء میں اچانک حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر خواجہ بابا محمد سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر پڑی اور ان کے دل کا پرندہ خواجہ

کی محبت کے جال میں آ پھنسا۔ خواجہ موصوف نے اُسے اپنی قوت جاذبہ سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس طرح وہ بے اختیار خواجہ کے پیچھے پیچھے ان کے دولت خانہ پر پہنچے۔ اسی روز حضرت خواجہ نے ان کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تلقین کی اور اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ اس کے بعد حضرت امیر کو کسی نے کبھی کشتی کے دنگل اور بازار میں نہیں دیکھا۔ اس واقعہ کے بعد آپ بطریق خواجگان ریاضت میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ حضرت بابا کی تربیت کے سایہ میں درجہ تکمیل وارشاد پر پہنچے۔ نقل ہے کہ متواتر آٹھ سال تک آپ ہمیشہ دوشنبہ اور جمعہ کے روز نماز شام سوخار میں پڑھتے اور نماز عشاء سماس میں حضرت بابا کے ساتھ ادا کرتے اور نماز فجر سوخار میں ادا کرتے۔ کسی کو بھی ان کے اس حال پر اطلاع نہ ہوئی۔

## تقویٰ:

ایک روز اتفاقاً رامیتن کے ایک باغ میں حضرت امیر نے اپنے کپڑے دھوئے۔ جب ان کو خشک کرنا چاہا تو فرمایا کہ کانٹوں کی باڑوں پر نہ پھیلاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ باڑ کو نقصان پہنچے۔ اور نہ درختوں کی شاخوں پر پھیلاؤ، مبادا کہ شاخیں ٹیڑھی ہو جائیں اور زمین پر بھی نہ پھیلاؤ تاکہ مویشیوں کی گھاس خراب نہ ہو۔ یہ سن کر لوگ عاجز آ گئے اور پوچھنے لگے کہ اے امیر! آپ کپڑے کس طرح خشک کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے کپڑوں کو اپنی پیٹھ پر پھیلا لیا کرتا ہوں اور پیٹھ سورج کی طرف کر کے خشک کر لیا کرتا ہوں۔ پھر فرمایا۔ اگر باڑ کو نقصان پہنچے یا کسی درخت کی شاخ ٹیڑھی ہو جائے یا مویشیوں کی گھاس خراب ہو جائے تو باغ کے مالک کے آگے کیا عذر پیش کرو گے؟ یہ عمل تم خلاف شریعت کرتے ہو۔ دوسرے کی ملک میں تصرف جائز نہیں۔ گناہ کو خواہ صغیرہ ہو، سہل نہ سمجھو۔ آدمی گناہ کو سہل سمجھنے کے سبب سے دوزخ میں جاتا ہے۔ اسی حال میں حضرت امیر کی زبان مبارک سے نکلا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

**ترجمہ:** ''اصرار کے ساتھ کوئی صغیرہ نہیں (بلکہ کبیرہ ہو جاتا ہے) اور استغفار کے ساتھ کوئی کبیرہ نہیں رہتا۔''

بعد ازاں فرمایا کہ راہ خدا کسی پر نہیں کھلتی جب تک کہ وہ تقویٰ کو اپنا شعار نہ بنائے۔ یہ

بیعت کے بعد کا حال ہے۔

**زہد:**

جب امیر تیمور نے سمرقند میں قیام کیا تو ایک قاصد کو حضرت امیر کلال کی خدمت میں بھیجا کہ آپ یہاں قدم رنجہ فرمائیں اور اس ولایت کو اپنے قدم مبارک سے مشرف کریں۔ کیونکہ ہمارا آنا دشوار ہے۔

**" اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا "**

**ترجمہ:** ''تحقیق بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں۔تو اس کو خراب کردیتے ہیں۔(سورہ نمل، ع ۳)

وہ قاصد حضرت امیر کی خدمت میں آیا۔حضرت نے عذر کیا اور فرمایا کہ ہم اسی جگہ دعا گوئی میں مشغول ہیں اور اپنے صاحبزادے امیر عمر نام کو عذر خواہی کے لئے بھیجا اور اس سے فرمادیا کہ امیر تیمور تم کو انعام یا جاگیر دے گا تم ہرگز قبول نہ کرنا۔اگر قبول کرو تو ہمارے پاس نہ لانا۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے معاملے قبول نہیں فرمائے۔اگر تم قبول کرو گے تو اپنے جد بزرگوار ﷺ کی مخالفت کرو گے۔علاوہ ازیں درویش ہر وقت مومنوں کے لیے دعا میں مشغول رہتے ہیں۔اگر وہ دنیا کی طرف میلان کریں تو ان کی دعا حجاب میں ہو جاتی ہے۔جب امیر عمر امیر تیمور کے پاس پہنچے تو عذر خواہی کی اور چند روز کے بعد اجازت طلب کی۔امیر تیمور نے کہا کہ میں نے تمام بخارا تمہیں عطا کیا۔سید ممدوح نے قبول نہ کیا۔تیمور نے کہا سارا نہیں تو کچھ حصہ قبول کرو۔آپ نے انکار کیا کہ اجازت نہیں۔تیمور نے کہا کہ میں حضرت امیر کے مناسب حال کیا بھیجوں کہ ہمارا تقرب ہو جائے۔سید امیر عمر نے کہا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ درویشوں کے دل میں تمہارا تقرب ہو جائے تو تقویٰ اور عدل کو اپنا شعار بناؤ کیونکہ حق تعالیٰ اور خاصان حق کے قرب کا ذریعہ یہی چیزیں ہیں۔

## کرامات:

1)۔ حضرت امیر کلال کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب آپ پیٹ میں تھے اگر اتفاقاً کبھی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں چلا جاتا تو اس قدر درد ہوتا کہ میں بے ہوش ہو جاتی اور بعد میں مجھے قے کر کے وہ مشتبہ کھانا نکالنا پڑتا۔ جب یہ کیفیت کئی بار گزری تو مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ بات اس بچے کے قدم کی برکت سے ہے جو میرے پیٹ میں ہے۔

2)۔ بیعت سے قبل حضرت امیر کلال کشتی لڑ رہے تھے۔ حاضرین کی ایک سیاہ باطن جماعت غیبت کرنے لگی کہ ایسے بزرگ زادہ اور سید زادہ کو اس کام میں جو بدعت ہے، مشغول نہ ہونا چاہیے۔ اسی وقت اُس جماعت پر خواب نے غلبہ کیا۔ خواب میں دیکھتے ہیں کہ قیامت برپا ہے اور وہ کیچڑ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہر چند کوشش کرتے ہیں مگر نکل نہیں سکتے۔ ناگاہ حضرت امیر کلال ان کے پاس پہنچتے ہیں اور ان کو اس کیچڑ سے نکال لاتے ہیں۔ جب وہ بیدار ہوئے تو حضرت امیر نے ان کے کان پکڑ کر کہا کہ یارو! ہم اسی روز کے لیے زور آزمائی کرتے ہیں۔ تم درویشوں کے حق میں بداعتقاد نہ ہو۔ جب انہوں نے یہ حال دیکھا تو سب نے توبہ کی اور مردان خدا بن گئے۔ جس بزرگ کا یہ حال کشتی لڑنے کے وقت ہو ما بعد کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔

3)۔ ایک روز حضرت امیر اپنے اصحاب کے ساتھ خواجہ ابو حفص کبیر بخاری نور اللہ مرقدہ کی مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اور مناسک حج بالتفصیل بیان فرما رہے تھے۔ ایک بداعتقاد شخص کے دل میں خیال آیا کہ حضرت امیر نے کعبہ کو کب دیکھا ہے کہ بیان کر رہے ہیں۔ یہ مسائل تو وہ بیان کرے جس نے کعبہ کو دیکھا ہو۔ کچھ دیر کے بعد حضرت امیر باہر نکلے اور اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ اے ناداں! دیکھ تجھے کیا دکھائی دیتا ہے۔ اُس نے جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ کعبہ حضرت امیر کے سر پر طواف کر رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ اے نادان! جس کے پاس ایک درہم نہ ہو وہ اس خیال میں ہے کہ کسی کے پاس کچھ نہیں تاوقتیکہ تیرے دل کی آنکھ نہ کھلے تجھے کچھ نظر نہ آئے گا۔

(4)۔ ایک روز حضرت امیر کے اصحاب کی ایک جماعت حضرت جگر دوں اتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کی زیارت کو گئی۔ جب انہوں نے کچھ فاصلہ طے کیا۔ تو دیکھتے ہیں کہ ایک شیر ان کے راستے میں کھڑا ہے وہ حیران ہوئے، اتنے میں حضرت امیر تشریف لائے اور شیر کی گردن پکڑ کر

راستہ سے ایک طرف کر دیا۔ جب وہ گزر گئے تو شیر نے بطور تعظیم سر جھکایا اور چل دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اصحاب نے حضرت سے پوچھا کہ یہ کیا حالت تھی۔ فرمایا کہ جو ظاہر و باطن میں حق تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ سب چیزیں اس سے ڈرتی ہیں۔

(5)۔ ایک روز حضرت خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلطان کے دربار میں جلادی میں مشغول تھے۔ ایک مجرم پیش ہوا۔ سلطان نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ خواجہ ممدوح اُسے قصاص گاہ میں لے گئے اُس کی آنکھیں باندھ لیں۔ تلوار کھینچی۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ اور تلوار اُس کی گردن پر ماری مگر تلوار نے اثر نہ کیا۔ دوسری بار اسی طرح کیا مگر تلوار نے اثر نہ کیا تیسری بار ایسا ہی کیا گیا مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ حضرت خواجہ نے دیکھا کہ تلوار کھینچتے وقت مجرم ہونٹ ہلا تا تھا اور منہ میں کچھ کہتا تھا۔ حضرت خواجہ نے پوچھا۔ خدا کی عزت کی قسم کہ جس کے سوا کوئی معبود بجز نہیں تو سچ بتا کہ کیا کہتا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے شیخ کو یاد کرتا تھا۔ حضرت خواجہ نے پوچھا کہ تیرا شیخ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے شیخ سید امیر کلال ہیں۔ پوچھا کہ اس وقت کہاں ہیں؟ جواب دیا کہ علاقہ بخارا میں قریہ سوخار میں ہیں۔ یہ سن کر حضرت خواجہ نے تلوار پھینک دی اور فوراً روانہ ہوئے فرماتے تھے کہ وہ بزرگ جو مرید کو تلوار کے نیچے سے بچالے اگر کوئی اس کی خدمت بجالائے تعجب نہیں کہ حق تعالیٰ اُسے دوزخ کی آگ سے بچالے۔

(6)۔ ایک روز حضرت امیر جامعہ مسجد بخارا سے نماز جمعہ ادا کر کے اپنے گھر کو روانہ ہوئے۔ راستے میں فتح آباد و کلا آباد کے درمیان امیر تیمور مع فوج خیمہ زن تھا۔ حضرت نے اپنے یاروں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ انہوں نے عرض کی کہ یہ امیر تیمور کا خیمہ ہے۔ امیر تیمور یہ سن کر خیمہ سے نکلا اور حضرت کی خدمت میں عرض کی اے مخدوم! میں آج آپ کی زبان سے کچھ سننا چاہتا ہوں۔ جس سے میرے دل کو کچھ تسکین ہو۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ فقیر جب تک حضرت عزیزاں کی روحانیت سے اشارہ نہ پائے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جب حضرت امیر گھر پہنچے تو نماز عشاء کو جماعت کے ساتھ ادا کر کے حضرت عزیزاں کی روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے

ایک محرم شیخ منصور کو جو قراماں میں رہتا تھا طلب کر کے ارشاد فرمایا کہ فوراً امیر تیمور کے پاس جاؤ اور اسے پیغام دو کہ مشائخ بخارا کی ارواح طیبہ نے مملکت خوارزم تمہیں عطا کر دی ہے۔ تم بلا توقف سوار ہو کر وہاں پہنچ جاؤ۔ امیر تیمور نے ایسا ہی کیا اور خوارزم سے کامیاب وشاداب واپس آیا۔

(7)۔ ایک روز حضرت امیر اپنے اصحاب کے ساتھ بخارا کی جامع مسجد کو جا رہے تھے ایک کسان اپنے کھیت میں کام کر رہا تھا۔ اس کے غلام نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ آقا نے جواب دیا کہ یہ مفت خورے ہیں۔ حضرت امیر نے نور کرامت سے معلوم کرلیا اور اسی وقت فرمایا کہ یارو! درویشوں کے حق میں بے اعتقادی نہ کرو اور ان کو چشم حقارت سے نہ دیکھو تا کہ دنیا سے ذلیل و خوار ہو کر نہ جاؤ۔ جب مسجد سے واپس آئے کیا دیکھتے ہیں کہ وہ شخص (آقا) درد گردہ کے سبب سے قریب الموت ہے۔ جب نزدیک پہنچے۔ تو اس نے کہا کہ مجھے حضرت امیر کے پاس لے چلو جب نزدیک لائے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ اس شخص نے تیز تیر کھایا ہے اس کا علاج نہیں ہو سکتا۔ اسے واپس لے جاؤ اس کا کام تمام ہو چکا ہے۔ چنانچہ وہ گھر پہنچتے ہی مر گیا۔

### وفات:

مرض اخیر میں حضرت امیر نے اپنے اصحاب کو حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی متابعت کا حکم دیا۔ اس پر اصحاب نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ نے ذکر جہر میں آپ کی متابعت نہیں کی۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ اس میں ان کا کچھ اختیار نہیں جو عمل ان پر پیش کیا گیا ہے وہ البتہ حکمت الٰہی ہے۔ سفینۃ الاولیاء میں حضرت امیر قدس سرہ کا سنہ وفات روز پنجشنبہ 8 جمادی الاولیٰ 772 ہجری مذکور ہے۔ مزار مبارک سوخار میں ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت امیر کے ایک سو چودہ خلفاء تھے۔

# ارشاداتِ عالیہ

حضرت امیر اپنے معارف میں اپنے دوستوں سے ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر عبادت میں تمہاری پیٹھ کبڑی ہو جائے اور ریاضت میں تمہارا جسم کمان کے چلے کی طرح باریک ہو جائے تو خدائے خالق کے جلال وعظمت کی قسم کہ تم ہرگز مقصود تک نہ پہنچو گے جب تک کہ اپنے لقمہ اور خرقہ کو پاک نہ رکھو اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی شریعت کی پیروی نہ کرو کیونکہ تمام کاموں کی اصل اسی پر ہے۔ آیۃ "وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ" (اور اپنے کپڑے پاک رکھ، سورۃ مدثر) سے اسی بات کی تاکید وتائید ہوتی ہے۔

جب حضرت امیر کلال پر ضعف غالب ہوا تو آپ نے اپنے صاحبزادوں اور دوستوں کو جمع کیا اور یہ وصیتیں فرمائیں۔

1)۔ جب تک تم زندہ ہو، طلب علم سے ایک قدم دور نہ رہو کیونکہ طلب علم تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ اول علم ایمان، دوم علم نماز، سوم علم روزہ۔ چہارم علم زکوٰۃ، پنجم علم حج اگر استطاعت ہو ششم والدین کی خدمت کا علم۔ ہفتم صلہ رحمی اور رعایت ہمسایہ کا علم۔ ہشتم خرید وفروخت کا علم اگر ضرورت ہو۔ نہم حلال وحرام کا علم کیونکہ بہت سے آدمی ایسے ہیں کہ بے علمی کے سبب سے تباہی کے بھنور میں گر پڑتے ہیں۔

2)۔ چاہیے کہ تم خدا داں بنو اور خدا خواں بھی اور ایسے کام میں مشغول رہو کہ جس سے دنیا کے خیال میں تمہارا دین نہ جاتا رہے۔ ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ کوئی عبادت خدا ترسی سے بہتر نہیں ہے نیز چاہیے کہ جب تم ذکر خدا میں مشغول ہو تو کلمہ لا الٰہ سے تمام ماسوائے حق کی نفی کرو اور غیر شرع باتیں نہ کرو اور کلمہ الا اللہ سے تمام مشروعات کا اثبات کرو اور اپنے دل میں اس امر کو نگاہ میں رکھو کہ کوئی عبادت وسجدے کے لائق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے جو باپ بیٹے

اور معونت و مدد سے بے نیاز ہے جب تم نے یہ بات جان لی تو تم ذاکرین میں سے ہو گے اور جان لو کہ کپڑے کو پانی، زبان کو خدا تعالیٰ کا ذکر اور تمہارے جسم کو نماز کا ہمیشہ ادا کرنا پاک کر دیتا ہے اور تمہارے مال کو زکوٰۃ اور تمہاری راہ کو مطالبۂ حقوق کرنے والوں کی رضامندی اور تمہارے دین کو شرک سے بچنا پاک کر دیتا ہے۔ دوستو! اخلاص اختیار کرو اور اخلاص کے ساتھ رہو۔

3)۔ چاہیے کہ تم توبہ کرتے رہو، کیونکہ توبہ تمام بندگیوں کا سر ہے تو بہ یہ نہیں کہ زبان سے کہو کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ توبہ یہ ہے کہ تم پہلے اپنے گناہوں سے دل میں پشیمان ہو اور نیت کرو کہ آئندہ اس گناہ کی طرف نہ جاؤ گے اور ہمیشہ رب العزت سے ڈرتے رہو اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور اپنے مطالبہ حقوق کرنے والوں کو راضی کرو اور گریہ وزاری ایسی کرو کہ توبہ کا اثر اپنے باطن میں مشاہدہ کرو تا کہ تائب کا نام تم پر صادق آئے۔

4)۔ چاہیے کہ روزی کا غم تم اپنے دل سے نکال دو اور آخرت اور ادائے بندگی کے غم کو اپنے دل میں جگہ دو کیونکہ تمام کاموں میں اصل یہی کام ہے۔

5)۔ فرمایا کہ ارادت کیا ہے؟ ارادت خدا کی طلب، ترک عادت، وفائے عہد، ادائے امانت، ترک خیانت، اپنی تقصیر کی دید اور اپنے عمل کی نادید کا نام ہے۔

6)۔ ہر حال میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بجالاؤ۔ اور ہمیشہ دل میں غیر شرع امر اور بدعت کے منکر رہو۔ اور آیۃ:

"یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْآ اَنْفُسَکُمْ وَ اَهْلِیْکُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ"

**ترجمہ**: "اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔" (سورۃ تحریم) پر غور کرو تا کہ قیامت کے دن تم درماندہ نہ ہو۔

7)۔ تمام کاموں میں اصل شریعت اور ان حدود کی حفاظت ہے جو حق تعالیٰ نے مقرر کر دی ہے وہ حدیں مکان و زمان میں اور نظر اور گفت وشنید میں اور چلنے کھانے پینے اور نفقہ و صدقہ کے لینے اور نہ لینے میں ہیں۔ اس جگہ ان کی رعایت کر سکتے ہیں کیونکہ موقع اور فرصت کو غنیمت سمجھنا

چاہیے اور وہ کام کرنا چاہیے جو نجات کا سبب ہو اور کسب حلال کی طرف۔اس کے بعد نفقہ کی طرف بطریق شرع متوجہ ہو اور میانہ روی اختیار کرو۔ اگر صدقہ کرو تو حلال کمائی سے کرو۔ رہے حدود روزہ، جو سال میں ایک بار آتا ہے، سو وہ اپنے تئیں صبح سے شام تک کھانے پینے اور جماع سے روکنا ہے۔ یہ نگہداشت ظاہر روزہ ہے۔ اور اپنے کان کو حرام سننے سے اور ہاتھ کو حرام پکڑنے سے اور پاؤں کو حرام چلنے سے روکنا باطنی روزہ ہے۔ حقیقت روزہ یہ ہے کہ روزہ دار اپنے دل کو تمام حالات میں بالخصوص روزے کے وقت تکبر، حسد، طمع، ریا، نفاق، کینہ اور خود پسندی سے پاک رکھے اور چاہیے کہ زکوۃ دے اور اس کی حدود کی نگہداشت نہایت کوشش سے کرے کیونکہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مال کی زکوۃ نہیں دیتا۔ اس کی نماز اور حج اور کوئی کام قبول نہیں ہوتا نیز فرمایا ہے کہ بخیل خدا تعالیٰ سے اور بندگان خدا کے دلوں سے دور ہے اور بہشت سے دور اور دوزخ سے نزدیک ہے اور سخی خدا کی رحمت سے اور بندگان خدا کے دلوں سے نزدیک اور دوزخ سے دور ہے نیز تمہیں معلوم رہے کہ آدمی کے دین کو کوئی چیز اس طرح درست نہیں کرتی جیسا کہ حسن خلق اور سخاوت۔

8)۔ پھر حضرت امیر نے فرمایا کہ دوستو! تمہیں معلوم رہے کہ لوگ اس سبب سے مقصود حقیقی تک پہنچنے سے محروم رہتے ہیں کہ انہوں نے راہ وصول کو چھوڑ دیا ہے اور دنیاوی راہوں پر قانع ہو گئے ہیں۔ لیکن صوفی کو چاہیے کہ معرفت و توحید باری تعالیٰ میں اپنے اعتقاد کو درست رکھے اور گمراہی اور بدعت سے دور رہے اور اپنے اعتقاد میں مقلد نہ بنے اور ہر بات میں دلیل و برہان رکھتا ہو تا کہ بوقت حاجت حتی الامکان اُسے بیان کر دے۔ اے یارو! اس سے بری کوئی چیز نہیں کہ لوگ تم سے مذہب کی بات کہیں اور تمہیں معلوم نہ ہو کہ یہ دلیل عقلی ہے کیونکہ دوسروں کے لیے غیبت ہے۔ تو اس گروہ کے لیے کشف ہے۔ جو کچھ معرفت سے دوسروں کا مقصود ہے، اُن کے لیے حق سے موجود ہے۔ کیونکہ دوسرے اہل استدلال ہیں اور ہمارے یار اہل وصال ہیں۔ اس گروہ کو اس گروہ سے کیا نسبت ہے؟ دوستو! جان لو کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں کہ جس میں خدا کے دوستوں میں سے کوئی دوست موجود نہ ہو کہ جس کی برکت سے خدا تعالیٰ سب کو آفات و مصائب سے بچاتا ہے۔ خبردار! تم ایسے مردوں کے طالب رہنا تا کہ ہر دو جہان کی دولت تمہیں نصیب ہو۔

9)۔ چاہیے کہ تم علماء کی خدمت میں رہو اور ان کے پاس بیٹھا کرو کیونکہ وہ امت محمدیہ ﷺ کے چراغ ہیں۔ جاہلوں اور ان کی صحبت سے دور رہو اور دنیاداروں سے صحبت نہ رکھو کیونکہ ان کی صحبت تم کو خدا سے دور کر دیتی ہے۔

10)۔ چاہیے کہ سماع یعنی رقاصوں کی مجلس میں حاضر نہ ہو اور ان کے ساتھ نہ بیٹھو، کیونکہ سماع کی کثرت اور اہل سماع کی صحبت دل کو مردہ بنا دیتی ہے۔ رخصتوں سے دور رہو اور جہاں تک ہو سکے عزیمت پر عمل کرو کیونکہ رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام ہے۔

جب حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ وصیتیں کیں تو فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے اور ہمارے دوستوں کے کام کا سرانجام ان وصیتوں کی نگہداشت پر ہو۔ پھر فرمایا کہ مشائخ متقدمین نے اپنے مریدین سے ارشادات فرمائے جن کو وہ بجا لائے۔ میں بھی امیدوار ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمارے یاروں کو ان وصیتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

مذکورہ بالا وصیتوں کے بعد حضرت امیر تنہائی کے گوشہ میں تشریف لے گئے اور تین دن تک آپ نے کسی صاحبزادے سے بات نہ کی۔ تین دن کے بعد آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور خدا کی بہت حمد کی۔ حاضرین مجلس نے سوال کیا کہ اے مخدوم! آپ نے اس مقام میں بہت حمد کی۔ ہمیں بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس کا سبب کیا ہے؟ حضرت امیر نے فرمایا کہ تین دن سے میں مراقبہ میں تھا اور تنہائی کے گوشہ میں لوگوں کی ملاقات سے متنفر تھا اور دریائے حیرت میں غوطہ زن تھا کہ ہمارا اور ہمارے یاروں کا کیا حال ہوگا۔ ہاتف غیبی نے ہمارے باطن میں یہ ندا دی کہ اے امیر کلال! ہم نے تجھ پر اور تیرے یاروں پر اور تیرے دوستوں پر اور ان لوگوں پر کہ جن پر آپ کے مطبخ کی مکھی بیٹھی ہو رحمت کی اور سب کے گناہ معاف کر دیئے۔ تم خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تم پر رحمت کرے گا اور تمہارے گناہ سے درگزر کرے گا۔ حضرت امیر اُسی دن جوار رحمت الٰہی میں چل بسے۔

امام الاولیاء **حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند** قدس سرہٗ العزیز

# کے احوال و آثار

ولادت : 728 ہجری بمطابق 1327ء بمقام : قصر عارفاں

وصال : 3 ربیع الاول 791 ہجری مزار اقدس : قصر عارفاں، بخارا ازبکستان

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت باسعادت آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کے سلسلہ میں مستند ترین تذکرات میں اس قدر مرقوم ہے کہ حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مریدین کی ایک جماعت کے ساتھ بخارا کے قریب سے گزرے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اس شہر سے عجیب وغریب قسم کی لطیف خوشبو مشام جان کو معطر کر رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ ولایت کا کوئی عظیم الشان فرد اس سرزمین میں ظہور کرنے والا ہے۔ ایک مدت کے بعد دوبارہ آپ کا گذر وہیں سے ہوا تو حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اس لطیف خوشبو میں اضافہ ہوگیا ہے یقیناً وہ ہستی کہ جس کا ہمیں انتظار تھا اور جس کے نور عرفاں سے چار دانگ عالم منور ہو جائے گا وہ عالم امکان میں جلوہ افروز ہو چکی ہے۔ آپ اس خوشبو کے پیچھے پیچھے بخارا کے گلی کوچوں سے ہوتے ہوئے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مولد مبارک تک پہنچ گئے۔

اس وقت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ العزیز کو اس دنیا میں قدم رکھے

ہوئے صرف تین دن گزرے تھے۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے احوال و آثار اور آپ کے مقام کا صحیح تعین کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپ کے ادوار اور صدیوں کا ایک سرسری جائزہ لیا جائے۔ آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے وسط ایشیا کا علاقہ منگولوں کی بربریت اور ہولناکیوں سے شعلہ زار بنا ہوا تھا۔ کشت وخون کا بازار سرگرم تھا۔ اہل اسلام کی تہذیب و ثقافت اور پاکیزہ اسلامی اقدار سب تہس نہس ہو چکی تھیں۔ انسانیت چنگیزیوں کی دست بردسے نوحہ کناں تھی۔ جس طرح فطرت الہیہ کا اصول ہے کہ ہر شر انتہا پر پہنچنے کے بعد خیر کے لیے جگہ بنا دیتا ہے اور خزاں کے بعد بہار کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اس تاخت و تاراج اور بربادی و خونریزی کے بعد چمن زار ہست و بود میں حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وجود اقدس ابر بہاراں بن کے آیا۔ جس نے ملت بیضا کے کشت زار کو از سر نو اتباع سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات سے زعفران زار بنا دیا۔

آپ کو آداب طریقت کی تعلیم بظاہر سید امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے۔ مگر حقیقت میں آپ اویسی ہیں، کیونکہ آپ کی تربیت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی روحانیت سے ہوئی ہے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ اوائل احوال اور غلبات جذبات و بے قراری میں راتوں کو میں نواح بخارا میں پھرا کرتا تھا۔ اور ہر مزار پر جاتا تھا۔ ایک مرتبہ دیکھا کہ قبلہ کی جانب سے دیوار شق ہوگئی اور ایک بڑا تخت ظاہر ہوا، تخت پر ایک بزرگ بیٹھا ہے جس کے آگے ایک سبز پردہ لٹکا ہوا ہے اور اُس تخت کے گرد ایک جماعت حاضر ہے۔ میں نے اُس جماعت میں خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا اور جان لیا کہ یہ جماعت گذشتہ بزرگوں کی ہے۔ مگر دل میں خیال آیا کہ وہ بزرگ اس جماعت میں کون ہیں۔ اتنے میں اس جماعت میں سے ایک نے کہا کہ وہ خواجہ عبدالخالق ہیں اور یہ جماعت ان کے خلفاء ہیں۔ خلفاء کے نام گن گن کر اس نے ہر ایک کی طرف اشارہ کیا کہ یہ خواجہ احمد صدیق ہیں۔ یہ خواہ اولیائے کلاں، یہ خواجہ عارف ریوگری، یہ خواجہ محمود انجیر فغنوی اور یہ خواجہ علی رامیتنی ہیں۔ جب خواجہ محمد بابا سماسی تک پہنچا تو اشارہ کر کے کہا کہ ان کو تم نے حالت حیات میں دیکھا ہے۔ یہ تیرے شیخ ہیں۔ انہوں نے تجھے کلاہ دی ہے۔ کیا تو ان کو پہچانتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں انکو پہچانتا ہوں۔ کلاہ کا قصہ بہت پرانا ہے، مجھے یاد نہیں رہا۔ اُس

نے کہا کہ وہ کلاہ تیرے گھر میں ہے اور تجھے یہ کرامت عطا ہوئی ہے کہ جو بلا نازل ہو وہ تیری برکت سے دور ہو جائے گی۔ پھر اس جماعت نے کہا کہ غور سے سنو حضرت خواجہ بزرگ ارشادات فرمائیں گے جو تجھے راہِ حق کے سلوک میں کام آئیں گے۔ میں نے اس جماعت سے درخواست کی کہ میں حضرت خواجہ کو سلام کرنا چاہتا ہوں انہوں نے وہ پردہ آگے سے اٹھا دیا۔ میں نے حضرت خواجہ کو سلام کیا۔ حضرت نے جوابدیا اور ارشادات فرمائے جو سلوک کے ابتداء و وسط و انتہا سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں ایک ارشاد جس کی آپ نے تاکید فرمائی، یہ تھا کہ ہر حال میں جادۂ شریعت و استقامت پر قدم رکھنا چاہیے۔ اور عزیمت و سنت پر عمل کرنا اور رخصت و بدعت سے دور رہنا چاہیے اور ہمیشہ احادیث رسول اللہ ﷺ کو اپنا پیشوا بنانا اور اخبار رسول اکرم اور آثار صحابہ کرام کی تلاش میں رہنا چاہیے۔ پھر فرمایا امیر سید کلال کی خدمت میں روانہ ہو جانا جب تو پشتہ فراخواں پر پہنچے گا تو ایک بوڑھا ملے گا جو تجھے گرم روٹی دے گا، وہ روٹی لے لینا اور حضرت عزیزاں کی کلاہ جو تیرے پاس ہے اسے اپنے ساتھ لے جانا۔ بعد ازاں اس جماعت نے مجھے ہلا دیا اور میں ہوش میں آ گیا۔ صبح کو میں فوراً زیورتوں کی طرف اپنے مکان میں گیا اور متعلقین سے کلاہ کا قصہ دریافت کیا وہ بولے کہ مدت ہوئی وہ کلاہ فلاں جگہ ہے جب میں نے حضرت عزیزاں کی کلاہ دیکھی تو میرا حال دگرگوں ہو گیا اور میں بہت رویا۔ پھر میں نے اسی وقت کمر مضبوط باندھی اور دو شخصوں کو حکم دیا، پس انہوں نے پوری قوت سے ہر طرف سے میرا کمر بند کس دیا اور میں چل پڑا۔ جب میں پشتہ فراخوں پر پہنچا تو ایک بوڑھا مجھ سے ملا۔ جس نے مجھے ایک گرم روٹی دی۔ میں نے لے لی اور اس سے کچھ بات نہ کی۔ پھر میں اُس سے آگے بڑھا اور نسف کی حد میں پہنچا تو اُس جگہ گیا جہاں حضرت سید امیر کلال تشریف رکھتے تھے۔ میں ان کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ اور حضرت عزیزاں کی کلاہ اُن کے آگے رکھ دی۔ حضرت امیر ایک لحظہ خاموش رہے اور کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ یہ کلاہ حضرت عزیزاں کی ہے۔ میں نے کہا، ہاں۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ اس کے بارے میں اشارہ یوں ہوا ہے کہ اس کو دو پردوں کے درمیان محفوظ رکھو۔ میں نے قبول کیا اور کلاہ لے لی۔ بعد ازاں حضرت امیر نے مجھے ذکر کی تلقین کی اور بطریق خفیہ نفی و اثبات میں مشغول کیا میں ایک مدت تک اس سبق میں مشغول رہا۔ میں نے جیسا

کہ واقعہ میں مامور ہوا تھا عزیمت پر عمل کیا اور ذکر بالجہر نہ کیا۔ چونکہ مجھے اخبار و آثار رسول اللہ و صحابہ کرام کی تقلید کا حکم دیا گیا تھا اس لیے علماء کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور احادیث پڑھا کرتا اور آثار صحابہ معلوم کیا کرتا تھا اور ہر ایک پر عمل کیا کرتا تھا اور اس کا نتیجہ اپنے باطن میں مشاہدہ کرتا تھا۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اوائل احوال میں ایک دفعہ نو ماہ تک فیض کا دروازہ مجھ پر بند رہا۔ میں کمزور اور بے چین ہو گیا۔ میں نے چاہا کہ مخلوق کی خدمت و ملازمت میں مشغول ہو جاؤں۔ اس حال میں میرا گذر ایک مسجد پر ہوا جس پر یہ شعر لکھا ہوا نظر آیا

اے دوست بیا کہ ماترائیم
بیگانہ مشو کہ آشنائیم

جب میں نے یہ شعر پڑھا تو مجھ پر رقت طاری ہوئی۔ اور عنایت الٰہی سے وہ دروازہ پھر مجھ پر کھل گیا۔ فرماتے ہیں کہ مبادی احوال میں ایک رات میں مسجد زیورتوں میں ایک ستون کے پیچھے رو بقبلہ بیٹھا تھا۔ ناگاہ غیبت وفنا کا اثر ہونے لگا اور رفتہ رفتہ میں بے خود ہو گیا۔ اور اس حالت میں فنائے کلی کو پہنچ گیا۔ ارشاد ہوا کہ ہوشیار ہو جاؤ جو مطلوب و مقصود ہے، تمہیں مل گیا۔ کچھ دیر کے بعد میں ہوش میں آ گیا۔ فرماتے ہیں کہ اس قصہ کے بعد ایک روز ایک باغ میں تھا اور اشارہ اُس باغ کی طرف کیا جس میں آپ کا مزار مقدس واقع تھا۔ متعلقین کی ایک جماعت میرے ساتھ تھی۔ ناگاہ عنایت الٰہی کے جذبات کا اثر ظاہر ہونے لگا، اضطراب و بے قراری پیدا ہوئی۔ میں اٹھ کر رو بقبلہ ہو بیٹھا۔ اچانک غیبت واقع ہوئی اور وہ غیبت فنائے حقیقی تک پہنچ گئی۔ میں اس فناء میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری روح کو آسمانوں کے ملکوت سے آگے لے گئے اور اس مقام پر پہنچا کہ میری روح ستارہ کی شکل میں نور بے نہایت کے دریا میں محو و ناپید ہو گئی۔ اور میرے قالب میں حیات ظاہری کا کچھ نشان نہ رہا۔ میرے گھر والے اور متعلقین اُس حالت میں گریہ زاری کرتے تھے یہاں تک کہ میں آہستہ آہستہ دوبارہ وجود بشریت میں آ گیا۔ وہ غیبت وفنا کم و بیش چھ گھنٹے رہی تھی۔

## مشائخ سے استفاضہ:

خواجگان نقشبندیہ کے سلسلہ میں خواجہ محمود انجیر فغنوی کے وقت سے سید امیر کلال کے زمانے تک ذکر خفی کو ذکر جہری کے ساتھ جمع کیا کرتے تھے۔ مگر خواجہ نقشبند ذکر خفی کیا کرتے تھے۔ اور ذکر جہر سے پرہیز کرتے تھے اور جب حضرت امیر کے اصحاب حلقہ میں ذکر علانیہ کرتے تو حضرت خواجہ مجلس سے اٹھ جایا کرتے تھے۔ حضرت امیر کے اصحاب پر یہ ناگوار گزرتا مگر حضرت خواجہ حضرت امیر کی خدمت و ملازمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے اور ہمیشہ سر تسلیم ان کی ارادت و متابعت کی آستان پر رکھتے اور حضرت بھی روز بروز حضرت خواجہ کی طرف زیادہ التفات کرتے یہاں تک کہ ایک روز آپ کے اصحاب کی ایک جماعت نے خلوت میں آپ کی خدمت میں حضرت خواجہ کی شکایت کی۔ حضرت امیر نے اُس خلوت میں کچھ جواب نہ دیا۔ مگر بعد ازاں ایک دن آپ کے تمام اصحاب چھوٹے بڑے جن کی تعداد پانچ سو تھی سوخار میں مسجد و جماعت خانہ اور دیگر مکانات کی تعمیر کے لیے جمع تھے اور ہر ایک کام میں لگا ہوا تھا۔ جب مٹی کا کام تمام ہوا تو آپ نے اُس مجمع میں شکایت کرنے والوں سے فرمایا کہ تم میرے فرزند بہاء الدین کے حق میں بدگمانی کرتے ہو اور غلطی سے اُس کے بعض احوال کو قصور پر محمول کرتے ہو۔ تم نے اُس کو نہیں پہچانا، حق تعالیٰ کی نظر خاص ہمیشہ اس کے شامل حال ہے اور بندگان حق تعالیٰ کی نظر حق سبحانہ کی نظر کے تابع ہے اُس کے حق میں مزید التفات کے بارے میں میرا کچھ اختیار نہیں۔ پھر حضرت خواجہ کو جو اینٹیں لا رہے تھے طلب کیا اور اُن سے یوں خطاب کیا:

''اے فرزند بہاء الدین! حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تمہارے حق میں وصیت کی تھی، میں اُسے بجا لایا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جس طرح میں نے تمہاری تربیت کی میرے فرزند بہاء الدین کی تربیت بھی اسی طرح کرنا اور کوتاہی نہ کرنا۔ سو میں نے ویسا ہی کیا ہے اور اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے یہ پستان تمہارے واسطے خشک کیے اور تمہاری روحانیت کا مرغ بشریت کے بیضہ سے نکل آیا مگر تمہاری ہمت کا مرغ بلند پرواز واقع ہوا ہے۔ ترک و تاجیک سے جس جگہ کوئی خوشبو تمہارے دماغ میں پہنچے طلب کرو اور اپنی ہمت کے بموجب طلب میں کوتاہی نہ کرو۔'' اس ارشاد کے مطابق حضرت خواجہ سات سال

مولانا عارف دیک کرانی کی خدمت میں رہے اور ان کی متابعت اور تعظیم و آداب بجالاتے رہے چنانچہ وضو کے وقت نہر کے کنارے مولانا سے نیچے کی طرف وضو کرنے بیٹھتے اور چلتے وقت مولانا کے قدم پر قدم نہ رکھتے۔ بعدازاں قثم شیخ کی خدمت میں دو تین مہینے رہے۔ جب پہلے پہل شیخ کی خدمت میں پہنچے ہیں تو شیخ اُس وقت خربوزہ کھا رہے تھے۔ شیخ نے چھلکا آپ کی طرف پھینک دیا۔ آپ نے بر سبیل تبرک کھالیا۔ اسی مجلس میں تین بار ایسا ہی وقوع میں آیا۔ اسی اثناء میں شیخ کے خادم نے آکر اطلاع دی کہ تین اونٹ اور گھوڑے گم ہو گئے ہیں۔ شیخ نے حضرت خواجہ کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت خواجہ مراقب ہو کر متوجہ ہو گئے۔ نماز شام کے ادا کرنے کے بعد خادم نے خبر دی کہ اونٹ اور گھوڑے خود بخود آ گئے ہیں۔ بعدازاں بارہ سال حضرت اتا کی خدمت میں رہے۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں کہ اوائل حال میں ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت حکیم اتا قدس سرہ جو کہ کبار مشائخ ترک سے تھے مجھ سے ایک درویش کی سفارش فرماتے ہیں۔ جب میں بیدار ہوا تو اُس درویش کی صورت میرے ذہن میں تھی۔ میں نے اپنی دادی سے جو صالحہ تھیں ،اس خواب کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ بیٹا! تجھے مشائخ ترک سے کچھ فیض پہنچے گا۔ میں ہمیشہ اُس درویش کی ملاقات کا طالب رہا۔ ایک روز بازار بخارا میں اُس سے میری ملاقات ہو گئی میں نے اس کو پہچان لیا، اُس کا نام خلیل اتا تھا۔ اس وقت تو اس کی صحبت میسر نہ ہوئی۔ جب میں گھر پہنچا اور شام ہو گئی تو ایک قاصد آیا کہ وہ درویش خلیل آپ کو یاد کرتے ہیں۔ میں نے کچھ تحفہ ساتھ لیا اور بڑے نیاز و شوق سے ان کی خدمت میں گیا۔ جب میں اُن سے ملاقات سے مشرف ہوا تو میں نے چاہا کہ وہ خواب ان سے بیان کروں مگر خود انہوں نے ترکی زبان میں مجھ سے فرمایا کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے وہ ہمارے سامنے عیاں ہے، بیان کی ضرورت نہیں ہے، یہ سن کر میرا حال دگرگوں ہو گیا۔ اور میرا میلان خاطر ان کی طرف زیادہ ہو گیا۔ ان کی صحبت میں عجیب حالات دیکھنے میں آتے تھے۔ اتفاقاً کچھ مدت کے بعد ان کو ماوراء النہر کی بادشاہی مل گئی۔ ایک دفعہ ایام سلطنت میں ایک کام کے لیے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے مجھے اپنی ملازمت و خدمت کی عزت بخشی۔ بادشاہت کے زمانے میں بھی ان سے بڑے بڑے حالات ظہور میں آتے اور میرا میلان خاطر ان کی طرف اور زیادہ ہوا۔ وہ مجھ پر بڑی شفقت کرتے تھے اور کبھی

مہربانی سے اور کبھی غصہ سے مجھے آداب خدمت سکھاتے۔ جس سے مجھے بہت سے فائدہ پہنچے۔ ان آداب کی تعلیم اس راہ کی سیر و سلوک میں مجھے بہت کارآمد ہوئی۔ میں ان کے عہد سلطنت میں چھ سال اس طریق پر ان کی خدمت میں رہا کہ مجلس عام میں آداب سلطنت بجالاتا اور تنہائی میں ان کا محرم خاص تھا۔ اپنے خواص بارگاہ کے سامنے آپ اکثر یوں فرمایا کرتے ہے کہ جو شخص رضائے حق تعالیٰ کے لیے میری خدمت کرے گا وہ خلق میں بزرگ ہو جائے گا۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ کا مقصود کون اور کیا ہے۔ اس سے آپ کا اشارہ اس امر کی طرف تھا کہ بادشاہوں کا اعزاز و اکرام ان کی ظاہری عظمت کی وجہ سے نہ کرنا چاہیے بلکہ اس واسطے کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو اپنے جلال و بزرگی کا مظہر بنایا ہے۔ اس مدت کے بعد جب ان کی سلطنت کو زوال آیا تو ایک دم میں وہ خدام و حشم و ملک ختم ہو گئے یہ دیکھ کر دنیا کا تمام کام میرے دل پر سرد ہو گیا اور میں بخارا میں آیا اور زیورتوں میں جو دیہات بخارا سے ہے ساکن ہو گیا۔

## سیر مقامات:

فرمایا کہ منازل و مقامات کے طے کرنے میں حضرت حسین بن منصور حلاج کی صفت دو مرتبہ میرے وجود میں ظاہر ہوئی نزدیک تھا کہ وہ آواز جوان سے ظہور میں آئی تھی مجھ سے بھی ظاہر ہو جائے بخارا میں ایک سولی تھی، دونوں دفعہ میں اپنے تئیں اس سولی کے نیچے لے گیا اور کہا کہ تیری جگہ یہی سولی ہے چنانچہ عنایت الٰہی سے میں اس مقام سے عبور کر گیا۔

فرمایا کہ میں نے سلطان بایزید اور شیخ جنید اور شیخ شبلی اور ابن منصور حلاج کے مقامات کی سیر کی۔ جہاں وہ پہنچے تھے، میں بھی وہاں پہنچا۔ یہاں تک کہ صفات انبیاء کی سیر میں ایسی بارگاہ میں پہنچا کہ جس سے بڑی کوئی بارگاہ نہ تھی۔ میں نے جان لیا کہ یہ بارگاہ محمدی ﷺ ہے۔ سلطان العارفین جب اس بارگاہ تک پہنچے تھے تو انہوں نے چاہا کہ سیر کرنے میں آنحضرت ﷺ کی مماثلت کریں اس لیے ان کی پیشانی پر دست رد مارا گیا تھا۔ مگر میں نے ایسی گستاخی نہ کی بلکہ سر نیاز و تعظیم آپ کے آستانہ عزت و احترام پر رکھ دیا۔

**تربیت مریداں:**

حضرت علاء الحق والدین قدس سرہ فرماتے تھے کہ ہمارے مرشد حضرت خواجہ کی نظر عنایت کی برکت سے طالبوں کا یہ حال تھا کہ قدم اول میں سب سعادت مراقبہ سے مشرف ہو جاتے تھے۔ جب نظر عنایت زیادہ ہوتی تو درجہ عدم کو پہنچ جاتے۔ جب اس سے بھی زیادہ نظر عنایت ہوتی تو مقام فنا کو پہنچ جاتے اور فانی از خود اور باقی بحق ہو جاتے۔ اس حال میں حضرت خواجہ یوں فرمایا کرتے کہ ہم تو دولت وصال کے واسطہ ہیں۔ ہم سے منقطع ہو کر مقصود حقیقی کو ملنا چاہیے اور ارباب تکمیل وایصال کا طریقہ یہ ہے کہ اس راستی کے بچوں کو طریقت کے گہوارے میں لٹاتے ہیں اور تربیت کے پستان سے دودھ پلاتے ہیں۔ یہاں تک کہ حد فصال کو پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان سے دودھ چھڑاتے ہیں اور بارگاہ کا محرم بناتے ہیں۔ تاکہ حضرت عزوجل احسانہ سے بلاواسطہ فیض حاصل کر سکیں۔

**زہد و معاشرت:**

حضرت خواجہ فقیر تھے اور ہمیشہ فقر کی تائید کیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ہم نے جو کچھ پایا ہے، محبت فقر سے پایا ہے۔ آپ کے دولت خانہ میں موسم سرما میں خاشاک مسجد ہوا کرتا اور گرما میں پرانا بوریا۔ ہر چیز بالخصوص طعام میں حلال کی رعایت اور شبہات سے اجتناب میں نہایت احتیاط فرمایا کرتے تھے۔ اپنی مجلس میں ہمیشہ اس حدیث نبوی کو بیان فرمایا کرتے تھے۔

"**ترجمہ**: عبادت دس جزو ہیں۔ جن میں سے نو طلب حلال ہیں اور ان میں سے ایک باقی عبادات ہیں"

باوجود کمال فقر کے آپ میں ایثار اعلیٰ درجہ کا تھا۔ جو شخص آپ کی خدمت میں ہدیہ لاتا۔ اتباع سنت کے طور پر آپ اسی قدر یا زیادہ اس کے ساتھ احسان کرتے۔ اگر کوئی دوست یا مہمان آپ کے دردولت پر آتا جب شام ہوتی۔ کھانا جس میں کچھ تکلف ہوتا، لاتے اور اس کے آگے رکھتے اور ایک طرف چراغ رکھ دیتے تاکہ وہ کھانا کھالے۔ اگر وہ سو جاتا اور ہوا سرد ہوتی تو خواہ گھر میں فقط ایک کپڑا ہو اس کو مہمان پر ڈال دیتے۔ آپ کا گزارہ زراعت سے تھا۔ ہر سال

کچھ جو اور کچھ ماش بوتے۔ بیج، زمین اور بیلوں سے کام لینے میں بڑی احتیاط کیا کرتے۔ اکابر و علماء جو حاضر خدمت ہوتے، آپ کا طعام بطور تبرک کھایا کرتے۔ شہر میں آپ کا کوئی مکان ملکیتی نہیں تھا۔ بطور رعایت رہا کرتے۔ آپ کے ہاں کوئی خادم یا خادمہ نہ تھی۔ جب وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا۔ بندگی با خواجگی راست نمے آید۔ آپ فرماتے تھے کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حجروں میں جَو کا آٹا چھلنی سے نہ چھانا جاتا۔ (صحیح بخاری، کتاب الاطعمۃ) اس لیے چند روز ہمارے گھر میں جَو کا آٹا بغیر چھانے پکتا۔ تمام متعلقین و فرزندان بیمار ہو گئے۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس کا باعث یہ تھا کہ اہل بیت رسالت کے ساتھ بے ادبی کی گئی۔ کیونکہ اس کھانے میں صورت مساوات کی تشبیہ پیدا ہو گئی۔ بے شک متابعت میں بہت کوشش کرنی چاہیے۔ مگر حقیقت میں اپنے تئیں ہر امر میں مقصر خیال کرنا چاہیے۔ بعد ازاں جو کا آٹا نہ پکایا گیا۔ تمام تندرست ہو گئے۔

حضرت خواجہ اکثر اوقات کھانا پکاتے اور دستر خوان کی خدمت خود کیا کرتے تھے اور درویشوں کو بالخصوص طعام کھانے کے وقت وقوف و حضور کی رعایت کا حکم دیتے اور تاکید کرتے۔ اگرچہ دستر خوان پر بڑا اجتماع ہوتا مگر جب ان میں کوئی غفلت سے لقمہ کھاتا تو آپ براہ شفقت و تربیت اُسے آگاہ فرماتے اور لقمہ کھانے سے روک دیتے۔ اگر کھانا غصہ اور کراہت سے پکا ہوتا تو آپ نہ کھاتے اور درویشوں میں سے بھی کسی کو کھانے نہ دیتے۔

ایک درویش آپ کی خدمت میں کھانا لایا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں یہ کھانا نہیں چاہیے۔ کیونکہ غصہ کی حالت میں پکایا گیا ہے۔

اگر کوئی شخص کفگیر کو غصے یا کراہت کی حالت میں دیگ میں مارتا آپ اُس کھانے کو نہ کھاتے اور فرماتے۔ جو کام غضب و غفلت یا کراہت و دشواری سے کیا جائے۔ اس میں خیر و برکت نہیں۔ کیونکہ اس میں نفس و شیطان کا دخل ہو جاتا ہے۔ اُس سے اچھا نتیجہ کب پیدا ہو سکتا ہے۔ اعمال صالحہ اور افعال حسنہ کے صدور کی بنا طعام حلال پر ہے۔ جو وقوف و آگاہی سے کھایا جائے۔ تمام اوقات بالخصوص نماز میں حضوری اسی سے حاصل ہوتی ہے۔

## کرامات:

ایک روز حضرت خواجہ ایک درویش کو کسی طرف روانہ کر رہے تھے۔ آپ نے حسبِ عادت اُس کو بغل میں لیا اور اُس پر نظرِ عنایت ڈالی۔ اتفاقاً اخی محمد درآہنی جو حضرت خواجہ کے بڑے درویشوں میں تھا۔ اُس درویش کے آگے آگے جاتا تھا۔ ایک ساعت کے بعد وہ درویش گر پڑا اور اس کی روح قالب سے نکل گئی۔ جب اخی محمد نے یہ حال دیکھا تو وہ جلدی حضرت خواجہ کی خدمت میں پہنچا اور ماجرا عرض کیا۔ حضرت خواجہ اُس درویش کے پاس تشریف لے گئے اور اپنا قدم مبارک اس کے سینے پر رکھا۔ وہ ہلنے لگا اور اُس کی روح قالب میں آ گئی۔ بعد ازاں حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں نے اس کی روح چوتھے آسمان میں پائی اور وہاں سے واپس کر لی۔

ایک صحیح النسب سید نے جو حضرت خواجہ سے محبت و عقیدت رکھتا تھا یہ حکایت بیان کی کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ ادائیگی حج بیت اللہ شریف کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ جس روز حاجی قربانیاں دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم بھی قربانی دیتے ہیں۔ ہمارا ایک لڑکا ہے۔ اُسی کو قربان کر دیتے ہیں۔ جو درویش اُس سفر میں آپ کے ساتھ تھے، انہوں نے یہ بات لکھ لی۔ جب بخارا میں واپس آئے تو معلوم ہوا کہ جس روز کعبہ میں حضرت خواجہ کی زبان مبارک پر وہ الفاظ جاری ہوئے تھے اسی دن بخارا میں آپ کا وہ لڑکا فوت ہوا تھا۔

حضرت خواجہ علاؤالدین عطار بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ درویشوں کی جماعت کے ساتھ شہر بخارا میں درواز کلاباد میں ایک درویش کے مکان پر تشریف رکھتے تھے۔ اتفاقاً وہ درویش حضرت خواجہ کے لئے کلاہ نوروزی سی رہا تھا۔ ایسی کلاہ کو امراء و حکام ہی پہنا کرتے تھے۔ آپ اس وقت حالت بسط میں تھے۔ آپ کی حالت سے درویشوں میں بڑا ذوق پیدا ہو رہا تھا۔ اسی حالت میں حضرت خواجہ نے فرمایا کہ چونکہ ہم نے سلاطین کی ٹوپی سر پر رکھی ہے، چاہیے کہ سلطنت میں تصرف کریں۔ بتاؤ سلاطین میں پہلے کس پر زد کریں۔ ایک درویش پہلوان محمود نامی نے حاکم ماوراء النہر کا نام لیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے اسی پر زد کی۔ حاضرین مجلس نے وہ تاریخ لکھ لی۔ آپ نے اسی وقت ایک امیر بخاری کی طرف خط لکھا جو حاکم موصوف سے بھاگ کر کابل چلا آیا تھا اور وہ خط ایک کابل جانے والے کے ہاتھ دے دیا اُس

خط کا مضمون یہ تھا کہ ایسا واقعہ وقوع میں آ گیا ہے تمہیں چاہئے کہ پانچ سونیاز نذرانہ بذریعہ حامل خط درویشوں کی خدمت میں روانہ کردو۔ چند روز کے بعد خبر آئی کہ حاکم ماوراء النہر قتل ہو گیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اسی تاریخ قتل ہوا تھا۔ یہ سن کر سب تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے کہ حق تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو ایسے تصرفات عطا فرمائے ہیں۔ حضرت خواجہ فرماتے تھے۔ دوستو! جس وقت ہم سے ایسا امر ظہور میں آتا ہے ہم درمیان نہیں ہوتے۔ جو کچھ درویشوں سے صادر ہوتا ہے۔ اس میں ان کا کچھ اختیار نہیں ہوتا۔ طالبوں کی رہنمائی کے لئے ایسا ہوتا ہے۔

حکایت ہے کہ حضرت خواجہ شدیوث میں تھے۔ ایک جماعت کچھ انار آپکی خدمت میں لائی اس جماعت میں درویش محمد زاہد بھی تھا۔ حضرت خواجہ نے انار تقسیم کر کے فرمایا کہ کھاؤ محمد زاہد نے کہا کہ میرا غلام بھاگ گیا ہے اس لئے مجھے بہت تشویش ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ وہ کسی طرف نہیں جا سکتا۔ دو دن اور دو رات ہمارے پاس ٹھہرو۔ تیسرے روز زیورتون کی طرف اپنے مکان میں چلے جانا غلام کی خبر تم کو مل جائے گی۔ محمد زاہد نے ایسا ہی کیا۔ تیسرے روز جب وہ اپنے مکان میں پہنچا تو پیشتر اس سے کہ حضرت خواجہ کی بشارت اپنے اہل وعیال سے بیان کرے غلام دروازے سے داخل ہوا۔ محمد زاہد اور اس کے گھر والوں نے تعجب کیا اور غلام سے کیفیت دریافت کی۔ اس نے کہا کہ جب میں بخارا سے نکلا تو میں نے نسف کی طرف جانے کا قصد کیا میں نے کچھ راستہ طے کیا تھا کہ میرے پاؤں میں ایک بیڑی لگ جاتی اور تین دن یہی حال رہا میں سمجھ گیا کہ یہ کیفیت دوسری جگہ سے ہے۔ میں لوٹ کر آپ کی خدمت میں آ گیا مجھے معاف فرمایئے۔

ایک روز حضرت خواجہ قصر عارفاں میں تھے اور شیخ غدیوت سے آئے تھے۔ وہ ایک جوان کے قصور کی عذر خواہی کرتے تھے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ نذرانہ چاہئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ایک بیل لاتا ہوں حضرت خواجہ نے فرمایا کہ نذرانہ میں بیل قبول نہیں اڑتالیس دینار عدلی جو غدیوت میں تم نے مدت سے دیوار کے سوراخ میں چھپائے ہوئے ہیں اور دھوئیں نے وہ جگہ سیاہ کر دی ہے نذرانہ میں لانے چاہئے یہ سن کر شیخ شادی کا حال دگرگوں ہو گیا اس لئے کہ سوراخ میں چھپاتے وقت کسی کو اطلاع نہ تھی۔ وہ جلدی غدیوت میں گئے اور وہ دینار خدمت میں

پیش کئے حضرت خواجہ نے ان میں سے ایک دینار شیخ شادی کو واپس کر دیا اور فرمایا کہ یہ حرام ہے۔ تجھے یہ کہاں سے ملا اس وقت شیخ شادی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان سینتالیس دیناروں سے ایک بیل خرید کر کھیتی کر اور بندگان خدا کی خدمت میں صرف کر۔ اس کے بعد شیخ شادی سے اس ایک دینار کا حال دریافت کیا گیا انہوں نے کہا کہ حضرت خواجہ کا مرید بننے سے پہلے میں ایک مدت تک قمار بازی کرتا رہا وہ دینار قمار بازی سے حاصل ہوا تھا۔

خواجہ علاؤالدین عطار بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ درویشوں کی جماعت کے ساتھ ایک درویش کے حجرے میں تھے اس جماعت میں سے بعض حضرت خواجہ کے اشارے سے دستر خوان کے سامان کے لئے نکلے اور دو فریق ہوگئے ایک فریق بازار صرافاں کی طرف روانہ ہوا۔ انہوں نے حضرت خواجہ کو بازار میں دیکھا اور دوسرا فریق چوک کی طرف گیا اور حضرت خواجہ کو چوک میں دیکھا، بعد ازاں وہ واثق محمد ور آبہی سے باراز میں ملے اور اپنا قصہ اُس سے بیان کیا۔ اُس نے کہا کہ میں نے ابھی حضرت خواجہ کو فلاں جگہ دیکھا ہے کہ ایک طرف کو تشریف لے جا رہے ہیں یہ سن کر درویش حیران ہوئے کہ حضرت خواجہ سے جا کر کہاں ملیں۔ اسی فکر میں تھے کہ ایک درویش آیا اور اُس نے کہا کہ حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے کس لیے اتنی دیر لگائی ہے۔ انہوں نے سارا قصہ اُس درویش سے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ جس وقت تم حجرے سے نکلے ہو صاحب حجرہ اور میں حضرت خواجہ کی خدمت میں رہے ہیں۔ آپ حجرے سے نہیں نکلے۔ اس وقت آپ نے مجھے تمہارے پیچھے بھیجا ہے۔ اصحاب حیران ہوئے اور اُسی حالت میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کیفیت دریافت کی اور اپنا قصہ بیان کیا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور صاحب حجرہ یہ سن کر بہت رویا۔ اُسی وقت حضرت نے فرمایا کہ ایک دفعہ ماہ رمضان کی شام کو حضرت عزیزاں قدس سرہ کی تیرہ جگہ دعوت ہوئی۔ آپ نے قبول فرمائی۔ راوی کا بیان ہے کہ میں دعوتوں میں سے ایک میں حاضر تھا۔ میں نے دوسری جگہوں سے جو دریافت کیا تو یہی سنا کہ حضرت عزیزاں تمام جگہوں میں حاضر تھے۔

خواجہ علاء الدین عطار نے یہ حکایت بیان کی کہ ایک روز موسم سرما میں حضرت خواجہ نے درویش امیر حسن سے فرمایا کہ ایندھن بہت سا جمع کر لینا چاہیے۔ جب حسب الارشاد بہت سا

ایدھن جمع ہو گیا تو دوسرے دن برف گرنے لگی اور چالیس دن تک گرتی رہی۔ اسی حال میں حضرت خواجہ شیخ شادی کو ساتھ لے کر خوارزم کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم ندی کے کنارے پر پہنچے تو آپ نے شیخ شادی سے فرمایا کہ پانی پر قدم رکھ کر گزر جاؤ۔ شیخ نے توقف کیا۔ آپ نے دوبارہ ہیبت سے شیخ کی طرف نگاہ کی۔ شیخ بے خود ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو قدم پانی پر رکھ کر روانہ ہوئے۔ حضرت خواجہ بھی ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ جب پانی سے گزر گئے۔ تو خواجہ نے شیخ سے فرمایا کہ اپنے موزہ کو دیکھو۔ اس کی کوئی جگہ بھیگی یا نہیں۔ شیخ شادی نے دیکھا کہ قدرت الٰہی موزہ کی کوئی جگہ نہ بھیگی تھی۔

اسی طرح ایک دفعہ حضرت خواجہ ایک طرف جا رہے تھے۔ شیخ امیر حسین اور چند درویش ساتھ تھے۔ ایک نالہ کے پل پر پہنچے۔ آپ نے شیخ سے فرمایا کہ پانی سے گزر جا۔ حسب ارشاد شیخ پانی میں کود پڑے اور حضرت پل پر سے گزر گئے۔ کچھ دیر کے بعد فرمایا۔ امیر حسین! پانی سے نکل آ۔ شیخ پانی سے نکل آئے اور ان کے کپڑے خشک تھے۔ خواجہ نے پوچھا کہ جس وقت تم پانی میں کودے۔ تمہارا کیا حال تھا؟ عرض کیا کہ میرا حال اچھا تھا۔ میں ایک نہایت صاف مکان میں تھا۔ کچھ دیر کے بعد ایک دروازہ ظاہر ہوا۔ آپ کی آواز سن کر میں اُس دروازے سے نکل آیا۔

ایک درویش بیان کرتا ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ میرے غریب خانہ میں تشریف لائے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ گھر میں آٹا نہ تھا۔ میں اُس دن آٹے کی بوری لے آیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس آٹے کو خرچ کرتے رہو۔ مگر اس کی کمی بیشی کا حال کسی سے ذکر نہ کرنا۔ حضرت خواجہ دو ماہ غریب خانہ میں رہے۔ ہر روز درویش اور دوست آپ کی زیارت کو آتے تھے۔ اُسی آٹے میں سے پکتا رہا۔ مگر وہ آٹا بدستور رہا۔ جب حضرت تشریف لے گئے۔ مدتوں بعد اسی میں سے پکتا رہا۔ اور بحال خود اتنا ہی رہا۔ بعد ازاں میں نے خلاف ارشاد حضرت خواجہ کا یہ قصہ اپنے اہل و عیال سے ذکر کر دیا۔ پھر وہ برکت نہ رہی۔

ایک روز قصر عارفاں میں حضرت خواجہ کے حکم سے درویش مٹی کا چھکڑا کھینچ رہے تھے۔ اسی اثناء میں حضرت خواجہ کا ایک مرید محمد خر کوشی زیورتوں سے آیا۔ وہ حضرت کی زیارت کے لیے بے قرار ہو رہا تھا۔ چنانچہ حضرت کے مکان تک دو دفعہ اڑا۔ درویشوں نے جب وہ حال دیکھا تو

اُس کے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب اُس کے پاس پہنچے۔ تو حضرت خواجہ مکان سے نکلے اور اُن سے یوں ارشاد فرمایا کہ تم اس فقیر بے سروپا سے کیا چاہتے ہو؟ اس صفت سے کچھ حاصل نہیں۔ اس حالت پر کچھ اعتماد نہ چاہیے۔ بہت سے بیگانے ایسے ہوتے ہیں جو پرندے کی طرح ہوا میں اڑتے ہیں۔ حق طلبی اور ہی چیز ہے۔ درویش یہ سن کر بہت ڈرے۔ اُس حال میں حضرت خواجہ نے اُن سے کہا کہ چھکڑے میں مٹی بھر دو۔ پھر آپ نے چھکڑے کی طرف اشارہ کیا تو چھکڑا خود بخود چلتا تھا اور مٹی گرا کر واپس آ جاتا تھا۔ حاضرین یہ دیکھ کر اپنے فعل سے پشیمان ہوئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ نسف میں تھے۔ جاڑے کا موسم تھا۔ حضرت خواجہ کو بخارا جانے کا اتفاق ہوا۔ اُسی سفر میں خواجہ محمد پارسا جو مولانا حافظ الدین کبیر بخاری کے صاحبزادوں سے تھے، آپ کے ہمراہ تھے۔ اُس روز ابر ہو رہا تھا۔ نسف کے درویشوں نے حضرت سے درخواست کی کہ ٹھہر جائیے۔ مگر آپ نہ ٹھہرے۔ درویشوں کی ایک بڑی جماعت آپ کے ہمرکاب تھی۔ مینہ برسنے لگا اور ہر لحظہ زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ حضرت نے خواجہ محمد پارسا کی طرف اشارہ کیا کہ مینہ سے کہو ٹھہر جائے۔ خواجہ محمد نے حضرت کی موجودگی میں ایسی گستاخی نہ کی۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تجھ سے کہتا ہوں کہ یوں کہہ دے۔ اے مینہ! ٹھہر جا۔ پس محمد پارسا نے کہا۔ اے مینہ ٹھہر جا۔ اُسی وقت مینہ بند اور مطلع صاف ہو گیا اور سورج نکل آیا۔

ایک روز حضرت خواجہ کا ایک درویش نیک روز نام سوخار سے آپ کی خدمت میں آیا۔ وہ بہت دل گیر تھا۔ حضرت نے سبب پوچھا تو اُس نے عرض کیا کہ سوخار میں ایک شخص حسین نام نے مجھے بہت برا بھلا کہا لیکن اُس سے مجھے رنج نہ ہوا جب اُس نے آپ کی بے ادبی کی تو مجھے نہایت رنج ہوا آپ نے فرمایا، کہ وہ جلد ہی دنیا و آخرت میں رسوا ہو گا۔ نیک روز کا بیان ہے کہ جب حضرت خواجہ نے یہ فرمایا، نماز عصر کا وقت تھا۔ میں آپ کی خدمت سے رخصت ہو کر نماز شام کے وقت سوخار میں پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ حسین اپنے خادم کے لیے زراعت میں کھانا لے جا رہا ہے جب خادم کھانا کھانے لگا تو حسین اپنے خادم کا کام کرنے لگا۔ اُسی وقت ایک بھیڑیا آیا جس نے لپک کر حسین کی ناک اور ہونٹ نوچ لیے اور اُس کی شکل نہایت بھونڈی ہو گئی۔ وہ لوگوں میں رسوا ہوا اور اُس کا قصہ مشہور ہو گیا اور حسین گرگ گرفتہ اُس کا لقب ہو گیا۔

حضرت خواجہ کے دورِ مبارک میں چنگیزیوں کا ظلم و استبداد ختم ہو چکا تھا۔ خون آشام تلواریں آسودہ نیام ہو چکی تھیں۔ وہ منگول جو انسانوں کے خون کے پیاسے تھے اور قتل و غارت ان کی فطرت ثانیہ تھی۔ انہی کی اولاد آج مسلمان ہو کر سریر آرائے سلطنت تھی اور حامی دین اور ناصر اسلام بن چکی تھی۔ آپ کے مبارک زمانے میں میراں شاہ بخارا کا فرماں روا تھا اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فقید المثال عقیدت مند تھا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے مکتوبات میں میراں شاہ کی ارادت مندی کا ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے جو عقیدت و نیاز مندی کے دفتر کا شاہکار ہے۔ صورت واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مریدین کو حکم دیا کہ خانقاہ کی دریاں اور چادریں باہر لے جا کر جھاڑ دیں۔ اتفاقاً اس وقت بازار سے میراں شاہ عمائدین سلطنت کے ساتھ گزر رہا تھا۔ گرد و غبار کو دیکھ کر وہیں رک گیا۔ اعیان مملکت نے مشورہ دیا کہ آپ گرد و غبار سے بچنے کے لیے ایک طرف ہو جائیں اس پر میراں شاہ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت نقشبند علیہ الرحمۃ کے آستانہ عالیہ کی چٹائیوں کا گرد و غبار میرے جسم پر پڑ جائے اور میری نجات کا موجب بن جائے۔ اس کے انتقال پر حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "میراں شاہ مرد وایمان بہ سلامت برد" سبحان اللہ! کیا عظیم الشان ہستی تھی کہ جس کے آستانہ پاک کی خاک پاک بھی نجات ابدی اور رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ بن گئی۔

## ارشاداتِ عالیہ

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیمات اور اسرار و معارف ایک بحرِ ناپید اکنار ہے۔ آپ کے جملہ اسرار کا طرہ امتیاز احکام خداوندی کی اتباع، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی پیروی اور بدعت سے اجتناب ہے۔ حضرت خواجہ کے نزدیک تمام عبادت و ریاضت کا مقصود رضائے الٰہی ہے۔ آپ کے نزدیک انوار و تجلیات الٰہیہ محمود ہیں مقصود نہیں، آپ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک ارشادِ گرامی آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے جس کے بارے میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک جملے کے باعث ان کا مرید ہو گیا ہوں وہ ارشاد یہ ہے:

''معرفت حق بر بهاؤ الدین حرام است اگر
ابتدائے او انتہائے بایزید (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نہ باشد''

خود حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس ارشاد کی توضیح حیرت انگیز انداز سے فرمائی ہے کہ:

''حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فناء کے آخری مقامات تک انوار و تجلیات میں سرگرم و سرشار رہے۔ لیکن حضرت نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جو کچھ دیکھا اور جو کچھ سنا سب غیرِ ذات کلمہ لا کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہیے۔ گویا جو مقاماتِ عالیہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مبہتم بالشان تھے۔ حضرت خواجہ اپنے فکری اور نظریاتی انداز سے ایک ہی جست میں انہیں طے کر گئے۔ یعنی جہاں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی انتہا تھی وہاں حضرت نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ابتداء ہے۔''

☆ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان میں یہ اشعار کہے ہیں۔

سکہ کہ در یثرب و بطحا زدند
نوبت آخر بہ بخارا زدند
از خط آں سکہ نشد بہرہ مند
جز دل بے نقش شہ نقشبند
اول او آخر ہر منتہی
ز آخر او حبیب تمنا تہی

حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشادات اور آپ کی پاکیزہ تعلیم و تربیت نسبت نقشبندیہ میں سنگِ میل کا درجہ رکھتی ہیں۔

☆ کسی حالت میں جادہ شریعت اور استقامت سے قدم باہر نہ رکھنا چاہیے۔ عزیمت و سنت پر عمل کرنا اور رخصت اور بدعت سے دور رہنا چاہیے۔ اخبار رسول ﷺ اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم کے متلاشی رہنا چاہیے اور احادیث نبوی ﷺ کو ہمیشہ اپنا پیشوا بنانا چاہیے۔

☆ ہمارے طریقے میں تھوڑے عمل سے بہت سی فتوحات ہیں مگر اتباع سنت نبوی کی رعایت بدرجہ کمال رکھنا اور آثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی پیروی کرنا لازم ہے۔

☆ ہمارا طریقہ سب سے ملے جلے رہنے کا ہے کیونکہ خلوت نشینی میں شہرت ہے۔ اور شہرت میں آفت ہے۔

☆ خدا کی معرفت حاصل کرنے کے تین راستے ہیں۔

## "مراقبہ، مشاہدہ، محاسبہ"

مراقبہ یہ ہے کہ " نِسْیَانُ رُؤْیَۃِ الْمَخْلُوْقِ بِدَوَامِ النَّظْرِ اِلَی الْخَالِقِ " ہمیشہ خالق حقیقی کی جانب نظر رکھنے اور مخلوق کی طرف سے نظریں پھیر لینے کو مراقبہ کہتے ہیں۔ مراقبہ کی مداومت نادر چیز ہے اور حضرات نقشبند نے اس کے حصول کا طریقہ مقرر فرمایا ہے۔ یعنی نفس کی مخالفت کرنا۔"

مشاہدہ واردات غیبی کو کہتے ہیں۔ جو سالک کے دل پر نزول کرتی ہیں۔

محاسبہ جو کچھ ہم پر گزرتا ہے ہم ہر گھڑی اس کا حساب کرتے ہیں۔ اگر کوئی عمل نقصان دہ ہے تو اس سے باز رہتے ہیں اور اگر کوئی عمل بہتر ہے تو اس میں کوشش کرتے ہیں اور دوام اختیار کرتے ہیں۔

☆ بات یہ نہیں ہے کہ جو شخص خدا کی جانب دوڑا، اس نے خدا کو پالیا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا کو وہ پائے گا جو اس راہ میں دوڑتا رہے گا۔ یعنی ہمیشہ اس راہ میں سعی کرتا رہے گا

☆ اولیاء اللہ کو چھپی ہوئی باتوں کی اطلاع دی جاتی ہے مگر وہ بغیر حکم الٰہی کے ان کو ظاہر نہیں رکھتے۔

☆ ہر کام میں نیت کی صحت نہایت ضروری ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر طالب کو مرشد کا کوئی کام ناپسند ہو تو چاہیے کہ بقدر طاقت صبر کرے اور انتظار کرے، ممکن ہے کہ اس کا راز اس پر ظاہر کر دیا جائے لیکن اگر طالب مبتدی ہو اور طاقت صبر نہ رکھتا ہو تو وہ شیخ سے دریافت کر لے کیونکہ بدظنی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہونے سے بچ جائے گا۔ مگر متوسط الحال طالب کے لیے لب کشائی یا سوال جائز نہیں ہے۔

## ☆ ذکر جہر اور رقص سے اجتناب کی تاکید:

آپ کے ایک درویش نے بیان کیا کہ میں ایک دفعہ مقام قرشی میں درویشوں کی ایک جماعت کے ہمراہ خلوت میں رقص کر رہا تھا۔ میرے پاس ایک عمدہ رومال تھا۔ میں نے وہ رومال قوال کو دے دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب کسی کام کے لیے گھر سے نکلا تو سامنے حضرت خواجہ قدس سرہ کھڑے تھے۔ میں ہی وہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت خواجہ قدس سرہ سے ملاقات کی۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا، ''اہل قرابت فقراء کی صحبت رکھنی چاہیے۔ ہمارے طریقہ میں ذکر جہر اور رقص نہیں ہے۔'' اس ارشاد کے ساتھ ہی میرا حال متغیر ہو گیا۔ حضرت نے ایک مدت تک مجھ کو اپنی صحبت میں نہ آنے دیا۔ جب تک کہ درویشوں کی ایک جماعت نے میری سفارش نہ کی۔

☆ اس راستے میں وجود کی نفی اور نیستی اور اپنے تئیں کم سمجھنا بڑا کام ہے۔ مقصد حقیقی کی دولت کا حاصل ہونا قبولیت پر موقوف ہے۔ میں نے اس معاملہ میں موجودات کے طبقوں میں سے ہر طبقہ کی سیر کی اور اپنے آپ کا ذروں میں سے ہر ذرے کے ساتھ مقابلہ کیا۔ میں نے سب کو حقیقت میں اپنے آپ سے بہتر دیکھا۔ یہاں تک کہ میں فضلات کے طبقہ کی بھی سیر کی اور ان میں فائدہ دیکھا مگر اپنے آپ میں کوئی فائدہ نہ پایا۔ کتے کے فضلہ تک پہنچا تو مجھے خیال ہوا کہ اس میں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ایک مدت میں اپنے تئیں اس خیال پر برقرار رہا۔ آخر کار معلوم ہوا کہ اس میں بھی کوئی فائدہ ہے۔

☆ ایک دن ایک لڑکا گھر سے نکلا، قرآن شریف اس کے پاس تھا۔ اس نے حضرت خواجہ کو سلام کیا۔ جب آپ نے قرآن مجید کھولا تو یہ آیت نکلی۔

" وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ "

**ترجمہ**: اور ان کا کتا اپنے دونوں ہاتھ چوکھٹ پر پھیلا رہا ہے۔ (سورۃ کہف)

خواجہ نے فرمایا کہ امید ہے کہ ہم وہ ہوں گے۔

☆ جن دنوں میں حضرت خواجہ شہر سرخس میں تھے۔ ملک حسین کے قاصد ہرات سے آئے اور انہوں نے بادشاہ کا فرمان دکھایا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ ہمیں درویشوں کی صحبت کا اشتیاق ہے۔ آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ اگرچہ حضرت خواجہ کو ملوک سلاطین کی ملاقات کی عادت نہ تھی لیکن اس سبب سے کہ اگر ملک حسین طوس یا سرخس کی طرف متوجہ ہوتا تو اس ولایت کے باشندوں پر دشوار ہوتا۔ حضرت خواجہ بذات خود ہرات کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب بادشاہ کی مجلس میں پہنچے وہاں بڑا ہجوم تھا اور مملکت ہرات کے اعیان وارکان اور نوکر چاکروں کی ایک بڑی جماعت حاضر تھی۔ بادشاہ نے حضرت خواجہ سے سوال کیا کہ کیا آپ کی درویشی موروثی ہے۔ خواجہ نے جواب دیا کہ نہیں، ایک جذبہ پہنچا اور میں اس سعادت سے مشرف ہو گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا آپ کے طریقہ میں ذکر جہر اور سماع وخلوت ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ نہیں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ پھر تمہارا طریقہ کیا ہے؟ خواجہ نے فرمایا کہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے خاندان کا قول ہے کہ خلوت در انجمن چاہیے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ خلوت در انجمن کیا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ظاہر میں خلق کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ ہونا۔

بادشاہ نے کہا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی کتاب کریم میں فرماتا ہے۔

" رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ "

﴿سورۃ النور﴾

**ترجمہ**: وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے تجارت اور خرید وفروخت میں اللہ کی یاد سے۔

کچھ دیر کے بعد بادشاہ نے سوال کیا کہ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ ولایت افضل ہے نبوت سے۔ وہ کون سی ولایت ہے جو نبوت سے افضل ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ اُسی نبی کی ولایت افضل ہے۔ اُس کی نبوت سے۔

☆ اگرچہ نماز و روزہ اور ریاضت و مجاہدہ حق سبحانہ وتعالیٰ تک پہنچنے کا طریقہ ہے مگر ہمارے نزدیک وجود کی نفی سب طریقوں سے اقرب ہے۔ اور یہ ترک اختیار اور دید قصور کے سوا حاصل نہیں ہوتی۔

☆ ایک روز حضرت خواجہ کی زبان مبارک سے نکلا کہ اس راستہ کے سالکوں کے لیے ماسوا کے ساتھ تعلق نہایت حجاب ہے۔

فرمایا)۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز مومن کا معراج ہے۔ یہ ارشاد نماز حقیقی کے درجات کی طرف اشارہ ہے۔ بدیں طور کہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت چاہیے کہ حضرت حق جل و علا کی اکبریت نمازی کے وجود میں حال ہو جائے اور اس میں خشوع و خضوع پیدا ہو جائے۔ یہاں تک کہ استغراق کی حالت طاری ہو جائے۔ اس صفت کا کمال جناب رسالت مآب ﷺ کو حاصل تھا۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ نماز میں پیغمبر ﷺ کے سینہ مبارک سے تانبے کی دیگ کے جوش کی مانند آواز آیا کرتی تھی۔ (شمائل ترمذی)

☆ بخارا کے علماء میں سے ایک عالم نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ نماز میں حضور کس چیز سے حاصل ہوتا ہے؟ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ طعام حلال سے جو وقوف آگاہی سے کھایا جائے۔ نماز سے خارج اوقات میں اور وضو اور تکبیر تحریمہ کے وقت بھی وقوف کی رعایت چاہیے۔

☆ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روزہ میرے واسطے ہے۔ یہ صوم حقیقی کی طرف اشارہ ہے۔ جو ماسوائے حق سے امساک کلی کا نام ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ آتش دوزخ سے میری امت کا نصیب ایسا ہے جیسا کہ آتش نمرود سے ابراہیم علیہ السلام کا نصیب تھا نیز ارشاد ہے کہ میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ ان حدیثوں میں امت سے مراد امت متابعت ہے۔ امت تین قسم کی ہے۔ ایک امت دعوت جس میں سب شامل ہیں۔ دوسرے امت اجابت جو ایمان لائے ہیں۔ تیسرے امت متابعت جو ایمان لا کر حضرت نبی کریم ﷺ کی پیروی کرتے ہیں۔

☆ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے لیے اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے کہ

مجھ میں اُس وقت کوئی مقرب فرشتہ نہیں سماتا اور نہ نبی مرسل ۔ اس ارشاد کے معنی ایک تو یہ ہیں کہ میرا ایک حال ایسا ہوتا ہے کہ اس حال میں کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل ملحوظ نہیں ہوتا ۔ یہ حال مبتدی کا بھی بعض اوقات میں ہوا کرتا ہے ۔ دوسرے معنی یہ کہ میرا ایک حال ایسا ہے کہ وہ حال مقرب فرشتہ اور مرسل کے حال سے اعلیٰ واشرف ہوتا ہے ۔

☆ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ۔ ایک کم سو ۔ جو شخص ان کو احصا کرے وہ بہشت میں داخل ہوگا ۔ اس ارشاد میں احصا کرنے کے معنی ایک یہ ہیں کہ حق تعالیٰ کے ناموں کو شمار کرے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ ان ناموں کو جانے اور ایک معنی یہ ہیں کہ ہر نام کے مقتضا کے موافق عمل کر سکے ۔ مثلاً جب رزاق کہے تو روزی کا غم اس کے دل پر بالکل نہ گزرے اور جب متکبر کہے تو عظمت و کبریائی و بادشاہی کو خدا ہی کی ملک سمجھے ۔

☆ ولایت ایک نعمت ہے ۔ ولی کو چاہیے کہ جانے کہ میں ولی ہوں تا کہ اس نعمت کا شکر ادا کرے ۔ عنایت الٰہی ولی کے شامل حال ہوتی ہے ۔ اُس کو بحال خود نہیں چھوڑا جاتا بلکہ اُس کو بشریت کی آفتوں سے بچایا جاتا ہے ۔ خوارق عادات اور احوال و کرامات کے ظہور کا کچھ اعتبار نہیں افعال و اقوال میں استقامت درکار ہے ۔ شیخ عبدالرحمٰن نے اپنی کتاب حقائق التفسیر میں آیت ''فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ'' کی تفسیر میں ارباب حقیقت میں سے ایک سے نقل کیا ہے کہ تو استقامت کا طالب بن اور کرامت کا طالب نہ بن کیونکہ تیرا رب تجھ سے استقامت طلب کرتا ہے اور تیرا نفس تجھ سے کرامت طلب کرتا ہے ۔

☆ صوفیاء کرام کے اقوال میں سے ہے کہ اگر کوئی ولی باغ میں آئے اور درختوں کے ہر پتے سے یہ آواز آئے ''یا ولی اللہ'' تو چاہیے کہ ظاہر و باطن میں اُس آواز کی طرف کچھ التفات نہ ہو ۔ بلکہ بندگی و تضرع میں اُس کی کوشش ہر لحظہ زیادہ ہو ۔ اس مقام کا کمال حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو حاصل تھا کہ خدا کا احسان و اکرام و انعام آپ پر جس قدر زیادہ ہوتا اُسی قدر آپ کی بندگی ، نیاز مندی اور مسکنت زیادہ ہوتی ۔ اسی وجہ سے آپ فرماتے ''کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں ؟''

☆ گروہ صوفیاء کی تین اقسام ہیں ۔ مقلد ، کامل ، کامل مکمل ۔ مقلد اس پر عمل کرتا ہے جو

اپنے شیخ سے سن لیتا ہے۔ کامل فیض رسانی میں اپنی ذات سے تجاوز نہیں کرسکتا۔ دوسروں کی تربیت سوائے کامل مکمل کے اور کوئی نہیں کرتا اور نہ ہی کرسکتا ہے۔

☆ ہمارا طریقہ نوادر سے ہے اور محکم دست آویز ہے اور سنت مصطفےٰ ﷺ کے دامن کو پکڑنا اور آپ کے صحابہ کرام کے آثار کی پیروی کرنا ہے۔ اس راہ میں ہمیں بفضل الٰہی لایا گیا ہے۔ اول سے آخر تک ہم نے یہی فضل الٰہی مشاہدہ کیا ہے نہ کہ اپنا عمل۔ اس طریقہ میں تھوڑے سے عمل سے بہت فتوح حاصل ہوتی ہے مگر سنت کی متابعت کی رعایت بڑا کام ہے۔

☆ ہمارا طریق صحبت سے ہے۔ کیونکہ خلوت میں شہرت اور شہرت میں آفت ہے۔

☆ مرشد کو چاہیے کہ طالب کے تینوں حال (حال، ماضی، مستقبل) سے باخبر ہو تا کہ اُس کی تربیت کرسکے۔ طالب کی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ جس وقت خدا تعالیٰ کے دوستوں میں سے کسی دوست کی صحبت میں ہو اپنے حال سے واقف ہو اور صحبت کے زمانہ کا گذشتہ زمانہ سے موازنہ کرے۔ پس اگر وہ نقصان سے کمال کی طرف کچھ تفاوت دیکھے تو بحکم "اصبت فالزم" (تونے پالیا پس لازم پکڑ) اُس بزرگ کی صحبت کو اپنے اوپر فرض جانے۔

☆ طریقہ سب ادب ہی ادب ہے۔ طلب راہ کی ایک شرط ادب ہے۔ ایک ادب حق سبحانہ کی نسبت ہے اور ایک ادب پیغمبر ﷺ کی نسبت ہے اور ایک ادب مشائخ طریقت کی نسبت ہے۔ حق تعالیٰ کی نسبت ادب یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں بشرط کمال بندگی اُس کے احکام کو بجالائے اور ماسوا سے بالکل منہ پھیر لے۔ پیغمبر ﷺ کی نسبت ادب یہ ہے کہ اپنے تئیں ہمہ تن آپ کی اتباع و پیروی کے مقام میں رکھے اور تمام حالات میں آپ کی واجب خدمت کو نگاہ رکھے اور آپ کو تمام موجودات اور حق سبحانہ کے درمیان واسطہ سمجھے۔ جو کوئی ہے اور جو کچھ ہے سب کا سرآپ کے آستان عزت پر ہے۔ جو ادب مشائخ کی نسبت طالبوں پر لازم و واجب ہے وہ اس جہت سے ہے کہ مشائخ سنت پیغمبر ﷺ کی پیروی کے سبب سے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ لوگوں کو حق کی طرف بلائیں۔ پس درویش کو چاہیے کہ غیبت و حضور میں ان کا ادب ملحوظ رکھے۔

☆ ذکر کی تعلیم کسی کامل مکمل سے ہونی چاہیے۔ تا کہ موثر ہو اور اس کا نتیجہ ظہور میں آئے۔

تیر بادشاہ کی ترکش سے لینا چاہیے تاکہ شایان حمایت ہو۔

☆ وقوف عددی علم لدنی کا اول مرتبہ ہے۔

☆ لا الہ نفی آلہہ طبیعت ہے اور الا اللہ اثبات معبود بحق اور مقصود ذکر سے یہ ہے کہ ذاکر کلمات کی حقیقت کو پہنچ جائے۔ بہت دفعہ کہنا شرط نہیں۔ اور کلمہ توحید کی حقیقت یہ ہے کہ اس کلمہ کے کہنے سے ماسوا بالکل نفی ہو جائے۔

☆ وقوف زمانی جو سالک کا کارگزار ہے، یہ ہے کہ سالک اپنے احوال سے واقف رہے۔ ہر زمانہ میں اُس کا حال کیسا ہے۔ موجب شکر ہے یا موجب عذر خواہی۔

☆ سالکین خواطر شیطانی ونفسانی کو مختلف طریقوں سے دور کرتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ پیشتر اس کے کہ نفس و شیطان سے کوئی خطرہ دل میں آئے اُسے دیکھ لیتے ہیں اور وہیں سے اُس کو دور کر دیتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ جب کوئی خطرہ دل میں آتا ہے تو اُسے قرار پکڑنے سے پہلے دفع کر دیتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ خطرہ کو قرار پکڑنے کے بعد دفع کرتے ہیں مگر یہ چنداں مفید نہیں۔ ہاں اگر اس کے منشاء اور اس کے انتقالات کے سبب کو معلوم کر لیں تو فائدہ سے خالی نہیں۔

☆ جس شخص نے اللہ کو پہچان لیا اس پر کوئی شے پوشیدہ نہیں رہتی۔ حضرت خواجہ علاء الدین فرماتے تھے کہ اس کلمہ قدسیہ سے حضرت خواجہ کی مراد یہ ہے کہ عارف پر اشیاء کا ظاہر ہونا اُس کی توجہ پر موقوف ہے۔

☆ مشائخ میں سے ہر ایک کے آئینہ کی دو جہت ہیں اور ہمارے آئینہ کی چھ جہتیں ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کلمہ قدسیہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آئینہ سے مراد عارف کا قلب ہے جو روح و نفس کے درمیان واسطہ ہے اور دو جہت سے مراد جہت روح اور جہت نفس ہے۔ دوسرے طریقوں کے مشائخ جب مقام قلب پر پہنچتے ہیں تو قلب کی دونوں جہتیں منکشف ہو جاتی ہیں اور دونوں مقامات کے علوم و معارف جو مناسب قلب ہیں فائض ہوتے ہیں۔ بخلاف حضرت خواجہ قدس سرہ کے طریق کے کہ اُس میں آئینہ قلب کے لیے چھ جہتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کا بیان یوں ہے کہ اس طریقہ عالیہ کے اکابر پر یہ بات منکشف ہو

گئی ہے کہ لطائف ستہ (نفس، قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ) جو کلیۃً افرادِ انسانی میں ثابت ہیں وہ تنہا قلب میں بھی متحقق ہیں۔ چھ جہت سے حضرت خواجہ کی مراد لطائف ستہ قلب ہیں۔ پس باقی مشائخ کی سیر ظاہر قلب پر ہے اور مشائخ نقشبندیہ کی سیر باطن قلب میں ہے اور وہ اس سیر سے قلب کے ابطن بطون میں پہنچ جاتے ہیں اور مقام قلب میں ان پر ان چھ لطیفوں کے علوم و معارف جو اس مقام کے مناسب ہیں منکشف ہو جاتے ہیں۔

☆ چالیس سال سے ہم آئینہ داری کرتے ہیں۔ ہمارے آئینہ نے کبھی غلطی نہیں کی۔ اس سے حضرت خواجہ نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اولیاء اللہ جو کچھ دیکھتے ہیں، نورِ فراست سے دیکھتے ہیں جو حضرت لایزل نے ان کو عطا کیا ہے۔ جو کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے وہ بے شک صواب و درست ہوتا ہے۔

☆ حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ زمین اس گروہ کی نظر میں دسترخوان کی طرح ہے اور ہم کہتے ہیں روئے ناخن کی طرح ہے۔ کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔ منقول ہے کہ ارشاد مذکورہ کے وقت حضرت عزیزاں علیہ الرحمۃ دسترخوان پر تھے۔ اُسی کی مناسب یہ فرمادیا اور حضرت خواجہ نے ہفت دائرہ ولایت کی نسبت سے فرمایا ہے۔ ورنہ عارف کے دل کی بزرگی کی شرح نہیں ہو سکتی۔

☆ حدیث میں ہے ''الکاسب حبیب اللہ'' یعنی کسب کرنے والا اللہ کا حبیب ہے۔ اس حدیث میں کسب رضا کی طرف اشارہ ہے، نہ کہ کسب دنیا کی طرف۔

☆ جو شخص اپنے تئیں مکمل طور پر خود کو حضرت حق تعالیٰ و تقدس کے سپرد کر دے اُس کا غیر حق جل علیٰ سے التجا کرنا شرک ہے۔ یہ شرک عام لوگوں کے لیے معاف ہے مگر خواص کے لیے معاف نہیں۔

☆ متوکل کو چاہیے کہ اپنے تئیں متوکل خیال نہ کرے اور اپنے توکل کو کسب میں چھپائے۔

☆ حق تبارک و تعالیٰ نے مجھے دنیا کی خرابی دور کرنے کے لیے موجود کیا ہے اور لوگ مجھ سے دنیا کی عمارت طلب کرتے ہیں۔ اگر اس وجود سے خراب کوئی اور وجود ہوتا تو فقر کے اس خزانہ کو وہاں رکھتے کیونکہ خزانہ ہمیشہ ویرانہ میں پوشیدہ رکھتے ہیں۔

☆ اہل اللہ بارِ خلق اِس لیے اٹھاتے ہیں کہ ان کے اخلاق کی اصلاح ہو جائے یا کسی ولی سے ملاقات ہو جائے۔ اس لیے کہ کوئی ولی ایسا نہیں کہ حضرت حق کی نظرِ عنایت اُس کی طرف نہ ہو خواہ وہ ولی اس سے واقف ہو یا نہ ہو۔ پس جو شخص اُس ولی سے ملے گا اُس نظرِ الٰہی سے اُس کو فیض پہنچے گا۔

☆ تو شمع کی طرح بن، تو شمع کی طرح نہ بن۔ شمع کی طرح بن یعنی تو دوسروں کو روشنی پہنچائے اور شمع کی طرح نہ بن یعنی کہ تو اپنے آپ کو تاریکی میں رکھے۔ مثل مشہور ہے چراغ تلے اندھیرا۔

☆ جس شخص نے کسی روز ہمارا جوتا بھی سیدھا کیا ہے۔ ہم اُس کی شفاعت کریں گے۔

☆ اس راستے میں صاحبِ غرور و تکبر کا کام نہایت مشکل ہے۔

☆ درویش کو چاہیے کہ جو کچھ کہے حال سے کہے۔ مشائخ طریقت کا قول ہے کہ جو شخص ایسے حال سے کلام کرتا ہے جو اُس میں نہیں حق تعالیٰ کبھی اُس حال کی سعادت نہ بخشے گا۔

☆ یہ ضروری نہیں کہ جو دوڑے وہ گیند لے جائے مگر ملتی اُسی کو ہے جو دوڑتا ہے۔ یہ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ اس راہ میں ہمیشہ کوشش کرتا ہے۔

☆ حضرت پیغمبر ﷺ کی دعا کی برکت سے مسخ صورت اس امت سے منقطع ہے مگر مسخ باطن باقی ہے۔

اولیاء کو اسرار پر آگاہی دی جاتی ہے لیکن وہ بغیر اجازت کے اُن کو ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ جس کے پاس جو کچھ ہے۔ وہ اُسے چھپاتا ہے اور جس کے پاس کچھ نہیں وہ شور مچاتا ہے' اسرار کا چھپانا ابرار کا کام ہے۔

☆ ہم سے جو کچھ خواطر اور اعمال و افعال خلق کے اظہار کی نسبت صادر ہوتا ہے۔ اس میں ہم درمیان نہیں یا تو الہام سے ہمیں آگاہ کر دیتے ہیں یا کسی کے واسطہ سے ہم تک پہنچا دیتے ہیں

☆ درویش کو تحمل و برداشت کے مقام میں ڈھول کی طرح رہنا چاہیے کہ ہر چند طمانچہ کھائے مگر صدائے مخالف اُس سے ظاہر نہ ہو۔

☆ درویش اہلِ نقد ہیں (یعنی اولیائے کرام سے کوئی بھلائی کی جائے تو اُس کا صلہ اُسی

وقت دیتے ہیں) آئندہ پرنہیں چھوڑتے۔

☆ حضرت خواجہ سے سوال کیا گیا کہ کوئی علم منطق پڑھے تو کس نیت سے پڑھے؟ فرمایا کہ حق و باطل میں امتیاز کی نیت سے۔

☆ جس شخص کی قابلیت کا بیضہ مختلف صحبتوں کے سبب سے فاسد ہو گیا اُس کا معاملہ دشوار ہے سوائے اہل تدبیر (اولیاء اللہ) کی صحبت کے جو سرخ گندھک کی طرح کمیاب ہے۔ درست نہیں ہو سکتا۔

☆ خواجہ مسافر خوارزمی کا بیان ہے کہ میں حضرت خواجہ بہاء الدین قدس سرہ کی صحبت میں بہت رہا کرتا تھا اور ان کی خدمت کیا کرتا تھا مگر سماع (راگ) کی طرف میرا بہت کم میلان تھا۔ ایک روز میں نے آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ اتفاق کیا کہ قوال ودخاف کو حاضر کریں۔ اور حضرت خواجہ کی مجلس میں سماع میں مشغول ہو جائیں۔ دیکھیں حضرت خواجہ کیا فرماتے ہیں۔ ہم نے ایسا ہی کیا اور گانے بجانے والوں کو لے آئے۔ حضرت خواجہ اُس مجلس میں بیٹھے اور کسی طرح منع نہیں فرمایا۔ اخیر میں آپ نے فرمایا کہ ہم یہ کام نہیں کرتے اور انکار بھی نہیں کرتے

☆ بندہ کے اختیار کے ثابت کرنے میں بہت سعادت ہے تاکہ اگر کوئی عمل رضائے حق سبحانہ کے خلاف اُس سے سرزد ہو جائے اور وہ اپنا اختیار سمجھے تو شرم کے مارے عذر و انابت میں مشغول ہو جائے اور اگر رضائے حق تعالیٰ کے موافق اور اپنا اختیار سمجھے تو اس کی توفیق کا شکر کرے

☆ مشائخ کا قول ہے۔ ''مجاز حقیقت کا پُل ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ تمام عبادات ظاہری قولی ہوں یا فعلی مجاز ہیں جب تک سالک ان سے نہ گذرے گا، حقیقت کو نہ پہنچے گا۔

☆ اگر طالب کو اپنے شیخ مقتدا کے معاملہ کوئی مشکل پیش آئے تو چاہیے کہ حتی المقدور صبر کرے اور بے اعتقاد نہ ہو جائے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کی حکمت اُس پر ظاہر ہو جائے اور اگر صبر کی طاقت نہیں اور مبتدی ہو تو شیخ سے دریافت کرلے، اُس کے لیے سوال جائز ہے کیونکہ اپنے شیخ سے بدگمانی اُس کے لیے تباہی ہے اور اگر طالب متوسط الحال ہو تو سوال نہ کرے۔

☆ ماوراء النہر کے بڑے بڑے اہل اللہ میں سے ایک نے حضرت خواجہ سے پوچھا کہ سیر و سلوک سے مقصود کیا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ مقصود معرفت تفصیلی ہے۔ اُس بزرگوار نے

پھر دریافت کیا کہ معرفت تفصیلی کسے کہتے ہیں؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ معرفت تفصیلی سے مراد یہ ہے کہ حضرت مخبر صادق ﷺ سے جو کچھ بطریق اجمال قبول کیا گیا ہے اُسے بطریق تفصیل پہچانا جائے اور دلیل و برہان کے مرتبہ سے کشف وعیاں کے مرتبہ تک رسائی ہو جائے۔

☆ حضرت خواجہ قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ جس وقت حق تعالیٰ کسی درویش سے کوئی حال واپس کر لے، وہ کیا کرے؟ فرمایا کہ اگر اُس حال کا کچھ بقیہ باقی ہے تو وہ اس امر کی دلیل ہے کہ اُس سے تضرع و نیاز مطلوب ہے پس وہ حق تعالیٰ سے اُس کا سوال کرے اور اگر کچھ بھی باقی نہیں رہا تو وہ اس امر کی دلیل ہے کہ اُس سے صبر رضا مطلوب ہے۔

☆ خدا طلبی بلا طلبی ہے۔ احادیث قدسیہ میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''جس نے مجھے دوست رکھا، میں نے اُسے ابتلاء میں ڈالا'' یہ بات ظاہر ہے کہ وظیفہ محبت کو لازم ہے کہ محبت محبوب کا جویاں ہو۔ محبوب جس قدر زیادہ عزیز ہوتا ہے اُس کی طلب کی راہ میں بلا زیادہ ہوتی ہے اور احادیث میں وارد ہے کہ ایک شخص نے جناب رسالتمآب ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، ''یارسول اللہ (ﷺ)! میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو فقر کے لیے تیار رہ۔'' ایک اور شخص نے عرض کیا ''میں خدا کو دوست رکھتا ہوں۔ حضرت محمد (ﷺ) نے فرمایا کہ بلا کے لیے تیار رہ۔

☆ حضرت خواجہ سے سوال کیا گیا کہ کرامات کے بارے میں درویش کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ کرامتوں کا کیا ذکر جو کچھ ہے کلمہ توحید کی حقیقت کے بارے مقابلہ میں نفی ہے۔ اصحاب کرامت سب کے سب محجوب ہیں اور عارف کرامت کی طرف نظر کرنے سے دور رکھے گئے ہیں۔

☆ حضرت خواجہ قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ اہل اللہ کو جو لوگوں کے خطرات و احوال و اعمال کی بصیرت وشناخت ہوتی ہے وہ کہاں سے ہے فرمایا کہ اس نور کی فراست سے ہوتی ہے جو حق تعالیٰ نے اُن کو عطا کیا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ ''تم مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے''۔

☆ لوگوں نے حضرت خواجہ قدس سرہ سے کرامت طلب کی آپ نے فرمایا کہ ہماری

کرامت ظاہر ہے کہ باوجود اتنے گناہوں کے ہم روئے زمین پر چل پھر رہے ہیں۔

حضرت خواجہ نے فرمایا ہمارے جنازہ کے آگے یہ بیت پڑھنا ۔

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للّٰلہ از جمال روئے تو

☆ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ میں نے مکہ معظمہ میں دو شخصوں کو دیکھا ایک نہایت بلند ہمت دوسرا نہایت پست ہمت، پست ہمت وہ تھا جسے میں نے طواف میں دیکھا کہ خانہ کعبہ کے دروازے کے حلقہ پر ہاتھ رکھا ہوا ہے اور ایسی شریف جگہ اور ایسے عزیز وقت میں حق سبحانہ کے سوا کچھ اور مانگ رہا ہے۔ بلند ہمت وہ جوان تھا جسے میں نے بازار منیٰ میں دیکھا کہ کم و بیش پچاس ہزار دینار کا سودا خرید و فروخت کیا اور اس عرصہ میں اس کا دل ایک لمحہ حق سبحانہ سے غافل نہ ہوا۔

☆ ایک شخص نے حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص بیمار ہے اور آپ کے دل مبارک کی توجہ کا طالب ہے۔ آپ نے فرمایا پہلے خستہ دل کی حاجت اس کے بعد شکستہ دل کی توجہ۔

☆ ہم فضلی ہیں۔ ہم دو سو آدمی تھے جنہوں نے طلب کے کوچہ میں قدم رکھا مگر فضل الٰہی مجھ پر ہوا۔

☆ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور سمجھا گیا وہ سب غیر ہے اور حجاب ہے حقیقت کلمہ لا سے ،اُس کی نفی کرنی چاہیے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اخیر کلمہ قدسیہ کو نقل کر کے یوں تحریر فرماتے ہیں۔ ''پس کثرت میں وحدت کا شہود بھی شایان نفی ہوا اور جو کچھ شایان نفی ہے۔ وہ اُس جناب قدس سے منتفی ہے۔ حضرت خواجہ کے اس کلام نے مجھے اس شہود سے نکالا ہے اور مشاہدہ و معائنہ کی گرفتاریوں سے نجات بخشی ہے اور لباس کو علم سے جہل کی طرف اور معرفت سے حیرت کی طرف لے گیا ہے۔ جزاہ اللہ سبحانہ عنی خیر الجزاء۔ میں اس ایک بات سے حضرت خواجہ کا مرید ہوں اور اُن کا غلام ہوں۔

حق یہ ہے کہ اولیاء میں سے کم ہی کسی نے ایسی عبارت کے ساتھ کلام کیا ہے اور تمام مشاہدات و معاینات کو اس طریق پر نفی کیا ہے۔ اس مقام پر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس ارشاد (''خدا کی معرفت بہاء الدین پر حرام، اگر اُس کی ابتداء بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی انتہانہ ہو'') کی حقیقت تلاش کرنی چاہیے۔ کیونکہ بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باوجود اس بزرگی کے شہود و مشاہدہ سے آگے نہیں بڑھے۔ اور انہوں نے سبحانی کے کوچہ سے قدم باہر نہیں رکھا مگر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک کلمہ لا سے بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام مشاہدات کی نفی کردی اور سب کو غیر حق جل سلطانہ قرار دیا۔ حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تنزیہ حضرت خواجہ کے نزدیک تشبیہ ہے۔ اس لیے حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی انتہا جو تشبیہ سے آگے نہیں بڑھی ہے، حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ابتداء ہوگی۔ کیونکہ بدایت تشبیہ سے ہے اور انتہا تنزیہ پر ہے۔ شاید آخر حال میں حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس نقص کی اطلاع دی گئی کہ وہ مرگ کے وقت فرماتے تھے۔

**ترجمہ** :''میں نے تجھے یاد نہیں کیا مگر غفلت سے، اور میں نے تیری خدمت نہیں کی مگر سستی سے''

وجہ یہ کہ انہوں نے حضور سابق کو غفلت جانا کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کا حضور نہ تھا بلکہ ظلال میں سے ایک ظل کا اور ظہورات میں سے ایک ظہور کا حضور تھا۔ پس ناچار وہ حضرت جل سلطانہ سے غافل ٹھہرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ ظلال و ظہورات تمام مبادی و مقدمات اور معارج و معدات سے ہیں اور جو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں مطابق واقع ہے۔ کیونکہ ابتداء سے ان کی توجہ احدیت صرف کی طرف ہوتی ہے اور اسم و صفت سے بجز ذات اُن کی مراد نہیں ہوتی۔ اس طریقہ عالیہ کے مبتدیوں کو یہ دولت بطریق انعکاس شیخ مقتدا سے جو اس کمال سے مشرف ہو حاصل ہوتی ہے۔ خواہ وہ مبتدی جانیں یا نہ جانیں۔ پس ناچار دوسرے طریقوں کے کامل مشائخ کی نہایت ان بزرگوں کی بدایت میں مندرج ہوگی۔

# حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ العزیز

وصال : 20 رجب 802 ہجری مزار اقدس : نوجھانیاں، ازبکستان

❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفۂ اول اور داماد تھے۔ آپ کا نام نامی محمد بن محمد البخاری تھا۔ آپ بچپن ہی سے فقیری کی طرف مائل تھے۔ والد کی وفات کے بعد ان کے ترکہ کی طرف مائل نہ ہوئے بلکہ حصول علم میں مصروف رہے۔ حضرت بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیٹی جب بالغ ہوئی تو آپ خود قصر عارفاں سے چل کر شہر میں حضرت علاؤالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ان کے مدرسے میں تشریف لائے دیکھا کہ وہ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ایک کتاب کے مطالعے میں مصروف ہیں اور ایک کچی اینٹ تکیہ کے طور پر سر کے نیچے رکھی ہے۔ آپ نے خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا کہ میری ایک بیٹی ہے جو آج ہی بالغ ہوئی ہے۔ اگر تم رشتہ قبول کرو تو میں تمہاری اس سے شادی کردوں۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا کہ یہ اس کمترین کے لیے بڑا باعث سعادت ہے لیکن میرے پاس دنیاوی اسباب میں سے کچھ نہیں جس سے میں خرچہ کے اخراجات پورے کر سکوں۔ فرمایا میری بیٹی ہی تیرے لیے رزق ہے۔ تجھے غیب سے رزق ملتا رہے گا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کردیا۔ نکاح کے بعد حضرت خواجہ علاؤالدین حضرت شاہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طریقت سیکھنے میں مشغول ہو گئے۔ حضرت نے ان کی خاندانی رعونت ختم کرنے کے لیے حکم دیا کہ ایک ٹوکری میں سیب رکھ کر بیچا کرو اور رزق حلال کماؤ۔ خواجہ صاحب نے یہ حکم خوشی سے قبول کیا اور ٹوکری سر پر

رکھ کر بازار میں سیب بیچنے لگے۔ کافی عرصہ یہ عمل جاری رہا حتیٰ کہ شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو خرقہ خلافت و نیابت سے نوازا جس کے بعد آپ مخلوق خدا کی رہنمائی میں مصروف ہو گئے۔ آپ کا مزار مبارک توجھائیاں میں واقع ہے۔

# ارشاداتِ عالیہ

حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے وہ کلمات قدسیہ جمع کئے ہیں۔ جو حضرت خواجہ علاؤالدین قدس سرہ نے مجالس صحبت میں ارشاد فرمائے ہیں ان میں سے بعض تبرکاً ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

1)۔ ریاضت سے مقصود تعلقات جسمانی کی پوری نفی اور عالم ارواح و عالم حقیقت کی طرف توجہ تام ہے اور سلوک سے مقصود یہ ہے کہ بندہ اپنے اختیار و کسب سے ان تعلقات سے جو موانع راہ ہیں گزر جائے اور ان تعلقات میں سے ہر ایک کو اپنے اوپر پیش کرے۔ جس تعلق سے گزر جائے وہ علامت ہے اس امر کی کہ وہ تعلق گزر مانع نہیں اور غالب نہیں آیا اور جس تعلق میں وہ ٹھہر جائے اور اس سے اپنی دل بستگی پائے۔ تو جان لے کہ وہ تعلق اس کے راستے کا مانع ہو گیا ہے۔ اس کے قطع کی تدبیر کرے ہمارے حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو از روئے احتیاط فرما دیتے کہ یہ فلاں شخص کا ہے اور بطور عاریت پہنتے۔

2)۔ مرشد کے ساتھ تعلق اگرچہ حقیقت میں غیر ہے اور آخر میں اس کی بھی نفی کرنی چاہیے۔ مگر ابتدا میں یہ تعلق وصول کا سبب ہے اور اس کے ماسوا کی نفی کرنا لوازم سلوک سے ہے ہر طرح سے مرشد کی خوشنودی طلب کرنی چاہیے۔

3)۔ بڑے بڑے مشائخ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کا ارشاد ہے۔ اَلتَّوْفِیْقُ مَعَ السَّعْیِ (توفیق کوشش کے ساتھ ہے)۔ اسی طرح مرشد کی روحانیت کی مدد طالب کے لئے بقدر کوشش طالب کے ہوتی ہے۔ جو شیخ مقتدا کے امر سے ہو۔ بغیر اس کوشش کے مرشد کی مدد کو بقا نہیں کیونکہ طالب کی طرف شیخ کی توجہ چند روز سے زیادہ باقی نہیں رہتی۔

4)۔ جب ملک الموت طالب سے پوشیدہ و فراموش ہو جائے تو یہ مرتبہ فنا ہے اور جب

سالک کی ہستی بھی سالک سے پوشیدہ ہو جائے تو یہ مرتبہ فنا فنا ہے۔

5)۔ جباری کی صفت کے دیکھنے سے مقصود تضرع وزاری اور توجہ وانابت کی صفت کا ظہور ہے اور اس دید کی صحت کی نشانی مناجات کی طرف مائل ہونا ہے۔ نہ کہ خرافات کی طرف

" فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَ تَقْوٰهَا "

**ترجمہ**:"پس جی میں ڈالی اُس کے بدکاری اُس کی اور پرہیزگاری اُس کی"۔(سورہ شمس)

اس میں حکمت یہ ہے کہ جب رضا کا ارادہ و میلان دیکھے تو شکر کرے اور اسی پر چلے۔ اور جب عدم رضا کا ارادہ و میلان دیکھے تو تضرع کرے اور حق سبحانہ کی طرف رجوع کرے اور استغناء کی صفت سے ڈرے۔

6)۔ خداتعالیٰ کی سابقہ عنایت ازلی کا خیال کرنا چاہیے اور اُس عنایتِ بے علت کی امید واری سے اور اس عنایت کی طلب سے ایک لحظہ غافل نہ ہونا چاہیے اور اپنے تئیں استغناء سے بچانا چاہئے اور حق سبحانہ کی تھوڑی چیز کو بڑا سمجھنا چاہئے اور استغنائے حقیقی کے ظہور سے ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہیے۔

7)۔ ولایت جب ثابت ہوتی ہے کہ سالک کو اوصاف حیوانی کے ساتھ نہ چھوڑیں کہ اگر کوئی قصور سرزد ہو تو بازپرس ہو۔

" أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ "

''آگاہ رہو کہ خدا کے دوستوں کے لئے کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے ''۔

﴿سورۃ یونس﴾

فرمایا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو سابقہ اوصاف حیوانی کے ظہور کا خوف نہیں کیونکہ مشائخ کا ارشاد ہے "اَلْفَانِیْ لَا یُرَدُّ اِلٰی اَوْصَافِهٖ" ''یعنی صاحب فناء اپنے اوصاف کی طرف نہیں لوٹایا جاتا۔

8)۔ مشائخ کبار قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کے مزارات سے زیارت کرنے والا اُسی قدر فیض لے سکتا ہے جس قدر اُس نے اُس بزرگ کی صفت کو پہچانا ہے اور اُس صفت کی طرف متوجہ اور اُس میں مستغرق ہوا ہے اگرچہ مزارات مقدسہ کی زیارت میں ظاہری قرب کا بہت اثر ہے لیکن

حقیقت میں ارواح مقدسہ کی طرف توجہ کے لئے ظاہری دوری مانع نہیں ہے۔ حدیث نبوی ﷺ میں جو وارد ہے کہ صَلُّوا عَلَیَّ حَیْثُمَا کُنْتُمْ (تم مجھ پر درود بھیجو جہاں کہیں تم ہو) یہ اس امر کا بیان اور دلیل قاطع ہے اور اُس توجہ اور اس زیارت میں اہل قبور کی صفت کو پہچاننے کے مقابلہ میں اُن اہل قبور کی مثالی صورتوں کا مشاہدہ چنداں وقعت نہیں رکھتا۔ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ فرماتے تھے کہ خالق سبحانہ کا مجاور ہونا مخلوق کی مجاورت سے احق واولی ہے۔ اور آپ اکثر یہ بیت پڑھا کرتے تھے؛

توتا کے گور مرداں را پرستی
بگرو کار مرداں گرد و رستی

اکابر دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات کی زیارت سے مقصود یہ ہونا چاہئے کہ توجہ حق سبحانہ کی طرف ہو اور اس برگزیدۂ حق کی روح کو خدا کی طرف کمال توجہ پیدا کرنے کا وسیلہ بنائے۔ مخلوق کے ساتھ تواضع کی حالت میں چاہئے کہ اگرچہ ظاہر میں تواضع مخلوق کے ساتھ ہو مگر حقیقت میں خالق عزوجل کے ساتھ ہو کیونکہ مخلوق کے ساتھ تواضع اُس وقت پسندیدہ ہے کہ خالص خدائے عزوجل کے لئے ہو بدیں معنی کہ مخلوق کو خالق کی قدرو حکمت کے آثار کا مظہر سمجھے ورنہ یہ تصنع ہے نہ کہ تواضع۔

9)۔ مراقبہ کا طریق نفی واثبات کے طریق سے اعلیٰ اور اقرب بجذبہ الٰہیہ ہے۔ مراقبہ سے وزارت اور ملک وملکوت میں تصرف کے مرتبہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ خطرات سے آگاہی اور دوسرے پر بخشش کی نظر سے دیکھنا اور اُسکے باطن کو منور کرنا دوام مراقبہ سے حاصل ہوتا ہے اور مراقبہ کے ملکہ سے جمعیت خاطر کا دوام اور دلوں میں قبولیت کا دوام حاصل ہوتا ہے۔ اس حالت کو جمع وقبول کہتے ہیں۔

10)۔ خاموشی تین صفتوں سے خالی نہ ہونی چاہئے خطرات کی نگہداشت یا دل کے ذکر کا مطالعہ جو ہو گیا ہو یا ان حالات کا مشاہدہ جو دل پر گزرتے ہیں۔

11)۔ خطرات مانع نہیں ان سے بچنا دشوار ہے۔ خطرات کا روکنا بڑا کام ہے۔ بعضوں کی رائے ہے کہ خطرات کا کچھ اعتبار نہیں لیکن خطرہ کو متمکن نہ ہونے دینا چاہئے کیونکہ اس کے متمکن

ہونے سے فیض کی انتڑیوں میں سدہ پیدا ہو جاتا ہے اس لئے ہمیشہ باطن کے حالات کی جستجو چاہئے اور حضور یا غیبت میں مرشد کے حکم سے سانس لے کر اپنے آپ کو خالی کرنا بظاہر اُن خطرات کی نفی کے لئے ہے جو باطن میں متمکن ہو گئے ہوں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہر معنی ایک صورت کے لباس میں ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ہر وقت اپنے تئیں ان خطرات و موانع سے جو متمکن ہو گئے ہوں سانس لے کر خالی کرنا چاہئے۔

12)۔ اپنے آپ سے غیب اور حق سبحانہ کے ساتھ حضور بقدر عشق کے ہوتا ہے اور افراط محبت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ عشق جس قدر زیادہ ہوتا ہے اُسی قدر عاشق کو اپنے آپ سے غیبت اور معشوق کے ساتھ حضور زیادہ ہوتا ہے۔

13)۔ اس زمانہ میں وجوہ معاش میں سے تجارت کی نسبت زراعت اور باغبانی حلّیت (حلال ہونے) سے اقرب ہے۔

14)۔ اہل اللہ کی صحبت میں ہمیشہ رہنا عقل معاد کی زیادتی کا ذریعہ ہے۔

15)۔ صحبت سنت موکدہ ہے۔ ہر روز یا ہر دوسرے روز اولیاء اللہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہئے اور ان کے آداب کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ اگر ظاہری دوری کا اتفاق ہو تو ہر مہینے یا ہر دوسرے مہینے اپنے ظاہری و باطنی حالات کو خطوں کے ذریعہ سے عرض کرنا چاہئے اور اپنے مکان میں ان کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا چاہئے تا کہ غیبت کلی واقع نہ ہو۔

16)۔ مرض موت میں آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ رسم و عادت کو چھوڑو اور رسمِ خلق کے خلاف کرو اور ایک دوسرے سے اتفاق رکھو۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت بشریت کی عادات و رسوم کے اُٹھا دینے کے لیے تھی۔ تم ایک دوسرے کی مدد و تائید کرو اور تمام کاموں میں عزیمت پر عمل کرو۔ جہاں تک ہو سکے عزیمت کو ہاتھ سے نہ جانے دو اہل اللہ کی صحبت سنت موکدہ ہے۔ اس سنت پر خصوصاً و عموماً ہمیشگی کرو اور صحبت کو ہرگز ترک نہ کرو۔ اگر تم امور مذکورہ پر استقامت اختیار کرو گے تو اس استقامت سے تمہیں وہ حاصل ہو گا جو میری تمام عمر کا حاصل ہے اور تمہارے حالات ترقی پر ہوں گے اور اگر تم ان وصیتوں پر عمل نہ کرو گے تو پریشان ہو جاؤ گے۔

# حضرت خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہٗ العزیز

ولادت : 762 ہجری بمطابق 1360ء بمقام : چرخ، نزد غزنی، افغانستان

وصال : 5 صفر 851 ہجری بمطابق 1447ء مزار اقدس: بلغور ، ازبکستان

آپ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اصحاب واحباب میں سے ہیں۔ آپ غزنی کے قریب موضع چرخ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے جامع ہرات اور کچھ عرصہ مصر میں تعلیم حاصل کی۔ جب حضرت یعقوب چرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ارادت کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے ۔ آج رات استخارہ کریں گے اگر تجھے قبول کرلیا گیا تو ہم بھی قبول کرلیں گے۔ مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے وہ رات بڑی بے چینی سے گزاری کہ آیا قبول بھی کرتے ہیں یا نہیں۔ علی الصبح ، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے تبسم فرمایا جس سے میں سمجھ گیا کہ مجھے قبول کرلیا گیا ہے اس کے بعد مجھے بیعت کیا اور طریقت کی تلقین کی۔ کچھ مدت حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں گزاری اور اس کے بعد آپ نے سفر کی اجازت عنایت فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ ہم سے ملا ہے وہ بندگان خدا کو پہنچانا اور تین مرتبہ یہ فرمایا: ''تجھ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں'' حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد کافی عرصہ تک آپ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ ان کے وصال کے بعد حضرت خواجہ شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حکم یاد آیا کہ ہم سے جو ملا ہے وہ مخلوق خدا کو پہنچانا۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق آپ مخلوق خدا کی رہبری کے کام میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے 851 ہجری میں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار اقدس قصبہ بلغور میں مرجع خلائق ہے۔

# ارشاداتِ عالیہ

☆ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہٗ شیخ زین الدین خوافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ملک مصر میں مولانا شہاب الدین سیرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ہم سبق رہے ہیں۔ ایک دن آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کہتے ہیں کہ شیخ زین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حل وقائع اور خوابوں کی تعبیر کا شغل رکھتے ہیں اور اس بارے میں اہتمام تمام رکھتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا، ہاں درست ہے۔ پھر آپ ایک ساعت بیخود ہو گئے آپ کا طریقہ یہ تھا کہ ساعت بساعت بیخود ہو جایا کرتے تھے۔ جب ہوش میں آئے تو آپ نے یہ بیت پڑھا۔

چوں غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

☆ فرماتے تھے کہ شہر ہرات کے اوقاف میں سے تین جگہ کے سوا کوئی چیز نہیں کھا سکتے۔ یعنی حضرت خواجہ عبداللہ انصاری کی خانقاہ، خانقاہ ملک میں اور مدرسہ غیاثیہ میں۔ ان تینوں کے سوا کوئی اور جگہ کہ جہاں وقف میں شک نہ ہو نہیں ہے۔ اسی واسطے ماوراء النہر کے اکابر قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم نے اپنے مریدوں کو ہرات کے سفر سے منع کیا ہے کیونکہ وہاں حلال کم ہے جب سالک حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے تو عالم سفلی کی طرف رغبت قہقری (سابقہ حالت کی طرف لوٹنا) کرتا ہے۔ اور صراط مستقیم کے سلوک سے منحرف ہو جاتا ہے۔

☆ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا کہ "تیرا ہاتھ ہمارا ہاتھ ہے، جس کسی نے تیرا ہاتھ پکڑا اس نے ہمارے ہاتھ کو پکڑا"۔

☆ ایک دفعہ میں نے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا، آپ کو قیامت میں کس عمل سے پاؤں؟ فرمایا شریعت پر عمل کرنے سے۔

☆ درویش کے لئے سوائے لقائے مولیٰ، کوئی چیز مطلوب نہیں ہونی چاہئے تا کہ رب تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا کما حقہ، مشاہدہ کر سکے۔

☆ صادق اور عاشق لوگوں کی صحبت اختیار کرو تا کہ تم بھی ویسے ہو جاؤ۔

صحبت مردانت از مرداں کند
ابر گریاں باغ راخندہ کند
با عاشقاں نشیں ہم عاشقی گزیں
با آنکہ نیست عاشق یکدم مشو قریں

☆ اس فقیر کا سترہ سالہ نوجوان پسر اقتضائے الٰہی فوت ہوا۔ ماشاء اللہ صاحب حسن و جمال بے شمار ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ طبیعت پر ملال گزرا۔ جب اسکی قبر پر متوجہ ہوا تو بخاطر از روحانیت یہ شعر نظر سے گزرا۔

بادو قبلہ دررہ مقصود نتواں رفت راست
یا رضائے دوست بایدیا ہوائے خویشتن

☆ اس سے جوڑ جو تجھ سے قطع تعلق کرے اور رکھے۔

☆ جب خدائے پاک کی عنایت سے اس فقیر کا دل حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ کی صحبت کی طرف کھنچا۔ میں بخارا میں آپ کی خدمت کرتا اور حضرت کے کرم عمیم سے توجہ پاتا تھا۔ یہاں تک کہ بداہت صدیت سے مجھ کو یقین حاصل ہوا کہ آپ مخصوص اولیاء اللہ سے ہیں۔ اور کامل و مکمل ہیں۔ اشارات غیبی اور بہت سے واقعات کے بعد میں نے کلام الٰہی سے تفاؤل کیا تو یہ آیت نکلی، **اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ**

(سورہ انعام ۹۰) یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے۔ پس تو بھی ان کی ہدایتوں کی پیروی کر

☆ بندہ کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہر نام سے اپنا خاص حصہ حاصل کرے اور اس پر عمل کرے تا کہ اس اسم الٰہی کا مظہر بن جائے۔

حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ صاحب تصانیف بھی ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کے اخیر دو پاروں کی تفسیر لکھی ہے جس کے مطالعہ سے بڑا ذوق شوق پیدا ہوتا ہے۔ رسالہ انسیہ بھی آپ کی تصنیف ہے جس میں آپ نے حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ کے حالات درج کئے ہیں۔

# خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہٗ العزیز

ولادت : رمضان المبارک 806 ہجری، 1404ء بمقام : باغستان نزد تاشقند ازبکستان

وصال : 29 ربیع الاول 895 ہجری، 1490ء مزار اقدس : تو جھائیاں ازبکستان

آپ کا نام مبارک عبید اللہ ہے۔ ناصر الدین لقب ہے کیونکہ آپ سے دین اسلام کو نصرت پہنچی۔ احرار بھی آپ کا لقب ہے۔ جو اصل میں خواجہ احرار ہے۔ چونکہ آپ کے اسم گرامی کے معنے میں چھوٹائی پائی جاتی ہے اس لئے اس کے تدارک کے لئے آپ کو خواجہ احرار بالاضافت لقب دیا گیا۔ اس لقب میں آپ کی بڑی منقبت ہے۔ کیونکہ اہل اللہ کے نزدیک حُر (واحد احرار) اُسے کہتے ہیں جو عبودیت کی حدود کو بدرجہ کمال قائم کرے اور اغیار کی غلامی سے نکل جائے۔

آپ باغستان میں، جو تاشقند کے مضافات سے ہے، ماہ رمضان ۸۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ تولد کے بعد چالیس دن تک ایام نفاس میں آپ نے اپنی ماں کا دودھ نہ پیا۔ جب اُنہوں نے نفاس سے پاک ہو کر غسل کیا تو پینا شروع کیا۔ لڑکپن ہی سے رشد و سعادت کے آثار اور قبول و عنایت الٰہیہ کے انوار آپ کی پیشانی میں نمایاں تھے۔ تین چار سال کی عمر ہی سے نسبت آگاہی حق سبحانہ تعالیٰ حاصل تھی۔ طفولیت میں مکتب میں آمد و رفت رکھتے مگر دل پر وہی نسبت غالب تھی۔ بچپن میں مزارات مشائخ پر حاضر ہوتے۔ جب سن بلوغ کو پہنچے تو تاشقند کے مزارات پر جو ایک دوسرے سے فاصلہ پر واقع ہیں پھرا کرتے اور بعض دفعہ ایک ہی رات میں تمام مزارات کا گشت کرا تے۔ آپ کے ماموں خواجہ ابراہیم علیہ الرحمۃ کو آپ کی تعلیم کا بڑا خیال تھا۔ اسی غرض

سے وہ آپ کو بائیس سال کی عمر میں تاشقند سے سمرقند لے گئے۔ مگر شغل باطنی کا غلبہ علم ظاہری کی تحصیل سے مانع رہا۔ خواجہ فضل اللہ ابو اللیثی جو سمرقند کے اکابر علماء سے تھے فرماتے تھے کہ ہم خواجہ عبید اللہ کے باطن کے کمال کو نہیں جانتے مگر اتنا جانتے ہیں کہ انہوں نے بحسب ظاہر علوم رسمی سے بہت کم پڑھا ہے اور ایسا دن کم ہوگا کہ وہ تفسیر قاضی بیضاوی میں ہمارے سامنے کوئی نکتہ پیش کریں اور ہم سب اس کے حل سے عاجز نہ آئے ہوں۔ بائیس برس کی عمر سے انتیس برس کی عمر تک آپ سفر ہی میں رہے۔ اس عرصہ میں آپ کو بہت سے مشائخ زمانہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ چنانچہ سمرقند میں آپ اکثر مولانا نظام الدین خلیفہ حضرت علاء الدین عطار قدس سرہٗ کی صحبت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپکی تشریف آوری سے پہلے ایک روز مولانا نے مراقبہ کے بعد نعرہ مارا جب سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا مشرق کی طرف سے ایک شخص نمودار ہوا جس کا نام خواجہ عبید اللہ ہے۔ اُس نے تمام روئے زمین کو لے لیا۔ وہ عجیب بزرگ شخص ہے۔ سمرقند کے قیام میں ایک روز آپ مولانا کے ہاں سے جو نکلے تو ایک بزرگ نے پوچھا کہ یہ جوان کون ہے؟ مولانا نے فرمایا، وہ خواجہ عبید اللہ ہیں۔ عنقریب دنیا کے سلاطین ان کے زیر اثر ہوں گے۔

سمرقند ہی میں آپ حضرت سید قاسم تبریزی کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ وہاں سے بخارا کی طرف روانہ ہوئے راستے میں ایک ہفتہ شیخ سراج الدین کلال پرسی خلیفہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہما کی صحبت میں رہے۔ بخارا میں پہنچ کر مولانا حسام الدین شاشی کی زیارت کی جو سید امیر حمزہ بن سید امیر کلال کے خلیفۂ اوّل تھے۔ اور خواجہ بزرگ کے خلیفہ خواجہ علاء الدین غجدوانی کی خدمت میں بہت دفعہ حاضر ہوئے۔ بعد ازاں آپ نے خراسان کا سفر اختیار کیا اور مرو کے راستے ہرات میں آئے۔ ہرات میں آپ نے چار سال قیام کیا۔ اس عرصہ میں آپ اکثر سید قاسم تبریزی اور شیخ بہاء الدین عمر قدس سرہما کی صحبت میں رہے اور کبھی کبھی شیخ زین الدین خوافی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

ہرات میں آپ نے ایک سوداگر سے حضرت خواجہ یعقوب چرخی کے فضائل سُنے۔ اس لئے وہاں سے اُن کی صحبت کی نیت سے بلخ کے راستے حصار کی طرف متوجہ ہوئے۔ بلخ میں مولانا

حسام الدین پارسا خلیفۂ خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہاں سے حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ کے مزار کی زیارت کے لئے چغانیاں پہنچے اور چغانیاں سے ہلغتو میں مولانا یعقوب چرخی کی خدمت میں حاضر ہوئے جس کا قصہ آپ خود یوں بیان فرماتے ہیں۔

''جب میں ولایت چغانیاں میں پہنچا تو بیمار ہوگیا اور بیس روز تپ لرزہ آتا رہا۔ اس عرصہ میں چغانیاں کے بعضے لوگوں نے مولانا یعقوب چرخی کی بہت غیبت کی۔ بیماری کے دنوں میں ایسی پریشان کن باتوں کے سننے سے مولانا کی ملاقات کے ارادے میں بڑا فتور واقع ہوا۔ آخر کار میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو اس قدر دور دراز فاصلہ سے آیا ہے۔ یہ اچھا نہیں کہ تو ان سے ملاقات نہ کرے۔ میں روانہ ہوگیا اور ان کی خدمت میں پہنچا۔ وہ بڑی عنایت سے پیش آئے اور ہر طرح کی باتیں کیں لیکن دوسرے روز جو میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو بہت غصہ ہوئے اور سختی و درشتی سے پیش آئے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ان کے غصہ کا سبب غیبت کا سننا اور تیرے ارادے میں فتور کا آنا ہوگا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ لطف سے پیش آئے اور بہت توجہ عنایت فرمائی اور حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ سے اپنی ملاقات کا حال بیان فرما کر اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا اور کہا کہ بیعت کر چونکہ ان کی پیشانی مبارک پر کچھ سفیدی مشابہ برص تھی جو طبیعت کی نفرت کا موجب ہوتی ہے اس لئے میری طبیعت ان کے ہاتھ پکڑنے کی طرف مائل نہ ہوئی۔ وہ میری کراہت کو سمجھ گئے اور جلدی اپنا ہاتھ ہٹالیا اور اپنی صورت تبدیل کر کے ایسی صورت میں ظاہر ہوئے کہ میں بے اختیار ہوگیا۔ قریب تھا کہ بیخود ہو کر آپ سے لپٹ جاؤں۔ آپ نے دوسری دفعہ اپنا دست مبارک بڑھایا اور فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاء الدین قدس سرہٗ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے جس نے تیرا ہاتھ پکڑا اُس نے میرا ہاتھ پکڑا۔ حضرت خواجہ بہاء الدین قدس سرہٗ کا ہاتھ پکڑلو۔ میں نے بلاتوقف مولانا یعقوب کا ہاتھ پکڑ لیا۔ حسب طریقہ حضرات خواجگان مجھے شغل نفی و اثبات جس کو وقوف عددی کہتے ہیں سکھایا اور فرمایا کہ جو کچھ ہم کو حضرت خواجہ بزرگ سے پہنچا ہے یہی ہے۔ اگر تم بطریق جذبہ طالبوں کی تربیت کرو تو تمہیں اختیار ہے''۔

کہتے ہیں کہ مولانا کے بعض اصحاب نے آپ سے پوچھا کہ جس طالب کو آپ نے اس وقت طریقہ کی تعلیم دی اُس کی نسبت کس طرح آپ نے فرمایا کہ تمہیں اختیار ہے چاہو بطریق جذبہ تربیت کرو اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ طالب کو مرشد کے پاس اس طرح آنا چاہئے کہ سب چیزیں تیار ہوں صرف اجازت کی دیر ہو۔ مولانا جامی نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ مولانا یعقوب فرماتے تھے کہ جو طالب کسی بزرگ کی صحبت میں آنا چاہے اُسے خواجہ عبید اللہ کی طرح آنا چاہئے کہ چراغ اور تیل بتی سب تیار ہے صرف دیا سلائی دکھانے کی دیر ہے۔

خواجہ عبید اللہ احرار فرماتے تھے کہ جب میں نے مولانا یعقوب سے اجازت طلب کی تو آپ نے مجھ سے حضرات خواجگان کے تمام طریقے بیان فرمادیئے۔ جب طریق رابطہ کی نوبت پہنچی تو فرمایا کہ اس طریقہ کی تعلیم میں دہشت نہ کھانا اور صرف استعداد والوں کو بتانا۔

حضرت خواجہ عبید اللہ مولانا یعقوب کی خدمت سے رخصت پا کر پھر ہرات میں آئے اور کم وبیش ایک سال وہاں رہے۔ بعد ازاں انتیس سال کی عمر میں وطن مولوگ کی طرف مراجعت فرمائی۔ اور تاشقند میں مقیم ہو کر زراعت کا کام ایک شخص کی شراکت میں شروع کیا۔ دونوں ایک جوڑی بیل سے کھیتی کا کام کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زراعت میں بڑی برکت دی۔ آپ کے مال ومتاع اور گلہ ومویشی اور اسباب واملاک اندازہ کی حد سے زائد تھے مگر یہ سب درویشوں کے لئے تھے۔

## کرامات:

حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمت سے مراد دل کا ایک امر پر اس طرح جمع کرنا ہے کہ اُس کا خلاف دل میں نہ آئے۔ ایسی ہمت سے مراد مختلف نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں کہ اوائل جوانی میں جب کہ ہم مولانا سعد الدین کاشغری کے ساتھ ہرات میں تھے اور دونوں سیر کیا کرتے تھے۔ تو کبھی کشتی لڑنے والوں کے اکھاڑہ میں جا پہنچتے اور اپنی قوت توجہات کا امتحان کرتے۔ دو پہلوانوں میں سے ایک کی طرف توجہ مبذول کرتے تو وہ غالب آتا پھر مغلوب کی طرف متوجہ ہوتے تو وہ غالب ہو جاتا اس طرح کئی بار اتفاق ہوا۔ مقصود یہ تھا کہ معلوم

ہو جائے کہ ہمت کی تاثیر کس درجہ پر پہنچی ہے۔

مولانا ناصر الدین احرار جو حضرت عبید اللہ احرار کے خادموں میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ حضرت نے واقعہ میں دیکھا تھا کہ آپ کی مدد سے شریعت کو تقویت پہنچے گی۔ آپ کے مبارک دل میں آیا کہ یہ بات سلاطین کی مدد کے بغیر حاصل نہ ہوگی۔ اس غرض سے آپ سمرقند کی طرف آئے۔ اُس وقت میرزا عبداللہ سمرقند کا حاکم تھا۔ میں اُس سفر میں آپ کی خدمت میں تھا۔ جب آپ سمرقند پہنچے تو میرزا عبداللہ کا ایک امیر آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ یہاں آنے سے ہماری غرض تمہارے میرزا سے ملاقات ہے۔ اگر تمہارے ذریعہ سے یہ کام ہو جائے تو خوب ہے۔ اُس امیر نے بے ادبی سے جواب دیا کہ ہمارا امیر لاپرواجوان ہے۔ اُس سے ملاقات مشکل ہے۔ درویشوں کو ایسی باتوں سے کیا مطلب آپ نے خفا ہو کر فرمایا کہ ہم کو سلاطین کی ملاقات کا حکم ہوا ہے۔ ہم اپنے آپ نہیں آئے اگر تمہارا امیر پروا نہیں کرتا تو دوسرا لایا جائے گا جو پروا کرے گا۔ جب وہ امیر چلا گیا تو آپ نے اُس کا نام سیاہی سے اس مکان کی دیوار پر لکھا اور اپنے لعاب سے مٹا دیا اور فرمایا کہ ہمارا کام اس بادشاہ اور اس کے امیروں سے نہیں چل سکتا اور اُسی روز تاشقند کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک ہفتہ کے بعد وہ امیر مر گیا اور ایک مہینے کے بعد سلطان ابو سعید اطراف ترکستان سے ظاہر ہوا اور اُس نے میرزا عبداللہ پر حملہ کر کے اُسے (۸۵۵ھ میں) قتل کر ڈالا۔

مولانا شیخ ابو سعید جو میرزا شاہرخ کے زمانہ میں نہایت خوبصورت جوان تھے بیان کرتے ہیں کہ جوانی میں ایک بار ایک خوبصورت عورت سے اتفاقاً میری ملاقات ہوگئی۔ وہ میرے مکان میں آ گئی۔ میں نے چاہا کہ خلوت میں اُس سے بات چیت کروں اس اثنا میں ناگاہ میں نے حضرت خواجہ کی آواز سنی کہ فرماتے ہیں۔ ابو سعید! چہ کار مے کنی؟ یہ سن کر میری حالت بدل گئی اور میرے دل پر ہیبت طاری ہوگئی اور میرے اعضا میں رعشہ پیدا ہوگیا میں نے اُٹھ کر فوراً اُس عورت کو اپنے مکان سے نکال دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت تشریف لائے۔ جب آپ کی نظر

مجھ پر پڑی تو فرمانے لگے کہ اگر حق تعالیٰ کی توفیق تیری یاوری نہ کرتی تو شیطان تجھ کو برباد کر دیتا

خواجہ کلاں فرماتے ہیں کہ حضرت کا ایک خادم سمرقند کو جا رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ ہمارے واسطے سمرقند سے چند ڈبے خالص شہد کے لانا۔ وہ سمرقند سے کئی مہر بند ڈبے شہد سے بھر کر روانہ ہوا۔ اتفاقاً بازار سمرقند میں کسی کام کے لئے ایک بزاز کی دکان پر ٹھہر گیا اور اُس نے شہد کے ڈبوں کو اپنے سامنے رکھ لیا۔ ناگاہ ایک خوبصورت مست عورت جو اس بزاز کی آشنا تھی وہاں آئی اور دکان کے ایک طرف بیٹھ کر بزاز سے باتیں کرنے لگی اس خادم نے دو تین بار نظر حرام سے اس عورت کو دیکھا۔ پھر وہ ڈبوں کو اُٹھا کر تاشقند لے آیا۔ جب وہ حضرت کے دولت خانہ پر پہنچا تو آپ جنگل تشریف لے گئے تھے۔ اُس نے آپ کے پیچھے جانا چاہا۔ اتنے میں حضرت تشریف لے آئے اس نے وہ ڈبے پیش کئے۔ جب حضرت کی نظر ان ڈبوں پر پڑی تو خفا ہو کر فرمایا کہ ان ڈبوں سے شراب کی بو آتی ہے۔ اے بدبخت! میں نے تجھ سے شہد لانے کو کہا تھا تو میرے واسطے شراب لے آیا۔ خادم نے عرض کیا کہ میں تو شہد لایا ہوں لیکن جب ڈبوں کو کھولا گیا تو اس میں سے حضرت خواجہ کے ارشاد کے مطابق شراب ہی برآمد ہوئی، یعنی غیر محرم عورت کی طرف نظر بد کرنے کی وجہ سے شہد شراب میں تبدیل ہو گیا۔

## وفات :

آپ کی تاریخ وفات شب شنبہ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ ہے شام کے قریب جب آپ کا نفس شریف منقطع ہونے لگا۔ تو مکان میں بہت سی شمعیں روشن کی گئیں جن سے وہ مکان نہایت روشن ہو گیا۔ اس حال میں اچانک دیکھا گیا کہ آپ کے دو ابروے مبارک کے درمیان سے ایک نور چمکتی بجلی کی طرح نمودار ہوا۔ جس کی روشنی نے شمعوں کے نور کو مات کر دیا۔ حاضرین نے اس نور کا مشاہدہ کیا بعد ازاں آپ کا وصال ہو گیا۔ اور محلہ خواجہ کفشیر دفن ہوئے۔ آپ کی اولاد بزرگوار نے آپ کے مرقد مبارک پر عالیشان عمارت تعمیر کر دی اور قبر مبارک کو نہایت عمدہ بنایا۔

# ارشاداتِ عالیہ

آپ سے پوچھا گیا کہ پیر کون ہے؟ تو فرمایا پیر وہ ہے کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ نہیں وہ اس میں نہ رہا ہو اور جو کچھ آپ کا پسندیدہ ہے وہ اس میں رہ گیا ہو بلکہ وہ اور اس کی خواہش تمام اس سے گم ہو گئی ہو اور وہ آئینہ ہو گیا ہو کہ جس میں سوائے نبی ﷺ کے اخلاق واوصاف کے کچھ نظر نہ ہو اس مقام میں وہ صفات نبوی ﷺ سے متصف ہونے کے سبب سے حق سبحانہ کے تصرف کا مظہر ہو جاتا ہے اور تصرف الٰہی سے اصحاب استعداد کے باطن میں تصرف کرتا ہے۔

☆ مرید وہ ہے کہ ارادت کی آگ کی تاثیر سے اس کی خواہش جل گئی ہو اور اس کی مرادوں میں سے کچھ نہ رہا ہو اور اپنے دل کی بصیرت سے پیر کے آئینہ میں مراد کا جمال دیکھ کر اس نے سب قبلوں سے منہ پھیر لیا ہو اور پیر کا جمال اس کا قبلہ ہو گیا ہو اور پیر کی بندگی میں آزادی سے فارغ ہو کر سوائے پیر کے آستانہ کے اپنے سر نیاز کو کہیں خم نہ کرتا ہو اور سب سے منہ پھیر کر اپنی سعادت پیر کی قبولیت میں اور اپنی شقاوت پیر کے رد میں سمجھتا ہو۔ بلکہ نیستی کا خط وجود کی پیشانی پر کھینچ کر وجود غیر کے شعور کے تفرقہ سے رہائی پا گیا ہو۔

☆ ارباب جمعیت کی صحبت مانگنی چاہئے کیونکہ اس کے ضمن میں تمام سعادتیں حاصل ہیں

☆ اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ توحید کیا ہے۔ تو جواب دے کہ غیر حق سبحانہ کی آگاہی سے دل کا آزاد کرنا توحید ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ وحدت کیا ہے تو جواب دے کہ غیر حق سبحانہ کے وجود کے علم و شعور سے دل کی خلاصی وحدت ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ اتحاد کیا ہے۔ تو جواب دے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی ہستی میں استغراق اتحاد ہے اگر پوچھا جائے کہ سعادت کیا ہے تو جواب دے کہ اللہ تعالیٰ کی دید کے ساتھ خودی سے خلاصی سعادت ہے اگر پوچھا جائے کہ شقاوت کیا ہے تو جواب دے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ سے خودی میں رہنا اور حق سے باز رہنا شقاوت ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ وصل کیا ہے تو جواب دے کہ وجود حق سبحانہ کے نور کے شہود کے ساتھ اپنے آپ کا

نسیان وصل ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ فصل کیا ہے تو جواب دے کہ دل کا غیر حق سبحانہ سے جدا کرنا فصل ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ شکر کیا ہے تو جواب دے کہ ایسے حال کا دل پر ظاہر ہونا کہ دل اس چیز کو پوشیدہ نہ رکھ سکے جس کا اس حال سے پہلے واجب تھا۔

فرمایا) اگر تمام احوال اور مواجید ہمیں عطا کئے جائیں اور ہمیں اہل سنت و جماعت کے عقائد سے آراستہ نہ کیا جائے۔ تو ہم اسے بجز خرابی کچھ نہیں سمجھتے۔ اور اگر تمام خرابیاں ہم پر جمع کی جائیں اور اہل سنت و جماعت کے عقائد سے سرفراز فرمایا جائے تو ہمیں کچھ ڈر نہیں۔

☆ ہماری زبان دل کا آئینہ ہے۔ اور دل روح کا آئینہ ہے۔ اور روح حقیقت انسانی کا آئینہ ہے اور حقیقت انسانی حق سبحانہ وتعالیٰ کا آئینہ ہے۔ حقائق غیبیہ غیب ذات سے دور دراز فاصلے طے کر کے زبان پر آتے ہیں۔ اور یہاں صورت لفظی قبول کر کے مستعدانِ حقائق کے کانوں میں پہنچتے ہیں۔

☆ میں بعض اکابر کی خدمت میں رہا تو انہوں نے مجھے دو چیزیں عطا فرمائیں۔ ایک یہ کہ میں جو کچھ لکھوں جدید ہوگا نہ کہ قدیم دوسرے یہ کہ میں جو کچھ کہوں مقبول ہوگا۔

☆ آیۃ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کے معنی میں آپ فرماتے تھے کہ اس کے دو معنی ہیں۔ ایک بحسب صورت اور وہ یوں ہے کہ اہل صدق کے ساتھ مجالست و مصاحبت کو لازم پکڑے تا کہ ان کی صحبت کے دوام کے سبب سے اس کا باطن ان کی صفات و اخلاق کے انوار سے روشن ہو جائے۔ دوسرے معنی بدیں طور کہ باطن کی شاہراہ سے اس گروہ کے ساتھ رابطہ کا طریق اختیار کرے جو واسطہ ہونے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ اور صحبت کے لیے ضروری نہیں کہ ہمیشہ آنکھ کے ساتھ دیکھے بلکہ ایسا کرے کہ صحبت دائمی ہو جائے اور صورت سے معنی کی طرف عبور کرے تا کہ واسطہ ہمیشہ نظر میں رہے۔ جب اس بات کو دوام کے طور پر ملحوظ رکھے گا تو اس کے باطن کو اُن کے باطن کے ساتھ نسبت و اتحاد پیدا ہو جائے گا اور اس واسطہ سے اُسے مقصود اصلی حاصل ہو جائے گا۔

☆ حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ "شَيَّبَتْنِیْ سُوْرَةُ هُوْد" (یعنی سورۃ ھود نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے) اُس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں استقامت کا حکم دیا گیا ہے۔

چنانچہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ "فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ" "ترجمہ: پس تو استقامت کر جیسا کہ تجھے حکم ہوا ہے۔" اور استقامت نہایت دشوار ہے۔ کیونکہ استقامت کے معنی ہیں قائم رہنا۔ حدِ وسط میں تمام افعال واقوال اور اخلاق واحوال میں بدیں طور کہ تمام افعال میں ضرورت سے تجاوز صادر نہ ہو اور افراط وتفریط سے محفوظ رہے۔ اسی سبب سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ضروری کام تو استقامت ہے۔ کرامات وخوارق عادات کے ظہور کا کچھ اعتبار نہیں۔

☆ لوگوں کے اعمال واخلاق سے جمادات کا متاثر ہونا محققین کے نزدیک ایک ثابت امر ہے۔ حضرت شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ نے اس بارے میں بہت تحقیقات کی ہیں۔ یہ تاثر اس درجہ تک ہے کہ اگر ایک شخص نماز کو جو افضل عبادات ہے، ایسے جگہ میں ادا کرے جو ایک جماعت کے اعمال واخلاق ناپسندیدہ سے متاثر ہوگئی ہو تو اس نماز کا جمال اور رونق اُس نماز کے برابر نہیں جو ایسی جگہ میں ادا کی جائے جو ارباب جمعیت کی برکت سے متاثر ہو۔ یہی سبب ہے کہ حرم مکہ میں دو رکعت نماز غیر حرم میں بہت سی رکعتوں کے برابر ہے۔

☆ ایک روز آپ نے ایک شخص سے کہا کہ اگر تمہیں حضرت خواجہ بہاؤالدین قدس سرہ کی صحبت میں ایک نسبت حاصل ہو جائے۔ اس کے بعد تم کسی دوسرے بزرگ کی خدمت میں چلے جاؤ اور اس کی صحبت میں بھی وہی نسبت پھر حاصل ہو جائے تو تم کیا کرو گے؟ کیا خواجہ بہاءالدین رحمۃ اللہ علیہ کو چھوڑ دو گے۔ پھر آپ ہی نے فرمایا؛ کہ کسی دوسری جگہ سے اگر تمہیں وہی نسبت حاصل ہو۔ تمہیں چاہیے کہ اُس کو حضرت خواجہ بہاءالدین سے سمجھو اور یہ حکایت بیان کی کہ قطب الدین حیدر کے ایک مرید شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی خانقاہ میں گیا وہ نہایت بھوکا تھا۔ اس نے اپنے پیر کے گاؤں کی طرف منہ کر کے کہا۔ شیئاً للّٰہ قطب الدین حیدر شیخ شہاب الدین کو جو اس کا حال معلوم ہوا تو اپنے خادم کو حکم دیا کہ وہ کھانا اُس کے پاس لے جائے۔ جب وہ درویش کھانا کھا کر فارغ ہوا تو پھر اپنے پیر کے گاؤں کی طرف منہ کر کے کہا۔ شکراللّٰہ قطب الدین حیدر۔ کہ آپ نے ہم کو کسی جگہ نہیں چھوڑا۔ جب خادم حضرت شیخ کے پاس گیا تو آپ نے پوچھا کہ تم نے اس درویش کو کیسا پایا؟ خادم نے عرض کیا کہ وہ مہمل شخص ہے۔ کھانا تو آپ کا کھاتا ہے مگر شکر قطب الدین حیدر کا کرتا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ مریدی اُس سے سیکھنی چاہیے کہ ظاہری و

باطنی فائدہ جس جگہ سے پائے، اُسے اپنے پیر کی برکت سے ہی سمجھے۔

☆ ایک روز سادات کی توقیر و تعظیم کے بارے میں فرمارہے تھے کہ جس بستی میں سادات رہتے ہوں۔ میں اُس میں نہیں رہنا چاہتا۔ کیونکہ ان کی بزرگی اور شرف زیادہ ہے۔ میں ان کی تعظیم کا حق بجا نہیں لاسکتا اور یہ واقعہ بیان کیا کہ؛

ایک روز امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ درس کی مجلس میں کئی بار اُٹھے۔ کسی کو اس کا سبب معلوم نہ ہوا۔ آخر کار حضرت امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک شاگرد نے دریافت کیا۔ حضرت امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ سادات علوی کا ایک لڑکا اُن لڑکوں میں ہے جو مدرسہ کے صحن میں کھیل رہے ہیں۔ وہ لڑکا جب اس درس کے قریب آتا ہے اور اس پر میری نظر پڑتی ہے تو میں اس کی تعظیم کے لیے اٹھتا ہوں۔

☆ کشف قبور یہ ہے کہ صاحب قبر کی روح مثالی صورتوں میں سے کسی مناسب صورت کے ساتھ متمثل ہو جاتی ہے۔ صاحب کشف اُس کو بصارت کی آنکھ سے اُسی صورت میں مشاہدہ کرتا ہے۔ لیکن چونکہ شیطانوں کو مختلف صورتوں اور شکلوں کے ساتھ متمثل و متشکل ہو جانے کی قوت ہوتی ہے۔ اس لیے ہمارے خواجگان قدس اللہ اروا حہم نے اس کشف کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ اصحاب قبور کی زیارت میں اُن کا طریقہ یہ ہے کہ جب وہ کسی بزرگ کی قبر پر پہنچتے ہیں تو اپنے تئیں تمام کیفیتوں اور نسبوں سے خالی کر کے انتظار میں بیٹھ جاتے ہیں کہ کیا نسبت ظاہر ہو۔ اُس نسبت سے صاحب قبر کا حال معلوم کر لیتے ہیں اور بے گانوں کی صحبت میں بھی اُن کا یہی طریقہ ہے کہ جو شخص اُن کے پاس بیٹھے وہ اپنے باطن پر نظر ڈالتے ہیں۔ جو کچھ اس شخص کے آنے کے بعد ظاہر ہو وہ جان لیتے ہیں کہ یہ اُس کی نسبت ہے۔ اور ہمارا اس میں کچھ دخل نہیں ہے۔ اس نسبت کے مطابق لطف یا قہر اس سے پیش آتے ہیں۔

☆ محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ موت کے بعد اولیاء اللہ ترقی کرتے ہیں۔

☆ اس سلسلہ کے خواجگان قدس اللہ ہر ریاکار و بازی گر کی طرف نسبت نہیں رکھتے۔ ان کا کارخانہ بلند ہے۔

☆ ہر زمانہ میں رجال غیب صالحین میں سے اُس شخص کی صحبت میں رہتے ہیں جو عزیمت

پر عمل کرتا ہے۔ یہ گروہ رخصت سے بھاگتا ہے۔ رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام ہے۔ ہمارے خواجگان قدس اللہ ارواحہم کا طریقہ عزیمت ہے۔

☆ جس وقت آپ عزیمت و احتیاط کے طریق سے کوئی کام کرتے تو فرماتے کہ لقمہ و طعام میں احتیاط کرنا ضروریات سے ہے۔ چاہیے کہ کھانا پکانے والا باوضو ہو۔ وہ شعور و آگاہی سے لکڑی چولھے میں رکھے اور آگ جلائے۔ جس پکانے میں غصہ یا پریشان باتیں ظہور میں آئیں حضرت خواجہ بہاء الدین قدس سرہ اُس کھانے کو نہ کھاتے اور فرماتے کہ اس کھانے میں ظلمت ہے۔ ہمیں اس کا کھانا جائز نہیں۔

☆ چاہیے کہ مرید کی توجہ پیر کے دو ابرو کے درمیان ہو اور پیر کو تمام اوقات اور احوال میں آگاہ و حاضر سمجھے تا کہ پیر کی بزرگی اور عظمت اُس میں تصرف کرے اور جو چیز پیر کے حضور میں نامناسب ہو وہ مرید کے باطن سے کوچ کر جائے اور اس امر کے کمال کے سبب سے یہ حال ہو جائے کہ پیر و مرید کے درمیان سے حجاب اٹھ جائے اور پیر کی تمام مرادیں اور مقاصد بلکہ اُس کے احوال و مواجید مرید کے مشاہدہ و معائنہ میں آ جائیں۔

☆ ردی خطرات اور طبعی مقتضیات میں گرفتاری سے خلاصی کا طریق تین چیزوں میں سے ایک ہو سکتی ہے۔ اول یہ کہ اعمال خیر جو اس گروہ نے مقرر کیے ہیں اُن میں سے ہر ایک عمل اپنے اوپر لازم کرے اور ریاضت کا طریق اختیار کرے۔ دوسرے یہ کہ اپنی قوت و طاقت کو درمیان سے اٹھا دے اور جان لے کہ میں ایسا نہیں کہ خود بخود اس بلا سے خلاصی حاصل کر سکوں اور عاجزی و محتاجی کے طور پر ہمیشہ حق سبحانہ کی جناب میں تضرع اور انکساری کرے تا کہ حق سبحانہ اُس کو اس بلا سے نجات دے۔ تیسرے یہ کہ اپنے پیر کی ہمت و باطن سے مدد طلب کرے اور اُس کو اپنی توجہ کا قبلہ بنائے۔ اس تقریر کے بعد آپ نے حاضرین سے پوچھا کہ ان تین طریقوں میں سے بہتر کون سا ہے۔ پھر آپ ہی فرمایا کہ پیر کی ہمت سے مدد مانگنا اور اس کی طرف متوجہ ہونا بہتر ہے۔ کیونکہ طالب اس صورت میں اپنے تئیں حق سبحانہ کی طرف توجہ سے عاجز سمجھ کر پیر کو اس توجہ اور حق سبحانہ کی جناب میں وصول کا وسیلہ بناتا ہے۔ یہ امر حصول نتیجہ کے قریب تر ہے۔ جو کچھ طالب کا مقصود ہے اس تقریر پر زیادہ جلدی مترتب ہوگا کیونکہ وہ ہمیشہ پیر کی ہمت سے مدد طلب کرنے والا ہوگا

☆ عبادت سے مراد یہ ہے کہ اوامر پر عمل کریں اور نواہی سے پرہیز کریں۔ عبودیت سے مراد حق سبحانہ کی جانب کی طرف ہمیشہ توجہ و اقبال ہے۔

☆ شریعت، طریقت، حقیقت تین چیزیں ہیں۔ ظاہر پر احکام کا جاری کرنا شریعت ہے۔ جمعیت باطن میں تمحمل و تکلف طریقت ہے اور اس جمعیت میں رسوخ حقیقت ہے۔

☆ علم دو ہیں۔ علم وراثت اور علم لدنی۔ علم وراثت وہ ہے جس سے پہلے کوئی عمل ہو۔ چنانچہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

**ترجمہ:** جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو وارث بناتا ہے۔ اُس علم کا جو اُسے معلوم نہیں"

اور علم لدنی وہ علم ہے جس سے پہلے کوئی عمل نہ ہو۔ بلکہ بغیر کسی سابق عمل کے حق سبحانہ محض عنایت بے علت سے اپنے پاس سے بندے کو کسی خاص علم کے ساتھ مشرف کرے۔ چنانچہ حق سبحانہ کا ارشاد ہے:

" وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا " ﴿ سورۃ کہف، ۶۵ ﴾

**ترجمہ:** اور سکھایا تھا ہم نے اُس کو اپنے پاس سے علم۔

آپ نے فرمایا کہ علم کی طرح اجر بھی دو قسم کا ہے۔ اجر ممنون اور اجر غیر ممنون۔ اجر ممنون وہ ہے جو کسی عمل کے مقابلہ میں نہ ہو بلکہ محض موہبت ہو اور اجر غیر ممنون وہ ہے جو کسی عمل کے مقابلہ میں ہو۔

☆ فنائے مطلق کے معنی یہ نہیں کہ صاحب فنا کو اپنے اوصاف و افعال کا شعور نہ ہو بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بطریق ذوق اپنے آپ سے اوصاف و افعال کے اسناد کی نفی کرے اور فاعل حقیقی جل ذکرہ کے لیے اسناد ثابت کرے۔ وہ جو صوفیہ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم نے فرمایا ہے کہ نفی اثبات کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتی اُس کے یہی معنی ہیں۔ آپ نے مثال کے طور پر فرمایا کہ یہ کپڑا جو میں پہنے ہوئے ہوں، عاریتی ہے اور مجھے اس کے عاریتی ہونے کا علم نہیں اور اس سبب سے کہ اس کو میں اپنی ملک سمجھتا ہوں۔ اس سے تعلق رکھتا ہوں۔ ناگاہ مجھے اس کپڑے کے عاریتی

ہونے کا علم ہو گیا۔ اُسی وقت میرا تعلق اس سے منقطع ہو گیا۔ حالانکہ میں بالفعل پہن رہا ہوں۔
اسی پر تمام صفات کو قیاس کرنا چاہیے کہ سب عاریتی ہیں تاکہ غیر حق سبحانہ سے دل منقطع ہو جائے
اور پاک و مطہر ہو جائے۔

☆ وصل حقیقت میں یہ ہے کہ دل بطریق ذوق حق سبحانہ کے ساتھ جمع ہو جائے اور جب
یہ بات دائم ہو جائے تو اسے دوام وصل بولتے ہیں۔ نہایت یہی ہے۔ وہ جو حضرت خواجہ
بہاء الدین قدس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔ اس سے
مراد یہی نہایت ہے۔ اور وہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ ہم محض قبولیت کا واسطہ ہیں۔ ہم سے منقطع
ہونا چاہیے اور مقصود سے ملنا چاہیے، یہی وصل ہے۔

☆ تجلی کے معنی کشف ہیں۔ اس امر کا ظہور دو طرح سے ہو سکتا ہے۔ ایک کشف عیانی جو
دارجزا میں سر کی آنکھ کے ساتھ مقصود کے جمال کا مشاہدہ ہے۔ دوسرے یہ کہ غلبہ محبت کے ساتھ
غائب کو کثرت سے حاصل کرنے کے ذریعہ سے وہ غائب مثل محسوس کے ہو جائے کیونکہ خواص
محبت میں سے ہے کہ وہ غائب کو مثل محسوس کر دیتی ہے۔ دنیا میں ارباب کمال کے قدم کی انتہاء
یہی ہے۔

☆ اگر ہم شیخی کرتے تو اس زمانہ میں کسی شیخ کو مرید نہ مل سکتا۔ لیکن ہمیں اور کام کا حکم ملا
ہے کہ مسلمانوں کو ظالموں کے شر سے بچائیں۔ اس واسطے ہمیں بادشاہوں سے میل جول رکھنا اور
ان کے نفوس کو مسخر کرنا اور اس عمل کے ذریعہ سے مسلمانوں کی مطالب بر آری ضروری ہے۔

☆ حق سبحانہ نے محض عنایت سے مجھے ایسی قوت عطا کی ہے کہ اگر میں چاہوں تو ایک
رقعہ سے بادشاہ خطا کو جو الوہیت کا دعویٰ کرتا ہے، ایسا کر دوں کہ بادشاہت چھوڑ کر ننگے پاؤں خطا
سے خار و خاشاک میں دوڑتا ہوا اپنے تئیں میرے آستانہ پر پہنچے لیکن باوجود اس قوت کے ہم خدا
کے حکم کے منتظر ہیں۔ جس وقت وہ چاہے اور حکم دے، وقوع میں آئے گا۔ اس مقام کے لیے
ادب لازم ہے اور ادب یہ ہے کہ بندہ اپنے تئیں حق سبحانہ کے ارادہ کا تابع بنائے نہ کہ حق تعالیٰ کو
اپنے ارادہ کا تابع بنائے۔

# حضرت مولانا محمد زاہد وخشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 852 ہجری، 1448ء بمقام : وخش نزد بخارا

وصال : یکم ربیع الاول 939 ہجری، 1532ء مزار اقدس : وخش نزد بخارا ازبکستان

حضرت مولانا محمد زاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت یعقوب چرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نواسے تھے۔ حضرت خواجہ احرار سے بیعت سے قبل کئی سال تک خوب ریاضت و مجاہدے میں مصروف رہے اور شب بیداری کرتے رہے۔ آخر اشارہ غیبی پاکر خواجہ احرار کی طرف روانہ ہوئے تاکہ آپ سے بیعت کریں۔ خواجہ احرار آپ کی آمد کی اطلاع باطنی طور پر پاکر آپ کے استقبال کے لیے نکلے۔ خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولانا کو اپنی بیعت سے نوازا اور روحانی فیوض و برکات آپ تک منتقل فرماکر اسی وقت خرقہ خلافت عنایت فرماکر آپ کو رخصت کردیا۔ چنانچہ مولانا کو خواجہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دوبارہ شرف ملاقات نصیب نہ ہوا۔ حضرت مولانا نے حضرت یعقوب چرخی کے دوسرے خلفاء سے بھی کافی اکتساب فیض کیا اور زہد و ریاضت میں مصروف رہ کر اسم باسمّٰی بن گئے۔ اس کے بعد آپ خلق خدا کی رہنمائی میں مصروف ہوگئے۔ آپ نے 939 ہجری میں دنیا کو خیرآباد کہا۔ آپ کا مزار پر انوار وخش میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

# ارشاداتِ عالیہ

1)۔ جب آپ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کے آستانہ کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا

زاہد بہ بہشت خلوت و دامن زپا کشید
چوں از بہار دامن صحراء بہشت شد

**ترجمہ** :۔ "جیسے ہی دامن صحراء موسم بہار کے باعث جنت نظیر ہوا۔ زاہد نے گوشہ نشینی کے آٹھ پردوں سے قدم باہر نکالا"

2)۔ آپ کو خبر پہنچی کہ سلطان محمود مرزا حاکم بدخشاں نے اپنے بھائی سلطان احمد مرزا سے جنگ کرنے کی غرض سے سمرقند کا محاصرہ کرنے کا ارادہ کیا ہے تو آپ نے مرزا سلطان محمود کو یہ پیغام ارسال فرمایا:

" اس عرضداشت کے ذریعے یہ فقیر حضرت مخدوم زادہ کے ملازمین کی خدمت میں ظاہر کرتا ہے کہ اکابر اولیاء اللہ نے شہر سمرقند کو محفوظ و پرامن جگہ کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ لہذا آپ کا فتح سمرقند کا ارادہ کرنا مناسب نہیں ہے اور جب خدائے پاک نے اس کا حکم نہیں دیا نہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت میں ایسی کوئی ہدایت وارد ہوئی ہے تو آپ کا اپنے بھائی پر تلوار اٹھانا کس حد تک مناسب ہے۔ یہ فقیر آپ کی خیر خواہی میں کئی مرتبہ آپ کی خدمت میں عرض کر چکا ہے مگر قبولیت کی حد تک نہیں پہنچا لوگوں کی باتوں میں آ کر آپ کا اس ملک کے فتح کرنے کا قصد کرنا اور اس فقیر کے معروضہ کو قبول نہ کرنا ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے حالانکہ میں نے آپ کی خدمت میں آپ کی خیر خواہی کے لیے عرض کیا ، لوگ

جو کچھ کہتے ہیں محض اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے کہتے ہیں۔ سمرقند میں بہت سے بزرگان دین، فقراء و مساکین ہیں انہیں اور زیادہ تنگ کرنا مناسب نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ کسی دل کو صدمہ پہنچے اور دردمند دل کی آہ جو کچھ کر سکتی ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ خدا کے نیک بندوں اور عام طور سے سب مسلمانوں کے دلوں کو اس سے تکلیف ہوگی اس لیے آپ اس ارادہ سے باز آ جائیں اور خدا سے ڈریں۔ فقیر کی اس بات کو جو بے غرض اور محض للہیت کی وجہ سے ہے مان لیں اور دونوں بھائی آپس میں اتفاق کر کے ایک دوسرے کی مدد کریں تا کہ خدا تعالیٰ راضی ہو۔ پھر ایک دل اور متفق ہو کر ان کاموں کو جو ادھورے پڑے ہیں پورا کریں۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جن پر وہ اپنی بہت کچھ عنایت رکھتا ہے۔ ان کی جفا اور لڑائی کے ارادے کو اپنے ساتھ جنگ کا ارادہ اور ظلم کرنا فرماتا ہے۔ چنانچہ صحاح ستہ کی حدیث میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

بہ پیش چشم چو خاکسترم میا گستاخ
کہ ہست در تنگ او آتشے و دریائے

**ترجمہ:** '' لوگوں کی نظر میں اگر چہ میں خاک کی مانند ہوں لیکن تو ارادۂ گستاخی کو دور رکھ کہ اس راکھ کے نیچے آگ اور پانی کا ایک دریا موجود ہے۔''

سلطان محمود مرزا نے آپ کا حکم نہ مانا اور شکست سے دوچار ہوا۔

فرمایا)۔ خانوادۂ اولیائے نقشبند بڑا صاحب تصرف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے دل کے ارادہ کے مطابق کام کر دیتا ہے۔ اور یہ خانوادہ کسی اور کا مطیع نہیں ہے۔

# حضرت خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 876ہجری بمقام : وخش نزد بخارا

وصال : 29 محرم 975ہجری مزار اقدس : استقرار، ماورالنہر (ترکی)

آپ حضرت خواجہ محمد زاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھانجے تھے۔ آپ بیعت سے پہلے پندرہ سال ریاضت ومجاہدات میں مشغول رہے اور یہ عرصہ جنگلوں اور ویرانوں میں گزارا۔ ایک روز بھوک سے سخت مجبور تھے۔ آسمان کی طرف منہ کیا۔ فوراً حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر صبر وقناعت مطلوب ہے تو خواجہ محمد زاہد کے پاس چلے جاؤ۔ وہ تمہیں صبر وقناعت سکھلائیں گے پس وہ ان کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی اور طریقت کی تعلیم کی تکمیل میں مصروف ہوگئے اور حضرت خواجہ محمد زاہد سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ کے وصال کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے اور سینکڑوں لوگوں کو راہ حق کی طرف لائے۔

آپ کا وصال 975ہجری میں ہوا۔ مزار مبارک "استقرار" میں ہے جو کہ "بستر" شہر (ترکی) کے مضافات میں ہے۔

# حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ

ولادت : 918 ہجری بمطابق 1512ء بمقام : امکنگ

وصال : 22 شعبان 1008 ہجری، 1600ء مزار اقدس : امکنگ، ازبکستان

آپ کا اسم مبارک خواجگی ہے جس کے لفظی معنی منسوب بہ خواجہ ہیں۔آپ موضع امکنگ میں رہا کرتے تھے۔جو بخارا کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔اس گاؤں کی طرف منسوب کرکے آپ کو امکنگی بولتے ہیں۔آپ کی تربیت ظاہری و باطنی اپنے والد بزرگوار خواجہ درویش محمد قدس سرہٗ سے ہوئی اوران ہی سے آپ کو خلافت ہے۔

آپ تیس برس تک مسند خلافت پر رونق افروز رہے۔اگرچہ معمر ہوگئے تھے مگر آنے جانے والوں کی خدمت خود کیا کرتے تھے۔مہمانوں کے لیے کھانا خود لاتے بلکہ بسا اوقات مہمانوں کے خادموں اور سواریوں کی بھی خود خبر گیری کیا کرتے تھے۔آپ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ کے اصل طریقہ کے پابند تھے۔اور ذکر جہر وغیرہ محدثات طریقہ سے پرہیز کرتے تھے۔عابد و زاہد اور صاحب کرامت وخوارق تھے۔اپنے حالات کے اخفاء میں بہت کوشش کرتے تھے۔اپنے وقت میں طالبان طریقت کے مرجع تھے۔تصرف باطنی کا یہ عالم تھا کہ علماء و فضلاء اور امراء و فقراء استفاضہ کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔بلکہ ملوک وسلاطین آپ کے آستانہ عالیہ کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے تھے۔

عبداللہ خان والیِ توران نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان خیمہ کھڑا ہے۔جس میں جناب رسالت مآب علیہ التحیۃ والثنا تشریف رکھتے ہیں۔ایک بزرگ بارگاہ کے دروازے پر بطور دیوان خدمت بجا لا رہے ہیں اور خلائق کے معروضات حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کرکے جواب لا رہے ہیں۔چنانچہ حضور ﷺ نے اس بزرگ کے ہاتھ میں ایک تلوار مجھے ارسال فرمائی اور انہوں نے آکر میری کمر میں لٹکا دی۔اس کے بعد عبداللہ خاں کی آنکھ کھل گئی۔خان موصوف نے اُس بزرگ کا حلیہ بتا کر تلاش شروع کی۔آخرکار اس کے ایک

مصاحب نے عرض کیا کہ اس حلیہ کے بزرگ مولانا خواجگی ہیں۔ بادشاہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ ہدایہ پیش کیا لیکن مولانا نے انکار کر دیا تب بادشاہ نے آیہ کریمہ "أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ أَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ" تلاوت کی تو آپ نے مجبوراً قبول فرمالیا۔

حضرت مولانا نے اپنی وفات سے چند روز پیشتر اپنے خلیفہ خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کو ایک خط میں یہ دو شعر تحریر فرمائے ۔

زماں تا زماں مرگ یاد آیدم　　ندانم کنوں تا چہ پیش آیدم

جدائی مبادا مرا از خدا　　دگر ہر چہ پیش آیدم شایدم

**ترجمہ:** " مجھے ہر گھڑی موت یاد آتی ہے۔نہیں معلوم کہ اب کیا بات پیش آئے۔ مجھے ہر دم وصل خدا رہے اور جو کچھ پیش آتا ہے، پیش آئے"

اس خط کے پہنچتے ہی حضرت کی وفات کی خبر خواجہ ممدوح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہنچی ۔ آپ کی عمر نوے سال کی تھی۔ تاریخ وصال 1008 ہجری ہے۔ آپ کا مولد و مرقد قریہ امکنگ میں ہے

## ارشادات عالیہ

☆۔فقر کی حلاوت و شرینی قناعت میں ہے۔☆۔ کچی قسم کھانا شریعت مطہرہ میں جائز ہے۔ لہذا شرعی کام میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔☆۔ایک دن ایک صاحب نے عرض کیا کہ مسجد کا راستہ اونچائی پر ہے۔اور حضرت کو بڑھاپے کے باعث کمزوری لاحق رہتی ہے۔اگر عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں مسجد میں ادا کر کے ایک ہی بار واپس آ جایا کریں تو زیادہ بہتر ہو کہ تین بار آنا جانا مشکل ہے۔آپ نے ارشاد فرمایا: جیسی نمازیں ہم پڑھتے ہیں۔اس میں بس مسجد میں آنا جانا ہی تو کام ہے۔باقی ہماری نمازوں میں کیا رکھا ہے؟ ☆۔جو چیز جوانی کے زمانہ میں حاصل کرنے کی ہے اگر وہ کسی نے بڑھاپے کے زمانے میں حاصل کی تو اس نے جوانی کا پاس کیا اور وہ پہلوان ہے ☆۔ ریاضت اتنی کرنی چاہیے کہ رخسار چمکے نہ کہ چہرہ کملا جائے اور چہرے کا رنگ دیکھتے ہی ریاضت و عبادت کرنے کا راز افشاء ہو جائے۔

# بلاد ہند میں

# نسبت نقشبندیہ کا ظہور

سولہویں صدی عیسوی میں ہندوستان پر مغلوں کی حکومت تھی۔ جلال الدین اکبر اس وسیع و عریض سلطنت کا بادشاہ تھا۔ اس کے دربار میں ہندو راجاؤں کا غلبہ تھا۔ حتیٰ کہ اس کے محلسرائے کی باثر رانیاں بھی ہندو گھرانوں سے تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شہنشاہ اکبر نے مشرکانہ رسوم و روایات اختیار کر لیں اور بمصداق "اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ" رعایا بھی صحیح اسلامی اور مشرکانہ رسوم میں تمیز کرنے سے عاری ہوگئی۔ درباری علماء اہل ہوس تھے۔ اسلامی علوم سے بے بہرہ بادشاہ کو ٹوکنے کی کسی کو جرأت نہ تھی۔ نوجوان شہزادہ سلیم (نور الدین جہانگیر) بھی اسی رنگ میں رنگا گیا اور وہ بھی اپنی ابتدائی زندگی میں مذہب اسلام سے اتنا ہی بے گانہ تھا جتنا کہ اس کا باپ شہنشاہ اکبر۔

## حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

## کا

## ہندوستان میں ورود مسعود

کفر و شرک کی تاریکیاں جب کشور ہندوستان میں ہر طرف پھیلنے لگیں اور مغل شہنشاہوں نے اپنی تائید و حمایت سے ان کی گہرائیوں میں اضافہ کرنے کی ٹھان لی تو اللہ تعالیٰ کی

رحمت جوش میں آئی اور ان کی اصلاح کا سامان فراہم کردیا۔ اطراف سمرقند سے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز اپنے مرشد حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق روانہ ہوئے اور دارالحکومت دہلی میں پہنچ کر سکونت اختیار کرلی۔

خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت باسعادت کابل میں 971 ہجری میں ہوئی۔ ابتداء میں کابل سے سمرقند تشریف لائے۔ علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد باطنی علوم حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کیے۔ بچپن ہی سے آپ کے چہرۂ مبارک سے آثار ولایت ہویدا تھے۔ اکثر گوشہ تنہائی میں بیٹھے رہا کرتے اور بہت سادہ زندگی گزارتے تھے۔

حضرت خواجہ ابھی کمسن تھے کہ شوق طریقت انہیں ماوراءالنہر میں کھینچ لایا، جو اس وقت بزرگانِ دین کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں بہت سے مشائخ وقت سے ملے اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ ان بابرکت صحبتوں کا حال حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ پہلے پہل خواجہ عبید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو مولانا لطف اللہ کے خلفاء سے تھے کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوا مگر طبیعت بدستور بے قرار تھی۔ دوسری بار حضرت شیخ سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت احمد یسوی کے خاندان میں سے تھے، کے پاس پہنچا اور حالات گوش گذار کیے، وہ رضامند نہ ہوتے تھے، چونکہ میرا ارادہ مصمم تھا، ناچار حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ادھر متوجہ ہوئے اور میرے لیے استقامت کی دعا فرمائی۔ کہتے ہیں کہ ان کی ملاقات سے بھی سکون حاصل نہ ہوا اور تیسری بار حضرت امیر عبداللہ بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا، جہاں دھڑکتے ہوئے دل کو قدرے سکون نصیب ہوا۔

انہی ایام کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تصوف کی کوئی کتاب دیکھ رہے تھے کہ اچانک نگاہوں میں بجلی سی کوندگئی یہ از خود رفتہ ہوگئے اور اس عالم میں دیکھا کہ امام طریقت حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روبرو کھڑے شرف زیارت بخش رہے ہیں ،اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اُن سے روحانی فیض لے رہے ہیں، بس پھر کیا تھا، یہ گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ دل میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت تھی اور سر میں اُن کا سودا تھا۔ قرار ہو تو کیسے، چین آئے تو کیونکر، آج ماوراءالنہر میں ہیں تو کل ملتان اور کبھی لاہور میں

سرگرداں ہیں، حضرت خواجہ کے ایک خادم جوان ایام میں ان کی ہمراہی میں تھے آنکھوں دیکھا حال بتاتے ہیں کہ سالکوں اور مجذوبوں کی تلاش میں حضرت خواجہ باوجود کم سنی اور نازک تنی اس قدر علو ہمتی سے مصروف تھے کہ ان کی جواں مردی پر حیرت ہوتی تھی۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ برسات کا موسم تھا کیچڑ کی کثرت سے لاہور کے گلی کوچوں میں گذرنا دشوار تھا۔ تھک کر چور ہو گیا تھا مگر بوجہ پاس ادب حضرت خواجہ سے لب ہلانے کی جرات نہ ہوتی تھی اور حضرت خواجہ تھے کہ اس کٹھن منزل کو برق رفتاری سے طے کرتے جا رہے تھے۔

لاہور کے قیام کے چند ایک واقعات حضرت کے دوسرے رفیق بیان کرتے ہیں کہ لاہور کے باہر ایک قبرستان میں ایک عجیب مجذوب رہتے تھے۔ حضرت کو معلوم ہوا تو حاضر ہوئے مجذوب نے دیکھا تو گالیاں دینے لگے اور کبھی پتھر پھینکتے۔ وہ آگے آگے تھے اور حضرت پیچھے پیچھے، آخر حضرت نے زیر کر لیا۔ دیوانہ صورت مجذوب نے حضرت کو توجہ اور دعا سے نوازا، جس کی برکت سے حضرت خواجہ کو بے حساب فوائد حاصل ہوئے۔ حضرت ایک روز لاہور کی ایک مسجد میں فریضہ نماز ادا کرنے کے لیے تشریف لائے، قیام کے دوران میں حضرت کے سینۂ پاک سے ایک ایسی مہیب آواز نکلی کہ تمام نمازی دہل گئے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بوجہ شرمندگی اور افشائے راز امام کے سلام پھیرتے ہی مسجد سے فوراً باہر نکل گئے۔ ایک اور بزرگ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ کے ساتھ جو لوگ نماز میں شریک ہوتے تھے ان میں سے ایک وہ بھی تھے، یہ صاحب ایک روز کیا دیکھتے ہیں کہ قیام نماز میں حضرت خواجہ کا رخ مبارک قبلہ کی طرف بھی ہے اور نمازیوں کی طرف بھی۔ گویا ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ مارے خوف کے یہ صاحب کانپ گئے جوں توں نماز پوری کی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ "نماز میں جو کچھ دیکھا ہے کسی پر ظاہر نہ کرنا"۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں یہ خواص بوجہ کمال محبت و اتباع جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو گئے تھے کہ بحالت نماز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ انور سے ایک ایسا جوش اٹھتا تھا کہ جس کی آواز دور تک پہنچتی تھی اور یہ بھی حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح سامنے دیکھتے تھے، اسی طرح پیچھے سے بھی ہر چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی دیتی تھی۔ لیکن حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فضیلت ہر وقت

حاصل تھی، اور حضرت خواجہ نماز کے عالم میں آ گئے، پیچھے دونوں رخ دیکھتے تھے۔

**بیعت:**

اگرچہ تھوڑے ہی دنوں کی ریاضت و عبادت نے حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مشائخیت کی مسند پر بٹھا دیا تھا اور طالبانِ حق کی رہنمائی کر سکتے تھے مگر سلوک و طریقت کی جو "منزل" ان کے سامنے تھی، اس کا تقاضا تھا کہ حضرت خواجہ مزید کاملینِ حق کی صحبت سے فیض حاصل کریں۔ چنانچہ حضرت رہبرِ کامل کی تلاش میں ماوراء النہر اور بلخ و بدخشاں کی طرف بڑھے۔ شوق کی فراوانی کا یہ عالم تھا کہ جذبۂ صادق فرضِ راہ اور منزلِ مقصود مشعلِ راہ بنی ہوئی تھی اور مسافر کو پکار رہی تھی کہ ادھر آؤ کہاں بھٹک رہے ہو۔ یہ عالم خواب سے چونک پڑے، دیکھا کہ ماوراء النہر کے مشہور صوفی درویش حضرت خواجہ امکنگی تشریف فرما ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اے فرزند ہماری آنکھ تمہاری راہ پر لگی ہے۔ یہ خواب میں اشارہ پاتے ہی ان کی طرف بڑھے اور تین دن اُن کی صحبت میں رہے۔ منزل آشنا تھے ہی، منزل رسیدہ بھی ہو گئے۔ حضرت خواجہ امکنگی انہیں خلافت اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی برکات سونپ کر بولے "آپ ہندوستان تشریف لے جائیں کیونکہ وہاں آپ سے اس طریقہ عالیہ کو رواج ہوگا"۔

حضرت خواجہ امکنگی کی اس عنایت بے بہا کا چرچا جب ممدوح کے خدمتگاروں نے سنا تو مارے رشک کے غل مچانے لگے۔ کہ حضرت خواجہ کل آئے اور آج خلافت لے کر چلے گئے۔ حضرت قبلہ نے سنا تو بولے "تم لوگوں کو معلوم نہیں، یہ جوان درجہ تکمیل کو پہنچا ہوا تھا۔ ہمارے پاس محض اصلاحِ احوال کے لیے بھیجا گیا تھا۔ یہ ضرور ہے جو طالب جیسا آئے گا ویسا جائے گا"

**رشد و ہدایت:**

پیرو مرشد کے حکم کے مطابق حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لاہور میں کچھ عرصہ قیام فرما کر دہلی کی طرف روانہ ہو گئے اور قلعہ فیروزی میں سکونت اختیار کی اور تا دمِ رحلت یہیں مقیم رہے، اور طالبانِ حق کو ہدایت فرماتے رہے۔ عشقِ الٰہی میں حضرت کے جذب و سکر کی یہ کیفیت تھی کہ اکثر طالب حضرت کا چہرہ مبارک دیکھ کر مجذوب و مغلوب ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک لشکری

حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نگاہ پاک کا اٹھنا تھا کہ وہ جذب وبے خودی سے مغلوب ہو کر صحرا کی طرف نکل گیا۔

ایک دفعہ منبر پر کھڑے ہوئے خطیب پر نظر پڑ گئی۔ فی الفور تڑپ کر نیچے گر پڑا۔ سفر میں عموماً اپنی سواری پیدل چلنے والے بوڑھوں اور کمزوروں کو پیش کر دیتے اور خود پیادہ پا چلتے۔

ایک روز درگاہ عالیہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قطب الاقطاب پر تشریف لے گئے۔ خدام نے حضرت کے لیے فرش بچھا دیا۔ کہیں سے ایک آزاد منش فقیر بھی آ نکلا، حضرت کی اس عزت افزائی پر چیں بجبیں ہو کر بولا ''ان میں کون سا ایسا وصف ہے جو فرش بچھائے گئے ہیں؟'' اور لگا واہی تباہی بکنے۔ خدام اس کی زبان درازی پر پیچ وتاب کھا رہے تھے کہ حضرت نے اُسے بہت نرمی سے فرمایا کہ بھائی تم سچ کہتے ہو میں اس لائق نہیں ہوں۔ یہ تکلف میرے علم کے بغیر ہوا ہے۔'' بوجہ غصہ اس کی پیشانی پسینہ سے شرابور تھی۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آستین مبارک سے اس کا پسینہ صاف کر رہے تھے اور اظہار تواضع بھی فرما رہے تھے حتیٰ کہ اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کچھ دام لے کر چلا گیا۔

## رحم وکرم:

حضرت کی شفقت ورحمدلی کا یہ عالم تھا کہ جن ایام میں لاہور میں رہتے تھے۔ وہاں ایک مرتبہ قحط پڑ گیا۔ جب حضرت کے روبرو طعام آتا، کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے اور فرماتے کہ یہ اخلاق اور انصاف سے بعید ہے کہ لوگ تو بھوکے رہیں اور ہم پیٹ بھر کر کھائیں اور کھانا عوام میں تقسیم فرما دیتے۔

حضرت کے پڑوس میں ایک شرارتی شخص رہتا تھا، بحالت نشہ شور وغل مچاتا، حضرت یہ سب برداشت فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت کے کسی درویش نے یہ حال دیکھ کر اُسے کوتوالی میں پکڑوا دیا۔ حضرت نے سنا تو درویش پر بہت بگڑے، وہ بولا ''حضرت وہ شخص بڑا نالائق اور شریر تھا'' حضرت نے سرد آہ بھر کر فرمایا ''تم خود کو نیک اور صالح جانتے ہو، دوسرے شریر وفاسق نظر آتے ہیں تمہیں، فرمایا، میں اپنے آپ کو اُس سے برا پاتا ہوں۔'' درویش اُسی وقت مذکورہ شخص کو رہا کرا لایا، کہتے ہیں کہ وہ شخص تائب ہو کر صالحین میں شامل ہو گیا۔

ایک شب تہجد کی نماز کے بعد بستر کی طرف بڑھے، دیکھا کہ بلی سردی کے خوف سے لحاف میں دبکی پڑی ہے۔ حضرت نے یہ گوارانہ فرمایا کہ بے زبان کو تکلیف دیں۔ اور بقیہ رات پٹی سے لگ کر بسر کی اور سردی برداشت کرتے رہے اور بلی مزے سے حضرت کے بستر میں آرام کرتی رہی۔

امرائے وقت اکثر حضرت کی خدمت میں فتوحات بھیجتے، حضرت اس مال کو محتاجوں اور مسکینوں میں تقسیم فرمادیتے۔ البتہ جس مال میں "شبہ" ہوتا اُسے لوٹا دیتے۔

ایک دفعہ حج مبارک کا ارادہ فرمایا، رئیس خان خاناں کو جب اطلاع ملی تو زادِ راہ کے لیے ایک لاکھ کی رقم خدمت میں گزاری، حضرت بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے لیے یہ ہرگز زیبا نہیں کہ ہم مسلمانوں کا روپیہ اپنی ذات پر صرف کریں اور اُس سے فریضۂ حج انجام دیں۔ چنانچہ حضرت نے وہ رقم خان خاناں کو واپس کردی۔

حضرت کی مجلس میں کبھی کسی کی غیبت اور برائی نہ کی جاتی۔ بلکہ حضرت الٹا "معتوب" کی تعریف کرتے۔ اور دوسروں کے عیوب سے چشم پوشی فرماتے۔ کھانے میں بہت احتیاط فرماتے بلکہ کھانا پکانے والے کو تاکید تھی کہ وہ باوضو رہے اور پکانے کے دوران میں فضول باتوں سے پرہیز کرے۔ فرماتے کہ جو لقمہ بغیر اللہ کے ذکر اور احتیاط سے کھایا جاتا ہے وہ پیٹ میں دھواں پیدا کرتا ہے جس سے فیض رک جاتا ہے۔ ایک روز ایک خادم نے باطنی کدورت کی شکایت کی۔ حضرت بھانپ کر بولے "کھانا پکانے میں بے احتیاطی کی گئی" جب خادم نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ گھر میں جو ایندھن صرف ہوا تھا اس میں چند لکڑیاں دوسرے کی ملکیت تھیں۔

حضرت کے روبرو روکھا پھیکا جیسا بھی کھانا لایا جاتا، بے تکلف نوش فرماتے اور طعام میں کبھی کوئی خرابی نہ نکالتے۔ کئی کئی روز ایک ہی جوڑا پہنے رہتے اور زبان سے بدلنے کی خواہش نہ فرماتے۔ تنگ و تاریک مکان میں مقیم رہے۔ مگر نقل مکانی کی آرزو نہ کی۔

## عبادت وریاضت:

حضرت ہمیشہ باوضو رہتے اور نماز باجماعت ادا کرتے اور کثرت عبادت سے لگاؤ

رکھتے۔ عشاء کی نماز کے بعد حجرے میں تشریف لے جا کر مراقبہ فرماتے۔ جب ضعف کا غلبہ ہوتا تو دوبارہ وضو کرتے اور نوافل میں مصروف ہو جاتے اور بہت کم سوتے تھے۔

ایک روز خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا شروع کی، اسی وقت حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح مبارک آپ کے سامنے ظاہر ہوئی اور فرمایا: یا شیخ، میرے پیروکاروں میں چھوٹے بڑے ہزاروں اولیاء کرام داخل ہیں تمام نے بالاتفاق امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا چھوڑا ہے۔ لہٰذا اس کا ترک کرنا ہی مناسب ہے۔ چنانچہ اس کے بعد سے آپ نے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا ترک کر دی۔ 1

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کم کھاتے، کم سوتے اور کم بولتے۔ نماز عشاء کے بعد

---

1: اللہ کریم کا ارشاد پاک ہے کہ "وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ" **ترجمہ:** اور جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے غور سے سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم کیا جائے۔ (سورۃ الاعراف، آیت 204) اس آیت مبارکہ کا یہی مطلب ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی، جس حال میں بھی قرآن مجید پڑھا جائے تو حاضرین پر فرض ہے کہ اس کو غور سے سنیں اور بالکل خاموش رہیں۔ حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ قرات کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ امام کے ساتھ کسی بھی نماز میں قرات جائز نہیں، خواہ سری ہو یا جہری (مسلم جلد اول ۲۱۵)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھو تو اپنی صفیں سیدھی کرو پھر تم میں کوئی امامت کرے تو جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرات کرے تم چپ رہو۔ (مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی تلاوت مقتدی ہی کی تلاوت ہے۔ (مؤطا امام محمد ۹۹)

حضرت محمد بن منیع اور امام بن الہمام نے فرمایا کہ یہ اسناد مسلم اور بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی

نوافل اور دیگر وظائف کے علاوہ نماز فجر تک 21 بار سورۃ یٰسین پڑھتے ،صبح ہوتی تو فرماتے کہ یا اللہ رات کو کیا ہوگیا ہے کہ اتنی جلدی گزر گئی۔

ادائیگی نماز کے وقت (دوران جماعت) حضرت کی عادت تھی کہ دائیں بائیں مخلصوں کو کھڑا کرتے تا کہ بسبب غفلت دوسرے کے خطرات حضرت کے پاک وصاف آئینہ دل

---

حاشیہ گذشتہ صفحہ: تلاوت اس کے لیے کافی ہے (مؤطا امام محمد ۹۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام صرف اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے تو جب وہ تلاوت کرے تو تم خاموش رہو۔ (طحاوی، ۱۰۶)

جامع ترمذی جزو اول صفحہ ۴۲ مؤطا امام محمد صفحہ ۹۵ پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس نے کوئی رکعت پڑھی جس میں سورۃ فاتحہ کو نہ پڑھا، پس اس نے نماز نہ پڑھی (یعنی نماز کامل نہ پڑھی) مگر جب کہ امام کے پیچھے ہو یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مذکورہ بالا حدیث مذہب احناف کی حقانیت پر دلالت کر رہی ہیں۔ اول یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کی جو تاکید احادیث میں وارد ہے امام کے پیچھے پڑھنے والے اس سے مستثنیٰ ہے۔ بلکہ مسلم شریف و ابن ماجہ وغیرہما کی ایک حدیث میں واضح ارشاد ہے کہ جب امام پڑھے تم خاموش رہو۔ دوم مذکورہ بالا حدیث شریف کو صاحب ترمذی حسن صحیح فرما رہے ہیں جو کہ احکام شرعیہ میں اعلیٰ درجہ کی قابل قبول حدیث ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے، ناتمام ہے، سوائے اُس نماز کے جو امام کے پیچھے ہو (کنزل العمال جلد ۴ صفحہ ۴۴۴)

قرآن مجید کی سورۃ اعراف کی مذکورہ آیت "جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے" سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے کہ بلاشبہ خاموش رہنا مقتدی پر واجب ہے اور تحقیق امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔ پس وہ امام کے پیچھے نہ پڑھے۔ امام آہستہ پڑھے یا بلند، حکم ایک جیسا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر دو امر واجب کیے، سننا اور خاموش رہنا، پس جب امام کے آہستہ پڑھنے سے حکم استماع فوت ہو تو خاموش رہنا واجب رہا۔ وجہ استدلال بے شک خاموشی سے مراد مامور بہ ہے اور اگر کلام سے منع مراد ہو، پڑھنے سے نہ ہو لیکن اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے سبب خاص کا نہیں، اس بناء پر کہ بے شک

میں منعکس ہو کر نماز میں مخل نہ ہوں، پھر بھی کوئی نہ کوئی افتادہ دل حضرت کے آس پاس کھڑا ہو جاتا۔ ایک روز ایک درویش جو لحاف کا محتاج تھا۔ حضرت کے ساتھ نماز میں شریک ہوا۔ لحاف نماز میں بھی اُن کے "دامن گیر" تھا۔ چنانچہ بعد از نماز حضرت نے فرمایا، جس کو لحاف چاہیے، اُسے دے دیا جائے۔

حضرت کے خادم شیخ تاج الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (جو حضرت کے خلیفہ بھی گزرے ہیں) بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت نے نماز میں بہت گریہ وزاری کی اور بعد نماز اسی حالت میں حجرہ شریف کے اندر چلے گئے۔ میں بھی حضرت کے پیچھے پیچھے حاضر ہوا اور سبب ملال وگریہ وزاری دریافت کیا۔ آہ بھر کر فرمایا "مت پوچھو اور مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو" بوجہ قرابت وعنایات خصوصی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مصر ہو کر بولا "کچھ تو فرمائیے" بولے

---

حاشیہ گذشتہ صفحہ: مفسرین سے ایک جماعت نے بیان کیا کہ بلا شبہ آیت بالخصوص نماز کے متعلق نازل ہوئی جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قرآن پڑھا کرتے تھے اور حدادی نے اپنی تفسیر میں اسے سب سے صحیح قرار دیا۔ اس نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مقتدی سے پڑھنا ساقط کر دیا بلکہ اسے پڑھنے سے منع کر دیا۔ پس مقتدی کا پڑھنا مکروہ ہے یعنی مکروہ تحریمہ اور وہی زیادہ صحیح ہے۔ جیسا کہ ابن ملک کی شرح مجمع میں ہے۔

صاحب تفسیر روح المعانی لکھتے ہیں کہ اور یہ آیت مذکورہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے دلیل ہے، اس مسئلہ میں کہ بے شک مقتدی امام کے پیچھے نہ جہری نماز میں قرات کرے اور نہ خفی میں اس لیے کہ بلاشبہ آیت اس امر کی متقاضی ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے، نماز میں خواہ اس کے علاوہ اسے سننا واجب ہے اور البتہ نماز کے علاوہ میں سننے اور نہ سننے دونوں کے جواز پر دلیل موجود ہے۔ پس نماز میں خاموش رہنے کا حکم اپنے اصل حال پر رہا۔ جہری کے لیے اور اسی طرح خفی میں۔ اس لیے کہ ہمیں علم ہے کہ وہ یعنی امام پڑھ رہا ہے اور سب احادیث اس کی تائید کرتی ہیں۔ (حاشیہ ختم ہوا)

"حالت نماز میں میری روح طلب مقصد میں جستجو کرتی ہوئی وراء الوراء تک پہنچی لیکن ناکام پلٹ کر آئی، یہی سبب ہمارے ملال کا ہے"

حضرت خواجہ اٹھتے بیٹھتے شرع شریف کو ملحوظ رکھتے اور دوسروں کو بھی شریعت پر کار بند رہنے کی ہدایت فرماتے۔ سماع و رقص اور وجد کی حضرت کی محفل میں کوئی گنجائش نہ تھی۔ ایک روز مجلس شریف میں ایک درویش نے با آواز بلند "اللہ" کہا، حضرت فوراً بولے: "ان سے کہہ دو کہ ہماری مجلس میں آداب کا لحاظ رکھیں" زبانی تنبیہ کے ساتھ اگر مریدین میں کسی سے ترک ادب ظاہر ہوتا تو حضرت باطنی توجہ سے بھی اصلاح فرماتے۔

ایک مرتبہ رات کے وقت حضرت کی خدمت میں چند مہمان آ گئے۔ حضرت نے نانبائی کو کھانا کھلانے کا حکم دیا۔ نانبائی کی خدمت سے بہت خوش ہوئے اور دام پیش کیے۔ نانبائی حضرت کو مہربان پا کر بولا: "مجھے دام نہیں چاہییں" حضرت مسکرا کر بولے: "تو پھر کیا چاہیے" نانبائی نے کہا: "حضرت! مجھے باقی باللہ بنا دیں"

حضرت اُسے حجرہ میں لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب نانبائی باہر نکلا تو شکل و شباہت سے ہو بہو حضرت خواجہ معلوم ہوتا تھا مگر بے پناہ روحانی تصرفات برداشت نہ کر سکا اور صرف تین دن زندہ رہا۔

حضرت کی عادت تھی کہ مکشوفات کو ہمیشہ خواب سے تعبیر فرمایا کرتے تا کہ افشائے راز نہ ہو جائے۔ ایک روز زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ بعض خوابوں سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ عنقریب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا ایک بڑا شخص دنیا سے انتقال کر جائے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد بولے شہر دہلی کے باہر کوئی ایسی جگہ تلاش کرنی چاہیے، جہاں تنہائی اور سکوت ہو اور بعد اختتام عمر دفن بھی ہو سکوں۔ محرم راز تاڑ گئے کہ حضرت خواجہ جدائی کا پیغام دے رہے ہیں۔ حالانکہ اس وقت عمر شریف صرف چالیس سال کے لگ بھگ تھی۔

## رحلت:

انہی ایام میں حضرت خواجہ نے خواب میں جد امجد حضرت خواجہ احرار نقشبندی

ﷺ کو دیکھا کہ فرمار ہے ہیں کہ "پیراہن پہنو" احباب سے خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر زندہ رہا تو حضرت کے ارشاد کی تعمیل کروں گا، ورنہ "کفن" بھی ایک طرح کا پیراہن ہے۔ ریاضت وعبادت کی کثرت سے اکثر بیمار تو رہتے ہی تھے۔ احباب نے دیکھا کہ ان دنوں حضرت کی طبع مبارک میں نمایاں تغیر پایا جاتا ہے گویا آخرت کے لیے کمر بستہ ہیں اور آج کل میں تیاری ہے۔

25 جمادی الثانی 1012 ہجری کو ہفتے کے روز صبح کا وقت تھا کہ ایک درویش کی زبان سے بے ساختہ "یاالہٰ العالمین" نکل گیا، حضرت فوراً ادھر متوجہ ہوئے اور آنکھوں میں آنسو بھر گئے۔ جب دن ڈھلنے لگا تو حضرت اپنے محبوب ورواسم ذات کے ذکر میں مشغول ہو گئے اور اُسی شام حق سے واصل ہو گئے۔ خادمان و جاں نثاران میں صف ماتم بچھ گئی۔ صدمہ جدائی سے سب کے ہوش گم تھے۔ انہوں نے فرطِ غم سے جنازہ مبارک قبر انور کی بجائے ایک دوسری جگہ اتار دیا مگر کیا دیکھتے ہیں کہ درحقیقت یہی وہ جگہ تھی جہاں ایک مرتبہ حضرت نے نماز دوگانہ ادا کی تھی اور اس ٹکڑے کی خاک حضرت کے دامن مبارک پر لگ گئی تھی اور فرمایا تھا کہ "لو، اس جگہ کی خاک ہماری دامن گیر ہوگئی" خادم اس بروقت انتباہ پر حضرت رب العزت کا شکر بجالائے اور اسی جگہ حضرت کے جسم پاک کو سپرد خاک کر دیا۔

دہلی میں حضرت کا مزار شریف قبرستان میں چبوترے پر متصل قدم شریف نبی کریم ﷺ واقع ہے اور حضرت خواجہ کی اس بے پناہ عقیدت جو قبلہ ممدوح کو جناب رسالت مآب سے تھی کا شاہد ہے کہ حضور ﷺ کے عشاق مرنے کے بعد بھی "دیارِ محبوب" کی قربت پسند کرتے ہیں۔ حضرت کے مزار شریف پر حضرت کی وصیت کے مطابق گنبد تعمیر نہیں کیا گیا اور نہ کوئی پیڑ قبر شریف پر سایہ فگن ہے۔ اس کے باوجود گرمی اور دھوپ میں زائرین کے پیروں کو فرش کی تپش محسوس نہیں ہوتی۔

# ارشاداتِ عالیہ

☆ سورۃ اخلاص کے معنی کے بیان میں فرمایا کہ اس کو سورۃ اخلاص اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے سننے سے بندہ کا اعتقاد اپنے پروردگار کی نسبت شرک جلی وخفی کے غبار سے خالص و پاک ہوجاتا ہے اور اس کے عمل میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔

☆ مراقبہ کی حقیقت کا انتظار کرنا ہے اور انتظار کی صفائی مقصود کی طلب میں ہے۔ ایسی حالت میں کہ طالب اپنی قوت وطاقت سے نکل جائے اور مقصود جل ذکرہ کے دیدار کا مشتاق اور اس کے عشق کے سمندر میں مستغرق ہوجائے۔

☆ سلوک کے دس مقامات کی تحقیق کے بعد فرماتے ہیں کہ جو شخص معصیت (گناہ) میں گرفتار ہے یا وہ دنیا سے کچھ رغبت رکھتا ہے یا سبب پر نظر رکھتا ہے یا بقدر ضرورت معاش پر اکتفا نہیں کرتا یا لوگوں سے میل جول رکھتا ہے یا اس کے اوقات اللہ تعالیٰ کے ذکر سے معمور نہیں یا اللہ تعالیٰ سے غیر خدا طلب کرتا ہے یا نفس کے ساتھ مجاہدہ نہیں کرتا یا اپنی ذات یا اپنے احوال پر نظر رکھتا ہے اور اپنی قوت وطاقت پر بھروسہ کرتا ہے یا اپنے آپ کو احکام الٰہیہ کے حوالہ نہیں کرتا وہ طریق تحقیق کے سلوک میں ناقص ہے، مخفی نہ رہے کہ بعضے منتہی درویش جو اپنی خواہشات وضروریات سے نکل چکے ہیں، ضروری معاش پر اکتفا کرنے اور لوگوں سے میل جول نہ رکھنے اور نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنے میں کسی خاص وجہ سے ثابت نہیں رہ رہے ہیں۔ ''ہر ایک کے لیے ایک جہت ہے۔ جس کی طرف وہ منہ کرنے والا ہے''

☆ توکل یہ نہیں کہ ظاہری اسباب کو چھوڑ دیں اور بیٹھ رہیں۔ کیونکہ یہ تو بے ادبی ہے بلکہ سبب مشروع مثلاً کتابت وغیرہ کو اختیار کرنا چاہیے اور نظر سب پر ہی نہ رکھنی چاہیے کیونکہ سبب مثل دروازے کے ہے جو اللہ تعالیٰ نے مسبب پر پہنچنے کے لیے بنایا ہے۔ اس صورت میں اگر کوئی شخص دروازے کو بند کرلے کہ اوپر سے پھینک دے گا تو یہ اس کی بے ادبی ہے کیونکہ دروازہ خدا کا ہی بنایا ہوا ہے اور اس بات پر دلیل ہے کہ کھلا ہے۔ کھلے ہوئے کو بند نہ کرنا چاہیے۔ بعد ازاں اس کو اختیار

ہے، چاہے دروازے سے بھیجے یا اوپر سے پھینک دے۔

☆ توحید حاصل کرنی چاہیے۔ محققین، متکلمین کے نزدیک توحید یہ ہے کہ "وجود میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز مؤثر نہیں"۔ یعنی اپنی ساری قدرت کو خدا سے منسوب کرنا اور اپنے آپ کو قدرت سے خالی کرنا۔ اگرچہ متاخرین علماء کے مطابق توحید یہ ہے "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں"

☆ اللہ تعالیٰ سے بندہ کا نہایت قرب اور اتصال اس سے زیادہ نہیں کہ دوام آگاہی جو فنا کی طرف کھینچتی ہے اس کو حاصل ہو جائے۔ جب یہ نسبت حاصل ہو گئی تو سالک اس نسبت کے حصول سے مرتبہ ولایت سے مشرف ہو گیا اللہ تعالیٰ کی ذات سے قرب و اتصال کی نسبت کا یہ حصول ولایت خاصہ کے مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اس طریقہ کے طالبوں کا پہلا داخلہ سرحد فنا میں ہے۔ اندراج نہایت در بدایت جس کی طرف ہمارے سلسلہ کے اکابرین نے اشارہ کیا ہے، یہی ہے۔

☆ انجذاب اور محبت الٰہی کا طریقہ مقصود تک پہنچانے والا ہے اور اس کا رخ سوائے ذات حق تعالیٰ کے کسی اور طرف نہیں ہے۔ بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ان کا رخ انوار کی طرف بھی ہے۔ ناچار بعض ان ہی انوار میں رہ جاتے ہیں۔ یہ انجذاب و محبت تمام افراد انسانی میں ہے مگر پوشیدہ ہے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ اسی انجذاب کی تربیت کرتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کی رویت (دیدار) آنکھ کے ساتھ موت کے بعد ہوگی کیونکہ رویت انکشاف تام کا نام ہے۔ جب تک روح کا تعلق اس بدن کے ساتھ ہے، انکشاف تام (مکمل انکشاف) نہیں ہو سکتا، کیونکہ روح خواہ کتنی ہی بے تعلق ہو جائے کم سے کم حیات کا تعلق باقی رہے گا۔

☆ سماع کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے ارشاد کیا کہ صوفیہ میں سے جو لوگ راگ سننے کے قائل ہیں، انہوں نے اس میں یہ حکمت دیکھی ہے کہ راگ سننے کے بعد طبیعت ساکن و برقرار رہتی ہے۔ ناچار روح معانی کا ادراک زیادہ کرتی ہے۔

☆ ہمارے طریقہ کا دار و مدار تین باتوں پر ہے۔ اہل سنت و جماعت کے عقائد پر ثابت

قدم رہنا، دوام آگاہی اور عبادت۔ اگر کسی شخص کی ان تین چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل وفتور آ جائے تو وہ ہمارے طریقہ سے خارج ہے۔ ہم عزت کے بعد ذلت اور قبول کے بعد رد سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

☆ پیر کے متعدد ہونے میں کلام شروع ہوا تو زبان مبارک سے فرمایا کہ پیر تین طرح کے ہوتے ہیں ایک پیر خرقہ، دوسرے پیر تعلیم اور تیسرا پیر صحبت۔ واضح ہو کہ پیر خرقہ وہ ہے جس سے خرقہ ارادت پہنا جائے۔ پیر تعلیم، اس کے معنی ظاہر ہیں۔ پیر صحبت وہ ہے جس سے لوگ صحبت رکھیں اور اس کی صحبت سے منافع وترقیات حاصل کریں۔

اس موقعہ پر فرمایا کہ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ و کبرواپہ میں ایک شخص کے لیے کئی پیروں کے ہونے کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور پیر تعلیم و پیر صحبت کو مرشد کہتے ہیں۔ آپ نے اسی مطالب کے مطابق ایک بزرگ کا نام لے کر فرمایا کہ انہوں نے اپنے رسالوں میں لکھا ہے کہ پیر خرقہ متعدد ہونا مکروہ ہے اور اسی طرح تعلیم کا تعدد مکروہ ہے لیکن پیر صحبت کئی ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ پہلا پیر اجازت دے دے یا اس کی صحبت فوت ہو جائے۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ ہاں پیر خرقہ متعدد نہیں ہوتے لیکن پیر تعلیم مثل پیر صحبت کے کئی ہو سکتے ہیں۔

ایک موقعہ پر حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ سلسلہ نقشبندیہ میں طریق رابطہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے طریقۂ ذکر حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پہنچا ہے، کہاں تک درست ہے؟ آپ نے فرمایا: کہ جو ذکر ہمارے سلسلہ میں ہے اور جسے وقوف عددی کہتے ہیں، مقرر طریقہ کے ساتھ مثلاً حبس دوام اور اس کے ساتھ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ملانا، وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہم تک پہنچا ہے اور طریق صحبت بھی آپ سے ہی پہنچا ہے کیونکہ آپ سفر و حضر میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے اور بطریق محبت فیض حاصل کرتے تھے۔ اصل اس کام میں صحبت ہے اور رابطہ اس کا ظل ہے۔ جب صحبت ظاہری مفقود ہو تو اس طریقہ والوں نے رابطہ پر اکتفا کیا جو صحبت معنوی ہے۔

☆ اہل اللہ کے بارے میں سلسلہ کلام شروع ہوا تو فرمایا کہ اہل اللہ تین فرقے ہیں۔

## i۔عباد ، ii۔صوفیہ ، iii۔ملامتیہ۔

☆۔ عباد:

وہ لوگ ہیں جنہوں نے ظاہر عبادت پر اکتفا کیا ہے اور فرائض وسنن کے بعد نفلی عبادتوں اور خیرات پر قیام کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ چاہتے ہیں کہ خیرات میں سے کسی چیز کی فرو گذاشت نہ ہو اور صوفیہ کے اذواق ومواجید سے بہرہ ور نہیں ہوتے۔ عباد میں سے جو شخص صوفیہ کے اذواق ومواجید سے بہرہ ور ہو گیا وہ گروہ صوفیہ میں داخل ہو گیا اور اپنے مرتبہ سے نکل آیا

☆۔ صوفیہ:

وہ فرقہ ہے جو مواجید واذواق سے بہرہ ور ہیں اور اپنے خوارق وکرامات کو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رکھتے۔ تمام کاموں میں ان کی نظر خدا پر ہے اور مخلوق کو مظاہر حق جانتے ہیں۔ اس فرقہ میں ایک طرح کی رعونت ونخوت رہ گئی ہے۔

☆۔ ملامتیہ:

وہ لوگ جو عالم لوگوں کے لباس میں رہتے ہیں اور عوام سے کچھ امتیاز نہیں رکھتے اور ظاہر میں فرائض اور سنن مؤکدہ پر اکتفا کرتے ہیں اور اخلاص کی رعایت میں کوشش کرتے ہیں اور اپنے تئیں اپنے خوارق ظاہر کر کے مشہور وظاہر نہیں کرتے۔ اس امر میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا اتباع کیا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ عالم ظہور کا محل نہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے تئیں عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھا ہے لہذا وہ بھی اپنے تئیں مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اسی واسطے اکثر لوگ انکو اپنے جیسا خیال کرتے ہیں۔ یہ جماعت رعونت سے آزاد و پاک ہے۔ وہ مقام عبودیت کی انتہا تک پہنچے ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ ابن عربی قدس سرہٗ نے اس جماعت کے کئی سردار ٹھہرائے ہیں۔ سب

سے بڑے سردار جناب رسالت مآب ﷺ کو بتاتے ہیں۔صحابہ کرام میں سے حضرت صدیق اکبر اور سلمان فارسی رضوان اللہ علیہم اور مشائخ میں سے حضرت بایزید بسطامی، ابوسعید خراز اور ابوالسعود اور اپنے آپ کو بتاتے ہیں۔ان کے سوا اوروں سے ساکت ہیں مگر ان کی نفی نہیں کرتے۔شیخ کا طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ کسی خاص وقت میں کشف میں آ گیا اُسے لکھ دیتے ہیں

☆ (ایام وفات سے پہلے) فرماتے تھے کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہیں کہ طریق توحید (وحدت وجود) کے سوا ایک اور وسیع راہ ہے اور وہ توحید کی راہ اس شاہراہ کے مقابلہ میں محض ایک تنگ کوچہ ہے۔

**خلفاء و اولاد:**

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دو صاحبزادے خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور خواجہ محمد عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔حضرت نے دونوں کو حیات مبارکہ ہی میں تحصیل علم کے لیے خلیفۂ اعظم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد فرمایا تھا۔اور خلفاء میں حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ تاج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ اللہ داد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت مشہور ہیں۔ان حضرات نے خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مبارک مسلک کو دنیا بھر میں پھیلا دیا۔حضرت خواجہ نے حیات مبارکہ میں سلوک پر بعض رُباعیات بھی کہی تھیں۔جن کی شرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمائی اور دنیا کو ایک گوشہ نشین بلند ولی اللہ کے کلام سے روشناس کیا۔

## حضرت امام ربانی، مجدد الفِ ثانی

# شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 14 شوال 971 ہجری، 1564ء بمقام : سرہند شریف، انڈیا
وصال : 28 صفر المظفر 1034 ہجری، 1624ء مزار اقدس : سرہند شریف، انڈیا

فاروقی مشائخ کے خاندان کے مشہور بزرگ شیخ العصر حضرت مولانا عبدالاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنہیں حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خلافت اور سلسلہ چشتیہ اور قادریہ سے بھی نسبت اور اجازت حاصل تھی ایک شب خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ دنیا میں تاریکی پھیلی ہوئی ہے اور جنگلی درندے لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں یکایک اُن کے سینے سے ایک نور نکلا، جس میں سے ایک تخت نمودار ہوا اور اس پر ایک بزرگ تشریف فرما تھے۔ اُن کے سامنے درندے ہلاک اور ظالم ذبح کیے جا رہے تھے اور ہاتف ندا دے رہا تھا کہ حق آیا اور باطل گم ہوا۔ حضرت مولانا شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب کی تعبیر پیر ومرشد حضرت شاہ کیتھلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کی۔ حضرت نے فرمایا کہ عنقریب تمہارے گھر میں ایک فرزند تولد ہوگا جس سے الحاد وکفر اور بدعت دور ہوں گے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیدائش کے متعلق بعض اور پیشگوئیاں بھی ملتی ہیں، روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کو صلۃ (دو چیزوں کو ملانے والا) کہیں گے، اکثر علماء کا اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان میں اشارہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی

طرف ہے۔

حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ نے ایک بار مراقبہ کے بعد فرمایا کہ ہم نے عالم واقعہ میں ایک نور کا مشاہدہ کیا اور وہ نور پانچ سو سال بعد پیدا ہوگا اور حضور ﷺ کے دین کی تجدید کرے گا۔ حضرت شیخ خلیل اللہ بدخشی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے مقالات میں ذکر فرمایا ہے کہ خواجگان نقشبندیہ میں ایک عزیز ہندوستان میں پیدا ہوگا جو اُمت کے سب اولیاء کرام سے افضل ہوگا۔

14 شوال 971 ہجری کی شب حضرت مولانا شیخ عبدالاحد کے گھر وہ آفتاب ولایت طلوع ہوا۔ جس کی تابانیوں سے تیرہ وتار جہاں جگمگا اُٹھا، حضرت کا نام احمد رکھا گیا۔ پیدائش ہی سے شاہ کمال کیتھلی قادری رحمۃ اللہ علیہ حضرت پر توجہ نظر خاص رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ بچپنے میں حضرت کو عارضہ ضعف لاحق ہوا۔ حضرت کی والدہ ماجدہ انہیں حضرت کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے کر آئیں۔ حضرت ممدوح دعا فرما کر بولے "خاطر جمع رکھو" صاحبزادہ عمر دراز پائے گا۔ بڑا عالم اور عارف کامل ہوگا اور ہم ایسے بہت سے لوگ اس سے ہدایت پائیں گے۔

## تعلیم:

حضرت نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت شیخ العصر رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور کمسنی ہی میں قرآن پاک حفظ کرلیا۔ حضرت نے سرہند شریف کے بعض دوسرے علماء سے بھی علوم حاصل کیے۔ حضرت کی خداداد ذہانت اور محققانہ قابلیت کا یہ عالم تھا کہ لڑکپن میں ضخیم علمی کتب پر حواشی تحریر فرماتے، اس استعداد کے باوجود حضرت کا علمی ذوق ابھی تشنہ تھا۔ چنانچہ "بحرالعلوم" کی تلاش میں سرہند شریف سے باہر نکلے۔ لاہور، سیالکوٹ، دہلی وغیرہ مقامات کی سیر کی اور مشہور علماء سے بھی استفادہ کیا، ایک مرتبہ آگرہ تشریف لے گئے وہاں عہد اکبری کے مشہور علماء ابوالفضل اور فیضی سے ملاقات کی اور بعض مسائل پر تبادلہ خیال کیا۔ ان لوگوں نے بھی حضرت کے تبحر علمی کا اعتراف کیا اور عزت سے پیش آئے، ایک روز فیضی سے ملے وہ تفسیر فیضی (بے نقط) لکھ رہے تھے۔ حضرت یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اسی اثناء میں ایک مقام آیا جس کی تفسیر بے نقط دشوار تھی۔ فیضی نے حضرت سے رجوع کیا۔ گو حضرت کو بے نقطہ عبارت لکھنے کی مشق

نہ تھی تاہم گھنٹہ بھر میں ایک صفحہ اس خوبی سے قلمبند فرمایا کہ فیضی بھی حیران رہ گئے۔

**بیعت:**

حضرت شاہ کمال رحمۃ اللہ علیہ سے طفولیت میں نسبت قادریہ سے متصف ہوئے تھے اور والد بزرگوار کی طرف سے انہیں سلسلہ شریفہ چشتیہ کی برکات میسر تھیں۔ ابتداء میں حضرت کو حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ انور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد شوق تھا۔ بسبب ضعیفی و بیماری والد بزرگوار حضرت زیادہ وقت شیخ العصر کی خدمت میں گزارتے

## عزم سفر حج اور ملاقات حضرت خواجہ بیرنگ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ:

1007 ہجری میں حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بارادہ حج و زیارات سفر پر روانہ ہو گئے۔ کسی کو اس ارادہ کی اطلاع نہ دی۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ دہلی پہنچے تو شیخ حسن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی وہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کے مخلص قدیمی تھے۔ ان سے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب ار فضائل و کرامات کا ذکر سنا تو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اس عظیم المرتبہ بزرگ کی زیارت کے شوق نے غلبہ کیا۔ آپ کو اس نسبت عزیز الوجود کا عرصہ سے اشتیاق تھا۔ چنانچہ آپ حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تاکہ حضرت سے ذکر و مراقبہ حاصل کر کے اسے راہ حرمین کا توشہ بنائیں۔ حضرت خواجہ بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ نے ملاقات ہوتے ہی فرمایا: "آپ زیارت بیت اللہ کے لیے جا رہے ہیں، اگر چند روز یہاں قیام کریں تو ممکن ہے جس چیز کی طلب میں آپ وہاں جا رہے ہیں وہ یہیں پالیں۔" نیز یہ بھی فرمایا کہ صرف تین دن یہاں مقیم رہو اگر اس کے بعد بھی ارادہ سفر مصمم رہے تو روانہ ہو جانا۔" چنانچہ تین دن کی مختصر مدت میں حضرت خواجہ قدس سرہ کے اخلاق ظاہری اور تصرف باطنی سے آپ نے ارادہ سفر ملتوی کر دیا اور حضرت کی صحبت اختیار کر لی۔ برسوں کا معاملہ ساعتوں میں پورا ہو گیا۔ تھوڑی ہی مدت میں آپ مقصود سے واصل ہو گئے اور مراتب کمال و تکمیل اور قطبیت و فردیت پر فائز ہو گئے۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں:

"اس فقیر کو یہ نسبت ابتدائے تعلیم ذکر سے دو ماہ اور چند روز میں حاصل ہو گئی۔ اس نسبت کے بعد

ایک اور فنا حاصل ہوئی جسے فنائے حقیقی کہتے ہیں۔ دل میں اس قدر وسعت پیدا ہوگئی کہ تمام عالم عرش سے لے کر مرکز زمین تک اس وسعت کے مقابلہ میں رائی کے دانہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔"

### سرہند میں واپسی:

اس کے بعد وطن مالوف سرہند تشریف لے گئے۔ وہاں سے تین مرتبہ اپنے شیخ حضرت خواجہ بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔

پہلی دفعہ ........ حضرت خواجہ قدس سرہ نے دولت کمال وتکمیل کے حصول اور مدارج قرب ونہایت میں ترقی کی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خوشخبری دی۔

دوسری دفعہ ........ طالبان حق کی ہدایت اور ارشاد کی اجازت دی اور خلعت خلافت عطا فرما کر اپنے چیدہ اصحاب کی ایک جماعت حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ کر کے ان کی تربیت آپ کے سپرد فرمائی۔

تیسری دفعہ ........ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں آئے تو خواجہ بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قلعہ فیروزی سے چل کر کابلی دروازہ پہنچے اور آپ کا استقبال فرمایا۔ نہایت اعزاز واکرام سے آپ کو ہمراہ لے کر جائے سکونت پر آئے۔ اپنے تمام مریدین کو آپ کے حوالے کیا اور مشیخت وارشاد کا معاملہ بالکلیہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد فرمادیا۔ اپنے فرزندان گرامی کو جو ہنوز بچے تھے طلب فرما کر ان کے بارہ میں آپ سے توجہ کی خواہش فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مقصود ہماری پیری مریدی سے صرف آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ظہور تھا۔ اس لیے ہم نے اب مشیخت کو ترک کر دیا ہے۔" نیز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے یہ تخم سمرقند و بخارا سے لا کر ہند میں بویا۔" آنجناب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حسب الارشاد حضرت قدس سرہ سرہند شریف میں تشریف لائے اور تربیت سالکین میں مصروف ہوئے۔ اس آفتاب علم وعرفان کی روشنی چار دانگ عالم میں سرعت سے پھیلنے لگی۔ حصول فیضان کی غرض سے ہر طرف سے کثیر تعداد میں تشنگان حق آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے لگے۔ عوام الناس سے لے کر اکثر اعیان سلطنت تک سب آپ کے حلقہ بگوش ہوگئے۔

## فتنہ الحاد وارتداد کی سرکوبی:

سلطنت مغلیہ کے پایہ تخت دہلی سے دور اپنے وطن مالوف سرہند میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہایت سکون واطمینان کے ساتھ طالبان راہ حق کی تربیت وہدایت میں مصروف ہو گئے۔ مشرکین ہند کی ریشہ دوانیوں سے کفر والحاد کی آندھیوں نے بلاد ہند کو گھیر لیا۔ یہ زمانہ مغل شہنشاہ اکبر کے طویل عہد حکومت کا آخری دور تھا۔ پہلے ہندو راجاؤں اور ہندو رعایا کو خوش کرنے کے لیے دربار سے ایسے احکام صادر کیے جو سراسر احکام اسلام کے منافی تھے اسی پر بس نہ کی بلکہ ایک نئے خود ساختہ مذہب دین الٰہی کی داغ بیل ڈال دی۔ یہ نیا مذہب ایسے اصولوں پر مبنی تھا جو دین اسلام سے بیزاری اور بغاوت پر آمادہ کرتا تھا۔ مقصد صرف غیر مسلموں کی خوشنودی حاصل کرنا تھا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی غیرت ایمانی اس کو خاموشی سے کب برداشت کر سکتی تھی آپ نے بادشاہ کے مقربین کو متنبہ فرمایا:

"بادشاہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہو گیا ہے۔ یاد رکھو، اس کی بادشاہی اور طاقت کا گھمنڈ ایک دن مٹ جائے گا۔ بہتر ہے کہ وہ ملحدانہ خیالات وافعال سے توبہ کرے ورنہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا انتظار کرے۔"

اکبر بادشاہ اپنی جاہ وحشمت کے نشے میں چُور تھا۔ اس انتباہ کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور اپنے کوتاہ اندیش مشیروں اور وزیروں کے مشورہ سے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک خصوصی دربار میں شرکت کی دعوت دی۔ دربار کا انتظام اس طرح کیا گیا کہ ایک طرف دنیاوی جاہ وجلال کا ساز وسامان تھا۔ پرتکلف کھانے اور پھل تھے اور اس حصے کا نام اپنے دین الٰہی کی نسبت سے دربار الٰہی رکھا۔ دوسرے حصے کا نام دربار رسول رکھا اور اس میں روکھے پھیکے کھانے اور درویشانہ ساز وسامان تھا، پھر اعلان ہوا کہ اپنی اپنی پسند کے حصہ میں سب لوگ جگہ حاصل کر لیں۔

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معتقدین دربار رسالت میں داخل ہو کر باطمینان بیٹھ گئے اور بادشاہ اور اس کے خوشامدی درباری دربار الٰہی میں چلے گئے۔ اچانک غیرت حق جوش میں آئی اور ایک خوفناک طوفان نے بادشاہ اور اس کے مصاحبین کو گھیرے میں لے لیا۔ آراستہ وپیراستہ خیمے

آن واحد میں زمین بوس ہو گئے اور سب سامان عیش وطرب خاک میں مل گیا۔ خود بادشاہ اکبر کے سر میں ایک چوب لگی جس سے وہ مجروح ہو گیا۔ مگر جس حصہ میں حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احباب فروکش تھے وہ بالکل محفوظ رہا۔ بادشاہ اسی حادثہ کی وجہ سے کچھ دنوں بعد راہی ملک عدم ہو گیا۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ شہنشاہ اکبر نے آخری ایام میں توبہ کر لی تھی اور ملحدانہ خیالات سے باز آ گیا تھا۔ ﴿واللہ اعلم بالصواب﴾

## عنایات خصوصی:

اکثر علمائے کرام اور بیشتر بزرگان عظام کے قول سے حضرت "مجدد الف ثانی" ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت کے مرشد خواجہ باقی باللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہت پہلے سے حضرت کی "قطبیت" ظاہر ہو چکی تھی۔ حالانکہ حضرت ابھی خواجہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچے بھی نہیں تھے۔ حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب میں ایک ایسے نور شمع کا دیکھنا کہ جس کی روشنی نے تمام دنیا کو گھیر لیا ہے۔ نیز حضرت ممدوح کا حضرت کو "شہود آفتاب" فرمانا، ایک مرتبہ حضرت مجدد صاحب نے خود اپنے بارے میں ایک مخلص کو لکھا کہ تمام مشائخ طریقت نے مجھے باری باری فیوض اور برکات خصوصی سے نوازا ہے۔

اور ایک جگہ فرماتے کہ "اس راہ (طریقت) کا کوئی کوچہ ایسا نہیں ہے، جہاں سے یہ ناچیز اللہ تبارک وتعالیٰ کی عنایت سے نہ گزرا ہو۔ ایک خط میں تحریر کیا ہے کہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مجھے آسمانی علم سکھلایا۔ اسی طرح لکھتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے مجھے علم لدنی سے روشناس کیا۔ ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جناب سرور کائنات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے "مجتہد کلام" سے خطاب فرمایا۔ ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ "شریعت" ہمارے محلے میں اتری ہے جیسے کوئی قافلہ کسی سرائے میں آ کر ٹھہرتا ہے۔ فرمایا حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے ناچیز کو بشارت دی ہے کہ قیامت کے روز تمہاری شفاعت سے کئی ہزار آدمی بخشے جائیں گے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت کے ہاتھوں مخلوق کو اکبری اور جہانگیری فتنوں سے محفوظ و مامون فرمایا۔

### تعلیم و عادات:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طالبین کو اکثر فرماتے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں جو بزرگی عطا کی ہے اس میں ہمارے علم اور عمل کو کوئی دخل نہیں بلکہ حضرت رب العالمین نے یہ عزت ہمیں محض اپنے فضل و کرم سے عنایت کی ہے اور اس ''فضل و کرم'' کے لیے اگر ہمارے پاس کوئی بہانہ ہو سکتا ہے تو وہ اتباع جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ہمیں جو عطا ہوا ہے۔ اسی اتباع کے باعث ملا ہے۔ حضرت اتباع سنت کے زبردست حامی و پابند تھے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ کام میں بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اور ادب کو ملحوظ رکھتے اور اگر کسی واقعہ یا معاملہ میں (بوجہ بشریت) بھول چوک ہو جاتی تو بہت پچھتاتے۔ چنانچہ ایک روز کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ''میں نے سہو سے طہارت خانے میں جاتے ہوئے اول دایاں قدم رکھ دیا، جس کی وجہ سے اس روز کئی احوال (بطور سزا) مجھ پر بند ہو گئے۔ ایک روز طہارت خانے سے فوراً ہی باہر نکل آئے، کیونکہ پاؤں کے ایک انگوٹھے پر روشنائی کا ''نقطہ'' لگا ہوا تھا۔ جسے حضرت نے دوران تحریر آیات قرآنی امتحاناً ناخن پر لگا لیا تھا۔ مگر پانی سے صاف کرنا بھول گئے۔ آخراً سے دھو کر بیت الخلاء میں داخل ہوئے۔

ایک مرتبہ ایک خادم سے چند لونگیں طلب کیں، وہ چھ عدد نکال کر لائے۔ فرمایا ''رعایت'' وتر کو ملحوظ رکھو، کیونکہ یہ مستحب ہے لیکن لوگوں کو مستحب کی قدر معلوم نہیں، مستحب اللہ پاک کو پسند ہے۔

فرماتے چونکہ موجودہ زمانہ عہد مبارک جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہو گیا ہے اور بہت سے مفاسد، بدعت و فسق و فجور اس دور میں پیدا ہو گئے ہیں اس لیے بغیر اتباع سنت نبویہ راستے کا ملنا دشوار ہے۔

مسائل فقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ جن مسائل میں امام عالم امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور صاحبین کرام کا اختلاف ہے۔ یہ احتراماً ہر دو کے عقائد کا لحاظ فرماتے، حضرت کی مجلس میں بوجہ رعب و دبدبہ اکثر خاموشی چھائی رہتی۔ طالبین کو چپ چاپ فیض سے نوازتے۔ اگر لب کشائی کرتے بھی تو اسرار و معارف بیان فرماتے بے کار باتیں نہ کرتے اور نہ

سننا پسند فرماتے۔ دن میں ایک بار کھانا عموماً خلوت میں تناول کرتے اور آداب طعام ملحوظ رکھتے۔ بایاں زانو بچھا لیتے اور دوسروں کو بھی یہی تاکید کرتے، بعد از طعام دعا فرماتے اور بطریق سنت گھڑی بھر کو قیلولہ کے لیے لیٹ جاتے۔ نمازیں پابندی سے اور مقررہ اوقات پر باجماعت ادا کرتے۔ سنتیں و نوافل کی ادائیگی و اعتدال و امکان و آداب نماز کا خاص خیال رکھتے۔ فرماتے کہ لوگ بڑی بڑی ریاضتوں اور مجاہدوں کی خواہش رکھتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ احتیاط و رعایت آداب نماز سے بڑھ کر کوئی ریاضت و مجاہدہ نہیں۔ تشہد میں انگلی سے اشارہ نہ فرماتے تھے۔ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھتے اور خاموشی سے قرات سنتے تھے۔ دن کا بیشتر حصہ ذکر حق اور ہدایت طالبین میں صرف کرتے، نماز عشاء کے بعد بات چیت سے پرہیز فرماتے اور عموماً بستر پر لیٹ جاتے، تا کہ تہجد کے لیے اٹھنے میں دقت نہ ہو۔ درود شریف بکثرت پڑھتے، خصوصاً جمعہ کے روز تعداد بڑھا لیتے۔ اسی طرح دو شنبہ کی رات اور شنبہ کے دن بھی بہت کثرت سے درود پاک پڑھتے۔ عمر کے آخری حصے میں یہ معمول ہو گیا تھا کہ جمعہ کی شب کو تمام دوستوں کو جمع کرتے اور کم از کم ہزار بار درود شریف پڑھتے۔ تلاوت قرآن پاک کے وقت حضرت کے چہرے سے ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ اسرار و رموز قرآنی و برکات آیات فرقانی حضرت پر منکشف و نازل ہوتے ہیں، زیارت قبور کے لیے تشریف لے جاتے اور ان کے لیے دعا و استغفار فرماتے۔ اول اول مزارات پر ہاتھ بھی رکھتے مگر آخر زمانہ میں ترک کر دیا تھا کیونکہ بعض اکابرین نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ خواص بشر کو خواص ملائکہ سے اور نبوت کو ولایت سے افضل جانتے۔ صحو کو سکر پر ترجیح دیتے تھے۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمیع اولیائے امت سے اعلیٰ و افضل جانتے اور ان کے باہمی اختلافات و تنازعات کو نیک نیتی پر محمول فرماتے۔ طریق نقشبندیہ عالیہ کو دوسرے طریقوں سے بہتر جانتے اور فرماتے کہ یہ طریقہ بعینہٖ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا طریقہ ہے اور سنت کے عین مطابق ہے۔ جب کوئی بلا یا مصیبت پہنچتی تو فرماتے یہ ہمارے شامت اعمال کے سبب ہے۔ اور توبہ و استغفار بکثرت پڑھتے۔ صدقہ خیرات بھی کرتے اور اُسے ترقی کا زینہ سمجھتے۔

## ظہور کرامات:

شیخ ابوالحسن نور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ ہمارے زمانے میں یہ دو چیزیں بہت

بڑی کرامت ہیں۔ ایک یہ کہ عالم اپنے علم پر عمل کرے۔ دوسری عارف بیان حقیقت کرے۔
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ تمام کرامات مثل معجزات پیغمبری کے ہیں اور دونوں کا مقصد ظہور ترویج و تقویت "دین" ہے۔ البتہ جوں جوں قیامت کے نزدیک ہوتا جاتا ہے، اسی قدر کرامات کا ظہور گھٹتا جارہا ہے اور دین بھی کمزور ہو رہا ہے۔ اس لیے کرامات میں ضعف آ گیا ہے اور قرب قیامت کے وقت تو دین کی یہ صورت ہوگی کہ اندھیری رات کی طرح لوگ صبح مومن ہوں گے تو شام کو کافر ہو جائیں گے اور شب کو مومن ہوں گے تو صبح کو کافر ہو جائیں گے۔ ان تمام باتوں کے باوجود خوارق و کرامات نہ ارکان ولایت سے ہیں اور نہ شرائط ولایت سے کیونکہ ولایت کی سب سے بڑی دلیل "اتباع سنت" جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ولی کی یہی تعریف ہے کہ وہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا طالب اور حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہو، حضرت ممدوح کا ارشاد ہے کہ ظہور کرامات بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے، جو وہ بندے کو عطا کرتا ہے اور حضرت اُس صفت سے خوب خوب متصف تھے۔
حضرت کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ جب سے ہوش سنبھالا کوئی کام خلاف سنت نہیں کیا، حضرت کے اکثر ملاقاتی اور احباب جو دور دور سے آتے، حضرت سے کہتے کہ فلاں روز آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا ہے اور فلاں دن مدینہ منورہ میں دیکھا ہے حالانکہ حضرت ان دنوں گھر پر تشریف فرما ہوتے تھے۔
ایک مرتبہ حضرت مخدوم زادوں اور چند مخلصین کے ساتھ پیدل سفر میں تھے۔ شدت کی دھوپ تھی۔ حضرت نے ازراہ ترحم آسمان کی طرف دیکھا اور زیر لب کچھ فرمایا، ابھی چند ہی قدم آگے بڑھے تھے کہ اچانک ایک بدلی آئی اور مینہ برسا گئی۔
صوبہ دکن کے ایک "خان" جو صوبہ داری کے منصب پر فائز تھے۔ بادشاہ نے انہیں کسی وجہ سے معزول کر دیا۔ خوف تھا کہ بادشاہ کی خفگی سے کہیں وہ منصب کی محرومی کے ساتھ ساتھ قتل بھی نہ کر دیئے جائیں۔ ان کے ایک ملنے والے نے صوبہ دار موصوف کا احوال لکھ کر حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت نے انہیں جواب میں لکھا "خان عالیشان نظر آتا ہے" لیکن خان نے تحریر دیکھی تو مایوسی سے بولا "بادشاہ سخت ناراض ہے، بہر حال دیکھئے کیا ہوتا ہے؟" چند روز

گزر رہے تھے کہ سلطان نے ان کا قصور معاف کر دیا اور منصب پر دوبارہ بحال کر دیا۔
ایک روز ایک خادم سے بولے "بھائی شیخ محمد مسعود کو (جو تاجر تھے اور بسلسلہ کاروبار قندھار کی طرف گئے ہوئے تھے) زمین پر کہیں نہیں پاتا ہوں، خادم یہ سن کر بہت فکر مند ہوا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد قافلہ آیا اور لوگوں نے حضرت کو شیخ صاحب کے انتقال کی خبر دی۔ ایک مرتبہ حضرت رمضان المبارک کے ایام میں اجمیر شریف میں مقیم تھے۔ جس مسجد میں قیام تھا وہ بہت مختصر تھی۔ نماز تراویح ادا کر رہے تھے کہ بارش آ گئی۔ جس سے نمازیوں کو بہت تکلیف ہوئی۔ حضرت نے فرمایا، انشاء اللہ تعالیٰ اب رمضان شریف میں بارش نہیں ہوگی۔ مسجد کی ایک دیوار بہت بوسیدہ تھی۔ یہ بھی خطرہ تھا کہ ابھی گر پڑے گی، بولے، ہمارے سامنے یہ دیوار بھی نہیں گرے گی۔ چنانچہ جس روز حضرت وہاں سے روانہ ہوئے اور کافی دور چلے گئے حضرت کو اس کے گرنے کی اطلاع ملی۔

حضرت ایک مرتبہ اجمیر شریف میں بہت بیمار ہو گئے۔ فوراً صاحبزادوں کو طلب کیا، ان کی بیماری سے سب لوگ پریشان نظر آتے تھے۔ حضرت نے خطاب فرمایا کہ بھائی میں ابھی نہیں جاؤں گا۔ ایک کام کے لیے کچھ مہلت مل گئی ہے۔ حاضرین کی جان میں جان آئی۔ اس سفر سے واپس تشریف لائے تو بالکل گوشہ نشین ہو گئے۔ احباب سے خط و کتابت بھی کم کر دی۔ جس کسی کو خط تحریر فرماتے "استعفادے چلے" کے کلمات ضرور تحریر فرماتے۔

**رحلت:**

جب رحلت کا وقت قریب آیا تو حاضرین سے بولے "ڈیڑھ ماہ کے اندر اندر بلوالیا جاؤں گا۔" سامعین دل تھام کر رہ گئے۔ حضرت اس روز سے دن گننے لگے۔ اکثر یہ مصرعہ پڑھتے "آج ملاوا کنت سوں سکھی سب جگ دیتوں وار" یعنی آج وصال یار ہے، اس خوشی سے دنیا جہاں کی نعمتیں نثار کرتا ہوں۔ فرماتے میری قبر کچی اور گمنام جگہ بنانا تا کہ کچھ دنوں کے بعد اس کا نام و نشان مٹ جائے۔
ضعف بڑھ رہا تھا مگر کیا مجال جو نماز باجماعت اور وظائف و اوراد میں فرق آیا ہو۔ البتہ جب کمزوری حد سے بڑھ گئی تو کبھی کبھار نماز تنہا پڑھ لیتے۔ ان ایام میں ملنے والوں، دوستوں

اور مخدوم زادوں کو جو بھی ارشاد اور نصیحت فرماتے اس کا یہی مفہوم ہوتا کہ سنت کو دانتوں سے مضبوط پکڑلو۔

کہتے ہیں عین آخری وقت پر حضرت کو استنجا کی حاجت ہوئی۔ طشت حاضر کیا گیا، دیکھ کر فرمایا "اس میں ریت نہیں ہے۔ قطرات اڑیں گے۔ واپس لے جاؤ، میں وضو نہیں توڑوں گا" حضرت نے وقت آخر بھی بے وضو رہنا گوارا نہ فرمایا، رسول اللہ ﷺ کے ایک ہزار سال بعد وجود میں آنے والی یہ ہستی تجدید سنت و "احیائے دین" میں شب و روز مصروف رہ کر بعمر تریسٹھ سال 29 صفر المظفر 1034 ہجری کو اس دنیا سے رخصت ہوگئی اور سرزمین سرہند شریف کے اس ٹکڑے میں دفن ہوئے، جس کے متعلق ایک مرتبہ حضرت ممدوح نے ایک خط میں تحریر فرمایا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عنایت اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں سرہند شریف میں ایک کنوئیں کو پُر کر کے میرے لیے ایک اونچا مقام بنایا ہے اور اکثر شہروں اور قصبوں پر اس کو بلندی بخشی ہے اور اس زمین میں ایک نور بطور امانت رکھا گیا اور وہ نور اس نور کی طرح ہے جو بیت اللہ شریف کی پاک زمین سے ظاہر اور روشن ہے۔ آگے چل کر اسی خط میں ذکر فرماتے ہیں "وہ نور امانت اس فقیر کے قلبی انوار کا لمعہ ہے جس کو وہاں سے اقتباس کر کے اس زمین پر روشن کیا ہوا ہے، جس طرح کہ مشعل سے چراغ روشن کرلیں"۔

## عہدِ جہانگیری :

نور الدین جہانگیر نوجوانی کے عالم میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور اس کے اردگرد بھی متعصب ہندوؤں کا وہی حلقہ تھا بلکہ اس کی بیگم نور جہاں کے اثر کی وجہ سے دربار میں اور بھی بے دینی بڑھ گئی۔ بادشاہ کے تنگ نظر امراء نے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلاف بادشاہ کے کان بھرنے شروع کر دیئے حتیٰ کہ انہوں نے بادشاہ کو یہ یقین دلا دیا کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے بے شمار مریدین کی مدد سے تخت سلطنت پر قبضہ کرنے کی فکر میں ہیں۔ اسی لیے وہ عوام کو ظلِ سبحانی کے روبرو سجدہ کرنے سے منع کرتے ہیں چنانچہ بادشاہ نے حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دربار شاہی میں طلب کیا اور حضرت سے آداب شاہی (سجدہ کرنا) بجالانے کا

مطالبہ کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سختی سے انکار کیا اور فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں، پھر میں ایک انسان کو کیسے سجدہ کر سکتا ہوں''

بادشاہ نے ناراض ہو کر حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو وسطی ہند کے قلعہ گوالیار میں نظر بند کر دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے متوسلین کو لکھا:

''مجھے جو قید خانے میں ڈالا گیا ہے اس میں مشیت الٰہی ہے۔ تم بادشاہ کی اطاعت قبول کرو اور بغاوت سے باز رہو۔ میں بھی انشاء اللہ جلد قید سے آزاد ہو جاؤں گا۔''

دو سال تک قید و بند کی صعوبتیں صبر و استقلال سے برداشت کیں۔ زمانہ نظر بندی میں قلعہ کے اندر بہت سے غیر مسلم آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے اور آپ کا فیضان قلعہ کے اندر اور باہر یکساں طور پر جاری رہا۔ آخر جہانگیر کا دل آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے صاف ہوا تو اس نے آپ کو قید سے رہا کرنے پر آمادگی ظاہر کی تو آپ نے مندرجہ ذیل شرائط پر رہا ہونے کے لیے رضامندی کا اظہار فرمایا:

☆1)۔ بادشاہ وقت کے حضور سجدہ کرنے کی رسم بند کی جائے۔

☆2)۔ مسلمانوں کو گائے کے ذبیحہ سے نہ روکا جائے اور بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے گائے ذبح کرے۔

☆3)۔ جو مساجد شہید کی گئی ہیں وہ نئے سرے سے سرکاری خرچ سے تعمیر کی جائیں۔

☆4)۔ کفار سے شرع شریف کے مطابق جزیہ لیا جائے۔

☆5)۔ قوانین شریعت محمدی کا نفاذ کیا جائے۔

☆6)۔ تمام بے گناہ قیدی رہا کیے جائیں۔

جہانگیر نے تمام شرائط قبول کر لیں اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قید خانے سے باہر تشریف لے آئے۔ بادشاہ جہانگیر میں بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ سے تبدیلی آ چکی تھی اور وہ آپ کا گرویدہ ہو چکا تھا۔ اعیان سلطنت، امیران دربار اور عوام الناس سب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گرد جمع ہو گئے اور کسب فیض کے لیے بہت سے مشائخ بھی مشیخت ترک کر کے صحبت بابرکت میں

پہنچ گئے۔ ایک سو کے قریب علماء وصلحاء وحفاظ ہروقت آپ کی خدمت میں عموماً مقیم رہتے اور حضور وآ گاہی سے لذت آشنا رہتے۔

## اتباع سنت کی تاکید:

آپ اعمال کی ادائیگی میں پیروی سنت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ عمل میں عزیمت آپ کا شعار تھا۔ بدعت اور رخصت سے ہمیشہ اجتناب فرماتے۔ اپنے عقیدت مندوں کو بھی یہی تلقین فرماتے۔ ہر کام میں استخارہ فرماتے۔ قبور کو بوسہ دینا اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ ہاں کبھی کبھی اپنے والد بزرگوار اور اپنے پیر بزرگوار کی قبور کو تبرکاً ہاتھ سے چھوتے تھے۔ کسی خاص دعوت میں تشریف لے جاتے لیکن عام دعوت میں جانے سے گریز کرتے۔ مجالس سماع وسرود ومولود خوانی میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ ذکر خفی آپ کا معمول تھا۔ آپ کا ارشاد ہے:

"چنیں آہستہ کن ذکرش کہ از خود نیز اخفاء کن"

نبوت کو ولایت سے افضل قرار دیتے تھے۔ غلبہ صحو کو سکر پر ترجیح دیتے تھے۔ جمیع اصحاب رسول اللہ ﷺ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمیع اولیاء رحمہم اللہ علیہم سے افضل سمجھتے تھے۔ طریقہ نقشبندیہ کو سب طریقوں سے افضل تصور فرماتے تھے۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خلق عین خلق محمدی ﷺ کے مطابق تھا۔ تسلیم ورضا بر قضا اور شفقت وتواضع بر خلق خدا کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ اہل حقوق سے نیک سلوک کرتے اور صلہ رحمی کی بے حد کوشش فرماتے۔

### اولاد وخلفاء:

مکتوبات شریف، مبدا ومعاد ومعارف لدنیہ وغیرہم ایسی بلند پایہ تصانیت کے علاوہ حضرت کے سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں، صاحبزادوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

1۔ حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
2۔ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
3۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
4۔ حضرت خواجہ محمد فرخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
5۔ حضرت خواجہ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
6۔ حضرت خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
7۔ حضرت شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

خلفائے کرام میں حضرت قبلہ کے صاحبزادگان عظام میں سے سب کے سب ولی کامل ہوئے ہیں اور حضرت کے جانشین ہیں، ان مقتدر ہستیوں کے علاوہ حضرت قبلہ نے خلفاء کی ایک بڑی جماعت کو بھی تالیف قلوب اور ہدایت خلق کے لیے تیار کیا جن میں سے حضرت خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ طاہر لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ بدیع الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ نور محمد پٹنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ حمید بنگالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ مزمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ طاہر بدخشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام نامی قابل ذکر ہیں۔

# ارشاداتِ عالیہ

- ☆ اعلیٰ نصیحت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اختیار کرو۔
- ☆ اپنے عقائد کو فرقہ ناجیہ یعنی علمائے اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق درست کرو۔
- ☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گیا بچ گیا، جو پیچھے رہا وہ ہلاک ہو گیا۔
- ☆ اہل و عیال کے ساتھ حد سے زیادہ محبت نہ کرو کہ ضروری کام میں فتور آئے۔
- ☆ اہل اللہ کو تجارت، خرید و فروخت اور اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی۔
- ☆ اہل اللہ سے کرامت مت ڈھونڈو، ان کے وجود ہی کو کرامت جانو۔
- ☆ اہل کرم وہ ہے جو اپنی حاجت پر غیر کی حاجت کو مقدم رکھے۔
- ☆ اس اجتماع سے الگ رہو جو تفرقہ کا باعث ہووے۔

☆ ۔ اس غرض کا متادینا جو کفار سے وابستہ ہو، کامل ایمان ہے۔
☆ ۔ احسان سب جگہ بہتر ہے لیکن ہمسایہ کے ساتھ بہترین ہے۔
☆ ۔ آخرت کا کام آج کر دنیا کا کام کل پر چھوڑ دے۔
☆ ۔ اظہار عجز عبادت ہے۔
☆ ۔ انبیاء علیہم السلام کے قول کے مقابلہ میں حکماء کا قول رد ہے۔
☆ ۔ اولیاء اللہ کی نظر دوا ہے اور کلام شفا ہے اور صحبت سراپا نور۔
☆ ۔ نقشبندی وہ ہے جو اپنے زبان کو ذکر خدا سے تر رکھے۔
☆ ۔ بزرگوں کی بے ادبی مصائب و شقاوت کا پیش خیمہ ہے۔
☆ ۔ بزرگوں کے کلام کے معنی خلاف شریعت مراد لینا الحاد و زندقہ ہے۔
☆ ۔ بلا استطاعت سفر حج تضیع اوقات ہے۔
☆ ۔ بچوں پر پیار کا آنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نشان ہے جو اپنے مہربان بندوں کو عطا فرماتا ہے۔
☆ ۔ بھائی کا حق اس جگہ معاف کرالے ورنہ وہاں نیکیاں دینی پڑیں گی۔
☆ ۔ پنج وقتی نماز کو سستی اور کاہلی کے بغیر شرائط اور تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کریں۔
☆ ۔ پیر وہ ہے جو مرید کے مال میں خواہش نہ پائے۔
☆ ۔ پیر کا دل مرید کے مال میں ہونا، مرید کی ہدایت کے مانع ہے۔
☆ ۔ تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی تابعداری ہے اور تمام فسادوں کی جڑ شریعت کی مخالفت ہے۔
☆ ۔ تمام مخلوقات میں زیادہ محتاج انسان ہے۔
☆ ۔ تف ہے اس طریقہ پر جس میں گالی دینا عبادت ہو۔
☆ ۔ جس کو نرمی عطا ہوئی، اس کو دنیا و آخرت عطا ہوئی۔
☆ ۔ جوانی میں زیادہ خوف درکار ہے اور بڑھاپے میں رجا۔
☆ ۔ جس گناہ کے بعد ندامت نہ ہو اندیشہ ہے کہ اسلام سے باہر کر دے۔

☆ ۔ جو ضرورت گناہ پر مجبور کرے شرعاً مردود ہے۔

☆ ۔ جو سالک اپنے آپ کو خسیس کتے سے بھی بہتر جانتا ہے وہ بزرگوں کے کمالات سے محروم ہے۔

☆ ۔ حضور سید عالم ﷺ کو معراج جسمانی ہوئی اور دیدار حق آنکھوں سے ہوا۔

☆ ۔ حب دنیا سے خالی علماء بہت کم ہیں۔

☆ ۔ حادثات دنیا کی تلخی کڑوی دوا کی مثل ہے۔

☆ ۔ خدا کے دشمنوں سے الفت کرنا خدا کے ساتھ دشمنی ہے۔

☆ ۔ خدا کو خدا جاننا یہ ہے کہ شرک نہ کرے اور رسول کو رسول جاننا یہ ہے کہ رسول کی پیروی کرے۔

☆ ۔ خدا کے کرم پر مغرور ہونا اور عفو کی امید پر گناہ کرنا شیطان کا فریب ہے۔

☆ ۔ خلاف شریعت ریاضتیں اور مجاہدات خسارہ ہی خسارہ ہیں۔

☆ ۔ دنیا ایک نجاست ہے جو سونے میں چھپائی گئی ہے۔

☆ ۔ دنیا میں آرام کا خواہاں بے وقوف ہے۔

☆ ۔ ذکر جہر سے اسقدر پرہیز چاہئے کہ کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ شریف بھی دل میں پڑھے۔

☆ ۔ سب سے زیادہ عذاب بے عمل عالم پر ہوگا۔

☆ ۔ سادات سے حضور اکرم ﷺ کی قربت کے باعث محبت رکھنی چاہئے۔

☆ ۔ سماع و رقص پسند کرنا تو درکنار ہم ذکر جہر کی طرف توجہ بھی نہیں کیا کرتے۔

☆ ۔ سرود و نغمہ ایک زہر ہے جو شہد میں ملا ہوا ہے۔

☆ ۔ شریعت دنیا و آخرت کی سعادتوں کی ضامن ہے۔

☆ ۔ شر نفس شیطان کے شر سے زیادہ ہے۔

☆ ۔ شعر خوانی اور قصہ گوئی بدبختوں کے نصیب کر اور اپنے لئے سرمایہ خاموشی بنا۔

☆ ۔ ضروری حاجتیں دنیا طلبی میں داخل نہیں ہیں۔

☆ ۔ طریقہ نقشبندیہ کا اصول نہایت آسان ہے اور خدا تک جلد پہنچانے والا ہے۔

☆ ۔ طریقہ نقشبندیہ کا مدار دو اصولوں پر ہے، ایک شریعت کی پیروی استقامت کے ساتھ، دوسرا شیخ کی محبت اور اخلاص میں استقامت۔

☆ ۔ ظاہر دراصل باطن کا نمونہ ہے۔

☆ ۔ علمائے بے عمل پارس پتھر کی مثل ہیں جو اوروں کو سونا بناتا ہے اور خود پتھر کا پتھر رہتا ہے۔

☆ ۔ علماء کے لئے دنیا کی محبت اور اس کی رغبت ان کے خوبصورت چہرے پر بدنما داغ ہے۔

☆ ۔ علمائے بدوہ ہیں جو خلق کے نزدیک عزت کے خواہاں ہیں۔

☆ ۔ علمائے سلف پر طعن کرنے والا گمراہ اور بدعتی ہے۔

☆ ۔ علم الہام کیا جاتا ہے نیکوں کو اور بدبخت اس سے محروم رکھے جاتے ہیں۔

☆ ۔ عمل کی سستی پر مغفرت کی امید ہے لیکن بداعتقادی پر نہیں۔

☆ ۔ عورت کا نامحرم مرد سے ملائم گفتگو کرنا بدکاری ہے۔

☆ ۔ عورت اور بے ریش لڑکا ایک حکم رکھتے ہیں۔

☆ ۔ فقراء کی محبت اور صحبت ضروری ہے۔

☆ ۔ فقراء کی خاکروبی دولتمندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔

☆ ۔ کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دل آزاری ہے خواہ مومن کا ہو یا کافر کا۔

☆ ۔ کوئی جاہل ولی نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔

☆ ۔ گناہ کے بعد ندامت بھی توبہ کی شاخ ہے۔

☆ ۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس لئے محبت ہے کہ وہ محمد مصطفی ﷺ کا رب ہے۔

☆ ۔ نرم خو اور متواضع کیلئے جہنم حرام ہے۔

☆ ۔ نفس امارہ کا مقصود ہمہ تن ہمسروں پر بلندی چاہنا ہے۔

☆ ۔ نفس پر شریعت کی پابندی سے زیادہ کوئی چیز دشوار نہیں ہے۔

☆۔ نفس کی کمال مخالفت اتباع شریعت میں ہے۔
☆۔ ناقص پیر آخرت کی کھیتی کا ناقص تخم ہے۔
☆۔ ہمارا طریق صحبت ہے کیوں کہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔
☆۔ ہمارا ایمان ہے کہ حق تعالیٰ قریب اور ساتھ ہے لیکن یہ قرب اور معیت ہماری سمجھ سے بالا ہے۔
☆۔ ہر عمل جو موافق شریعت ہے ذکر میں داخل ہے اگر چہ خرید وفروخت ہو۔
☆۔ اہل خانہ تمہاری رعیت ہیں اور تم اس کی نسبت سوال کیے جاؤ گے۔
☆۔ انسان کے تین دوست ہیں ایک قبض روح تک، دوسرا قبر تک اور تیسرا قیامت تک۔ قبض روح تک کے ساتھی مال، قبر تک کے ساتھی گھر والے اور قیامت تک کے ساتھی نیک اعمال ہیں۔
☆۔ ترک دنیا سے مراد اس میں رغبت کا ترک کرنا ہے۔ نہ کسی چیز کے آنے کی خوشی ہو اور نہ جانے کا غم۔
☆۔ جمیعت خاطر سے حق تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہ اور متعلقین کا غم اللہ تعالیٰ کے حوالے کر۔
☆۔ جس نے دولت مند کی تواضع اس کی دولت مندی کے سبب سے کی، اس نے دو حصہ دین برباد کر ڈالا۔
☆۔ حق تعالیٰ کو حق ہی سے پا سکتے ہیں نہ کہ تفکر اور تخیل سے۔
☆۔ خلق کے ساتھ ضرورت سے زیادہ اختلاط نہ رکھ، کیونکہ زیادہ مضرتوں کا سبب ہوتا ہے
☆۔ دنیا کاشتکاری اور تخم ریزی کا مقام ہے نہ کہ کھانے اور سو رہنے کا۔
☆۔ دولت مند کی صحبت زہر قاتل اوران کے چرب لقمے دل کو سیاہ کرنے والے ہیں۔
☆۔ دل آنکھ کے تابع ہے۔ آنکھ کی گرفتاری کے بعد دل کی حفاظت مشکل ہے اور دل کی گرفتاری کے بعد شرمگاہ کی حفاظت مشکل تر ہے۔
☆۔ دوسری نظر تیرے لیے وبال ہے۔ نظر اول وہ ہے جو بلا قصد ہو اور دوسری نظر وہ ہے جو

قصد اُڑائی جائے۔

☆ ۔ دوپہر کا سونا جو بہ نیت سنت ہو، ان کروڑوں شب بیداریوں سے بہتر ہے جو اتباع سنت کی نیت سے نہ ہو۔

☆ ۔ زندگی کی فرصت بہت کم ہے اور ہمیشہ کا عذاب یا راحت اسی پر مرتب ہونا ہے۔

☆ ۔ زکوٰۃ کا ایک پیسہ نفلی طور پر سونے کا پہاڑ صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

☆ ۔ سہو ونسیان نوعِ انسان کا لازمہ اور خطاو غلطی اس جہان کا خاصہ ہے۔

☆ ۔ شریعت کے تین جزو ہیں، علم عمل اور اخلاص۔ جب تک یہ تینوں جزو موجود نہ ہوں۔ شریعت متحقق نہیں ہوتی۔ علم و عمل شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور اخلاص کا حاصل ہونا طریق صوفیہ پر منحصر ہے کہ جو علم و عمل کی روح ہے۔

☆ ۔ تمام امتی، نبی کریم ﷺ کے خادم اور مملوک و غلام ہیں۔

☆ ۔ محض زبان سے کلمہ شہادت پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لیے ہرگز کافی نہیں ہے۔ تمام ضروریات دین کو سچا ماننے اور کفر و کفار کے ساتھ نفرت و بے زاری رکھنے سے آدمی مسلمان ہوگا۔ جو شخص تمام ضروریات دین پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرے لیکن کفر و کفار کے ساتھ نفرت و بیزاری نہ رکھے وہ در حقیقت مرتد ہے اس کا حکم منافق کا سا ہے۔

☆ ۔ جب تک خدا اور رسول ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نہ رکھی جائے اس وقت تک خدا اور رسول ﷺ کے ساتھ محبت نہیں ہو سکتی۔ (اللہ اور رسول کے دشمنوں سے دوستی اور پھر بھی ان کی محبت کا دعویٰ؟)

☆ ۔ جو لوگ کلمہ پڑھتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں اُن کو کافر کہا ہے۔ "**لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ**" (تا کہ ان سے کفاروں کے دل جلیں)

☆ ۔ اکمل اولیاء اللہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ یہ قدرت عطا فرماتا ہے کہ وہ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔

☆ ۔ کفار و منافقین پر جہاد اور سختی کرنا ضروریات دین سے ہے۔ کفار اور منافقوں کی جس

قدر عزت کی جائے گی اسی قدر اسلام کی ذلت ہوگی۔

''عزلت سے صحبت بہتر ہے''

☆۔ ایک دفعہ میرا ارادہ ہوا کہ کسی مقام خلوت میں جا کر گوشہ نشینی اختیار کروں۔ بارگاہ رب العزت سے ارشاد ہوا کہ مناسب ولائق اور محبوب وپسندیدہ طریقہ یہی ہے جس پر آپ قائم ہیں نہ کہ طریقہ گوشہ نشینی وتنہائی۔

## نسبت مہدی موعود علیہ السلام کے متعلق؛

☆۔ ''مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارے زمانہ سے حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور تک یہ کمالات اور معاملات جو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر افاضہ فرمائے ہیں کسی اور پر ظاہر نہیں ہوں گے۔''

☆۔ ''مجھ پر ایسا ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارے معارف وحقائق تحریر کردہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی نظر اقدس سے گزریں گے اور ان کی بارگاہ میں مقبول ہوں گے''

3۔ فرمایا:''مجھ پر منکشف ہوا ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام اسی نسبت علیہ پر ہوں گے۔''اس میں آپ نے اپنی نسبت خاصہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (یعنی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ)

☆۔ ''جو لوگ داخل طریقہ ہو چکے ہیں یا قیامت تک بالواسطہ یا بلاواسطہ داخل ہوں گے وہ سب مرد اور عورتیں مثالی صورت میں میرے سامنے لائے گئے اور ہر ایک کا نام ونسب اور مولود ومسکن بتایا گیا۔ اگر میں چاہوں تو سب بیان کر سکتا ہوں''

☆۔ ''جو کچھ ہم کو عطا کیا گیا ہے وہ محض کرم حق ہے۔ اگر اس کے لیے کوئی بہانہ ہوا ہے تو وہ متابعت حضرت سید الانبیاء علیہ السلام ہے۔ جو کچھ ہم کو دیا گیا ہے اتباع کے راستہ سے دیا گیا ہے۔ اگر کچھ ملنے سے رہ گیا ہوگا تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ہم سے بتقاضائے بشریت اتباع نبی ﷺ میں کچھ کمی رہ گئی ہوگی''

☆۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ اپنے اصحاب کو کثرت ذکر ودوام حضور ومراقبہ کی ترغیب دلایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ دنیا دار عمل ہے اور مزرعہ آخرت۔

## آدابِ شریعت کا لحاظ:

☆ ۔ لوگ ریاضات و مجاہدات کی خواہش رکھتے ہیں۔ حالانکہ کوئی ریاضت اور مجاہدہ آدابِ شریعت کی رعایت کے برابر نہیں ہے۔ خصوصاً فرض و واجب وسنت نمازیں حسب اصول شریعت ادا کرنا بہت بھاری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ" اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ "ترجمہ: نماز بھاری ہے مگر ڈرنے والوں پر

☆ ۔ بعض ناقص درویش اپنے کشف پر اعتماد کر کے شریعت بیضا کا انکار اور مخالفت کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام بھی عہد نبوت پناہ ﷺ میں ہوتے تو بجز اتباع شریعت مصطفوی کے ان کو بھی اور چارہ کار نہ ہوتا۔ اس لیے ان کور باطنوں کو مخالفت کا کوئی حق نہیں ہے۔

## نسبت نقشبندیہ کی افضلیت

حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس اسرارھم نے فرمایا ہے کہ: "ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بالا ہے" چونکہ ان کا طریق اتباع سنت سنیہ اور رعایت عزیمت ہے اس لیے ان کی نسبت بھی افضل ہے۔

☆ ۔ جب تک کسی کو علم ظاہری میں پوری پوری مہارت نہ حاصل ہو جائے اس وقت تک اسرار صوفیہ سے کما حقہ استفادہ نہیں کر سکتا۔

☆ ۔ احوال تابع شریعت ہیں اور شریعت تابع احوال نہیں کیونکہ شریعت قطعی ہے اور وحی الٰہی سے ثابت ہو چکی ہے اور احوال ظنی امور ہیں کیونکہ ان کی بنیاد کشف والہام پر ہے"

حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیت، مکتوبات کی تین جلدیں اور چند رسائل ہیں۔ جلد اول 1025 ہجری میں اور دوسری جلد 1028 ہجری میں اور تیسری جلد 1031 ہجری میں اختتام کو پہنچی۔ ذیل میں ہم ان تصانیف میں سے چند مقامات بطور تبرک نقل

کرتے ہیں۔

☆۔ قرب بخشنے والے اعمال فرائض ہیں یا نوافل فرائض کے مقابل نوافل کا کچھ اعتبار نہیں۔فرائض میں سے ایک فرض کاایک وقت میں ادا کرنا ہزار سال کے نوافل کے ادا کرنے سے بہتر ہے اگر چہ خالص نیت سے ادا ہوں اور خواہ کوئی نفل ہوں یا نماز وز کوۃ وروزہ وذکر وفکر یا کوئی اور مثل ان کے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ فرائض کے ادا کرنے کے وقت سنتوں میں سے ایک سنت اور آداب میں سے ایک ادب کی رعایت یہی حکم رکھتی ہے۔ (یعنی ادائے نوافل سے بدرجہا بہتر ہے)

نقل ہے کہ ایک دن امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی۔نماز سے فارغ ہو کر آپ نے لوگوں کی طرف نگاہ کی۔اُس وقت اپنے اصحاب میں سے ایک کو نہ پایا۔فرمایا کہ فلاں صاحب جماعت میں حاضر نہیں ہوا۔حاضرین نے عرض کیا کہ وہ اکثر شب جاگتا رہتا ہے۔احتمال ہے کہ وہ اس وقت سوگیا ہوگا۔فرمایا کہ اگر وہ تمام رات سورہتا اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا تو یہ بہتر تھا۔پس ایک ادب کی رعایت کرنا اور ایک مکروہ سے خواہ مکروہ تنزیہی ہو تحریمی کا تو کیا ذکر، پرہیز کرنا ذکر وفکر ومراقبہ وتوجہ سے بدرجہا بہتر ہے۔ہاں اگر کوئی ان امور کو رعایت آداب اور مکروہات سے اجتناب کے ساتھ جمع کرے تو وہ بڑا کامیاب ہے۔اور بغیر اس رعایت واجتناب کے کانٹے دار درخت پر ہاتھ ملنا ہے۔مثلاً جس طرح زکوۃ کے حساب میں ایک دانہ کا صدقہ کرنا سونے کے بڑے بڑے پہاڑ بطور نفل صدقہ دینے سے بدرجہا بہتر ہے اسی طرح اس دانہ کا صدقہ دینے میں آداب میں سے ایک ادب کی رعایت کرنا مثلاً اس رشتہ دار فقیر کو دینا اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ رشتہ دار کے علاوہ کسی اور کو دیا جائے۔ پس نماز عشاء کو رات کے نصف اخیر میں ادا کرنا اور اس تاخیر کو نماز تہجد کی تاکید و وسیلہ بنانا بہت بڑا ہے۔کیونکہ حضرات حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک اُس وقت نماز عشاء پڑھنا مکروہ ہے۔

(مکتوبات،جلد اول،مکتوب 29)

جاننا چاہیے کہ اس دنیا میں جو کہ آزمائش وامتحان کا مقام ہے۔دشمن دوست کو ملا دیا گیا ہے اور دونوں کو رحمت میں شامل کیا گیا ہے۔آیۂ کریمہ ''وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ

شیء۔ ''(اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے)اس بات کو ظاہر کرتی ہے ، قیامت کے دن دشمن کو دوست سے جدا کریں گے جیسا کہ آیت کریمہ ''وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ '' (جدا ہو جاؤ آج اے گنہگارو) سے ظاہر ہے۔اُس وقت رحمت کا قرعہ دوستوں کے نام پر پھینکیں گے ۔اور دشمنوں کو محروم مطلق اور ملعون ثابت کریں گے ۔اور آیہ کریمہ'' فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ''اس بات پر شاہد ہے یعنی تحقیق ہم ثابت کریں گے اُس رحمت کو اس جماعت کے واسطے جو کفر و گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے کرم و رحمت کو آخرت میں نیکوں اور نیک کردار مسلمانوں کے لیے مخصوص کیا۔ ہاں مطلق اہل اسلام کے لیے خاتمہ بالخیر ہونے کی صورت میں رحمت سے حصہ ہے۔ اگر چہ دراز زمانوں کے بعد وہ عذاب دوزخ سے نجات پائیں۔ لیکن گناہوں کی تاریکیاں اور آسمان سے نازل کیے ہوئے احکام کی بے پروائی ایسا کب ہونے دیتی ہے کہ نور ایمان کو سلامت لے جائے۔ عالموں نے فرمایا ہے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ تک پہنچا دیتا ہے۔(العیاذ باللہ سبحانہ) ﴿جلد اول مکتوب 96﴾

## رحلت:

1032 ہجری میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عمر مبارک اکسٹھ سال کی ہوئی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر حاضری کے لیے اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح پرفتوح سے بے حد لطف و کرم کا مشاہدہ کیا۔ مراجعت فرماتے ہوئے عازم سرہند ہوئے تو فرمایا کہ ہماری عمر تریسٹھ سال معلوم ہوتی ہے۔1033 ہجری میں نصف شعبان کی شب خلوت میں گزاری ،خلوت سے باہر آئے تو ایک شخص نے کہا''معلوم نہیں اس سال کس کا نام زندہ رہنے والوں کی فہرست سے کاٹ دیا گیا ہے؟'' آپ نے فرمایا''تو شک کے طور پر کہہ رہا ہے اس شخص کا کیا حال ہے جو اپنا نام مرنے والوں کی فہرست میں دیکھتا ہے۔''

اس کے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے مخلوق خدا کی ہدایت کا کام اپنے فرزندان گرامی کے سپرد کر دیا اور خود عبادت و تلاوت واذکار میں مصروف ہو گئے۔ صرف نماز پنجگانہ کے لیے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لاتے۔ ماہ رمضان میں صیام و قیام کا پورا اہتمام رکھا اور صدقہ و خیرات کثرت سے کرتے رہے۔ ماہ ذی الحجہ میں بیماری شدت اختیار کر گئی۔ بارہویں محرم کو ارشاد فرمایا کہ اب چالیس پچاس دن کے اندر جہانفانی سے عالم جاودانی کو روانگی ہو گی۔ آخر کار 28 صفر المظفر 1034 ہجری کو تریسٹھ سال کی عمر میں نہایت استغراق اور غلبہ ذکر اسم ذات کی حالت میں رحلت فرمائی۔ حضرت اپنی وصیت کے مطابق اپنے فرزند حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پہلو میں سرہند شریف میں آرام فرما ہیں اور روضہ پُر انوار مرجع خواص و عوام ہے۔

### حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادگان:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد یہ نسبت عزیز حضور کے فرزندان گرامی خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قیوم ثانی اور خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خازن رحمت کے حصہ میں آئی۔ جہاں سے یہ نسبت تمام اطراف عالم میں پھیل گئی۔ بلاد ہند اور بلاد سندھ بھی اس کی ضیاء سے منور ہو گئے۔ سندھ میں خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (لواری شریف) اور مخدوم ولایت حضرت خواجہ قاضی احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے حامل ہوئے۔ اطراف سندھ میں ان بزرگواروں نے دین اسلام کی بہت خدمت کی۔ متعدد مقامات پر خانقاہیں قائم کیں۔ جہاں طالبان ہدایت فیض حاصل کرتے اور اشاعت اسلام کے لیے کمر بستہ ہو جاتے۔ ان صاحب کمال بزرگوں کے طفیل پنجاب اور سندھ کا چپہ چپہ فیضان سرمدی سے سرشار ہو کر نور توحید سے جگمگا اٹھا۔

# فضائل

# سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند

کہ برنداز رہ پنہاں بحرم قافلہ را

**ترجمہ**: نقشبندی بزرگ عجیب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ پوشیدہ قافلہ کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔ ﴿حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ﴾

اے سلسلہ نقشبند تیری کیا شان ہے

ہمہ اولیاء و اتقیاء کو تیرا فیضان ہے

امام ملت و دین شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے متعلق فرماتے ہیں:

''اے برادر اس بلند طریق سلسلہ عالیہ نقشبند کے سر حلقہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد بالتحقیق تمام بنی آدم سے افضل ہیں اور اسی اعتبار سے اس طریق نقشبندیہ کے بزرگوں کی تحریروں میں آیا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ ان کی نسبت جس سے مراد خاص حضوری اور آگاہی ہے بعینہٖ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت اور حضوری ہے جو تمام آگاہیوں سے بڑھ کر ہے اور اس طریق میں انتہا اس کی ابتدا میں مندرج ہے اور اگر کوئی پوچھے کہ جب دوسروں کی انتہا اس سلسلہ نقشبندیہ کے ابتداء میں

مل گئی تو پھران کی انتہا کیا ہوگی جبکہ دوسروں کی انتہا وصول تجلی ہے تو پھران کو حق سے آگے کہاں تک سیر میسر ہوگا۔ تو میں ﴿حضرت مجدد الف ثانی﴾ اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ:

"اس طریقہ عالیہ کی انتہا اگر میسر ہو جائے تو وصل عریانی ہے"

وصل عریانی سے یہ مراد ہے کہ حجاب سب کے سب اٹھ جائیں اور تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں۔

اولیاء کے تمام سلسلوں کے درمیان سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے پس صحو کی نسبت ان میں غالب ہوگی اور ان کی دعوت اتم ان کی نسبت تمام سلسلوں کی نسبتوں سے بڑھ کر ہوگی۔ دوسروں کو ان کے کمالات کا کیا پتہ اور ان کے معاملہ کی حقیقت کی کیا خبر۔

میرا ﴿حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ﴾ کا خیال ہے کہ حضرت امام مہدی موعود علیہ السلام جو ولایت کی اکملیت کے لیے مقرر ہیں، ان کو یہ نسبت عالیہ نقشبندیہ حاصل ہوگی اور اس سلسلہ عالیہ کی تتمیم و تکمیل فرمائیں گے کیونکہ تمام ولایتوں کی نسبت اس نسبت سے نیچے ہے۔

﴿مکتوب نمبر 251﴾

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی پوری تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ سب شروع سے اخیر تک اس طریقہ کا بیان ہے جس طریقہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کو ممتاز کیا ہے۔ اس کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے، جس کی ابتداء میں دوسروں کی انتہا مندرج ہے۔ اس بنیاد پر بہت سی عمارتیں اور کئی قسم کے محل بنائے گئے ہیں۔ اگر یہ بنیاد نہ ہوتی تو معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا یعنی بخارا اور ثمر قند سے اس بیج کو لا کر زمین ہند میں جس کا خمیر یثرب و بطحا کی خاک سے ہے بویا اور فضل کے پانی سے کئی سالوں تک اس کو سیراب کیا اور احسان کی تربیت سے اس کی تربیت کی، جب وہ کھیتی کہاں سے کہاں پہنچ گئی تو ان علوم و معارف کا ثمرہ اس سے حاصل ہوا۔

جاننا چاہیے کہ اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا سلوک شیخ مقتدا کی محبت کے رابطہ پر وابستہ ہے، جس نے سیر مرادی سے اس کو طے کیا ہوا اور قوت انجذاب سے ان کمالات کے ساتھ رنگا ہوا

ہو۔اس کی نظرِ دلی امراض کو شفا بخشتی ہے اور اس کی توجہ باطنی امراض کو ختم کرتی ہے۔ان کمالات کا حاصل اپنے وقت کا امام اور اپنے زمانے کا خلیفہ ہے۔اقطاب وابدال اس کے مقامات کے ظلال میں خوش ہیں۔ہمارے اس طریقہ نقشبندیہ میں استفادہ انعکاسی ہے۔

مرید اپنے مرشد سے محبت کے رابطہ سے دم بدم اس کا رنگ پکڑتا ہے اور انعکاس کے طریق پر اس کے نور سے منور ہوتا جاتا ہے اور صاحب دولت ﴿پیر﴾ کی محبت یا توجہ سے اپنے بلند مقاصد حاصل کر لیتا ہے۔﴿مکتوب نمبر 260﴾

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ طریقہ صوفیہ میں سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان نقشبندی بزرگوں نے اتباع سنت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب کیا ہے۔﴿مکتوب 266﴾

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں'' جاننا چاہیے کہ وہ طریقہ جو نزدیک تر، جلد پہنچانے والا، کتاب وسنت کے زیادہ موافق، زیادہ مضبوط، زیادہ محفوظ، زیادہ پختہ، زیادہ سچا، زیادہ رہنمائی کرنے والا، بہت اونچا، بہت بزرگ، بہت بلند مرتبہ اور بہت کامل ہے وہ صرف طریقہ عالیہ نقشبندیہ ہے۔

اس طریقے کی یہ تمام بزرگی اور اس سلسلے کے بزرگوں کی یہ بلند شان وشوکت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی متابعت اور پابندی اور ناپسندیدہ اور بدعت سے اجتناب کی وجہ سے ہے۔یہ نقشبندی بزرگ ہی ہیں جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح ان کے کام کی نہایت ان کی ابتدائی شان میں ہی درج ہو چکی ہیں اور ان کے حضور اور آگاہی نے دوام پیدا کیا ہے اور درجہ کمال تک پہنچنے کے بعد ان کی آگاہی دوسروں سے فوقیت لے گئی ہے۔

﴿مکتوب نمبر 290﴾

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

'' حدیث قدسی میں آیا ہے اپنے نفس سے دشمنی رکھ کہ یہ میری دشمنی پر کھڑا ہے'' تو طریق مشائخ میں سے ہر وہ طریقہ جس میں احکام شرعیہ کی زیادہ رعایت ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف قریب ترین راستہ ہوگا کیونکہ اس میں نفس کی مخالفت زیادہ ہے اور سن لو وہ ہے'' طریقہ نقشبندیہ''

یہی وجہ ہے کہ ہمارے سردار قبلہ اجل شیخ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے" میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سب طریقوں میں سے قریب ترین راستہ پایا ہے کیونکہ اس میں نفس کی زیادہ مخالفت ہے۔ ﴿مکتوب 9﴾

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ولایت کے بہت سے درجات ہیں کیونکہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولایت ہے جو اس سے خاص ہے اور سب سے اعلیٰ درجہ کی ولایت وہ ہے جو ہمارے نبی کریم ﷺ کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہے اور علم وعین ہر لحاظ سے تمام وجودی اور اعتباری حجابات کا اٹھ جانا اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت وصل پوری طرح نصیب ہوتا ہے اور وجد درجہ گمان میں نہیں بلکہ حقیقتاً حاصل ہو جاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی اتباع کرنے والوں میں سے کاملین کو نصیب کا حصہ وافر، اس نادر الوجود مقام سے حاصل ہو جاتا ہے تو تم لوگ اس بلند پایہ درجہ کے حصول کی تمنا رکھتے ہو تو حضور نبی کریم ﷺ کی اتباع اور پیروی کو لازم جانو۔ اکثر مشائخ کے نزدیک یہ تجلی برقی ہے یعنی حضرت ذات سبحانہ سے تمام حجابات کا اٹھ جانا بجلی کی طرح تھوڑے سے وقت کے لیے ہوتا ہے پھر اسماء وصفات کے پردے لٹکا دیئے جاتے ہیں اور انوار ذات کی شعاعیں پوشیدہ ہو جاتی ہیں تو حضور ذاتی بجلی کی طرح ایک لمحہ کے لیے ہوتا ہے اور اکثر اوقات غیبت ذاتی ہی رہتی ہے۔ مشائخ نقشبند کے نزدیک حضور ذاتی ودائمی کا اعتبار ہے۔ زائل ہونے اور غیبت سے بدل جانے والے حضور کا کوئی اعتبار نہیں۔ لہذا ان اکابر نقشبند قدس اللہ اسرارھم کا کمال تمام کمالات سے بڑھ کر ہے اور ان کی نسبت تمام نسبتوں سے فوقیت رکھتی ہے اور نسبت سے مراد حضور ذاتی دائمی ہے۔ ان کاملین نقشبند کے طریقہ میں ابتداء انتہا میں درج ہے اور اس معاملہ میں ان کی اقتداء حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ساتھ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم حضور نبی کریم ﷺ کی پہلی صحبت میں وہ کچھ پا گئے جو دوسروں کو نہایت میں میسر آتا ہے اور نہایت کے بدایت میں درج ہونے سے ہوتا ہے تو جس طرح محمد الرسول اللہ ﷺ کی ولایت تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوۃ والتسلیمات کی ولایتوں سے فائق واعلیٰ ہے اسی طرح ولایت نقشبندیہ تمام ولایتوں سے اعلیٰ اور فائق ہے اور ایسا

کیوں نہ ہو کہ ان کی ولایت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

﴿ مکتوب نمبر 21 ﴾

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اکابر قدس اللہ اسرارھم کی عبادات میں جو واقع ہوا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے فائق اور اعلیٰ ہے اس سے مراد حضور و آ گاہی کی نسبت ہے۔ جو حضور ان کے ہاں معتبر ہے، وہ حضور بے غیبت ہے جس کو انہوں نے "یادداشت" سے عبارت کیا ہے اور تجلی ذاتی حضور ذات تعالیٰ سبحانہ کا ظہور اس کے اسماء صفات شیون اور اعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر حضور ذات سے عبارت ہے اور اسی تجلی کو تجلی برقی کہتے ہیں۔ یعنی لحہ بھر کے لیے شیون اور اعتبارات ﴿ پردے ﴾ اٹھ جاتے ہیں اور پھر انہی پردوں میں وہ ذات پوشیدہ ہو جاتی ہے یعنی لحہ بھر کے لیے حضور نصیب ہوتا ہے اور اکثر اوقات حضوری نصیب نہیں رہتی۔ اس طرح کی وقتی نسبت ان بزرگان نقشبند کے ہاں کوئی اعتبار نہیں رکھتی بلکہ انہیں حضور دوام رہتی ہے اور کسی وقت پوشیدہ نہیں ہوتی اس لیے یہ نسبت نقشبندیہ تمام سلسلہ ہائے ولایت سے فائق و اعلیٰ ہے۔

﴿ مکتوب نمبر 27 ﴾

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اس نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہم فقراء کو اہل سنت و جماعت کی آراء کے مطابق عقائد درست کرنے کے بعد طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے مشرف فرمایا اور اس بزرگ خاندان کے نسبت یافتہ مریدین میں شامل کیا۔ فقیر کے نزدیک اس طریقہ نقشبندیہ میں ایک قدم آگے بڑھانا دوسرے طریقوں میں سات قدم آگے بڑھانے سے بہتر ہے وہ طریقہ جو تربیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف کھولا جاتا ہے وہ اسی طریقہ نقشبند کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے طریقوں کی انتہا صرف کمالات ولایت کے انتہا تک موقوف ہے۔ وہاں سے آگے کمالات نبوت کی طرف کوئی راستہ نہیں کھلا۔ یہی وجہ ہے کہ اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ ان بزرگان نقشبند کا طریقہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا طریقہ ہے۔ جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے وراثت کے طور پر کمالات نبوت سے وافر

حصہ حاصل کیا اس طریقہ نقشبندیہ کے منتہی بھی تربیت کے طور پر ان کمالات سے کامل حصہ پاتے ہیں۔ وہ مبتدی اور متوسط جنہوں نے اس طریق کو لازم پکڑا ہے اور اس طریقہ کے منتہیوں کے ساتھ کامل محبت رکھتے ہیں وہ بھی کمالات نبوت میں حصہ کے امیدوار ہیں۔

﴿مکتوب نمبر 281﴾

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''اس دولت عظمیٰ ﴿ولایت﴾ کا حصول اس بلند طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے ساتھ کامل اخلاص اور اس کی طرف توجہ اور رجوع کے ساتھ وابستہ ہے۔ ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ سے بھی وہ چیز میسر نہیں آ سکتی جو ان بزرگوں کی ایک صحبت سے میسر آ جاتی ہے۔ ان بزرگان نقشبند کا طریقہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا طریقہ ہے کہ ان کو حضور نبی کریم ﷺ کی اول صحبت میں وہ کمالات میسر آ گئے جو اولیاء امت کو انتہا میں پہنچ کر بھی شاید ہی نصیب ہوں اور یہ چیز نہایت کے بدایت ﴿ابتداء﴾ میں درج ہونے کے طور پر ہے۔ یہ اولیاء نقشبند بھی پہلی صحبت میں وہ عطا کر دیتے ہیں جو منتہیوں کو انتہا پر جا کر میسر آتی ہے تو تم پر اکابر اولیاء کے ساتھ محبت و عقیدت رکھنا لازم ہے کیونکہ اس معاملے پر ہی دارومدار ہے۔ ﴿مکتوب نمبر 90﴾

# نقشبندی سلسلہ کیا ہے؟

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ نقشبند صحبت ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت اور صحبت سے مراد موافقان طریقت کی صحبت ہے نہ کہ مخالفان طریقت کی کیونکہ ایک کا دوسرے میں فنا ہونا صحبت کی شرط ہے جو بغیر موافقت میں میسر نہیں ہوتا''۔ ﴿مکتوب نمبر 265﴾

جاننا چاہیے کہ حضرت خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ کا حاصل اور خلاصہ اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ۔ روشن سنت مصطفوی ﷺ کی اتباع اور بدعت اور نفسانی خواہشات سے پرہیز اور حتی الامکان احکام شرعیہ میں عزیمت پر عمل اور رخصت پر عمل کرنے سے پرہیز ہے۔ ﴿مکتوب نمبر 295﴾

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"اس طریقہ نقشبند کا دارومدار دو اصولوں پر ہے ایک شریعت پر اس حد تک استقامت اختیار کرنی ﴿عمل کرنا﴾ کہ اس کے چھوٹے چھوٹے اداب کے ترک کرنے پر راضی نہ ہو یعنی شریعت مطہرہ پر پورا پورا عمل کرنا۔

دوسرے شیخ طریقت ﴿پیر﴾ کی محبت اور اخلاص پر اس طرح راسخ اور ثابت قدم ہوں کہ اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کریں بلکہ اس کی تمام حرکات وسکنات مرید کی نظر میں دلکش اور محبوب دکھائی دیں اور اللہ کی مہربانی سے یہ دو اصول درست ہو گئے تو دنیا اور آخرت کی سعادت نصیب ہوگئی"۔ ﴿مکتوب نمبر 228﴾

اس راہ کے طالب کو چاہیے کہ اہل حق کی درست آراء کے مطابق عقائد کی درستی کے بعد اور احکام فقہیہ ضروریہ کے بعد اور اس علم کے مطابق عمل کرنے کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکر الٰہی جل شانہٗ میں مصروف رکھے لیکن شرط یہ ہے کہ اس ذکر کو کسی شیخ کامل اکمل سے اخذ کیا ہو کیونکہ ناقص کامل نہیں بنا سکتا اور اپنے اوقات کو ذکر سے اس طریقہ پر آباد رکھے کہ فرائض وسنن موکدہ کی ادائیگی کے بغیر کسی چیز میں مشغول نہ ہو یہاں تک کہ تلاوت قرآن مجید اور نفلی عبادتوں کو بھی موقوف رکھے اور باوضو ذکر کرے اور کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے بھی اسی کام ﴿پیر کے بتائے عمل /ذکر﴾ میں مشغول رہے اور آمد و رفت خورد و نوش اور سوتے جاگتے کسی وقت بھی اس ذکر سے خالی نہ رہے۔

اس طرح ہمیشہ ذکر میں مصروف رہے کہ مذکور ﴿حق سبحانہ﴾ کے سوا ہر چیز اس کے سینہ کے میدان سے اپنا سامان باندھ کر کوچ کر جائے اور اس کے باطن میں ماسوا کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہے یہاں تک کہ بطور وسوسہ بھی ماسوا اس کے دل میں گزر نہ کرے اور اگر تکلف سے

بھی غیر کو دل میں لانا چاہے تو اس نسیان کی وجہ سے جو اس کے دل کو مذکور ﴿حق سبحانہ﴾ کے سوا حاصل ہو چکا ہے میسر نہ ہو اور یہ نسیان جو دل کو مطلوب کے سوا تمام ماسوا سے حاصل ہوا ہے حصول مطلوب کا مقدمہ ہے اور اس کے وصول کی بشارت دینے والا ہے اور حصول مطلوب اور وصول حقیقی کے مقصود کے متعلق کیا لکھوں کہ وہ وراء الوراء ہے۔

جس راستے کو ہم طے کرنے کے درپے ہیں وہ سارا سات قدم ہے جس طرح انسان کے سات لطیفے ہیں۔ دو قدم تو عالم خلق میں ہیں جو قالب ﴿بدن﴾ اور نفس سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ قدم عالم امر میں ہیں، جو قلب، روح، سر، خفی اور اخفی سے تعلق رکھتے ہیں اور ان سات قدموں میں سے ہر قدم میں دس ہزار حجابات اٹھاتے ہیں یہ حجابات نورانی ہوں یا ظلمانی ﴿سیاہ﴾:

"اِنَّ اللّٰہَ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَاب" مِنْ نُوْرٍ وَّ ظُلْمَۃٍ "﴿مشکوٰۃ شریف﴾

**ترجمہ:** بے شک اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ستر ہزار پردے ہیں نور اور ظلمت کے۔

اول قدم میں جو عالم امر میں رکھتے ہیں تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے دوسرے قدم میں تجلی صفات، تیسرے قدم میں تجلیات ذاتیہ کا آغاز ہو جاتا ہے۔ پھر تجلیات کے فرق کے مطابق آگے ترقی کرتا چلا جاتا ہے، جیسا معرفت سے پوشیدہ نہیں اور ان سات قدموں میں سے ہر قدم میں بندہ اپنے سے دور اور حق سبحانہ کے نزدیک ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان قدموں کے مکمل ہونے کے ساتھ قرب الٰہی بھی مکمل ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ فنا اور بقا سے مشرف کر دیے جاتے ہیں اور ولایت خاصہ کے درجے تک پہنچا دیے جاتے ہیں۔

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ نے اس سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو بھی اس سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں بخلاف دوسرے سلسلوں کے مشائخ قدس سرہم کے۔ لہٰذا طریقہ نقشبندیہ وصول کے لئے دوسرے سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے تو ضروری طور پر دوسروں کی انتہا ان کی ابتداء میں درج ہے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

''میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ کرلو''

ان بزرگوں کا طریقہ بعینہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کیونکہ ان بزرگوں ﴿صحابہ کرام﴾ کو حضور خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰاتُ والتسلیمات کی پہلی صحبت میں ہی وہ کچھ حاصل ہو گیا جو کامل اولیاء امت کو نہایت پر پہنچ کر بھی بہت کم ہی میسر آتا ہے۔

﴿مکتوب نمبر 120﴾

حق سبحانہ اپنی کمال مہربانی سے بعض بزرگوں کو جذبہ کے حصول اور اس جہت کے مکمل کرنے کے بعد دولت سلوک سے مشرف فرماتا ہے۔ تو جذبے کی مدد سے مسافت بعیدہ، جس کا اندازہ پچاس ہزار سالہ راستہ لگایا گیا ہے اور آیہ کریمہ:

**"تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ"**

**ترجمہ**: چڑھتے ہیں فرشتے اور روح ان کی طرف ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

میں اسی اندازہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہ پچاس ہزار سال کی مسافت تھوڑی مدت میں طے ہوسکتی ہے اور بندہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے سلوک کی انتہا سیر الی اللہ کی نہایت تک ہے جسے فنائے مطلق سے تعبیر کرتے ہیں اس کے بعد پھر جذبے کا مقام ہے جسے سیر فی اللہ اور بقا باللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ سیر الی اللہ اس سیر سے عبارت ہے جو اس اسم تک ہوتی ہے جس کا سالک مظہر ہوتا ہے اور سیر فی اللہ اس اسم میں سیر کا نام ہے کیونکہ ہر اسم لاتعداد اسماء کا جامع ہے۔

لہٰذا اس میں سیر بھی بے نہایت ہوگی اور یہ اسم مراتب عروج میں عین ثابتہ کے اوپر ہے اس لیے کہ سالک کی عین ثابتہ اسی اسم کا سایہ اور اس کی صورت علمیہ ہے اور وہ جماعت جو فضل ایزدی جل شانہ کے ساتھ مخصوص ہے اس اسم سے بھی عروج فرما جاتی ہے اور بے بہا ترقیات جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے حاصل کرتی ہے۔

اگرچہ دوسرے سلسلوں کے واصل حضرات جہت ثانی میں ان مشائخ نقشبندیہ ﷭ کے ساتھ شریک ہیں اور فنافی اللہ و بقاباللہ کے ساتھ موصوف ہیں لیکن وہ مسافت جسے دوسرے سلسلوں کے ارباب سلوک ریاضت اور مجاہدات کے ساتھ طے کرتے ہیں اور زمانہ ہائے دراز کے بعد اس کام کی نہایت تک پہنچتے ہیں اس بزرگ سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر دولت شہود کی لذت اور مقصود کے ذوق یافت سے اس مسافت کو تھوڑے سے وقت میں طے کر لیتے ہیں اور کعبہ مطلوب تک پہنچ جاتے ہیں اور مقصود تک پہنچنے کے بعد انہیں بے نہایت نصیب ہوتی ہیں کہ دوسرے سلسلوں کے انتہا کو پہنچ جانے والے ارباب سلوک کو اس ترقی اور قرب سے بہت کم حصہ ملتا ہے کیونکہ جذبے کا سلوک پر مقدم ہونا ایک طرح کا معنی محبوبیت چاہتا ہے جب تک کوئی شخص مراد نہ ہو، اسے جذب عطا نہیں کرتے اور جب اپنی طرف کھینچتے ہیں، تو بہت نزدیک جا پڑتا ہے اور بہت زیادہ قرب پیدا کر لیتا ہے۔ چاہے ہوئے (مطلوب و مراد) اور خود چاہنے والے (طالب و مرید) میں بہت فرق ہے:

**" ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ"**

**ترجمہ**: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ دوسرے سلسلوں کے ارباب طریقت بھی اس ترقی اور قرب میں شریک ہیں کیونکہ جذبہ ان کے سلوک پر بھی مقدم ہے تو اس طریقہ نقشبندیہ کی دوسرے طریقوں پر فضیلت اور زیادتی کس طرح ہوگی اور اس سلسلے کو دوسرے سلسلوں سے قریب ترین راستہ کیوں کہا گیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرے طریقے اس معنی کے حصول کے لئے وضع نہیں کئے گئے۔ بلکہ ان میں سے بعض کو بر سبیل اتفاق یہ دولت ہاتھ آ جاتی ہے اور یہ طریقہ وضع ہی اس دولت کے حصول کے لئے کیا گیا ہے اور "یادداشت" جو اس بلند سلسلہ کے اکابر کی عبادت میں واقع ہے ان دونوں جہت وجذبہ وسلوک کے پائے جانے کے بعد سامنے آتی ہے اور اسے نہایت

کہنا شہود و آگاہی کے مراتب کے نہایت کے اعتبار سے ہے۔
اس کی تفصیل یہ ہے کہ شہود یا صورت کے آئینہ یا معنی کے آئینہ میں ہوگا یا صورت و معنی سے باہر ہوگا اس بے پرواہ شہود کو برقی کہتے ہیں۔ یعنی اس شہود کا حصول بجلی کی مانند ہوتا ہے۔ پھر پردے میں روپوش ہو جاتا ہے۔ یہی شہود اگر محض فضل ایزدی جل سلطانہ، سے دوام پذیر ہو جائے اور مکمل طور پر پردوں کی تنگی سے باہر آ جائے تو اسے ''یادداشت'' سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی حضور بے غیبت ہے۔ اس لئے کہ جب بھی شہود پردے میں ہوگا غیبت موجود ہوگی جب تک بے پردگی پیدا نہ ہو یادداشت کا نام اس پر اطلاق نہیں کر سکتے۔ یہاں ایک دقیق بات ہے جاننا چاہئے کہ ہر واصل کے باطن کے لیے رجوع نہیں ہوتا اور اس کی آگاہی دائمی ہوتی ہے لیکن اس نسبت کا اس کے بدن میں سرایت کرنا بجلی کی طرح ہوتا ہے۔ بخلاف محبوبوں کے کہ جذبان کے سلوک پر مقدم ہوتا ہے اور یہ سرایت کرنا ان میں دائمی ہوتا ہے اور ان کا بدن باطن کا حکم اختیار کر چکا ہوتا ہے اور باطن کا کام کرتا ہے جیسا کہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے ان کے جسم نرم ہو چکے ہوتے ہیں جس طرح ان کی روحیں نرم ہو چکی ہوتی ہیں یہاں تک کہ ان کے ظاہران کے باطن کی طرح ہو چکے ہوتے ہیں اور ان کے باطن ان کے ظاہر کی طرح
پس لازمی طور پر غیبت کے لئے ان کی آگاہی میں گنجائش نہیں ہوتی لہٰذا یہ نسبت تمام نسبتوں سے فوقیت رکھتی ہے اور اسی معنی کی وجہ سے ان حضرات نقشبندیہ کی کتابوں اور دوسرے رسالوں میں یہ عبارت شائع اور عام ہے کیونکہ نسبت آگاہی سے عبارت ہے اور آگاہی کے مراتب کی انتہا یہ ہے کہ بے پردہ میسر آئے اور ہمیشہ رہے۔
اور وہ جو میں نے کہا ہے کہ مطلق نہایت وراء الوارء ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ اس آگاہی کے پائے جانے کے بعد اگر عروج واقع ہوتا تو حیرت کے بھنور میں پڑ جاتا ہے اور اس آگاہی کو باقی مراتب عروج کی طرح اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ یہ وہی حیرت ہے جس کا نام حیرت کبریٰ ہے جو اکابر الاکابر کے ساتھ مخصوص ہے۔
اس حیرت کے حاصل ہونے کے بعد مقام معرفت ہے دیکھیں کہ اس دولت سے مشرف فرماتے ہیں اور کفر حقیقی کے بعد ایمان حقیقی کے حصول کے ساتھ جو مقام حیرت ہے

نوازتے ہیں۔ اس بارے میں محققین کا نہایت مطلوب ایمان اور مقام دعوت اور حضرت صاحب شریعت علیہ الصلوۃ والسلام والتحیہ کا ہے کہ:

اُدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِىْ

**ترجمہ:** اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور میرے پیروکار کامل بصیرت پر ہیں۔

اسی مقام میں ہے:

اور وہ سرور دین و دنیا علیہ الصلوۃ والسلام اس ایمان کو طلب کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

" اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِىْ اِيْمَانًا صَادِقًا وَّ يَقِيْنًا لَيْسَ بَعْدَهٗ كُفْرٌ "

**ترجمہ:** اور آپ کفر حقیقی سے جو مقام حیرت سے ہے پناہ پکڑتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَ الْكُفْرِ"

**ترجمہ:** اے اللہ میں فقر اور کفر سے تیرے پاس پناہ لیتا ہوں۔

یہ مرتبہ مراتب حق الیقین کی انتہا ہے اس جگہ علم اور عین ایک دوسرے کا حجاب نہیں ہوتے۔

ان بزرگوں کا جذبہ دو قسم کا ہے۔ قسم اول جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہنچی ہے اور اس اعتبار سے ان مشائخ نقشبندیہ کا طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اور اس کا حصول طریقہ خاص سے توجہ پر موقوف ہے اور یہ جذبہ تمام موجودات کا قیوم ہے اور فنا و اضمحلال اس میں نصیب ہوتا ہے۔

دوسری نوع وہ ہے کہ اس طریقہ میں اس کے ظہور کا مبداء حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اور وہ معیت ذاتیہ کے راستے سے ابھرتا ہے اور وہ جذبہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کے خلیفہ اول خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہنچا اور چونکہ آپ اپنے وقت کے قطب ارشاد تھے اس لئے آپ نے بھی اس قسم کے جذبہ کے حصول کے لئے ایک طریقہ وضع فرمایا اور وہ طریقہ آپ کے خانوادہ کے خلفاء میں طریقہ علائیہ سے مشہور ہے ان کی عبارت میں واقع ہے کہ تمام طریقوں سے اقرب طریقہ، طریقہ علائیہ ہے اگرچہ اس جذبے کا اصل آغاز حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے۔ لیکن اس جذبہ کے حصول کے لئے طریقے کا وضع کرنا

حضرت خواجہ علاؤالدین قدس اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے بلاشبہ یہ طریقہ کثیر البرکت ہے۔اس طریقے کا تھوڑا حصہ بھی دوسروں کے بہت سے طریقوں سے زیادہ نافع ہے۔

جذبہ کی نوع اول جو حضرت صدیق اکبر ﷺ کی طرف منسوب ہے اس کے حصول کے لئے ایک علیحدہ طریقہ مقرر ہے اور وہ وقوف عددی کا رستہ ہے اور وہ سلوک جو اس جذبہ کے حصول کے لئے ایک علیحدہ طریقہ مقرر ہے اور وہ وقوف عددی کا راستہ ہے اور وہ سلوک جو اس جذبہ کے حصول کے لئے ہوتا ہے وہ بھی دو قسم کا ہے بلکہ کئی قسم کا ہے ایک قسم تو وہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر ﷺ اس طریقہ سے مقصود تک پہنچے اور حضرت رسالت خاتمیت علی صاحبہا الصلوۃ والسلام بھی جذبہ کے اس خانہ سے اسی طریقہ سے پہنچے ہیں اور حضرت صدیق اکبر ﷺ کمال اخلاص کی جہت سے جو آپ نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام سے رکھتے تھے اور آپ میں فانی تھے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ وتقدس علیہم اجمعین کے درمیان اس راستے کی خصوصیت کے ساتھ مخصوص ہوئے ہیں اور یہی نسبت جذبہ وسلوک حضرت امام جعفر صادق ﷺ تک اسی خصوصیت کے ساتھ پہنچی اور جب کہ امام جعفر صادق ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت صدیق اکبر ﷺ کی اولاد کرام سے تھیں۔اس بنا پر امام جعفر ﷺ نے اپنے آبائے کرام سے بھی ایک الگ نسبت حاصل کی تو آپ ان دونوں طریقوں کے جامع ہوئے اور اس جذبے کو آپ نے ان دونوں سلوک کے ساتھ جمع فرمادیا اور اس سلوک کے ذریعے مقصود تک پہنچے اور ان دونوں سلوک کے درمیان فرق یہ ہے کہ حضرت علی ﷺ کا سلوک سیر آفاقی سے طے ہوتا ہے اور حضرت صدیق اکبر ﷺ کا سلوک سیر آفاقی سے کوئی خاص تعلق نہیں رکھتا۔یوں دکھائی دیتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر ﷺ نے جذبہ کے مکان میں سوراخ کیا اور مطلوب تک پہنچے حضرت علی ﷺ کے سلوک میں معارف حاصل ہوتے ہیں اور حضرت صدیق اکبر ﷺ کے سلوک میں محبت کا غلبہ ہوتا ہے اسی بنا پر لازماً حضرت علی ﷺ علم کے شہر کے دروازے قرار پائے اور حضرت صدیق اکبر ﷺ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ دوستی اور خلت کی قابلیت پیدا کی۔نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

"لو کنت متخذا احدا خلیلا لا

**تَخِذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا**

**ترجمہ**: اگر میں نے کسی کو اپنا خاص دوست بنانا ہوتا تو ابو بکر صدیق کو بناتا

اور حضرت امام جعفر ﷺ نے جہت جذبہ کی جامعیت کے اعتبار سے جس کا منبع محبت ہے اور سلوک آفاقی کی جہت سے جو علوم و معارف کا منبع ہے محبت اور معرفت سے وافر حصہ حاصل کیا اس کے بعد امام موصوف نے اس نسبت مرکبہ کو بطور امانت سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے سپرد کیا۔

## طریقہ نقشبندیہ میں نئی چیزوں کی اختراع

اس طریقہ کے متاخرین بزرگوں کے کچھ خلفاء نے اس طریقہ میں کچھ نئی چیزیں داخل کر دی ہیں اور اس سلسلہ کے اکابر کی روش کو ترک کر دیا ہے ان لوگوں کے مریدوں کی ایک جماعت یہ عقیدہ رکھتے ہے کہ ان محدثات سے انہوں نے اس طریقہ کی تکمیل کی ہے۔ حاشا و کلا ﴿پناہ بخدا﴾ **كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ** ﴿بہت بڑی بات ان کے مونہوں سے نکل رہی ہے﴾ جن لوگوں نے اس سلسلہ میں بعض نئی اور بے اصل باتیں داخل کی ہیں ان سے اس سلسلے کی تکمیل نہیں بلکہ اس میں سلسلے کی تخریب اور اسے ضائع کرنا ہے افسوس ہزار افسوس بعض وہ بدعات جن کا دوسرے سلسلوں میں وجود تک نہیں۔ انہیں اس سلسلہ میں جاری کر دیا گیا ہے مثلاً اس سلسلہ کے بعض لوگ نماز تہجد جماعت سے ادا کرتے ہیں ارد گرد سے لوگ تہجد کے وقت جمع ہوتے ہیں اور پھر یہ لوگ پوری جمیعت کے ساتھ یہ نماز با جماعت ادا کرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل مکروہ تحریمہ ہے۔ جن فقہاء نے اس جماعت کی کراہت کے لئے تداعی ﴿لوگوں کو بلانا﴾ کو شرط قرار دیا ہے۔ انہوں نے بھی ایک گوشہ مسجد میں اسے جائز کہا ہے وہ بھی اس صورت میں کہ تین افراد سے زیادہ نہ ہوں۔ تین سے زیادہ افراد کا ملکر یہ نماز جماعت سے ادا کرنا فقہاء کے نزدیک بالاتفاق مکروہ ہے نیز اس طرح تیرہ رکعت تصور کرتے ہیں حالانکہ بات یوں

نہیں ہمارے نبی کریم ﷺ نے جو بعض دفعہ تیرہ رکعات ادا فرمائی ہیں اور بعض دفعہ گیارہ رکعات اور بعض دفعہ نو رکعات تو وہ وتروں کو ساتھ ملا کر جفت رکعات کے بجائے طاق رکعات قرار دی ہیں یوں نہیں کہ دو رکعات نفل کو جو بیٹھ کر ادا کی ہوں ایک تصور کیا ہے اس قسم کے علم و عمل کا منشا روشن سنت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ کی عدم تحقیق ہے۔

حضرت مخدوم زادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس بلند طریقہ کی بلندی اور طبقہ نقشبندی کی رفعت التزام سنت اور بدعت سے اجتناب کے باعث ہے۔ اس لئے اس بلند طریقہ کے اکابر نے ذکر جہر سے اجتناب فرمایا ہے اور ذکر قلبی کی تلقین ہے اور سماع و رقص وجد و تواجد سے جو آنسرور علیہ الصلوۃ والسلام اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے زمانہ میں نہیں تھا، منع کیا ہے اور خلوت نشینی اور چلہ کشی جو زمانہ صحابہ میں نہیں تھی اس کے بجائے خلوت در انجمن کو اختیار کیا ہے۔ تو لازماً اس التزام و پابندی پر نتائج عظیمہ مرتب ہوئے ہیں اور بدعت سے بچنے پر ثمرات کثیرہ حاصل ہوئے ہیں۔ اسی بنا پر یہ بات ہے کہ دوسروں کی انتہا ان کی ہدایت ﴿ابتداء﴾ میں درج ہے اور ان کی نسبت دوسروں کی نسبتوں سے فائق و اعلیٰ ہے ان کا کلام امراض قلبیہ کے لیے دوا اور ان کی نظر بیماریوں سے شفا بخشتی ہے اور ان کی اعلیٰ توجہ طالبوں کو کونین کی گرفتاری سے نجات عطا کرتی ہے اور ان کے بلند ہمت مریدوں کو پستی سے بلندی تک پہنچاتی ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارا اند
کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک راہ جاذ بہ صحبت شان
برد وسوسہ خلوت و فکر چلہ را

**ترجمہ**: نقشبندی بزرگ عجب قافلہ سالار ہیں جو پوشیدہ راستے سے قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔ سالک راہ کے دل سے ان کی صحبت کا جذبہ وسوسہ خلوت اور فکر چلہ کو مٹا دیتا ہے۔

لیکن اس زمانہ میں کہ یہ نسبت شریفہ عنقا اور نایاب ہو چکی ہے اور اپنا چہرہ پوشیدگی میں چھپا چکی ہے اسی طبقہ کی ایک جماعت نے اس دولت عظمیٰ اور نعمت غیر مترقبہ کے حاصل نہ ہونے کی

وجہ سے ہر طرف ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور ان نفیس موتیوں کے عوض چند ٹھیکریوں پر خوش ہو چکے ہیں اور بچوں کی طرح اخروٹ ومنقا کے ساتھ آرام پذیر ہو چکے ہیں۔ انتہائی اضطراب وحیرانی کے باعث اکابر کا طریقہ چھوڑ کر کبھی ذکر جہر سے تعلق پکڑتے ہیں اور کبھی سماع ورقص سے آرام حاصل کرتے ہیں اور انجمن میں ان کو خلوت میسر نہیں آئی تو انہوں نے چالیس روزہ خلوت کے چلے اختیار کئے۔ عجب تر بات یہ ہے کہ ان بدعات کو اس نسبت شریفہ کا مکمل گمان کرتے ہیں اور اس تخریب کو عین تعمیر شمار کرتے ہیں۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ان کو انصاف کی توفیق عنایت کرے اور ان کے کمالات کا ایک شمہ ہی ان کے دماغ تک پہنچائے "ن" اور "ص" کی برکت اور نبی کریم ﷺ اور ان کی آل پاک کی حرمت کے صدقہ سے۔ ان بدعات ومحدثات نے جو اس علاقہ میں پھیل چکی ہیں بہت حد تک اکابر کے اصل طریقہ کو پوشیدہ کر دیا ہے اور وہاں کے ہر شریف وکمینہ نے نئی اور جدید وضع اختیار کر لی ہے اور اصل اور قدیم راستہ سے روگرداں ہو چکے ہیں۔ ﴿مکتوب نمبر ۱۶۸﴾

اس طریق میں مایوس اور خسارہ والا وہ شخص ہے جو اس طریق ﴿نقشبند﴾ میں داخل ہو کر اس طریق کے آداب کو مدنظر نہ رکھے اور نئے نئے امور اس طریق میں پیدا کرے اور طریقت کے برخلاف اپنے واقعات اور خوابوں پر اعتماد کرے۔ اس صورت میں طریق کا کیا گناہ ہے وہ اپنے واقعات ومنامات کی راہ پر چلتا ہے یعنی اپنے اختیار سے کعبہ کی طرف سے منہ پھیر کر ترکستان کی طرف جا رہا ہے۔ ﴿مکتوب نمبر ۲۸۲﴾

اور طریق صوفیہ میں سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ان کو متابعت کی دولت حاصل ہو اور احوال کچھ بھی نہ ہوں تو خوش ہیں اور اگر احوال کے باوجود متابعت میں فتور جانیں تو احوال کو پسند نہیں کرتے اسی لئے ان بزرگوں نے سماع ورقص کو جائز نہیں سمجھا اور ان احوال کا جو ان پر مرتب ہوتے ہیں کچھ اعتبار نہیں کیا ہے بلکہ ذکر جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا ہے اور وہ فوائد وثمرات جو اس پر مرتب ہوتے ہیں ان کی طرف التفات نہیں کیا۔

امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے پیر حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس طعام میں حاضر تھا۔ شیخ کمال جو حضرت کے مخلص دوستوں میں تھا کھانا شروع کرتے وقت آپ کے حضور بسم اللہ کو بلند آواز سے کہا۔ حضور کو بہت ناگوار معلوم ہوا اور یہاں تک جھڑ کا اور فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ ہماری مجلس طعام میں حاضر نہ ہوا کرے۔

امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علمائے بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال قدس سرہ کے پاس لے گئے تھے تاکہ ان کو ذکر جہر سے منع کریں۔ علماء نے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ ذکر جہر بدعت ہے نہ کیا کریں انھوں نے جواب میں فرمایا کہ آئندہ نہ کریں گے۔ (مکتوب ۲۶۶)

# آداب مریدین

## ارشادات امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَدَّبَنَا بِالْاٰدَابِ النَّبَوِیَّۃِ وَھَدَانَا بِالْاَخْلَاقِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَ اَکْمَلُھَا۔"

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں آداب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سکھائے اور ہمیں اخلاق مصطفوی کی ہدایت دی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات

امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اے عزیز جان لے کہ اس راہ فقیری پر چلنے والے دو حال سے خالی نہیں یا مرید ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہوں تو انہیں مبارک ہو۔ کیونکہ انہیں انجذاب اور محبت کے راستے سے کشاں کشاں لے جائیں گے اور مطلوب اعلیٰ تک پہنچا دیں گے

اور ہر ادب جو در کار ہو بلواسطہ یا بلاواسطہ انہیں سکھادیں گے اور اگر ان سے کوئی لغزش واقع ہوگی تو اس پر انہیں جلدی آگاہ فرمادیں گے اور ان پر گرفت نہیں کریں گے اور اگر انہیں ظاہری پیر کی ضرورت ہوگی تو ان کی کوشش کے بغیر اس دولت تک پہنچادیں گے۔

مختصر یہ کہ عنایت ازلی جل شانہ ان بزرگوں کے حال کی کفیل ہے بالواسطہ یا بلاواسطہ ان کے کام کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں جسے چاہتا ہے برگزیدہ بنالیتا ہے۔

اور اگر مرید ہوں گے تو ان کا کام کامل اور کامل کرنے والے پیر کے واسطہ کے بغیر دشوار ہے بلکہ ایسا پیر چاہئے جو جذبہ اور سلوک کی دولت سے مشرف اور فنا و بقا کی سعادت مند ہو چکا ہو اور سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیا باللہ کو مکمل طور پر طے کر چکا ہو اور اگر اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو اور مرادوں کی تربیت کا پروردہ ہو تو نہایت ہی اکسیر ہے اس کا کلام دوا ہے اور اس کی نظر شفا۔ مردہ دلوں کی زندگی اس کی توجہ شریف سے وابستہ ہے اور پژ مردہ جانوں کی تازگی اس کے التفات لطیف کے ساتھ مربوط ہے اور اگر اس طرح کا صاحب دولت پیر میسر نہ آئے تو سالک مجذوب ہی غنیمت ہے اور ناقصوں کی تربیت اس سے بھی ہو جائے گی اور اس کے واسطے سے فنا اور بقا کی دولت تک پہنچ جائیں گے۔

اور اگر عنایت خداوندی جل سلطانہٗ سے کسی طالب کو اس طرح کے کامل اور کامل کرنے والے پیر تک پہنچادیں تو چاہئے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے سپرد کردے اور اپنی نیک بختی کو اس کی رضامندی کے کاموں میں جانے اور اپنی بدبختی کو اس کی ناراضگی میں خیال کرے۔ مختصر یہ کہ اپنی ہر خواہش کو اس کی رضا کے تابع کردے۔

حدیث نبوی ﷺ میں وارد ہے۔

"لَنْ يُّؤْمِنَ اَحَدُكُمْ حَتّٰى
يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ"

تم میں سے اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنی خواہش نفس کو اس چیز کے تابع نہ کردے جسے میں لے کر آیا ہوں۔ یہ بات بھی مرید کے ذہن میں ذہنی چاہئے کہ

آداب صحبت اور شرائط کا لحاظ بھی اس راہ کی ضروریات سے ہے تاکہ فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کا راستہ کھلے۔ اسکے بغیر صحبت کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بعض آداب اور ضروری شرائط بیان کی جاتی ہیں گوش ہوش سے سنیں۔

اے عزیزو! تو جان کہ طالب کو چاہئے کہ اپنے دل کے چہرے کو تمام اطراف سے موڑ کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے اور پیر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نوافل اور اذکار میں مشغول نہ ہو اور اس کے غیر کی طرف التفات نہ کرے اور اپنے آپ کو کلیتہً اس کی طرف متوجہ کر کے بیٹھے یہاں تک کہ اس کے حکم کے بغیر ذکر میں بھی مشغول نہ ہو اور فرض وسنت نماز کے علاوہ کوئی نماز اس کی مجلس میں ادا نہ کرے۔

موجودہ بادشاہ کے متعلق منقول ہے کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا اتفاقاً وزیر کی توجہ اپنے کپڑوں کی طرف ہوگئی اور اس نے اپنے کپڑے کے کسی بند کو اپنے ہاتھ سے درست کیا اس دوران بادشاہ کی نظر اس پر پڑی دیکھا کہ وزیر اس کی طرف متوجہ نہیں تو ڈانٹ کر کہا کہ میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو کر میرے سامنے اپنے کپڑے کے بند کی طرف توجہ کرے۔

غور کرنا چاہئے کہ جب کمینی دنیا کے وسائل کیلئے باریک آداب درکار ہیں تو جو چیزیں (مرشد وغیرہ) خدا تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں ان کے آداب کی رعایت تو بہت کامل طریقہ پر کرنی لازم ہوگی اور جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑوں پر یا پیر کے سائے پر پڑتا ہو اور پیر کی جائے نماز پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضوخانہ میں وضو نہ کرے اور اس کے خاص برتنوں کو اپنے استعمال میں نہ لائے اور اس کے سامنے پانی نہ پئے اور نہ کھانا کھائے اور نہ کسی سے بات کرے بلکہ کسی کی طرف بھی متوجہ نہ ہو اور پیر کی عدم موجودگی میں اس طرف پاؤں نہ کرے جس طرف پیر ہو اور نہ اس طرف تھوکے اور جو کچھ پیر سے صادر ہو اسے درست جانے اگرچہ بظاہر درست نظر نہ آئے کیونکہ پیر جو کچھ کرتا ہے الہام اور اذن سے کرتا ہے لہذا ایسی صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔

اور اگر اس کی بعض الہامی صورتوں میں خطا واقع ہو بھی جائے تو خطا الہامی اجتہادی کی

طرح ہے کہ اس پر ملامت یا اعتراض جائز نہیں۔ نیز چونکہ اس مرید کو اپنے پیر کے ساتھ محبت پیدا ہو چکی ہے اس لیے محبوب سے جو کچھ صادر ہو محب کو اچھا ہی نظر آتا ہے لہذا اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں اور تمام کلی و جزوی امور میں اپنے پیر کی اقتداء کرے۔ کیا کھانے میں، کیا پینے میں اور کیا سونے اور ہر نیک کام میں۔ نماز کو اپنے پیر کی طرح ادا کرنا چاہیے اور فقہ کو اس کے عمل سے اخذ کرنا چاہیے۔

اور اپنے پیر سے خوارق و کرامات کا مطالبہ نہ کرے اگر چہ یہ طلب دل میں وسوسے و خطرے کی شکل میں ہو تم نے کبھی سنا ہے کہ کسی مومن نے اپنے نبی سے معجزہ طلب کیا ہو، معجزے طلب کرنے والے کفار اور منکر لوگ ہیں؛

معجزات از بہر قہر دشمن است
بوئے جنسیت پئے دل برون است
موجب ایمان نباشد معجزات
بوئے جنسیت کند جذب صفات

معجزات دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے ہیں اور دل قابو کرنے کے لیے جنسیت کی بو ہے۔ معجزات ایمان کا باعث نہیں بلکہ جنیست کی بو صفات کو جذب کرتی ہے۔

اگر دل میں کسی قسم کا شبہ بھی آجائے تو بلا توقف پیر کی خدمت میں عرض کرے۔ اگر حل نہ ہو تو اپنی کوتاہی تصور کرے پیر پر کوئی عیب نہ لگائے اور جو بھی واقعہ ظاہر ہو وہ پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات کی تعبیر اس سے دریافت کرے اور جو تعبیر خود طالب پر منکشف ہو وہ بھی عرض کرے اور درستی اور خطا کو اس سے تلاش کرے اور اپنے کشفوں پر ہرگز اعتماد نہ کرے کیونکہ اس دنیا میں حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے اور درستی خطا کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور بے ضرورت اور بلا اجازت اس سے الگ نہ ہو۔ کیونکہ اپنے لیے پیر کے غیر کو اختیار کرنا عقیدت کے منافی ہے اور اپنی آواز کو اس کی آواز سے بلند نہ کرے اور اونچی آواز سے اس کے ساتھ گفتگو بھی نہ کرے کہ بے ادبی ہے اور ظاہر و باطن میں فتوح اور کشائش حاصل ہو تو اپنے پیر کے توسط سے جانے اور واقعہ میں دیکھے کہ دوسرے مشائخ سے فیض پہنچا ہے۔ اسے بھی اپنے پیر کی طرف سے جانے اور یہ اعتقاد رکھے کہ

جب پیر کمالات وفیوض کا جامع ہے تو پیر کا خاص فیض مرید کی خاص استعداد کے مناسب شیوخ میں سے ایک شیخ کے مناسب کر افاضہ کی صورت اس سے ظاہر ہوئی ہے اور پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ جو اس فیض سے مناسبت رکھتا ہے مرید تک پہنچا ہے اور اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ مرید کی آزمائش کے طور پر وہ لطیفہ دوسرا شیخ خیال کرلیا گیا ہے اور فیض کو اس کی طرف سے جانا ہے یہ عظیم مغالطہ ہے حق سبحانہ لغزش قدم سے بچائے اور پیر کے ساتھ حسن اعتقاد اور اس کی محبت پر قائم رکھے۔ بحرمۃ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات مختصر یہ کہ طریقت سب ادب ہے۔ مثل مشہور ہے کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور اگر مرید بعض آداب کی رعایت میں اپنے آپ کو کوتاہ جانے اور ان کی مناسب ادائیگی نہ کرسکے اور کوشش وسعی کے باوجود عہدہ برا نہ ہوسکے تو اس کے لیے معافی ہے لیکن اپنی اس کوتاہی کا اعتراف ضروری ہے اور اگر عیاذ باللہ سبحانہ آداب کی رعایت نہ کرے اور اپنی کوتاہی کا اعتراف بھی نہ کرے تو ایسا مرید ان بزرگوں کی برکات سے محروم رہتا ہے۔ ﴿مکتوب نمبر 292﴾

اہل اللہ کی خدمت میں خالی ہوکر آنا چاہیے تا کہ پر ہوکر واپس لوٹے اور اپنے افلاس اور محتاجی کا اظہار کرنا چاہیے تا کہ وہ اس پر شفقت اور مہربانی فرمائیں اور فیض پہنچانے کا راستہ کھلے سیر ہوکر آنا اور سیر ہوکر ہی چلے جانا بے مزہ ہے۔ اپنے پیر ہونے کا خیال مرض کے باعث ہے اور بے نیازی و سرکشی میں ڈال دیتی ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرماتے ہیں پہلے نیاز مندی اور خستہ دلی درکار ہے پھر دل شکستہ کی طرف توجہ مبذول ہوتی ہے۔ لہذا بندگان حق کی توجہ کے لیے نیاز مندی شرط ہے۔

اے سعادت کے نشان والے، جو کچھ ہم اور تم پر لازم وضروری ہے وہ علماء حق شکر اللہ تعالیٰ کے طریقہ کے مطابق کتاب وسنت کے تقاضے کے موافق عقائد کی تصحیح ہے اور اپنے آپ کو ان عقائد پر قائم رکھنا ہے جو علمائے اہل سنت نے قرآن وسنت سے اخذ کیے ہیں۔ کیونکہ ہمارا اور تمہارا قرآن وسنت کے کسی معنی کو سمجھنا کچھ اعتبار نہیں رکھتا۔ اور ان بزرگوں کی آراء کے مطابق نہیں کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے احکام باطلہ کو قرآن وسنت سے ہی سمجھنے اور اخذ کرنے کا دعویدار

ہے۔ حالانکہ ان کا گمان حق کے مقام پر کچھ نفع نہیں دے سکتا۔ مریدین کی نظر میں اپنے آپ کو متحمل یعنی رعب وداب سے آراستہ رکھیں اور مریدین کے ساتھ کثرت سے میل جول اور انس اختیار نہ کریں کہ خفت اور سبکی کا موجب ہے اور افادہ اور استفادہ کے منافی ہے اور حدود شرعیہ کی اچھی طرح محافظت کریں اور جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل نہ کریں کہ یہ بھی اس طریقہ عالیہ کے منافی اور سنت کی تابعداری کے دعوے کے مخالف ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ "رِيَاءُ الْعَارِفِيْنَ خَيْرٌ مِّنْ اِخْلَاصِ الْمُرِيْدِيْنَ" عارفوں کا ریا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے کیونکہ عارفوں کا ریا طالبوں کے دلوں کو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف کھینچنے کے لیے ہوتا ہے پس ضروری مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہوگا نیز عارفوں کے اعمال طالبوں کے لیے اعمال بجالانے میں موجب تقلید ہیں اگر عارف خود عمل نہ کریں تو طالب محروم رہیں گے۔ پس عارف اس واسطے ریا کرتے ہیں تاکہ طالب ان کی اقتداء کریں یہ ریا عین اخلاص ہے بلکہ اس اخلاص سے بہتر ہے جو اپنے نفع کے لیے ہو۔

اس بات سے کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ عارفوں کے عمل محض طالبوں کی تقلید کے لیے ہیں اور عارفوں کو عمل کی حاجت نہیں ہے۔ نعوذ باللہ منہا یہ الحاد و زندقہ ہے بلکہ عارف اعمال کے بجالانے میں عام طالبوں کے ساتھ برابر ہیں اور اعمال کے بجالانے سے کسی کو چارہ نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بسا اوقات عارفوں کے اعمال میں طالبوں کا نفع مدنظر ہوتا ہے جو تقلید پر وابستہ ہے، اس اعتبار سے اس کو ریا کہتے ہیں۔

غرض قول و فعل میں بڑی محافظت کریں کیونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگ فساد و ہنگامہ کے درپے ہیں۔ کوئی ایسا کام سرزد نہ ہونے پائے جو اس مقام کے منافی ہو اور جاہل لوگوں کو بزرگوں کے طعن کا موقع مل جائے اور حضرت حق تعالیٰ سے استقامت طلب کرتے رہا کریں۔

﴿مکتوب نمبر 157﴾

# حضرت خواجہ محمد معصوم ملقب عروۃ الوثقیٰ رحمۃ اللہ علیہ

ولادت : 11 شوال 1007 ہجری بمقام : سرہند شریف (انڈیا)

وصال : 9 ربیع الاول 1079 ہجری مزار اقدس : سرہند شریف (انڈیا)

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت، امام ربانی، خواجہ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ آپ 11 شوال 1007 ہجری میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش مبارک کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "ہمارے لیے بہت بابرکت ثابت ہوئی، کیونکہ انہی دنوں ہمیں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کی سعادت نصیب ہوئی"

آپ بچپن ہی میں اعلیٰ حضرت مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ ان کی خداداد ذہانت اور قابلیت کی تعریف کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لڑکا محمدی المشرب ہے۔ ان کے بارے میں ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ خواجہ محمد معصوم کا کیا حال لکھوں کہ وہ دولت ولایت کے اہل ہیں۔ ابھی تین سال کے تھے کہ حرف توحید ان کی زبان سے یوں نکلا اور یوں کہتے تھے کہ میں آسمان ہوں، میں زمین ہوں، میں یہ ہوں، میں وہ ہوں" نیز اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس طریق میں پیر وجواں سب برابر ہیں۔ اور برکات وفیوض کے حصول میں عورتیں اور بچے سب یکساں ہیں۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر علوم دین حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہی حاصل کیے اور کچھ کتابیں اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پڑھیں۔ سولہ برس کی عمر میں تحصیل

علوم سے فارغ ہو کر تحصیل حال میں مصروف ہو گئے۔ انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک روز حضرت نے اپنے والد محترم اعلیٰ حضرت سے عرض کیا ''میں ایک نور دیکھتا ہوں جس سے تمام عالم منور ہے اور وہ ہر ذرہ میں سمویا ہوا ہے اور آفتاب کے مثل ہے کہ اگر غروب ہو جائے تو عالم تاریک ہے'' اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ تم قطب وقت ہو گے، میری اس بات کو یاد رکھنا''

ایک مکتوب شریف میں حضرت مجدد الف ثانی اپنے فرزند ثانی حضرت خواجہ محمد سعید اور فرزند ثالث حضرت خواجہ محمد معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطاب فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''طبیعت ہمیشہ تمہارے حال کی طرف متوجہ اور تمہارے کمال کی خواہش رہتی ہے، پرسوں نماز صبح کے بعد خاموش بیٹھا تھا، ایسا معلوم ہوا، جو خلعت کہ میں رکھتا تھا مجھ سے جدا ہوئی اور اس کے بجائے مجھے دوسری خلعت عطا ہوئی اور اس کے بعد مجھے خیال ہوا کہ یہ خلعت کسی کو دیں گے یا نہیں؟ اگر دیں گے تو آرزو یہ ہے کہ وہ فرزند ارجمند ﴿حضرت﴾ محمد معصوم ﴿رضی اللہ تعالیٰ عنہ﴾ کو عطا کریں، ایک لمحہ کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ وہ پہلی خلعت فرزند ارجمند کو عطا ہوئی ہے اور وہ قیومیت کی خلعت تھی جو تربیت و تکمیل سے تعلق رکھتی تھی اور یہ جو دوسری خلعت میرے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بخشش کا امیدوار ہوں کہ یہ فرزند ثانی محمد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا ہو''

چنانچہ صاحبزادگان کو جب یہ عزت نامہ ملا تو اعلیٰ حضرت ان دنوں اجمیر شریف میں مقیم تھے، یہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، اعلیٰ حضرت نے خواجہ معصوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلوت میں بلا کر خلعت قیومیت سے مشرف فرمایا۔

حضرت ستائیس برس کے تھے کہ مسند ارشاد و قیومیت پر جلوہ افروز ہوئے، کہتے ہیں کہ اس روز پچاس ہزار آدمیوں نے حضرت سے بیعت کی، جن میں اکثر اعلیٰ حضرت کے خلفاء بھی شامل تھے۔ بیرون ہند، ماوراء النہر، خراسان اور بدخشاں وغیرہ ممالک کے حکمرانوں نے حضرت کی خدمت میں تحائف اور ایلچی بھیجے اور حضرت کی قیومیت کے معترف ہوئے۔ ہندوستان کے بادشاہ شاہجہان بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر دوبارہ بیعت سے مشرف ہوئے، ملک کے اکثر حصوں میں حضرت نے اپنے نائب ﴿خلفاء﴾ بھیجے تا کہ مخلوق کو داخل سلسلہ کریں اور ہدایت

کا راستہ دکھائیں۔ شام و ایران، توران، ترکستان، کاشغر اور بخارا وغیرہ ممالک بھی حضرت کے فیض سے سیراب ہوئے۔ حضرت کے توسط سے اسلام کی نورانی کرنوں سے چین کا خطہ بھی جگمگا اٹھا، اورنگ زیب جو بعد میں عالمگیر کے لقب سے تخت نشین ہوئے بھی حضرت کے ہاتھ پر بیعت تھے، تواریخ "مراۃ العالم" و "جہاں نما" جو عالمگیر کے ایماء پر لکھی گئی ہیں، اُن میں حضرت ممدوح کے متعلق تحریر ہے کہ "مشیخت کی مسند پر اب تک کوئی ایسا شخص نہیں بیٹھا، جیسا کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، کیونکہ دنیا کے تمام اطراف و جوانب کے بادشاہ علماء اور مشائخ چھوٹے، بڑے سب حضرت کے مرید تھے۔ حضرت کی مجلس پاک کے رعب و دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ وہاں بڑے بڑے بادشاہ بھی باہم گفتگو نہ کرتے سکتے تھے، اگر کسی کو بہت ضروری کام ہوتا تو کاغذ پر لکھ کر حضرت کی خدمت میں پیش کرتے، یہاں تک کہ عالمگیر بادشاہ جن پر حضرت بہت ہی مہربان تھے بھی بوجہ پاس ادب حضرت کے روبرو کسی سے ہم کلام نہ ہوتے تھے۔"

روضہ قیومیہ میں تحریر ہے کہ 1335 ہجری میں ایک روز حضرت نے بیان کیا کہ "آج صبح حلقہ میں بیٹھا تھا کہ جناب سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، مجھ سے بغلگیر ہوئے اور فرمایا حق تعالیٰ نے آپ کو "عروۃ الوثقیٰ" کا خطاب عطا فرمایا ہے۔ اس بڑی نعمت اور عنایت کے لے حق سبحانہ وتعالیٰ کا شکر بجالاؤ" فرماتے ہیں کہ اس دوران میں کیا دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے تمام مقرب فرشتے، انبیاء اور اولیاء میرے گرد جمع ہیں اور کہتے ہیں "السلام علیکم یا محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ" پھر ہر ایک نے میرے ساتھ مصافحہ کیا، میں نے اپنا یہ خصوصی نام عرش معلی کے گرد بھی لکھا ہوا دیکھا"

ایک روز کا واقعہ یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ بعد نماز فجر مراقبہ میں بیٹھا تھا کہ ایسا معلوم ہوا جیسے ساری مخلوق مجھے سجدہ کر رہی ہے، بہت حیران ہوا، آخر یہ بھید کھلا کہ کعبہ میری ملاقات کو آیا ہے اور مجھے گھیر لیا ہے، اس لیے ہر شخص کعبہ کو سجدہ کرتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا مجھے سجدہ کر رہے ہیں"

فرماتے ہیں "ایک صبح مراقبہ میں دیکھا کہ مجھے خلعت عالی شان عنایت ہوئی ہے۔ نیز قلم دوات بھی مرحمت ہوئی ہے۔ گویا منصب وزارت عطا ہوا ہے اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی عنایت سے تمام مخلوق پر وزیر اعظم بنایا گیا ہے۔"

ایک مرتبہ اوائیگی فریضۂ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ اس زمین پاک پر انوار و فیوض کا ذکر فرماتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ اکثر اوقات دیکھتا ہوں کہ کعبہ ہم سے گلے ملتا ہے اور بڑے اشتیاق سے منہ چومتا ہے"

جب حج شریف سے فارغ ہوئے تو ایک فرشتہ نے حج کی قبولیت کی مہر شدہ سند پیش کی۔ حضرت مکہ معظمہ میں مقیم تھے کہ ان کے بڑے بھائی حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت سخت علیل ہوگئی، حضرت نے شفاء کے لیے ہاتھ اٹھائے، کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے ساتھ ہزاروں لوگ دعا مانگ رہے ہیں۔

حضرت جب روضۂ پاک کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو شوق کا یہ عالم تھا کہ راتوں کو نیند نہ آتی تھی، جب اس خطہ پاک میں داخل ہوئے، معلوم ہوا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ حجرہ مبارک سے باہر تشریف لے آئے ہیں اور ان سے بغل گیر ہوئے ہیں، اس بیش بہاء عنایت و نوازش پر حضرت فرماتے ہیں کہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضور ﷺ کا وجود پاک عرش تا فرش مرکز جمیع عالمیان ہے۔ اگرچہ وہاب مطلق اللہ تعالیٰ ہے لیکن جس کسی کو فیض پہنچتا ہے وہ آنحضرت ﷺ کے توسل سے پہنچتا ہے۔ اور مہمات ملک و ملکوت کا بندوبست بھی حضور ﷺ ہی فرماتے ہیں اور شب و روز مخلوق پر فیوض و انعامات بھی حضور کے روضہ مطہرہ سے پہنچتے ہیں۔"

ایک مرتبہ لوگ ایک جوگی پر جو جادو سے آگ باندھ لیتا تھا جس سے آگ نقصان نہیں پہنچاتی تھی، پر فریفتہ ہو رہے تھے، حضرت نے سنا تو لوگوں کو ایندھن جمع کر کے آگ سلگانے کا حکم دیا اور جب شعلے بھڑکنے لگے تو حضرت نے آیت کریمہ "اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم علیہ السلام کے لیے سلامتی کا باعث بن جا" پڑھ کر دم کیا اور ایک شخص سے فرمایا کہ آگ میں بیٹھ کر اللہ، اللہ کرو۔ چنانچہ وہ شخص کافی دیر تک آگ میں بیٹھ کر اللہ، اللہ کرتا رہا، آگ اس پر گلزار ہوگئی۔ ایک شخص نے کابل میں خواب دیکھا کہ حضرت نے اُسے تبرک عطا فرمایا ہے، جب وہ بیدار ہوئے تو تبرک اُن کے ہاتھ میں تھا۔

حضرت ایک روز وضو فرما رہے تھے کہ ناگاہ لوٹا اٹھا کر دیوار پردے مارا، حاضرین نے اس کو یاد رکھا۔ کچھ دنوں کے بعد ایک سوداگر حاضر خدمت ہوا۔ بولا کہ بنگال کے ایک صحرا میں سے گزر رہا تھا کہ اچانک ایک شیر غراتا ہوا آیا، میں نہایت خوفزدہ ہوا فوراً حضرت کی طرف رجوع کیا، دیکھتا ہوں کہ حضرت روبرو کھڑے ہیں۔ ایک ہاتھ میں لوٹا ہے جو شیر کی طرف پھینک کر دے مارا۔ شیر اسی دم بھاگ گیا اور حضرت بھی غائب ہوگئے۔

حضرت دکن سے گزر رہے تھے کہ بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر جو اس وقت شہزادہ تھا، حضرت کی آمد کی خبر پا کر بارہ ہزار کی تھیلی لیے حاضر خدمت ہوا۔ حضرت اُس سے محبت سے ملے اور سلطنت کی بشارت دی۔ بادشاہ بولا "حضور! مجھے لکھ دیں" چنانچہ حضرت خواجہ نے اُسے لکھ دیا۔ جب اورنگ زیب تخت نشین ہوا تو اس کی بہن فخر سے اکثر کہا کرتی تھی کہ "میرے بھائی نے بارہ ہزار میں سلطنت خریدی ہے"

ایک شخص اپنے بیٹے کو حضرت کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ یہ دین دنیا کے کام کاج چھوڑ کر ایک "عورت" پر فریفتہ ہوگیا ہے۔ حضرت اُسے نصیحت فرمانے لگے۔ عاشق مزاج بولا نیکی کے کوچہ میں میرا کبھی گزر نہیں ہوا، اگر حضرت میرے "حال" کو ناپسند فرماتے ہیں تو میری حالت کو بدل دیجئے، تاکہ نیک بن جاؤں۔ حضرت بولے "ہاں میں نے بدل دی" وہ فوراً تائب ہوگیا۔

# ارشاداتِ عالیہ

مکتوبات امام ربانی کی طرح حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کی بھی تین جلدیں ہیں۔ جلد اول کو آپ کے فرزند سوم خواجہ محمد عبید اللہ نے جمع کیا اور جلد دوم کو شرف الدین حسین حسینی ہروی نے حسب اشارہ حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ اور جدل سوم کو حاجی محمد عاشور بخاری حسینی نے حسب اشارہ حضرت خواجہ محمد نقشبند قیوم ثالث جمع کیا۔ بطور تبرک

چند مقالات نقل کیے جاتے ہیں۔

☆ آنحضرت ﷺ کی حدیث میں ہے کہ قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ قبر کے باغ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ پردہ و مسافت جو زمین قبر اور بہشت کے درمیان ہوتا ہے، اُٹھ جاتا ہے۔ اور دونوں جگہوں کے درمیان کوئی پردہ اور مانع نہیں رہتا۔ گویا زمین قبر کو جنت کے ساتھ فنا اور بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ اور یہی معنی ہیں آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ جاننا چاہیے کہ اس قسم کا روضہ اخص خواص کے لیے ہے، ہر مومن کو حاصل نہیں۔ غایت مافی الباب جب مومنین کی قبریں صفائی اور نورانیت پیدا کرتی ہیں تو اس امر کی استعداد حاصل ہو جاتی ہے کہ جنت کا پرتو ان قبروں پر منعکس ہوتا ہے۔ اور صاف کردہ شیشہ کی مثل ہو جاتی ہیں۔ ﴿مکتوبات، جلد اول، مکتوب 70﴾

☆ ہمارے طریقہ میں درجہ کمال پر پہنچنے کا مدار شیخ مقتدا کے ساتھ رابطہ محبت پر موقوف ہے۔ طالب صادق اس محبت کے ذریعے جو شیخ سے رکھتا ہے اس کے باطن سے فیوض و برکات حاصل کرتا ہے اور باطنی مناسبت سے ساعت بساعت اُس کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ مشائخ نے فرمایا ہے کہ فنافی الشیخ فنائے حقیقی کا پیش خیمہ ہے۔ اکیلا ذکر بغیر رابطہ مذکورہ اور بغیر فنافی الشیخ کے درجہ کمال پر پہنچانے والا نہیں۔ ذکر اگرچہ اسباب وصول سے ہے۔ لیکن اکثر رابطہ محبت و فنافی الشیخ کے ساتھ مشروط ہے۔ ہاں اکیلا رابطہ آداب صحبت کی رعایت اور شیخ کی توجہ اور التفات کے ساتھ بغیر التزام طریق ذکر کے درجہ کمال پر پہنچانے والا ہے اور سلوک وتسلیک اختیاری میں جو دوسرے طریقوں سے وابستہ ہے۔ کام کا مدار وظائف اور اوراد و اذکار پر ہے اور پیر طریقت کی طرف اس قدر رجوع نہیں ہے اور طریق نقشبندیہ میں جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریق ہے، افادہ و استفادہ انعکاسی ہے۔ شیخ مقتدا کی صحبت رعایت ادب کے ساتھ کافی ہے اور وظائف اذکار وطاعات بھی اشیائے ممد و معاون میں سے ہیں۔ حضرت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ ازاکیات التسلیمات والتحیات النامیات کی صحبت کمالات کے حصول میں بشرط ایمان وتسلیم و فرمانبرداری کافی تھی۔ اس واسطے اس طریق میں وصول کی راہ اور طریقوں سے زیادہ قریب تر ہے۔ اور شیخ

کامل سے فیوض و برکات حاصل کرنے میں جوان اور لڑکے اور بوڑھے اور زندہ اور مردہ سب برابر ہیں۔ اس طرز سے اجتناب ہے۔ اس طریقہ کے بزرگوں کا قول ہے۔ مصرعہ "سایہ رہبر بہ از ذکر حق ...... سایہ رہبر سے اشارہ طریقہ رابطہ کی طرف ہے، جس سے مراد شیخ کی صورت کا نگاہ رکھنا مفید ہے۔ اگرچہ ذکر بذات خود شرف و فضیلت رکھتا ہے اس کا بیان یوں ہے کہ بے چارہ مرید چونکہ عالم سفلی میں گرفتار ہے، اس سبب سے عالم علوی سے مناسبت نہیں رکھتا تا کہ حضرت باری تعالیٰ سے بغیر واسطہ کے فیوض و برکات اخذ کرے اس لیے ایک واسطہ دو جہت والا درکار ہے جو عالم علوی سے بہرور ہو کر مخلوق کی دعوت و ارشاد کے لیے عالم سفلی کی طرف متوجہ ہوا ہو اور بوجہ مناسبت اولیٰ کے عالم غیب سے فیوض اخذ کر کے بوجہ مناسبت ثانیہ کے جو عالم سفلی سے رکھتا ہے ان فیوض کو لائق مریدین تک پہنچائے۔ اس لیے طالب رشید شیخ کے ساتھ مناسبت کا وجود جس قدر زیادہ رکھتا ہو اس کے باطن سے اسی قدر اخذ فیوض زیادہ کرے گا۔

اور جو چیزیں کہ شیخ کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے والے ہیں وہ یہ ہیں۔ ظاہر و باطن میں شیخ کی محبت اور اُس کی خدمت اور آداب کی رعایت۔ آپ نے سنا ہو گا کہ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچتا اور عبادات و عادات میں اُس کی پیروی۔ اور اپنی مرادوں کو اُس کی مرادوں کے تابع کرنا اور تمام امور میں اپنے تئیں اُس کے حوالہ کرنا جیسا کہ مردہ غسال کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ طریقہ رابطہ ان امور میں سب سے بڑا ہے اور شیخ کے ساتھ اشد مناسبت پیدا کرتا ہے اور امور مذکورہ کو آسان کرنے والا ہے جو مناسبت کے بہت پیدا کرنے والے ہیں۔ جب نسبت رابطہ کا غلبہ ہوتا ہے تو طالب اپنے تئیں شیخ کا عین دیکھتا ہے اور اپنے تئیں اُس کے لباس و صفت سے متصف پاتا ہے۔

﴿جلد اول، مکتوب 78﴾

## رحلت:

حضرت عارضہ وجع المفاصل کے مریض تھے۔ آخری عمر میں مرض بہت بڑھ گیا تھا۔ اور یہ بہت نحیف و کمزور ہو گئے تھے، رحلت سے تین روز قبل احباب کو دعا کے لیے لکھا کہ خاتمہ بخیر ہو اور ایک روز پہلے جمعہ کے دن حضرت مسجد میں تشریف لائے اور حاضرین سے تخاطب فرمایا کہ

امید نہیں کہ کل اس وقت تک دنیا میں رہوں۔ چند پند و نصائح بھی ارشاد فرمائے اور واپس چلے آئے۔ رات جوں توں بسر فرمائی۔ صبح کو نماز فجر حسب معمول ادا کی، مراقبہ میں بیٹھے اشراق پڑھی، موت کے اثرات وارد ہونے شروع ہو گئے۔ زبان مبارک سے کچھ پڑھتے تھے، صاحبزادگان نے کان لگا کر سنا، معلوم ہوا حضرت سورۃ یٰسین شریف کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ اُسی روز دو پہر کے وقت ﴿بروز سہ شنبہ﴾ 9 ربیع الاول 1079 ہجری کو وصال فرما گئے۔ اور سرہند شریف کی پاک زمین میں دفنائے گئے۔ حضرت کے مزار عالی مقام کی تعمیر کے لیے شہزادی روشن آراء نے ایران سے خاص طور پر معمار بلوائے اور عظیم الشان مقبرہ تعمیر کرایا جس میں فن تعمیر کی خوبیاں کے ساتھ ساتھ نقش و نگاری کا عمدہ کام کیا گیا تھا۔

## خلفاء و اولاد:

حضرت کے چھ صاحبزادے تھے، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

☆۔ حضرت خواجہ محمد صبغت اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ☆۔ حضرت خواجہ حجۃ اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆۔ حضرت خواجہ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ☆۔ حضرت خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆۔ حضرت خواجہ محمد صدیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور خلفائے کرام میں یہ بہت مشہور ہیں۔

☆۔ حضرت خواجہ محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ☆۔ حضرت خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆۔ حضرت خواجہ محمد صدیق پشاوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ☆۔ حضرت خواجہ عبدالصمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆۔ حضرت خواجہ اخون موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کہتے ہیں کہ حضرت ممدوح کے خلفاء کی تعداد سات ہزار کے لگ بھگ تھی اور نو لاکھ آدمی براہ راست حضرت سے بیعت تھے۔ اور دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جہاں ان کے فیض کی مہک نہ پہنچی ہو۔

# حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 990 ہجری بمقام : سرہندشریف

وصال : 28 جمادی الثانی 1070 ہجری مزارِاقدس : سرہندشریف

آپ حضرت امام ربانی مجدد الفہ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دوسرے صاحبزادے تھے آپ نے علم ظاہری اور فیض باطنی اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا۔ آپ مظہر جمال وکمال تھے۔ مخزن برکات ومعدن کرامات تھے۔ آپ منبع انوار واقف الاسرار، کریم الاخلاق، عمیم الاشفاق اور صاحب مقامات جلیلہ و مدارج عالیہ تھے۔ صاحب "درالمعارف" فرماتے ہیں کہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دونوں صاحبزادگان خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں بے بہا جوہر ہیں۔ یہ دونوں بچپن میں ہی "مقامات احمدیہ" تک پہنچے درالمعارف میں مزید لکھا ہے کہ حضرت مجدد پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ میرا اور میرے بیٹوں کا معاملہ صاحب شرح وقایہ کے معاملے کی طرح ہے ان کے دادا وقایہ تحریر کرتے تھے تو صاحب شرح وقایہ اُسے حفظ کر لیتے تھے۔ اسی طرح جو معارف مجھ پر منکشف ہوتے ہیں میرے بیٹے انہیں بطور خود یاد کر لیتے ہیں۔ صاحب حضرات القدس اور روضۃ السلام فرماتے ہیں کہ خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں اس قدر جمال ظاہری اور کمال باطنی تھا کہ جو کوئی بھی ایک بار سامنے آتا، آپ کے کمالات حسن و جمال پر فریفتہ ہو جاتا۔ ایک دفعہ سرہند شریف میں وبائے عظیم طاعون نمودار ہوئی سینکڑوں لوگ اس وبا سے ہلاک ہو گئے۔ چنانچہ لوگوں نے آپ کی طرف رجوع کیا تو آپ نے فرمایا کہ آج سے کوئی شخص مرض طاعون سے ہلاک نہیں ہو گا اور ایسا ہی ہوا۔ آپ کا وصال 80 سال کی عمر میں 1070 ہجری کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک سرہند شریف (انڈیا) میں واقع ہے۔

# حضرت خواجہ عبدالاحد المعروف بشاہ گل تخلص وحدت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 1049 ہجری بمقام : سرہندشریف

وصال : 27 ذوالحجہ 1127 ہجری مزار اقدس : سرہندشریف

حضرت خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خازن الرحمۃ خواجہ محمد سعید رضی اللہ عنہ فرزند ثانی حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پانچویں صاحبزادے ہیں۔ 1049 ہجری میں مقام سرہندشریف پیدا ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد سعید احمد خازن الرحمۃ خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دوسرے فرزندوں سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے اور ان پر بہت شفقت فرماتے تھے اور ان کے رخساروں کی شگفتگی کی وجہ سے انہیں پیار سے گل کہہ کر پکارتے تھے۔ دوسرے لوگ بھی حضرت کو اسی نام سے یاد کرتے۔ بلکہ احتراماً شاہ گل سے خطاب کیے جاتے۔

حضرت کمسنی ہی میں تمام دینی علوم میں طاق ہو گئے تھے۔ نماز روزہ کی ادائیگی میں بہت مستعد اور پابند تھے۔ اس بلا کے ذہین تھے کہ پندرہ سولہ سال کی عمر میں حضرت خازن علیہ الرحمۃ کے ساتھ حج بیت اللہ شریف کے لیے گئے اور واپسی پر حالت سفر اور فیوض حرمین شریفین سے متعلق ایک کتاب عربی میں اس خوبی سے تحریر فرمائی کہ اچھے اچھے عالم حیران رہ گئے۔ جو دیکھتا اور پڑھتا عش عش کر اٹھتا۔ شریعت کا بے حد لحاظ رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت خازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پاس شریعت اور فراوانی شوق کا جب یہ عالم دیکھا تو انہیں اجازت تلقین طریقہ عنایت فرمادی۔

جب حضرت بیس سال کے ہوئے تو حضرت خازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا۔ انہوں نے عم بزرگوار حضرت خواجہ محمد معصوم قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت اختیار کی۔ ہر چند کہ یہ اس نوعمری میں بھی بہت قابل تھے مگر عم بزرگوار کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی اور ان کے روبرو زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ان کی تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور تھوڑے ہی دنوں میں کامل بنادیا۔ اکثر ان سے اپنے مکاشفات اور اسرار کا اظہار فرماتے اور مشورہ لیتے اور فرماتے عبدالاحد تمام "عقل" ہے اور کبھی فرماتے عبدالاحد "عقل مجلس" ہے۔ بعض

مخلص اور خاص دوستوں کے حالات بھی ان سے دریافت فرماتے کہ فلاں آج کل کس مقام پر ہے؟ فلاں آپ کے نزدیک کیسا ہے؟ حضرت جو جواب فرماتے، قیوم ثانی رحمۃ اللہ علیہ تسلیم کرتے۔ حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد منصب ''قیومیت'' حضرت ممدوح کے دوسرے صاحبزادے خواجہ حجۃ اللہ پر منتقل ہوا۔ حضرت عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ ان کی صحبت میں بھی بڑے ادب سے حاضر ہوتے اور ان کی بہت تعظیم کرتے۔ چچازاد حضرت خواجہ بھی ان پر بہت مہربان تھے اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ ایک روز ان سے فرمایا کہ جس طرح فیض الٰہی مجھ پر نازل ہوتا ہے، اسی طرح آپ پر بھی پہنچتا ہے اور پھر دوسری مخلوق پر۔

حضرت بہت فیاض تھے اور طبیعت میں بلا کی حلیمی اور بردباری تھی۔ جہاں اور جس جگہ سے ''گل مراد'' ہاتھ آتا اُسے حاصل کرتے اور اپنے کمالات میں اضافہ فرماتے۔ یہی سبب ہے کہ جامع کمالات تھے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت خاص اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال شفقت کے متعلق فرماتے ہیں کہ ایک شب میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ جبرائیل علیہ السلام بھی بارگاہ اقدس میں حاضر تھے۔ حضرت رب العالمین نے جبرائیل علیہ السلام سے کچھ باتیں کیں۔ ایک دو باتیں مجھے بھی یاد ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت جبرائیل سے فرمایا کہ سب مخلوق میری رضا کی طلبگار ہے اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہوں۔ نیز فرمایا، ﴿حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم﴾ کو تم ایسے ﴿لوگ﴾ بطور سامان مغفرت دیئے گئے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت پر فیوض الٰہی اس کثرت سے وارد ہوئے کہ طالبان سے منہ موڑ کر مغلوب الحال ہو گئے اور خاموشی اختیار کر لی۔ کسی سے بات کرنا ضروری سمجھتے تو کلام پاک کی کوئی آیت شریف نقل فرما دیتے۔ بات کہنے والا اس آیت پاک کے معنوں سے مطلب نکال لیتا۔ کچھ دنوں کے بعد جب افاقہ ہوا اور طالبان کی طرف رجوع فرمایا تو لوگوں نے سکوت حال کا سبب دریافت کیا، بولے ''ان دنوں حق سبحانہ تعالیٰ نے مجھے خلعت رضا سے سرفراز فرمایا تھا'' کہتے ہیں فتوحات ظاہری و باطنی جو حضرت پر رکی ہوئی تھیں اس واقعہ کے بعد کھل گئیں اور خانقاہ کے اخراجات کے لیے شہزادی زیب النساء نے پانچ ہزار کی رقم بھیج دی۔

ایک روز فرمایا کہ میرے بھائی کے گھر دو فرزند ہوں گے، ان کے یہ نام ہوں گے اور

ایسی شکل وصورت ہوگی حالانکہ ان کی ابھی شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ عرصہ کے بعد جب ان کی شادی ہوئی تو یچ مچ دولڑکے اُس حلیہ کے تولد ہوئے اور نام بھی وہی رکھے گئے، کہتے ہیں کہ حصول اولاد نرینہ کے لیے حضرت کی دعا مستجاب بارگاہ الٰہی تھی۔ حضرت بشارت کے ساتھ ساتھ طالبین کو بچے کا حلیہ بھی بتادیتے تھے۔

ایک مرتبہ حاکم سرہند کے مظالم سے تنگ آ کر حضرت اس سے خفا ہو گئے، کہتے ہیں حاکم مذکور انہی دنوں بادشاہ کے غضب کا شکار ہوگیا، فی الفور حضرت کے روبرو حاضر ہو کر مظالم سے توبہ کی، بادشاہ نے بھی اس کا قصور معاف کر دیا، حاکم نے ایک قطعہ باغ اور کچھ سامان ضرورت حضرت کی نذر کیا مگر حضرت نے یہ کہہ کر اس کی نذر لوٹا دی کہ یہ مال ظلم اور غضب سے حاصل کیا گیا ہے۔

حضرت نے بہت موزوں طبع پائی تھی، اکثر شعر بھی کہتے اور وحدت تخلص فرماتے تھے، نثر بھی لکھتے تھے اور متعدد کتب تصنیف فرمائیں۔ شاعری میں حضرت کا دیوان اور مثنوی چار چمن مشہور و معروف ہیں اور تصانیف میں سسٹوریہ التحدید، لطائف مدینہ اور جنود اللہ کا پایہ بلند ہے۔ حضرت کی شاعری میں بھی تصوف کے رموز و نکات اس عمدگی سے سموئے ہوئے ہیں کہ گھنٹوں، ان پر غور وفکر کیجئے اور گاہے ان کی نازک بیانی پر بے اختیار سر دھننے کو جی چاہتا ہے۔

حضرت مسند رشد و ہدایت پر کم وبیش پچاس سال تشریف فرما رہے اور اس دوران بیشمار مخلوق نے حضرت سے ہدایت پائی، حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعدد خلفاء نے بھی تجدید بیعت فرمائی، جب عمر شریف 78 سال کی ہوئی تو حضرت کو بوجہ دردِ مثانہ، عارضہ حبس البول لاحق ہوا۔ ان دنوں دہلی میں تشریف فرما تھے اور بائیس خواجہ کی "چوکھٹ" دہلی ہی میں انتقال فرمایا، اس روز جمعہ کا مبارک دن تھا اور چاند کی 27 ذوالحجہ 1127 ہجری تھی۔ حضرت خازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جنازہ کی طرح ان کا جنازہ بھی سرہند شریف لایا گیا اور حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسجد کے مشرق کے رخ دفن ہوئے۔ حضرت کی وفات پر حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قیوم رابع نے بے اختیار فرمایا، گل بہ جنت رسید۔

**خلفاء:**

حضرت کی بے شمار روحانی اولاد میں سے حضرت خواجہ محمد حنیف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خاص طور پر بہت مشہور ہیں۔

# حضرت خواجہ محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وصال : یکم صفر 1133 ہجری　　مزار اقدس : بامیاں نزد کابل، افغانستان

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ خاص تھے۔ حضرت کے انتقال کے بعد حضرت خواجہ شاہ گل عبدالاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ پر بھی بیعت فرمائی تھی۔ حضرت خواجہ قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قیومیت کا چوتھا سال تھا کہ یہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر داخل سلسلہ ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد بیعت خلافت حاصل کی۔ حضرت ممدوح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں مخلوق کی ہدایت کے لیے کابل بھیج دیا جہاں آپ بامیاں نامی ایک گاؤں میں مقیم ہوئے اور دین حقہ کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ کابل کی پتھریلی زمین میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا فیضان حضرت ہی کے دم سے پہنچا ہے۔ جہاں ہزار ہا لوگ اُن کے مرید ہوئے۔ جن میں بیشتر صاحب حال بھی تھے اور جن کے توسل سے اس نورانی سلسلہ کے چشمے کابل، قندھار اور سندھ میں جاری ہوئے۔ کابل کی وہ زمین جہاں جہاں حضرت کے قدم مبارک پڑے ہیں اور جس جگہ کو حضرت کی اقامت کا فخر حاصل ہوا ہے، کہتے ہیں وہاں ان کے فیضان کی تاثیر اب تک پائی جاتی ہے اور ان کی کرامتوں کا شہرہ ہے۔ حضرت کا مدفن پاک بھی کابل کے موضع بامیاں میں ہے۔

# حضرت شیخ محمد ذکی مطہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وصال : 9 ذی الحجہ 1129 ہجری مزار اقدس : مکہ مکرمہ

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

آپ کو نسبت فیض حضرت خواجہ محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل ہوئی اور ان کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ مقربان بارگاہ الٰہی کے امام و پیش روانتہائے کمالات کے مدارج طے کرانے والے صاحب تصرف تھے۔ حضرت شاہ صاحب کلانوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مطابق آپ کی جائے سکونت ملک عرب کی اتقی نامی ایک بستی ہے۔ آپ مشہور و معروف شیخ المشائخ حضرت علی بن علم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ لوگ آپ کی محض صحبت سے بغیر کسی ریاضت یا مجاہدہ کے اعلیٰ روحانی مقامات حاصل کر لیتے۔ ملک عرب میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی نشوونما آپ ہی کے ذریعے ہوئی۔ آپ کے خلفاء میں اس وقت کے قطب حضرت شیخ محمد ٹھٹھوی سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شامل تھے۔ جنہیں آپ الہام الٰہی کے تحت، عرب سے سندھ میں آ کر صرف دو ہفتہ کے اندر منازل سلوک طے کرا کے واپس ملک عرب تشریف لے گئے۔

# حضرت شیخ محمد ٹھٹھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ حضرت مخدوم آدم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پوتے تھے۔ ان کے والد حضرت شیخ محمد اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی شیخ وقت تھے۔ حضرت کے دادا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بفرمان حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علاقہ سندھ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی داغ بیل ڈالی تھی۔ شہر ٹھٹھہ میں قیام تھا۔ نام کے ساتھ ٹھٹھوی کی رعایت کی یہی وجہ ہے۔ حضرت مخدوم آدم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طالبان کی ہدایت کے لیے وہاں ایک درس گاہ بھی قائم کی تھی جہاں بعد ازاں حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد نے بھی مدتوں طلباء کو علوم دین کی تعلیم دی۔ اس یگانہ روزگار درس گاہ سے ہزاروں طلباء فاضل اور کامل ہو کر نکلے۔ حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحصیل علم اور کسب فیض والد بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کیا۔ اُن کے انتقال کے بعد حضرت جد امجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ حضرت خواجہ ابوالقاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت اختیار کی اور تکمیل کو پہنچے ، کہتے ہیں جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وقت آخر ہوا تو یہ اُن کے پاس موجود نہ تھے، حضرت خواجہ انہیں بار بار یاد کرتے تھے تا کہ خواجگان نقشبند کی امانت ان کے سپرد کی جائے۔ بعض معتقدین کی خواہش تھی کہ حضرت خواجہ وہ بار امانت ، صاحبزادہ محمد ابراہیم کو سونپ دیں ، لیکن حضرت خواجہ خاموش رہے اور وصیت فرمائی کہ جب شیخ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائیں تو انہیں میرے مزار پر بھیج دیں۔ چنانچہ واپسی پر یہ مرشد کے مدفن پاک پر حاضر ہوئے اور روحانی امانت حاصل کی۔

حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدت تین سال سرہند شریف میں بھی رہے اور حضرت خواجہ محمد زکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فیض یاب ہوئے اور ٹھٹھہ کی خانقاہ میں واپس تشریف لا کر درس و تدریس اور تلقین وارشاد میں مصروف ہو گئے۔ حضرت ناداروں اور محتاجوں پر بہت مہربان تھے ، جو

پاس ہوتا، بے دریغ خرچ کرتے۔ عوام و خواص میں "ابوالمساکین" کے نام سے مشہور تھے۔
حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو بعد میں سلطان الاولیاء کے لقب سے پکارے گئے، حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کے تربیت یافتہ تھے۔ حضرت شیخ ان پر بہت مہربان تھے کہ کمسنی ہی میں انہیں مسند مشائخیت پر بٹھا دیا تھا اور خود حج کے لیے کعبہ شریف روانہ ہو گئے۔
جب دو سال بعد لوٹ کر آئے تو اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ایک دن کعبۃ اللہ میں بیٹھا تھا، جوں ہی آپ کی طرف متوجہ ہوا، دیکھا کہ تمہیں بوجہ کمسنی چند مشکلات درپیش ہیں پس حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ فوراً تمہارے پاس پہنچوں اور پھر واپس آ کر اسی سرزمین پاک میں ہمیشہ کے لیے سکونت اختیار کرو۔ چنانچہ حضرت ان کی تربیت میں سلوک کی منزلیں سرعت سے طے کرنے لگے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب حضرت شیخ اس کام سے فارغ ہوئے تو ایک روز حضرت خواجہ کو خوشخبری دی کہ جو نور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینۂ پاک میں منتقل فرمایا تھا اور انہوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو عنایت کیا، جس کی روشنی سے ایک عالم منور ہوا اور وہاں متعدد سینوں کو جگمگاتا ہوا بخارا کی سرزمین میں پہنچا اور حضرت خواجہ نقشبند سے ہوتا ہوا، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سینہ پاک میں پہنچا، جس سے تمام دنیا کی تیرگی دور ہوئی۔ وہ نور امانت الحمدللہ اب تمہارے سینہ میں گھر کر چکا ہے جس سے ایک دنیا روشن ہو گی۔ نیز بشارت دی کہ خدا عزوجل نے تمہیں جملہ اولیاء کا سرتاج بنایا ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں نصیحتیں بھی فرمائیں جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں، چند ایک درج ذیل ہیں۔

☆۔ ہدایت کے لیے جو بھی آئے، اُسے راہ حق بتانا۔
☆۔ دل کو ہمیشہ ذکر حق سے شاد اور آباد رکھنا۔
☆۔ جملہ کام خداوند کریم کے سپرد کرنا۔
☆۔ معاش اور روزگار کے لیے حیلہ تلاش نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت خلق کی خدمت سونپی ہے اور وہ قادر مطلق خود تمہاری ضروریات کو پورا کرے گا۔
☆۔ آپ کا مکان ہمیشہ فیضان سے معمور رہے گا۔
☆۔ ہر مہم اور مشکل میں مرشد تمہارے شامل حال ہے۔

ان چند نصائح کے بعد حضرت محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کعبۃ اللہ تشریف لے گئے اور وہیں سکونت اختیار کی اور بعد رحلت اس سرزمین پاک میں دفن ہوئے۔

# حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وصال : 1188 ہجری مزارِ اقدس : لواری شریف

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سلسلہ اکتیس واسطوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ حضرت کے آباؤ اجداد نے خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں نقل مکانی فرمائی تھی اور سندھ میں سکونت اختیار کی۔ حضرت کے والد بزرگوار خواجہ عبداللطیف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی نہایت متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ اور عرف عام میں شیخ حاجی کے لقب سے مشہور تھے، حافظ قرآن تھے، رمضان المبارک کی تمام راتیں تلاوت قرآن پاک میں بسر کرتے۔ ابتداء میں سہروردی سلسلہ میں منسلک تھے۔ بعدازاں حضرت شیخ فیض اللہ بن مخدوم آدم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوگئے۔ آپ نے حضرت ممدوح کے خلیفہ حضرت ابو القاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی فیض حاصل کیا، حضرت خواجہ نے انہیں حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیدائش کی خوشخبری دی تھی۔

کہتے ہیں کہ حضرت کے والد بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت خواجہ ایک گھنے سایہ دار نیم کے پیڑ تلے تشریف فرما تھے، پیڑ پر پرندے چہچہار ہے تھے کہ حضرت خواجہ متبسم ہوکر بولے "ایک دن آئے گا کہ آپ کے فرزند ارجمند کے گرد ہزاروں انسانوں کا جمگھٹا ہوگا، لوگ حلقۂ ارادت میں شامل ہوکر فیض حاصل کریں گے۔"

حضرت شیخ حاجی کے تین فرزند اور بھی تھے، لوگ حضرت سے رجوع ہوکر بولے کہ ان تینوں میں سے وہ کون خوش بخت بلند اختر ہیں؟ وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے؟ پیرومرشد بولے، حضرت

کی پیدائش کی خوشخبری حضرت کی ولادت سے پونے چھ سو سال پہلے حضرت بہاؤ الدین ذکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی دی تھی۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین ذکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب لواری شریف کی حدود سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہوئے تو خدام نے پاپیادہ چلنے کا سبب پوچھا تو حضرت نے فرمایا کہ میں اس سرزمین پر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رحمت کے بڑے قطرات کا مینہ برستا ہوا دیکھ رہا ہوں، یہاں ایک اللہ کا پیارا بندہ پیدا ہوگا اور یہ قطعہ اراضی ذات الٰہی کی تجلیات کا مرکز ہو گا۔

ایک مرتبہ حضرت کے والد بزرگوار کے پیر و مرشد بہت سے مریدین کے ساتھ حضرت خواجہ کلاں سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ حضرت کے والد بزرگوار نے بھی ہمرکابی کی خواہش ظاہر کی حضرت قبلہ نے فرمایا "بہتر ہے کہ آپ ٹھٹھہ میں ہی رہیں اور خانقاہ و درس گاہ حضرت پیر و مرشد کو خالی نہ چھوڑیں، ہم خواجہ سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آپ کی سفارش کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت قبلہ واپس تشریف لائے تو حضرت شیخ حاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خوشخبری دی کہ حضرت خواجہ سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں خوب خوب دعاؤں سے نوازا ہے نیز فرمایا ہے کہ آپ کی پشت سے عنقریب ایک گوہر لاثانی تولد ہوگا جس میں ہمارے سلسلہ عالیہ کی تمام صفات ہوں گے الغرض حضرت کی پیدائش سے پہلے بزرگان عظام نے ان کی آمد کی اطلاع دی تھی۔

حضرت مادر زاد ولی تھے۔ زمانہ شیر خوارگی میں ماہ رمضان المبارک کا بے حد احترام فرماتے اور سوائے رات کے دن کو دودھ نہ پیتے تھے۔ حضرت کے بڑے بھائی جو سوتیلی ماں سے تھے حضرت سے بہت جلتے تھے، برادران یوسف علیہ السلام کی طرح انہوں نے باہم فیصلہ کیا کہ اس گوہر بے بہا کو جس کے ماں باپ عاشق ہیں فوراً کہیں ٹھکانے لگا دیا جائے چنانچہ حضرت کے والد بزرگوار ان کی بہت دیکھ بھال کرتے اور دوسرے بیٹوں سے چوکنا رہتے۔

حضرت بلا کے ذہین تھے۔ صغر سنی میں ہی قرآن پاک پڑھ لیا۔ ایک دن حضرت کے والد صاحب کسی ضروری کام کو سفر پر روانہ ہوئے۔ بھائیوں نے موقع کو غنیمت سمجھ کر حضرت پر قابو پانے کی کوشش کی مگر جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے۔ حضرت کو قبل از وقت ان کے ناپاک ارادے کا علم ہوگیا اور چپکے سے گھر سے نکل گئے اور جنگل کی راہ لی۔ وہاں سے مولوی محمد صدیق

نقشبندی جو سندھ کے مایہ ناز شاعر اور اولیائے کرام کے معتقد خاص تھے کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں دینی علوم میں مہارت حاصل کر لی کہ مولوی صاحب قبلہ بھی آپ کی ذہانت کے معترف ہو گئے۔

**بیعت:**

دوران تعلیم آپ کو روزانہ خانقاہ شریف حضرت خواجہ ابوالمساکین شیخ حضرت خواجہ حاجی محمد بن شیخ محمد شرف بن مخدوم آدم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس سے گزرنا پڑتا تھا۔ ایک روز حضرت خواجہ سے آپ کا آمنا سامنا ہو گیا اور حضرت کی پیشانی مبارک سے تاڑ گئے کہ یہی وہ خوش نصیب نوجوان ہے جو ایک روز قطب زماں ہوگا۔ نہایت تعظیم اور محبت سے انہیں خانقاہ شریف میں لے گئے۔ کہتے ہیں کہ حضرت کے دل میں عشق حقیقی کی چنگاری حضرت خواجہ ی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پہلی ہی ملاقات میں سلگ اٹھی تھی مگر اس چنگاری کو جو آہستہ آہستہ سلگ کر آگ بن چکی تھی، دبائے رکھا، آخر کار حضرت خواجہ ابوالمساکین انہیں جیتنے میں کامیاب ہو گئے اور انہیں سلسلہ طریقت میں داخل کیا، غرض کہ تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت خواجہ کی صحبت نے حضرت پر تصوف کا وہ رنگ چڑھایا جو اوروں کو سالہا کی محنت سے بھی میسر نہیں ہوتا

حضرت خواجہ ایک مرتبہ جد امجد مخدوم آدم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پاک کی زیارت اور مزار پاک کی مرمت کے سلسلہ میں تشریف لے جا رہے تھے۔ مرید پاپیادہ ہمرکاب تھے کہ یکا یک حضرت خواجہ نے حضرت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آؤ تم میرے ساتھ آ کر بیٹھو، حضرت پاس ادب سے جھجکتے تھے مگر حضرت خواجہ نے ہاتھ پکڑ کر انہیں بھی سواری پر بٹھا لیا۔ ہم نشینی کا یہ اعزاز حضرت کی جانشینی کا مژدہ تھا۔ چنانچہ اس کم سنی ہی میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں مسند خلافت پر بٹھا دیا۔ اگرچہ حضرت کسر نفسی سے کام لیتے رہے تاہم حضرت خواجہ نے فرمایا کہ "یہ اعزاز تمہیں بحکم الٰہی سونپ رہا ہوں۔ اللہ پاک نے آپ کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے کہ پتھر بھی یک نظر آب آب ہو جائے۔" نیز فرمایا یہ نوجوان قطب زماں ہے۔ اس کا مثل دور دور تک نہیں ملے گا۔

چنانچہ حضرت مسند ارشاد پر بیٹھ گئے۔ ان دنوں ایک شخص ملا محمد ہاشم فقیہہ کا سندھ

میں بہت چرچا تھا۔ جب اس نے حضرت کی مسند نشینی کی خبر سنی تو اس نے چند ایک ظاہر پرست علماء کو جمع کیا اور وفد کی صورت میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پہنچا اور حضرت کی کمسنی کی شکایت کی۔ حضرت خواجہ نے مسکرا کر فرمایا یہ معاملہ خدا کے فضل سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں عمر اور کسب کا کیا سوال ہے؟ ملانے لاکھ حیلے کیے مگر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی ایک نہ مانی۔ ان لوگوں کے علاوہ حضرت کے عزیز و اقارب کو بھی یہ خبر بہت ناگوار گزری۔ آخر وہ بھی تلملا کر رہ گئے۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیت اللہ شریف روانگی کے بعد حضرت بہت سال ٹھٹھہ میں مقیم رہے۔ لوگ دور دور سے آتے اور فیض حاصل کرتے۔ البتہ ملا محمد ہاشم کی جانب سے ریشہ دوانیاں اور تکالیف کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت خندہ پیشانی سے انہیں برداشت کرتے رہے۔ آخر کار خانقاہ شریف ٹھٹھہ سے اٹھ کر اپنے آبائی وطن لواری شریف میں تشریف لے آئے جس کی عظمت کی پیشگوئی بہت پہلے حضرت خواجہ بہاؤالدین ذکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دی تھی اور یہ مقام مرکز ہدایت بن گیا۔ کہتے ہیں حضرت کا ٹھٹھہ سے اٹھنا تھا کہ سندھ پر نادر شاہ نے حملہ کر دیا اور یہ جگہ لوٹ کھسوٹ کا اکھاڑہ بن گئی اور یہ قصبہ نیست و نابود ہو گیا۔

لواری شریف میں سکونت اختیار کرنے کے بعد حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گوشہ نشین ہو گئے اور مراقبہ و استغراق میں مشغول رہنا شروع کر دیا۔ اکثر تہجد اور فجر کی نماز عشاء کے وضو سے ادا فرماتے۔ محویت کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی تلقین و ارشاد کے لیے حاضر ہوتا تو اس کی جانب چار و ناچار رجوع فرماتے اور فرماتے کہ ''کیا کروں اس کام کے لیے مجھے حق سبحانہ کی طرف سے حکم نہ ہوتا تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا'' حضرت کی تشریف آوری سے اُن کے والد بزرگوار ''شیخ حاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' بھی طالبان حق کو خود توجہ دینے کی بجائے حضرت کے حوالے فرماتے۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے بھی حضرت کے ہاتھ پر تجدید بیعت فرمائی تھی۔ اللہ، اللہ طالبان حق کے شوق کی ادھر یہ کیفیت اور ادھر ''حق آگاہی'' کی یہ شان کہ انہیں خود ذوق دید سے فرصت نہیں تھی۔

ٹھٹھہ سے آنے کے بعد حضرت جہاں اقامت پذیر ہوئے قدیم زمانے میں وہ جگہ

بھی لواری شریف کہلاتی تھی اور جہاں حضرت کا مزار مبارک ہے، اس مقام کو بھی لواری شریف کہتے ہیں۔حضرت کے ابتدائی زمانہ میں قدیم لواری شریف کی زمین کلر اور شورزدہ ہونے کی وجہ سے بے کار ہوگئی تھی اور پانی بھی کھاری ہوگیا تھا۔آبادی وہاں سے اٹھ کر تین چار میل کے فاصلہ پر بس گئی۔کچھ عرصہ بعد حضرت بھی وہاں آکر آباد ہوگئے۔کہتے ہیں لواری شریف قدیم زمانے میں بہت بڑا شہر تھا۔جس میں تین کے قریب مساجد تھیں جو زمانہ کی دست بُرد سے اجڑ گیا تھا۔

**رشد وہدایت:**

طالبان اور متلاشیان طریقت گروہ درگروہ حاضر ہوتے اور توجہ لے کر جاتے ، بعض اوقات حضرت کے دربار میں چار چار پانچ پانچ سو کا ہجوم بیک وقت جمع ہوتا اور سب اس نوجوان، مگر ''معمر'' صاحب نظر کیمیا اثر کی نگاہ کرم سے مالا مال ہوتے۔بیشتر آپ کے روئے انور کو دیکھتے ہی ''فیض یاب'' ہوجاتے اور قلب جاری ہوجاتا۔

ایک مرتبہ سندھ کے شاعر اعظم اور ولی کامل حضرت سید عبداللطیف شاہ بھٹائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت کی خدمت میں تشریف لائے۔اور دونوں میں راز و نیاز کی باتیں ہوتی رہیں۔شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شاعرانہ کمالات کا اظہار کرتے تھے اور حضرت بھی جواباً شعر ہی میں انہیں اپنے مقام سے آگاہ فرماتے۔آخر کار حضرت نے انہیں خلافت کی چار اوڑھائی۔شاہ صاحب اس عنایت پر ہمیشہ فخر کرتے رہے۔

ایک مرتبہ ایک شیخ وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر معروض ہوا کہ مجھے فناء محویت حاصل ہوئی ہے کہ مجھے کسی چیز کا وجود نظر نہیں آتا اور بقا ایسی حاصل ہے کہ سوائے حق سبحانہ وتعالیٰ کے کسی چیز کی طرف توجہ التفات نہیں کرتی۔مجھے ارشاد و تلقین کی اجازت دی جائے۔حضرت نے فرمایا: ''کس درجہ پر پہنچ چکے ہو؟'' اُس نے عرض کیا ''حضرت کی عنایت سے جس شخص کے قلب پر توجہ کرتا ہوں، اس قلب سے ذکر جاری ہوجاتا ہے۔خشک پیڑ پر نظر کرتا ہوں تو سرسبز ہوجاتا ہے۔اگر پتھر پر نظر کرتا ہوں تو وہ موم ہوجاتا ہے'' حضرت نے فرمایا ''بس اسی بات پر تمہیں شیخیت کا دعویٰ ہے؟'' جاؤ اور خشک پیڑوں کو سرسبز کرو۔یہ جدا چیز ہے اور مشائخیت دیگر چیز ہے۔جسے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں ''اپنی نیابت عطا کرتے ہیں'' شیخ وہ ہے جو فنا میں غرق رہتا ہے،

اس کا کلام دوا ہے۔ نظر شفا ہے اور ایک نگاہ سے سو مردہ دلوں میں بیک وقت زندگی بھرتا ہے۔ بندوں کو اللہ سے قریب کرتا ہے۔ اگر اسے یہ مرتبہ حاصل نہیں تو وہ نفس کا شکار ہے اور خلقت کو گمراہ کرتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت خود جس مقام پر تھے، بس وہی مشائخیت کا مقام تھا۔

## کرامات:

حضرت ممدوح فرماتے ہیں کہ قرب الٰہی حاصل کرنے کے باوجود جو طالب حق کشف و کرامات کا خواہش مند ہے۔ اس کی طلب ادھوری ہے۔ ہاں اگر وہ طالب ''حق کامل'' ہے تو نئے طالبان حق کے قلب میں اللہ تعالیٰ کے لقا کے تصرف کے برابر کوئی بڑی کرامت نہیں۔ حضرت خود اس تصرف میں بہت ماہر تھے۔ جب عمر شریف چالیس سے متجاوز ہوئی تو بسبب کمال اتباع و محبت حضور نبی کریم ﷺ حضرت میں یہ خاصہ پیدا ہو گیا تھا کہ آں قدس سرہٗ چپ چاپ مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور طالبین حق بھی سر جھکائے، دوزانو مؤدبانہ روبرو بیٹھے ہوتے اور مرید کو حضرت سے خود بخود فیض پہنچتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت کے روبرو شہباز قلندر شیخ عثمان رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر چھڑ گیا کہ وہ مجذوب تھا۔ نماز میں تکبیر کہتے ہی اس کے ہر رونگٹے سے خون پھوٹ نکلتا تھا۔ حضرت بولے، کیا اس وقت کوئی ایسا مرد خدا موجود نہ تھا جو اُسے اس حالت سے نکال لیتا؟ قدرے توقف کے بعد فرمایا، اگر اس وقت حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بھی فرزند موجود ہوتا تو منصور رحمۃ اللہ علیہ کو پھانسی پر جان نہ دینا پڑتی، کیونکہ وہ اسے ''اناالحق'' کی منزل سے نکال لے جاتا اور اسی ضمن میں ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ وہ منصور ہی تھے جنہوں نے ملاؤں کے فتویٰ پر خود کو قتل ہونے دیا مگر ہم اپنے مریدین کو ان لوگوں کے ہاتھوں ہلاک نہیں ہونے دیں گے۔

ایک مرتبہ ایک غیر مسلم اپنی برادر کے لوگوں سے چھپ کر حضرت کے پاس آیا اور ملتجی ہوا کہ مجھے اسم اعظم کی تلقین کیجئے۔ حضرت نے تنہائی میں اسے کلمہ توحید اور دیگر اذکار کی تلقین فرمائی۔ جب وہ جانے لگا تو مزید ہدایت کی کہ ظاہر میں خواہ کیسے بھی رہو مگر باطن میں جو امانت ہم نے تمہیں دی ہے، اسے حفاظت سے سنبھالے رکھنا۔ ایک حافظ صاحب جو حضرت کے احباب میں شمار ہوتے تھے، ان الفاظ پر بول اٹھے کہ حضرت یہ کس قسم کی مسلمانی ہے؟ حضرت نے انہیں

محبت بھری نگاہوں سے دیکھا اور بولے میاں مسلمانی کی تمہیں کیا خبر؟

حضرت کو بحکم حق سبحانہٗ وتعالیٰ حضور نبی کریم ﷺ نے بے بسوں، ناداروں، غریبوں اور محتاجوں کی دستگیری کی غائبانہ خدمت بھی سونپی تھی۔

ایک مرتبہ چند مسافروں نے لواری شریف میں منزل کی، ان کے ساتھ ایک عورت بھی تھی، جب اس کی نظر حضرت کے روئے انور پر پڑی تو ساتھیوں سے بے ساختہ بول اٹھی کہ یہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے ایک دفعہ مجھے نادر شاہ کے ظالم سپاہیوں کے شکنجے سے رہائی دلائی تھی۔ جب ظالم سپاہی مجھے کشاں کشاں لے جا رہے تھے تو یہ گھوڑے پر سوار میرے قریب آئے اور ان سے چھین کر مجھے اپنے ساتھ بٹھالیا اور گھر پہنچا دیا۔ اس وقت یہ جوان نظر آتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہی وہ محسن ہیں۔ اجنبی عورت کی حیرت انگیز داستان کی بھنک گاؤں کے بعض لوگوں کے کان میں بھی پڑ گئی۔ تصدیق کے لیے حضرت قبلہ سے معروض ہوئے تو فرمایا وہ عورت درست کہتی ہے۔ اُن دنوں ہم جوان تھے۔ ایک روز اچانک حضور رسالتمآب ﷺ کے یہ الفاظ ہماری کان میں پڑے کہ فلاں مقام پر ایک بیکس لڑکی کو نادر شاہ کے سپاہی بھگائے لے جا رہے ہیں، تم اس کی دادرسی کو فوراً جاؤ۔ کیونکہ اس کی چیخ وپکار کی درد بھری آواز ہم تک آ رہی ہے۔

بڑے بڑے کوڑھی اور جذامی حضرت کی ایک نگاہ کرم سے شفایاب ہوتے تھے چنانچہ حضرت کے ایک خادم عرض کرتے ہیں کہ ان کی موجودگی میں حضرت قبلہ کے روبرو ایک ایسے جذامی کو لایا گیا جس کے ہاتھوں کی انگلیاں بالکل سڑ گئی تھیں۔ حضرت کی نگاہ کرم کا پڑنا تھا کہ وہ جذامی فی الفور اچھا ہو گیا۔

## وصال:

حضرت کی عمر شریف جب باسٹھ سال کی ہوئی تو بخار اور کھانسی کا عارضہ لاحق ہوا۔ جوڑوں میں بھی درد رہنے لگا۔ ایک ساتھ دو دو بیماریاں اس پر کثرت ریاضت، صحت بگڑ گئی۔ ایک روز ایک مخلص کو فرمایا "معلوم ہوتا ہے، آخری وقت آ پہنچا ہے، جس کسی نے ہماری صحبت سے فائدہ اٹھانا ہو اُٹھالے"

ایک مرتبہ یاران طریقت کے مجمع عام میں فرمایا "یہ وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا، جو لینا

ہے، لے لو، حضرت جس حجرہ میں اقامت پذیر تھے اور جہاں زیادہ وقت گزارتے تھے، وہ شکستہ ہو گیا تھا، اس کی از سر نو تعمیر شروع کرا دی، اور کاریگروں کو عجلت کی تاکید فرمانے لگے، ایک خادم کو کچھ خیال پیدا ہوا، حضرت اس کے تردد سے آگاہ ہو کر بولے "بابا اس حجرہ کی تعمیر میں جو جلدی کی جارہی ہے اس میں بھی راز پوشیدہ ہے" چنانچہ جب حجرہ شریف دوبارہ تیار ہوا تو خلوت نشیں ہو گئے۔ چند خاص دوستوں کے سوا کوئی اندر نہ جاتا تھا، حضرت نے ان ایام میں خصوصیت سے بہت عبادت کی اور ملنے والوں سے عبادت میں کثرت کرنے کو فرماتے، جمعہ کی رات حضور سرور کائنات ﷺ پر بکثرت درود شریف بھیجتے، ماہ شعبان میں مرض نے شدت اختیار کی اور کمزوری نے گھیر لیا، پورے رمضان المبارک اور شوال المکرم میں صاحب فراموش رہے، جاڑے کا موسم تھا، سردی زوروں پر تھی، جس سے تکلیف اور بڑھ گئی، خادموں نے عرض کیا "حضور کسی حکیم کو بلائیں؟" ارشاد فرمایا نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہے وہ ہمیں پسند، ہم اسباب سے ہرگز کام نہیں لیں گے۔

حضرت کے بشرہ مبارک سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ سے ملنے کے لیے بے چین ہیں اور وصل کا شوق کچھ ایسا دامن گیر ہے کہ "وجود عنصری" کے پیرہن کو بوجھ سمجھ رہے ہیں۔ آخر کار ایک روز خادم "طبیب" کے بلوانے پر مصر ہوئے، حضرت نے قریب میں پڑی ہوئی کتاب "دیوان حافظ" کی طرف اشارہ فرمایا اور بولے، اس سے فال لے کر دیکھو؟ جب کتاب شریف کھولی گئی تو یہ شعر نظر پڑا ؎

خوش خبردار اے نسیم شمال
کہ بما می رسد زمان وصال

حضرت نے متبسم ہو کر فرمایا لو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی کہتے ہیں اور 4 ذیقعدہ 1188 ہجری کے مبارک دن کو بعمر تریسٹھ برس خواجہ زمان ہمیشہ کے لیے مالک ارض و سماء کے پاس پہنچ گئے۔ ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾

**اولاد و خلفاء :**

حضرت کی نرینہ اولاد میں سے ایک صاحبزادے حضرت محبوب احمد خواجہ گل محمد

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے جو وصال کے وقت صرف گیارہ سال کے تھے مگر حضرت نے بوقت روانگی اس گل نو دمیدہ کو توجہ اور فیضان سے "گل صد رشک" بنا دیا تھا۔ حضرت کے بے شمار خلفاء تھے جن میں مخدوم حاجی قاضی احمد دمائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ الاسلام میاں عبدالرحیم گرہوڑی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حاجی ابو طالب کھمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ محمد صالح گھرائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ حاجی الیاس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ شعیب کشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

## ارشاداتِ عالیہ

حضرت کا سینہ علم معرفت کا خزینہ تھا۔ فرماتے ہیں، مبتدی کو چاہیے کہ شرعی کاموں کے علاوہ دوسرے کاموں سے آزاد رہے اور اسم ذات کے ورد میں مشغول رہے، گویا دل یار کی طرف ہو اور ہاتھ کام کی طرف! (دل یار دل، ہتھ کار دل)

☆ طالب کے دل میں اسم ذات کی میخ اس مضبوطی سے گڑی ہو کہ اگر وہ اسے نکالنا چاہے تو بھی نہ نکال سکے۔

☆ حق سبحانہ وتعالیٰ نے بھی ذکر قلبی کی ہدایت فرمائی ہے۔ جناب رسالت مآب بھی غار حرا میں ذکر قلبی فرماتے تھے اس ذکر کا علم سوائے حق سبحانہ وتعالیٰ اور ذاکر کے سوا کسی دوسرے کو نہیں ہوتا، حتیٰ کہ قیامت کے دن اس ذکر پاک کے طفیل جب وہ ذاکر کو اپنی رحمت سے نوازے گا تو کراماً کاتبین استعجاب وحیرت میں پڑ جائیں گے کیونکہ اس ذکر کا عمل ان کے اعمال ناموں میں نہیں ہوگا۔ تب حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے انہیں جواب دیا جائے گا کہ ان کے اعمال نامے میرے پاس ہیں۔

☆ قلبی ذکر کرنے والے کے دل میں جب اللہ تعالیٰ وارد ہوتے ہیں تو وسوسے از خود باہر نکل جاتے ہیں۔ جس طرح کوئی بادشاہ کسی مکان میں اترتا ہے تو عام لوگ وہاں داخل نہیں ہوتے

☆ نفس اور دنیا سے مراد خدا تعالیٰ سے غافل ہونا ہے "چیست دنیا از خدا غافل بدوں"

سالک کی نظر میں خدا سے ایک لمحہ بھی پہلو تہی کرنا کفر ہے۔

☆ جس طرح دو بڑے خربوزے ایک ہاتھ میں نہیں سما سکتے۔اسی طرح ایک آدمی کے لیے دنیا و آخرت دونوں پر قابو پانا محال ہے۔

☆ مومن وہ ہے جو اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔

☆ شب معراج کو حق تعالیٰ اور حضور ﷺ کے درمیان انسانیت کے بجز کوئی پردہ نہ تھا۔

☆ دین لڑائی فساد سے قائم نہیں بلکہ نیک بندوں کی وجہ سے ہے۔

☆ ہمارے طریقہ عالیہ میں عبادت کے لیے دو وقت فجر سے طلوع آفتاب اور عصر سے مغرب تک بہت اعلیٰ اور افضل ہیں۔انہیں کسی بھی حالت میں ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

☆ ہمارا طریقہ سالک کو بہت جلد حق سے ملاتا ہے۔مگر اس میں عجز و نیاز، ادب اور ارادت کی سخت ضرورت ہے۔

☆ دنیا میں خدا سے غافل لوگ اکثر "بھوک" سے جان دیتے ہیں مگر خدا کے طالب کبھی "بھوک" سے نہیں مرتے۔

☆ سیر اور سلوک کی منزل کے متلاشی ہو تو مٹی کی خاصیت پیدا کرو۔

مرشد کامل کی تعریف میں حضرت کا ارشاد ہے کہ مرشد حق سبحانہ وتعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے مگر کروڑوں میں سے ایک کو یہ مرتبہ نصیب ہوتا ہے۔اور یہ قرب رب العالمین کا بجز اتباع سید الاولین والآخرین حضور نبی کریم ﷺ حاصل نہیں ہوتا۔

خلاف پیغمبر کسے را گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ایک شعر میں حضور ﷺ کی کیا شان بیان فرماتے ہیں ۔

عجب جھڑی آہ حقیقت حبیب جی
نہیں چیو سو دھنی ضیں مخلوقا
شفق جی ساجان جامع لیل ونہار کھی

کہ خدا کے پیارے حبیب ﷺ کی حقیقت اس قدر عجیب ہے کہ جس کو نہ تو خدا کہا جاسکتا ہے اور نہ مخلوق۔ جس طرح شفق کو نہ رات کہا جائے گا نہ دن، لیکن رات اور دن کے ملنے سے جو امتیاز پیدا ہوتا ہے اُسے شفق کہتے ہیں۔ جو رات اور دن کی جامع ہے۔ اور جسے جمع "الیل والنہار" کہتے ہیں۔

☆ اسم ذات کے قلبی ورد میں پاکی اور ناپاکی کی کوئی قید نہیں کیونکہ انسان کا قلب پاک ہے اور یہ ذکر آسانی سے اٹھتے بیٹھتے کیا جاسکتا ہے۔

☆ حق سبحانہ وتعالیٰ بھی انسان کو ذکر قلبی کا ارشاد فرماتے ہیں "یاد کرو اپنے رب کو جی ہی جی میں ﴿قلب میں﴾ عاجزی اور خوف سے بغیر آواز بلند کیے، دن اور رات میں" فرمایا یہ ورد اعظم ہے۔

☆ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مثنوی شریف میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم دل و جان سے محبوب حقیقی کے طالب ہو تو بغیر لب و زبان ہلائے، اللہ پاک کا ذکر دل میں کرو، تاکہ اس فانی دنیا کی حیات چندروزہ میں اس قید و بند سے چھوٹ کر عالم ارواح سے وابستہ ہو جاؤ۔ اس طرح تمہاری یہ مختصری زندگی جاوداں ہو جائے گی۔

☆ اللہ تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے جو "خدا" کا طالب ہے اور جو اولیائے کرام سے دوستی رکھتا ہے، اُس سے دنیا جاتی ہے اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے اُس سے عقبیٰ جاتی ہے۔

☆ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں بڑی برکت اور فضیلت ہے کیونکہ اس کا ظاہر و باطن متابعت حضور پرنور جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہے اور امام آخرالزمان ﴿امام مہدی علیہ السلام﴾ بھی اس طریقہ پر چلیں گے اور اسے فروغ دیں گے۔

☆ ہم بموجب فرمان الٰہی طالب کے دل میں معرفت کا بیج بوتے ہیں۔ جب وہ سرسبز ہوتا ہے تو اُسے طالب کے حوالے کرتے ہیں۔ اُسے چاہیے کہ اس "نخل معرفت" کی نگہبانی کرتا رہے اور ایک لحہ بھی غفلت نہ برتے اور اسے حق سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت اور حضور ﷺ کی شریعت اور متابعت سے سینچتا رہے تاکہ یہ نخل بارآور ہو اور طالب کو اس سے فائدہ پہنچے۔

# حضرت خواجہ قاضی احمد دمائی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت : 16 ذیقعدۃ 1120 ہجری بمقام : احمد ضلع دادو سندھ

وصال : 1223 ہجری مزار اقدس : قاضی احمد، سندھ

حضرت مخدوم قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ ضلع دادو، سندھ میں احمد مقام پر پیدا ہوئے۔

حضرت مخدوم کے والد بزرگوار خواجہ محمد صدیق بھی خدا دوست، متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے، بچپن ہی سے حضرت کا میلان فقر کی طرف تھا۔ ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کی اور تکمیل علوم موضع لکی تحصیل سوہن کی مشہور درس گاہ میں ایک فاضل اجل استاد کے ہاتھوں فرمائی، جہاں کچھ مدت حضرت نے بھی معلمی کی مسند کو زینت بخشی، حکومت وقت کی نگاہوں میں حضرت کے خاندان کی بہت وقعت تھی، جب فارغ التحصیل ہوئے تو انہیں ''قضاۃ'' کا عہدہ سپرد ہوا، حضرت لکی سے دَم میں آ کر بس گئے ملک بھر میں حضرت کے فتاویٰ چلتے تھے اور عوام وخواص میں ''قاضی احمد'' کے نام سے مشہور تھے،

**بیعت:**

حضرت کے آباؤ اجداد سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے، ابتداء میں حضرت کا سلسلہ طریقت بھی یہی تھا، ایک مرتبہ دَم کے قیام کے دوران میں حج بیت اللہ شریف پر روانہ ہوئے، دم سے آٹھ سات میل ہی چلے ہوں گے کہ اس قطعہ ارضی پر انوار الٰہی برستے دیکھے، ساتھیوں سے فرمایا، حج سے واپسی کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ اس جگہ پر ہی قیام کریں گے، جب لواری شریف کی

حدود میں داخل ہوئے تو سلطان الاولیاء حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کا شہرہ بہت پہلے سے سن رکھا تھا، سے ملاقات کے لیے بے چین ہو گئے۔ ہمراہیوں سے ذکر کیا، انہیں بھلا کب انکار تھا، یہ حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں حاضر ہوئے، نگاہوں کا چار ہونا تھا کہ حضرت گھائل ہو گئے۔ ادھر حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیضان کا سمندر موجزن تھا۔ حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بے اختیار دست طلب بڑھا دیئے، شوق خدمت گاری سے مغلوب ہو کر عرض گزار ہوئے کہ "حضور کے طریقہ عالیہ میں داخل ہونے کا از حد شوق ہے، اس وقت البتہ حج مبارک کے ارادہ سے نکلا ہوں، واپسی پر انشاء اللہ العزیز خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یہ سعادت حاصل کروں گا"

حضرت سلطان الاولیاء نے فرمایا "بہت نیک ارادہ ہے، شوق سے جاؤ، مگر اس کے اہل بن کر؟" حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سوچ میں پڑ گئے، سلطان الاولیاء نے فرمایا "جانے والے میں کم از کم اتنی صلاحیت تو ہو کہ وہاں جا کر حقیقت کعبہ کا آنکھوں سے مشاہدہ کر سکے؟ اور جب دیار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہو تو وہاں اس کی کوئی جان پہچان ہو اور حاضری کا شرف حاصل کر سکے؟" ان کلمات مبارکہ کا سننا تھا کہ حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارادہ سفر ملتوی کر دیا اور غلامی کا پٹہ قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے؟ ارشاد ہوا تم کو تین مہینے رکنا ہو گا بولے بسرو چشم منظور ہے۔

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہ کو بے حد مہربان پایا، احقر کو تین روز متواتر توجہات خصوصی اور عنایات شاہانہ سے بے حساب نوازا کہ میرے قلب سے علم و عرفان کی ندی بہہ نکلی اور اس قدر انوار پھوٹ پڑے کہ سالہا سال کی ریاضت وعبادت سے بھی ہرگز یہ انعام و اکرام مجھے میسر نہ ہوتے۔ حضرت قبلہ نے تین ماہ کا کام تین ہی روز میں انجام فرما دیا اور مجھے اناڑی سے کامل بنا دیا۔ نیز ارشاد فرمایا، اب تم جا سکتے ہو؟

عرض کیا "اگر سفر میں کوئی عارف ملے تو اس سے استفادہ کروں؟"

فرمایا، اس ملک میں تو کوئی ایسا شخص ہمیں نظر نہیں آتا، ہاں یمن میں ایک صاحب ہیں وہ خود تم سے ملیں گے، حضرت مخدوم سفر پر روانہ ہو گئے۔ فریضہ حج بیت اللہ شریف کی ادائیگی کے

بعد دربار رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضور صاحب لولاک سید البشر جناب رسالتمآب ﷺ روضہ منورہ سے باہر تشریف لائے ہیں اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے ہیں۔ حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضور پرنور کی یہ عنایت ہمیشہ اس ناچیز کے شامل حال رہی اور فخر حضوری جناب سرکار دو عالم ﷺ اس عاصی کو ہمیشہ میسر رہا۔

فرماتے ہیں میں جب اس مبارک سفر سے واپس ہوا تو یمن میں حضرت قبلہ کے ارشاد کے مطابق ایک صاحب شیخ محمد علی دستار کی بہت شہرت سنی جو وہاں ''شیخ المشائخ'' کے لقب سے مشہور تھے، ہر شخص ان کے اوصاف حمیدہ کا معترف تھا، ایک روز ساتھیوں کے ہمراہ جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لیے بیٹھا تھا، وہاں لوگوں کے ٹھٹھ لگے تھے اور باہم سرگوشیاں کرتے تھے کہ حضرت شیخ المشائخ جو حجرہ سے بہت ہی کم نکلتے ہیں ابھی ابھی مسجد میں تشریف لا رہے ہیں، چنانچہ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ صورت ہجوم کو چیرتے ہوئے میری طرف آ رہے تھے، تعظیماً اٹھا مگر انہوں نے ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا اور قریب آ کر اس محبت سے بغل گیر ہوئے کہ حاضرین تعجب میں رہ گئے، کیونکہ ہم لوگ وہاں بالکل اجنبی تھے، بعد ملاقات مجھ سے بولے ''آپ کا قیام کہاں ہے؟ تا کہ صحبت کا شرف حاصل کروں؟'' میں نے جائے رہائش کا پتہ بتلایا، اگلے روز وہ صاحب پالکی میں سوار ہو کر تشریف لائے اور ان سے سلسلہ میں داخل ہونے کی خواہش ظاہر کی، حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی درخواست بخوشی قبول فرمائی۔ اور جب انہوں نے جانے کے لیے اجازت چاہی تو یہ اخلاقاً چند قدم ہمراہی میں جانا چاہتے تھے اور شیخ المشائخ روکتے تھے، آخر وہ خوشی خوشی روانہ ہو گئے۔

**مسئلہ اعانت:**

حضرت سفر حج کا ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے روانگی سے پہلے حضرت قبلہ سے دریافت کیا تھا کہ مرشد کیا مصیبت میں بھی کام آتے ہیں؟ جواب میں حضرت قبلہ نے حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر نقل پڑھا۔

داں غوغا کہ کس کس رانہ پرسد
من از پیر مغاں منت پذیریم

چنانچہ جہاز پر سوار تھا کہ اچانک ایک روز مسافروں میں چیخ وپکار ہونے لگی، گو مراقبہ میں مشغول تھا مگر شور وغوغا کی پیہم آواز سے کانوں کے پردے پھٹے جاتے تھے، ایسے میں چین اور سکون کسے تھا، اٹھ کر باہر تختہ پر آیا اور صورت حال دریافت کی، معلوم ہوا، آگ لگ گئی ہے۔ گھڑی بھر میں جہاز جل کر خاکستر ہو جائے گا، شعلے اٹھ رہے تھے سب کی زندگی خطرہ میں تھی، میں نے گھبرا کر کہا "سمندر کے پانی سے سب مل کر آگ بجھا کیوں نہیں دیتے؟" ایک نے کہا، یہ تو اور جلتی پر تیل کا کام دے گا۔ میں مایوس ہو کر دب کر بیٹھ گیا۔ توجہ حضرت پیر و مرشد سلطان الاولیاء کی طرف لگی ہوئی تھی، چند لمحے ہی گزرے تھے کہ بھڑکتے ہوئے شعلے سرد پڑ گئے۔ سب کی جان میں جان آئی۔ اور جہاز سلامتی سے کنارے پر پہنچ گیا۔

ایک روز ساتھیوں سے علیحدہ ہو کر پہاڑی کے دامن میں نماز عصر ادا کر رہا تھا کہ ناگاہ چند بدو ہاتھ میں نیزے لیے اور قطار باندھے پہاڑی سے اتر کر سیدھے میری طرف کو چلے آ رہے تھے، روپیہ پیسہ تو میرے پاس نہیں تھا، مگر جان کسے پیاری نہیں ہوتی، جی ہی جی میں تھر تھرانے لگا۔ اعانت کے لیے فوراً حضرت قبلہ سے رجوع کیا، بدو بالکل قریب پہنچ گئے تھے ایک بدو جو آگے آگے آ رہا تھا، اُن کا سردار معلوم ہوتا تھا، میں نے کانپتی ہوئی آواز میں اُسے "السلام علیکم" کہا اس نے سلام کا جواب دیا اور ساتھیوں سمیت برابر سے چپ چاپ نکل گیا، جہاں سے وہ لوگ واپس چلے گئے۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا، حضرت قبلہ نے انتہائی شفقت سے ہر دو مصیبتوں میں میری مدد فرمائی۔ اور اعانت کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔

حضرت نے سفر حج سے مراجعت فرمائی تو حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کئی برس اس آستانہ عالیہ پر گزار دیئے۔ حضرت سلطان الاولیاء حضرت مخدوم پر بہت مہربان تھے۔ ایک روز متبسم ہو کر فرمایا "قاضی صاحب، ہم سے آج جو مانگنا ہو مانگ لو، ہمیں امید ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ضرور قبول فرمائیں گے۔ حضرت پیر و مرشد کو جو یوں مائل بہ کرم دیکھا تو انہوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے یہ مانگ رہے تھے اور حضرت قبلہ "آمین" فرما رہے تھے اور

حق سبحانہ وتعالیٰ عطا فرمار ہے تھے۔

## مسندِ ہدایت:

حج مبارک پر جاتے ہوئے حضرت نے مقام دَم کے جوار میں جو قطعۂ زمین رہائش کے لیے پسند فرمایا تھا، کچھ عرصہ کے بعد وہاں حضرت نے ایک قصبہ کی بنیاد رکھی اور وہیں آباد ہو گئے اور لوگوں کو بھی وہاں آباد ہونے کی دعوت دی اور انہیں خوشخبری دی کہ اس بستی میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کبھی وبائی مرض ہیضہ نہیں پھیلے گا اور اگر کسی وجہ سے کوئی آدمی شکار بھی ہوا تو وہیں تک محدود رہے گا۔ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں گے، نیز فرمایا کہ اس قصبہ میں آگ سے کوئی مالی یا جانی نقصان نہیں ہوگا۔ کہتے ہیں حضرت کے اس ارشاد کی تاثیر آج تک اس عالی مقام میں ﴿جو بعد رحلت حضرت قاضی احمد کے نام سے مشہور ہوا اور اب تک اسی مبارک نام سے ملقب ہے﴾ موجود ہے اور لوگ بفضلہٖ تعالیٰ ہیضہ اور آگ کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔ حضرت سلطان الاولیاء کی رحلت کے بعد سندھ میں حضرت کی ولایت کی دھوم تھی، کہتے ہیں ایک عالم سو حضرت کا بہت مخالف تھا ایک مرتبہ مناظرہ کے لیے حاضر ہوا، حضرت دوسری منزل پر تشریف رکھتے تھے، جب ملاقاتی کی آمد کی اطلاع ہوئی تو دریچہ سے جھانک کر انہیں دیکھا اور فرمایا ''یہ تو وہی ہیں جو مجھ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں'' حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ عالم چوکڑیاں بھول گیا اور توجہ پاک کی برکت سے بے خود ہو کر زمین پر لوٹنے لگا اور اسی بے قراری کے عالم میں حق کا نعرہ لگاتے ہوئے جنگل کی طرف نکل گیا۔

حضرت کے ہاتھ پر لوگ بڑی تعداد میں بیعت ہوئے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے فیضان سے مالا مال ہوئے۔ حضرت نے دین کی اشاعت کے لیے متعدد مقامات پر خانقاہیں بھی قائم کیں، جہاں طالبان ہدایت تعلیم حاصل کرتے اور اللہ کے دین کو پھیلاتے۔

**خلفاء:**

حضرت کا ارشاد ہے کہ میرے جانشین صاحب کمال ہوں گے، براہ راست جو بزرگ حضرت سے فیض یاب ہوئے، ان میں شہباز توحید حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، سید میاں نور شاہ کنڈائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، میاں عبدالولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور میاں عبدالکریم پنگارہ شریف ان صاحب کمال بزرگوں کے طفیل پنجاب اور سندھ کا چپہ چپہ فیضان سرمدی سے سرشار اور نور محمدی کی روشنی سے مالا مال ہو گیا کہ آج تک حضرت کی جاری کردہ ''انہار اربع'' سے بے شمار فیض اور نور کے چشمے جاری وساری ہیں۔

**وصال:**

حضرت کی عمر شریف 100 سال سے کچھ اوپر تھی اور پیش رو میں غالباً سب سے زیادہ عمر پائی۔ اس طویل عمر میں بڑی خلقت نے ہدایت بھی پائی کیونکہ اولیائے کرام کی زندگی بالکل حق سبحانہ وتعالیٰ کی منشاء کے مطابق ہوتی اور گزرتی ہے۔ جب یہ اپنا کام کر چکتے ہیں تو واپس بلا لیے جاتے ہیں۔

حضرت 16 ذیقعدہ 1223 ہجری کو واصل بحق ہوئے، حضرت کی تاریخ رحلت پر چند قطعات کہے گئے تھے۔ جن میں سے ایک دو پیش خدمت ہیں۔

جنید وقت خود مخدوم مرحوم
بہشت رفت رب اغفرہ و ارحم
چو در علم طریقت پیشوا بد
شد تاریخ وصلش پیر اعظم 1223ھ

نیز ان دو مصرعوں سے بھی تاریخ رحلت نکلتی ہے۔

شاہ شمس جہان بود سایہ فردوس

اور ﴿ لقد جاءت رسل ربنا بالحق ﴾

# حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المعروف بھورے والے

ولادت : 10 ذیقعدہ 1180 ہجری بمقام : رتڑ چھتڑ (مکان شریف)

وصال : 17 صفر المظفر 1244 ہجری مزار اقدس : رتڑ چھتڑ (مکان شریف) ضلع گورداسپور، پنجاب (انڈیا)

❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 10 ذیقعدہ 1180 ہجری کو رتڑ چھتڑ ضلع گورداسپور (پنجاب) میں پیدا ہوئے ،حضرت والد بزرگوار کا نام سید شاہ کریم تھا،حضرت کے جد امجد سید شاہ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متقی بزرگ تھے ،جس روز رات کو انہوں نے دنیا سے انتقال فرمایا، اسی رات حضرت شاہ حسین دنیا میں تشریف لائے ۔ حضرت کے مورث اعلیٰ حضرت شاہ دانیال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی پیدائش سے ساڑھے تین سو سال قبل بحکم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرب شریف سے تشریف لائے اور رتڑ چھتڑ کو آباد کیا، کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روانگی سے قبل از راہ عنایت دو دانہ انگور عنایت فرمائے تھے اور ارشاد کیا کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ بیج پھلیں پھولیں گے، چنانچہ حضرت شاہ حسین وہ پہلے نونہال تھے جن کی بشارت حضور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مورث اعلیٰ کو فرمائی تھی ۔حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نو سال کے تھے کہ حضرت کے والد بزرگوار جو بسلسلہ فوجی ملازمت بجری شاہ رحمان میں مقیم تھے قضائے الٰہی سے رحلت فرما گئے ،حضرت دھرم کوٹ کے دینی مدرسہ میں داخل ہوئے ،ابتدائی تعلیم مولوی عبدالغفور صاحب سے حاصل کی ،عمر شریف انیس سال کی ہوئی تو خانگی حالات سے مجبور ہو

کر تلاش روزگار کی فکر ہوئی۔ علوم دین کی تکمیل کا شوق بھی تھا حضرت پشاور تشریف لے گئے، جہاں تکمیل علوم بھی فرماتے اور معاش کے لیے گھوڑوں کی خرید و فروخت کا کام بھی کرتے۔ وہاں چار سال گزرے تھے کہ ایک روز جب حضرت بازار سے گذر رہے تھے کہ حفیظ نامی ایک رنگ ریز مثنوی شریف کے چند اشعار رقت بھری آواز اور انتہائی سوز و گداز سے پڑھتا تھا، حضرت جوں جوں سنتے، عالم محویت میں ڈوبے چلے جاتے تھے بے ساختہ فرمایا "میاں حفیظ! واللہ کیا تاثیر پائی ہے زباں میں" عشق کی دبی ہوئی چنگاری ہوا پاتے ہی بھڑک اٹھی تعلیم اور کاروبار کو چھوڑ چھاڑ کر مرشد کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تاکہ سوز و ساز سے صحیح معنوں میں شناسائی اور در محبوب تک رسائی ہو۔

## رہرو عشق:

حضرت جہاں کسی اللہ والے کا ذکر سنتے، ادھر کو چل دیتے، کابل، غزنی، قلات وغیرہ سب علاقے چھان مارے، مگر مقصود ہاتھ نہ آیا۔ مایوس ہو گئے تھے کہ ندائے غیب نے ہمت باندھی کہ اے راہرو جادۂ عشق جذبۂ شوق کو ابھی اور فراوانی درکار ہے، ابھی دوری پر منزل یار ہے۔ یہ خم ٹھونک کر پھر آگے بڑھے، صحرانوردی میں چھ سال بیت گئے، نہ کھانے کی رغبت نہ پہننے کی فکر، ایک ہی دھن سوار تھی، ایک روز سخت گرمی کا دن تھا، تھک ٹوٹ کر ایک پیڑ تلے گھڑی بھر کو ستانے کے لیے بیٹھ گئے، دھیان حضرت رب العالمین کی طرف تھا، کہ یا باری تعالیٰ مشکل آسان کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کی خستہ حالی پر کمال مہربانی کی اور ہاتف غیبی کو بھیج دیا۔ حضرت نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا کہ ایک دبلا پتلا شخص کھڑا ہے اور سلام کہتا ہے، حضرت سے پرسان حال ہوا۔ یہ ہاتھ کا پھپھولا تھے ہی غم گسار کو پا کر بہہ نکلے۔ انہوں نے پرزہ کاغذ پر کچھ لکھا، اُسے لپیٹا اور حضرت کو تھما دیا اور اشارہ کر کے بولے "اس طرف چلے جائیے، دھیان رہے کہ راستے میں ایک رات سے زیادہ قیام نہ کرنا اور یہ خط تیسرے روز پڑھنا" کہا اور غائب ہو گئے۔ انہوں نے وہ پرزہ کاغذ جان سے عزیز جان کر چھاتی سے لگا لیا اور ہاتف کے اشارے پر چل پڑے، تین شب و روز کی مسافت کے بعد ایک مسجد میں اترے اور کمال اشتیاق سے اس کاغذ کو کھولا، ہاتھوں کے

طوطے اڑ گئے۔ کاغذ پر بجز چند القاب نیاز مندانہ کچھ تحریر نہ تھا، یہ جی ہی جی میں پیچ و تاب کھا رہے تھے کہ مسجد کے دوسرے کونے میں امام صاحب بیٹھے، ان کی بیتابی کو بھانپ رہے تھے، آخر قریب آئے اور بے چینی کا سبب دریافت کیا، یہ محبوب کی تلاش میں دیوانے ہو رہے تھے، سرد آہ بھر کر قصہ درد سنانے لگے، امام صاحب محبت سے بولے گھبرایئے نہیں، مجھے آپ کے حالات کا علم ہے، یہاں سے قریب ہی ایک گاؤں شالا نامی مشہور ہے، وہاں مسجد میں ایک حافظ نابینا رہتے ہیں یہ خط انہیں دے دیں، انشاء اللہ وہ آپ کی رہنمائی کریں گے۔

حضرت کی جان میں جان آئی اور اللہ کا نام لے کر حافظ صاحب کی طرف چلے، حافظ صاحب قبلہ، جن کے دل کی آنکھیں روشن تھیں، حجرہ میں تشریف رکھتے تھے، یہ داخل ہوئے تو دروازہ بند کر لیا، خط کو ہاتھ میں لے کر بولے "حضرت راقم الحروف نے پاس ادب سے مکتوب الیہ کا پتہ تحریر نہیں کیا، یہ خط جس بزرگ ہستی کو لکھا گیا ہے، ان کا اسم گرامی حضرت حاجی قاضی احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے اور وہ گوٹھ قاضی احمد نزد دوم شریف، سندھ میں رہتے ہیں، یہاں سے آٹھ یوم کی مسافت ہے اور انہیں دعا دے کر رخصت کیا۔

اللہ، اللہ، جس راہرو جادۂ عشق نے بغیر شناسائی منزل چھ سال صرف تلاش اور امید پر صرف کر دیئے ہوں، آٹھ روز کا سفر اس کے لیے کیا مشکل تھا، منزل سے آگاہی پا کر خوشی خوشی روانہ ہوئے، ہر قدم پر دل کو دھوکہ ہوتا کہ وہ رہی منزل سامنے ...... لیلائے شوق کو بہلاتے پھسلاتے آخر انہوں نے منزل کو پالیا۔

## منزل:

حضرت قبلہ جب حضرت قاضی احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مبارک دیس میں وارد ہوئے تو رات کا وقت تھا، اندھیری رات اور بارش ہو رہی تھی، راستے پانی اور کیچڑ سے اٹے ہوئے تھے، مگر یہ تھے کہ شوق دید میں بے تاب، مردانہ وار آگے بڑھتے جا رہے تھے، جب دیار محبوب کے پاس پہنچے تو گلی میں تین آدمیوں سے مڈ بھیڑ ہوگئی ایک کے ہاتھ میں مشعل تھی، حضرت نے سلام میں پہل فرمائی، جواب ملا کہ حضرت قبلہ کے حکم سے ہم لوگ آپ کی راہ دیکھ رہے ہیں، چلئے

اندر تشریف لے چلئے۔ یہ عزت افزائی ........ مارے خوشی کے سب مصیبتیں اور تھکان بھول گئے۔ حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، بڑے تپاک سے ملے، ارشاد فرمایا کہ اب آرام کیجئے، صبح ملیں گے، خدام سے معلوم ہوا کہ حضرت قبلہ بھی نہ صرف ان کی آمد کے منتظر تھے بلکہ فرماتے تھے کہ پنجاب سے ایک صاحب بلند استعداد طالب حق آنے والا ہے، بارگاہ رب العزت میں اس کی بڑی قدرومنزلت ہے، یہ اس قدر افزائی پر سجدۂ شکر بجالائے۔

**بیعت:**

صبح جب یہ حضرت قبلہ کے روبرو ہوئے تو انہیں کمال محبت سے سلسلہ عالیہ میں داخل فرمایا اور خوشخبری دی کہ "جب ہم مدینہ منورہ میں تھے تو ہمیں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارا ایک عزیز علاقہ پنجاب سے بڑی مصیبت جھیل کر تمہارے پاس آئے گا وہ سرمست مقبول بارگاہ اور محمود بادۂ وحدت ہوگا، نیز حکم فرمایا تھا کہ جب وہ بلند ہمت ہمارے پاس پہنچے تو وہ امانت جو تمہیں سونپی گئی ہے اس کے حوالے کر دینا۔

حضرت ایک حجرہ میں بیٹھ کر ذکر قلبی میں مشغول ہو گئے تھوڑے ہی دن مشق کی تھی کہ آتش عشق کے شعلے تیزی سے بھڑک اٹھے اور جذب کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ سوائے باری تعالیٰ کے کسی چیز کی خواہش نہ رہی، ایک روز حضرت قبلہ کی حاضری میں تھے کہ انہوں نے فرمایا "بعض لوگ آ کر کہتے ہیں کہ ہم سید ہیں، ہمیں تعظیم کرنا پڑتی ہے مگر دل قبول نہیں کرتا کہ یہ سید ہوں گے"

ان کے دل میں خیال ہوا کہ شاید حضرت قبلہ کو شبہ ان کی وجہ سے پیدا ہوا ہے؟ جھٹ حضرت قبلہ نے فرمایا "تمہارے سید ہونے میں کوئی شبہ نہیں؟" حضرت قبلہ کا آنکھیں چار کر کے یہ فرمانا تھا کہ یہ بے ہوش ہو گئے، کوئی سدھ نہ رہی، دیوانہ وار کپڑے پھاڑ کر جنگل کی طرف نکل گئے، حالت جذب و مستی میں پھرتے، جب ذرا افاقہ ہوتا تو سوز فراق میں ڈوبے ہوئے عاشقانہ اشعار پڑھتے، طبیعت جولانیوں پر تھی، غزلیں خود بخود ذہن سے ڈھل کر نکلنے لگیں، سرمست تخلص فرماتے تھے، عجیب توحید آمیز کلام تھا۔

اور کبھی وحشت زدہ ہو کر سمندر کی طرف دوڑتے اور پلٹ آتے اور کبھی پیر مرشد کی زیارت کا شوق غالب آتا تو دیارِ محبوب کی طرف رخ کرتے، جوں ہی نگاہ در و دیوار پر پڑتی بسمل کی طرح زمین پر لوٹتے اور جنگل کو بھاگ جاتے جب جوش جنوں میں کمی ہوتی تو حاضر خدمت ہوتے، ان دنوں حضرت قبلہ انہیں دیکھ کر احباب سے فرمایا کرتے "شہباز تو حید بلند پرواز واپس آ رہا ہے" حضرت قبلہ ممدوح کی مجلس میں حاضر ہوتے تو حاضرین پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی۔ گویہ عالم جذب وسکر غیر اختیاری تھا، مگر حضرت کو اس میں بھی کمال لذت محسوس ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ فرماتے ہیں کہ مکڑی کا ٹڈل دل آیا اور میں نے چند مکڑی بھون کر کھالیں، اسی وقت شوق محبت اور ذوق مستی سب جاتے رہے، حالت غیر ہوگئی، رات بھر گریہ وزاری کرتے اور اس جنون و مستی کے لوٹ آنے کی حق سبحانہ وتعالیٰ سے دعائیں مانگتے۔ ایک روز مسجد میں بیٹھ کر روتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے ۔

زجام احمدی گر بازیک جرعہ بکام افت
ہمائے اوج لاہوتی ہماں ساعت بدام افتد

کہ حضرت قبلہ تشریف لائے اور مخاطب ہو کر فرمایا: "کیوں روتے ہو؟" عرض کیا "حضور، جس کا تمام عمر کا اثاثہ لٹ گیا ہو، وہ روئے نہ تو اور کیا کرے؟" ارشاد ہوا، وہ شخص مکڑی سے توبہ کیوں نہ کرے، جب قصور سے آگاہ ہوئے تو فی الفور تائب ہوئے، حضرت قبلہ نے بھی از راہ ترحم ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، فیض کا دروازہ کھل گیا اور رحمت کا دریا امنڈ آیا، اور یہ کیف و مستی سے پھر جھومنے لگے۔

حضرت جذب و مستی ہی کے دوران کا ایک واقعہ سناتے ہیں کہ ایک روز ایک کسان اپنے بیل کو مار رہا تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا اور اسے منع کیا مگر وہ سنگ دل حیوان کو اور شدت سے مارنے لگا کہ خود بے ہوش ہو کر گر پڑا، لوگ اُسے اٹھا کر حضرت قبلہ کے پاس لائے اور شکایت کی کہ آپ کے درویش نے اس شخص کا کلیجہ نکال لیا ہے، حضرت قبلہ نے فرمایا "حسین شاہ، کلیجہ نہیں نکالتے، بلکہ حالت ایثار میں ہیں" اور اس شخص کو ایک نظر دیکھا وہ فوراً ہوش میں آ گیا اور جب میں حاضر ہوا تو از راہ شفقت میرے جسم پر ہاتھ پھیر رہے تھے کیونکہ کسان نے جس قدر بیل

کو مارا تھا وہ سب نشانات میرے جسم پر موجود تھے، ایک روز حضرت قبلہ نے فرمایا کہ شعر گوئی چھوڑ دو، کیونکہ یہ چیز ترقی کے راستے میں حائل ہے۔

## خلافت:

ان کے جذب وسکر میں کمی واقع ہوئی تو حضرت قبلہ نے ان پر کمال مہربانی کی اور ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک نے تمہیں اس مکان میں ہمارے پاس آنے کی توفیق دی، تمہیں تو بہت سے منصور مشرف، اس فناء کے دریا میں غرق ہو گئے ہیں۔ انہیں خلافت کی دستاویز مرحمت کی نیز وطن مالوف کو مراجعت کی تلقین فرمائی۔ حضرت ممدوح نے "اجازت نامہ" میں انہیں بڑی محبت سے خطاب کیا، اور ان کی محنت شاقہ اور ریاضتوں کا ان امید افزا الفاظ میں اعتراف فرمایا کہ:

"سید حسین شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حق سبحانہ وتعالیٰ کی مہربانی سے احدیت کی کشش کے حاصل کرنے کے بعد امکان کے دائرہ کو پورا طے کیا ہے اور سیر الی اللہ کو بھی پورے طور پر ختم کر کے فنا مطلق حاصل کی ہے اور مرید کے درجہ سے مراد کے درجہ پر پہنچ گئے اور ذاتی استعداد رکھتے ہیں کہ اگر بندگان خدا میں سے کوئی طالب ان کی بیعت کر کے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوگا، بڑے سے بڑے فیض سے مستفید ہوگا۔"

حضرت جب وطن شریف میں آئے تو ان کی آمد کو نعمت سمجھ کر لوگ پروانہ وار سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونے لگے اور اپنے گوہر مقصود کو پانے لگے۔

## سفر حجاز:

وطن میں تشریف لانے کے بعد فرماتے ہیں کہ ایک روز جذب کے عالم میں بیت اللہ شریف کو چل دیا، مگر جب سمندر کے کنارے پر پہنچا تو یہ حالت جاتی رہی اور طبیعت میں بیزاری اور بے قراری پیدا ہو گئی، کسی پہلو چین نہ تھا، ناچار حضرت قبلہ کی خدمت میں واپس چلا آیا، دیکھ کر فرمایا "بلا اجازت جا رہے تھے، بضرور ہلاک ہو جاتے، ابھی اس لائق نہیں ہو قدرے توقف کرو"

آخر کار حضرت قبلہ نے ایک روز انہیں خود ہی حج بیت اللہ پر جانے کی اجازت مرحمت

فرمائی، فرماتے ہیں بظاہر میرے پاس سفر کا سامان ندارد تھا، لیکن وفورِ مسرت سے جذبہ محبت الٰہی اور شوقِ زیارت کا گنج فراواں سنبھالے نہ سنبھلتا تھا، پیادہ پا چل دیا، پیر سوجھ گئے اور اُن سے خون بہنے لگا، کوئی دن ایسا نہ تھا جب کوئی مصیبت نہ ٹوٹتی تھی، لیکن زیارت حرمین شریفین کے شوق کا غلبہ اس بہتات سے تھا کہ فی خوشی سب مصائب برداشت کر رہا تھا۔ سبحان اللہ عشق ہو تو ایسا ہو

ایں سعادت بزور بازو نیست

مختصر یہ کہ حضرت افتاں وخیزاں ایک روز مکہ معظمہ کی پاک سرزمین میں داخل ہو گئے۔ اور جب حرم پاک کی زیارت سے مشرف ہوئے تو حقیقت کعبہ آشکارا ہونے پر کچھ اور ہی کیفیت ہوگئی، بے خودی اور جذب وسکر کی کیف زا رلذتیں پھر لوٹ آئیں کہ بے اختیار شعر کہنے لگے، معاً خیال آیا کہ حضرت قبلہ نے شعر گوئی سے منع فرمایا ہے، سوچا، مبادا خفگی کا شکار نہ ہو جاؤں۔ جب طواف کر رہا تھا تو حضور صاحب لولاک ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، حضرت قبلہ بھی حضور کی غلامی میں تھے، مجھے دیکھ کر فرمایا ''حسین شاہ! گھبراؤ نہیں، خوشی سے طواف کرو، میرا ہاتھ تمہاری پشت پر ہے'' فرماتے ہیں اس مژدہ جانفزا سے میری ڈھارس بندھ گئی، بے اختیار نعرہ مارا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا'' اور جب ذرا ہوش آئی اور آنکھیں کھول کر عالی مقام کو دیکھا تو انوار تجلیات الٰہیہ نے ایسا پکڑا کہ بے قراری سے زمین پر لوٹنے لگے دیگر زائرین بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، ایک صاحب پٹیالہ کے رہنے والے مرزا سکھگیں بیگ جو خدام کعبۃ اللہ میں شمار ہوتے تھے، ان کی مجنونانہ اداؤں پر فریفتہ ہو گئے اور حضرت کی ہمراہی میں رہنے لگے۔

فریضۂ حج سے فراغت پا کر حضرت مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے، ہر قدم پر صاحب لولاک ﷺ پر جان چھڑکتے اور حضور ﷺ کی مدح فرماتے جا رہے تھے، اور ایک طویل نعت شریف بھی مرتب فرمائی۔ ذیل میں چند اشعار تبرکاً پیش کیے جا رہے ہیں۔

ہستم سگِ جنابت یا سید المدینہ ﷺ

جانم فدائے خاکت یا سید المدینہ ﷺ

مسکین و مستمندم محزون و درد مندم

سوزندہ چوں سپندم یا سید المدینہ ﷺ

بے حد گنہگارم جائے اماں ندارم
شرمندہ شرمسارم یا سید المدینہ ﷺ
عرض حسین مسکین بہ پذیر یا شہ دیں ﷺ
کن کرم حال ما بیں یا سید المدینہ ﷺ

اور جب روضہ اقدس، حضور سرکار دو عالم ﷺ کے بالمقابل پہنچے تو نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے، کہتے ہیں حضرت بار بار ہوش میں آتے اور بے ہوش ہوتے تھے، عاشق صادق تھے، ہوش بجا بھی کیونکر رہتے۔

مدینہ منورہ ہی کے قیام میں مرزا آہنگیں بیگ نے حضرت سے سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے کی درخواست کی، حضرت نے ایک خط تحریر کیا اور انہیں پیر و مرشد کے پاس بھیج دیا، کہتے ہیں اس مبارک قیام میں حضرت زیارت آنحضرت ﷺ سے جی بھر کر مشرف ہوئے اور عنایات و انعامات شاہانہ سے خوب مالا مال ہوئے اور پختہ ارادہ کر لیا کہ بقیہ عمر حضور ﷺ ہی کے قدموں میں بسر کریں گے، لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وطن واپس چلے جایئے، وہاں کے لوگ آپ سے ہدایت پائیں گے۔ یہ عرض پرداز ہوئے کہ "میرے دل و جان کی راحت حضور ﷺ کے دربار گوہر بار میں رہنے سے ہے اور لمحہ بھر کو بھی جی نہیں چاہتا کہ حضور کے ذی جاہ قدموں سے جدا ہوں" لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا "تمہارے واپس جانے میں بھی کمال حکمت پوشیدہ ہے، علاوہ مخلوق کو فیض پہنچنے سے آپ کے دامن کی برکت سے ایک ایسا عزیز پیدا ہوگا کہ چمکتا ہوا سورج بھی اس سے روشنی حاصل کرے گا" نیز ارشاد فرمایا کہ "اگر تمہیں کسی خدا رسیدہ سے ملاقات کا اشتیاق ہو تو جہلم کے کنارے گھڑی گھڑیالی کے علاقہ موضع سموال میں ایک بزرگ حافظ محمود نامی سکونت رکھتے ہیں، ان کے پاس چلے جانا"

دربار نبوی سے یہ پیغام ملا تو حضرت با دل نخواستہ آنکھوں میں آنسو بھر کر "دیار محبوب" سے چلے آئے۔ اور حضرت قبلہ پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہاں سے برکات حاصل کرتے ہوئے واپس وطن شریف میں پہنچ گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان عالیشان کے مطابق حضرت حافظ محمود رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے اور دیکھا کہ حافظ صاحب قبلہ سچ مچ منزل رسیدہ اور صاحب کمال بزرگ ہیں اور مقام تجلی صمدی پر فائز ہیں، جہاں عارف کھانے پینے کی فکر سے آزاد ہوتا ہے، حافظ صاحب قبلہ بھی کھانا پینا چھوڑ چکے تھے، حضرت ہر چند کھانے اور پینے کا اشارہ کرتے تھے مگر وہ ادھر التفات نہیں فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی مدت صمدی بھی گزر گئی۔ حضرت نے حافظ صاحب سے کہا ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کا اتباع لازم ہے، اگر آپ نے طعام کی طرف توجہ نہ کی تو میں ترک صحبت پر مجبور ہو جاؤں گا۔ یہ کہتے ہوئے حضرت نے ایک لقمہ اٹھا کر ان کے منہ میں ڈالا، جسے حافظ صاحب نے قبول کیا، حضرت ہر روز ایک لقمہ ان کے منہ میں ڈال دیتے، باطنی توجہ بھی فرماتے، آہستہ آہستہ انہیں کھانے کی خواہش ہونے لگی اور وہ کھانا نوش فرمانے لگے، اس طعام کی برکت سے انہیں مزید ترقی اور عروج حاصل ہوا۔

**رشد و ہدایت:**

حضرت کا زمانہ بہت پر آشوب تھا، انگریزوں اور سکھوں نے ملک میں لوٹ مچا رکھی تھی۔ سرہند شریف کی بے حرمتی ہو رہی تھی، مزارات ایسی پاکیزہ جگہ پر گھوڑے باندھے جاتے تھے، مسلمانوں کے گھروں کو برباد کرنے کے لیے وہاں ہل چلائے جاتے تھے یا انہیں غیر اسلامی شعار قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ غیر مسلموں کی طرح مسلمان عورتیں بھی سر کے بال چوٹی پر باندھتی تھیں۔ حضرت تشریف لائے تو اس علاقہ سے نہ صرف کفر و شرک کی ان رسومات کو دور کیا، بلکہ جا بجا ذکر و شغل، تسبیح و تہلیل کی بنیاد ڈال دی اور یہ فیض مکان شریف (رتڑ چھتر) سے دور دور تک پھیلا۔ ویران مسجدیں بھی نئے سرے سے آباد ہو گئیں۔ پنجاب میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت کی سعی جمیلہ سے جاری و ساری ہوا۔ کہتے ہیں شروع شروع میں حضرت کسی کو بیعت نہ فرماتے تھے اور گاہے بگاہے اب بھی جذب و سکر سے بے ہوش رہتے کہ ایک روز حضور نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا "فلاں فلاں شخص کو داخل سلسلہ کرو" چنانچہ جب ہوش میں آئے تو سب سے پہلے اُن حضرات کو بلا کر داخل طریقہ فرمایا، بعد ازاں یہ فیض عام ہو گیا۔ حضرت نے بعض

مخلصوں کے کہنے سننے پر عمر کے اواخر حصہ میں نکاح کیا۔ عالم شعفی میں اللہ تعالیٰ نے انہیں یکے بعد دیگرے دو فرزند عطا فرمائے۔ خلفاء میں سید بڈھن شاہ اور ابو البرکات سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشہور ہیں۔

## وصال:

حضرت بعمر 63 سال، 7 صفر 1244ھ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ مرزا اسبکمین بیگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت کو غسل دیا اور رتڑ چھتڑ کی زمین جو بوجہ حصول برکات اور مناسبت مسکن مبارک حضرت پیر و مرشد (حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) مکان شریف کے نام سے بھی پکاری جاتی ہے، دفن ہوئے، کہتے ہیں جس وقت انہیں قبر میں اتارا گیا تو مرزا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت کے چہرۂ مبارک سے کفن اٹھا کر جب آخری بار زیارت سے مشرف ہوئے تو گلوگیر آواز میں فرمایا کہ ''جس پایہ کے آپ بزرگ تھے، افسوس کہ دنیا نے ان کی قدر نہ کی'' ابتداء میں حضرت کی قبر شریف بہت سادہ اور کچی تھی۔ کسی قدر گہرائی میں ہونے کی وجہ سے حضرت کا مدفن بھورے کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اسی سبب حضرت قبلہ کو بھی اکثر لوگ ''بھورے والے'' کہتے ہیں۔

حضرت کے وصال پر حضرت کے جانشین حضرت سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذیل کا قطعہ موزوں فرمایا، جس سے تاریخ رحلت بھی نکلتی ہے۔

| | |
|---|---|
| در ماہ صفر چو حضرت مخدومی | بنمود سفر ازیں دائرہ موہومی |
| تاریخ وفات آں کامل اکمل | دل گفت بگو مرشد مخدومی |

# قطب الاقطاب، ابوالبرکات

# حضرت سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 1212 ہجری　　بمقام : رتڑ چھتڑ (مکان شریف)

وصال : 14 شوال 1282 ہجری　　مزار اقدس : رتڑ چھتڑ (مکان شریف)

ضلع گورداسپور، پنجاب (انڈیا)

❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد بزرگوار سید حیدر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طبابت فرماتے تھے، حضرت ابھی چھوٹے تھے کہ ان کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے، دین کی ابتدائی تعلیم مولانا فقیر اللہ دین کوٹی سے حاصل کی اور آبائی پیشہ طبابت کی کتب حافظ محمد رضا اور مولانا نور محمد چشتی سے مطالعہ فرمائیں۔ بچپن ہی سے حضرت کی طبع مبارک میں عشق و گداز اور سوز و ساز بھرا ہوا تھا اور شاعری کی طرف مائل تھا، زمانہ تعلیم میں بھی فی البدیہ اشعار کہا کرتے تھے، اس عمر میں ایک مرتبہ شیخ الشیوخ عالم حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے، وہاں ایک منجم بیٹھے ہوئے تھے، فرماتے ہیں وہ میری طرف غور سے دیکھ کر بولے "اس صاحبزادے کا رتبہ بہت بلند ہوگا، اور خاندان کے ایک سن رسیدہ بزرگ سے فیض حاصل کرے گا" یہ اُن کی بات پر بہت متعجب ہوئے، خاندان کے تمام لوگ آنکھوں کے آگے گھوم گئے، آخر کار انہی ایام میں فخر خاندان حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات ہوگئی، حضرت کے بشرے پر فیوض رحمانی و تجلیات نورانی کی مچلتی ہوئی کرنوں کو دیکھ کر فرمانے لگے "صاحبزادے، کون سی کتاب پڑھتے ہو؟" یہ ابھی جواب نہ دینے پائے تھے کہ ارشاد فرمایا "مثنوی شریف پڑھا کرو، اس کے

مطالعہ سے عمل میں اصلاح، اعتقاد میں سچائی، قلب میں روشنی اور روح میں قوت پیدا ہوتی ہے"
گویا اعلیٰ حضرت یہ سبق اُس بچے کو دے رہے تھے جس نے ایک دن سرتاج ولایت اور امام الاولیاء بننا تھا، اور جس کی آمد کی بشارت حضور سرور دو عالم ﷺ نے ان کے جد اعلیٰ کو دی تھی اور جن کی تربیت کے لیے حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ کو سید الاولین والآخرین حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے خصوصی احکامات ملے تھے۔

اگلے روز اعلیٰ حضرت نے انہیں طلب کیا اور مثنوی کے چند اشعار کی تشریح فرمائی، حضرت کلیجہ مسوس کر رہ گئے، اس روز کے بعد انہیں بھی کچھ ایسا عشق سا ہو گیا کہ روزانہ کتاب لے کر اعلیٰ حضرت کے پاس جاتے اور باقاعدہ سبق لینے لگے۔ کہتے ہیں مثنوی کی تشریح اور فصاحت اعلیٰ حضرت پر ختم تھی، اس دل نشیں انداز میں بیان فرماتے کہ حاضرین بے خود ہو کر جھوم جھوم جاتے۔

**بیعت:**

ادھر تو اعلیٰ حضرت مثنوی شریف کا درس دیتے تھے، ادھر ان کے دل میں ان کی عظمت گھر کر رہی تھی۔ فرماتے ہیں کہ دوران تعلیم ایک دفعہ میں اعلیٰ حضرت کے ساتھ حافظ محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جہلم گیا، دونوں "اولیائے کامل" کے ملاپ سے عجیب و غریب مشاہدات دیکھنے میں آئے۔ گرد و نواح کے لوگ قبلہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے، انہوں نے بھی تلقین ارشاد کے لیے درخواست گزار دی، حافظ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ پاک تمہیں اپنے مرشد کی محبت عطا کریں۔ ان کا اشارہ اعلیٰ حضرت کی طرف تھا، کہتے ہیں اس روز سے میرے دل میں بیچ بیچ اعلیٰ حضرت کی محبت امنڈ آئی، جب واپس ہوئے تو میں نے بیعت کی التجا کی۔ انہوں نے از راہ عنایت درخواست قبول فرمائی اور مجھے سلسلہ میں داخل کیا اور ذکر کی تلقین فرمائی۔ تھوڑے ہی عرصہ کی ریاضت و عبادت اور اعلیٰ حضرت کی توجہ سے وہ مقام حاصل ہو گیا، جس کے لیے سالک سالہا سال مجاہدے کرتے ہیں، حضرت کی نظر پارس کی تاثیر رکھتی تھی۔ جدھر نظر اٹھی مس خام زر خالص بن جاتا، آبادی سے دور "ڈھولی ڈھاب" تالاب پر کئی کئی رات مراقبہ میں مشغول رہتے اور تنہائی میں اللہ، اللہ کرتے اور اوراد و وظائف کا جو معمول

حضرت کے پیر و مرشد نے ان کے لیے مقرر فرمایا تھا، اس پر تمام عمر کار بند رہے، اعلیٰ حضرت کا بے حد احترام فرماتے اور خوشنودئ طبع مبارک کے لیے ان کی خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اور ان کی سواری کے گھوڑے کا بول و براز مٹی کے برتن میں بھر کر سر پر رکھتے اور ہر روز دریا میں بہا دیتے اور طبیعت میں کبھی کراہت محسوس نہ فرماتے، بلکہ جب لوگ طنزاً دریافت کرتے کہ سر پر کیا چیز لیے جاتے ہو؟ تو فرماتے ''اس میں عطر ہے'' ایک مرتبہ کسی نے بھرے ہوئے مٹکے کو ان کے سر پر توڑ دیا، حضرت کا چہرہ مبارک اور کپڑے آلودہ ہو گئے۔ جب اعلیٰ حضرت کو اس واقعہ کا علم ہوا تو حضرت بے حد مہربان ہوئے۔ حضرت کو ان بے بہا خدمات کے صلہ میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے بے شمار نعمتوں سے نوازا اور حضرت کے چہرے پر ہر وقت ایک نور برستا رہتا تھا۔

حضرت نے ''احترام پیر'' کے مبارک جذبہ کو مرشد کے وصال کے بعد بھی ملحوظ رکھا۔ ان کا ایک مشہور خانگی واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی بات پر خفا ہو گئے، مخلصوں نے ہر چند حضرت کی ناراضی کو دور کرنے کی کوشش کی، مگر کامیابی نہ ہوئی، آخر حضرت صاحبزادہ، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پاک پر حاضر ہو کر ملتجی ہوئے کہ اگر کسی کا باپ اپنے بیٹے سے ناخوش ہو تو دین و دنیا میں اس کا ٹھکانا نہیں رہتا، میرے والد بزرگوار میرے باپ ہیں اور مرشد بھی، خدارا اس ناچیز کی امداد فرمایئے۔ حضرت قبلہ کو علم ہوا تو صاحبزادہ صاحب کو بلوا کر فرمایا ''تم نے اعلیٰ حضرت سے کیا کہا ہے؟'' وہ بولے ''آپ پر روشن ہی ہے'' حضرت قبلہ فوراً راضی ہو گئے اور فرمایا چونکہ تم بڑی درگاہ پر پہنچے ہو، اس لیے معاف کرتا ہوں''۔

## کرامات:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت کو بسبب اتباع کامل جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو نعمتیں خصوصیت سے عطا فرمائی تھیں، ایک نگاہ اکسیر بے مثال اور دوسرا نورانی چہرہ۔ کیونکہ حضرت کی نگاہ مبارک جس کور باطن پر پڑتی، اُس کی سیاہی ڈھل جاتی اور جو حضرت کا روئے منور دیکھتا، اس کا قلب زندہ ہو جاتا۔ چنانچہ ہزاروں غیر مسلم صرف حضرت کی زیارت سے مشرف باسلام ہوئے اور نام کے لاتعداد مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان بن گئے۔ ایک مرتبہ ایک عورت اپنی بیمار

لڑکی کو لے کر حضرت کی خدمت میں دعا کے لیے لے کر چلی، راستے میں مریضہ فوت ہوگئی، عورت کی یہی ایک اولاد تھی، روتی پیٹتی حضرت کی خدمت میں پہنچی، حضرت نے ایک نظر مسیحا صفت لڑکی پر ڈالی اور اسی ساعت وہ بالکل ٹھیک ہوگئی اور اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

ایک سکھ فالج کا پرانا مریض تھا، اٹھنے، بیٹھنے سے لاچار ہونے کی وجہ سے گھر والے اُسے چارپائی پر ڈال کر حضرت قبلہ کے پاس لے آئے، مریض نے حضرت کے چہرۂ مبارک کو دیکھا اور اٹھ کر بیٹھ گیا اور ہمیشہ کے لیے ان کا غلام بن کر رہ گیا، کہتے ہیں اس کی تندرستی اور صحت کا یہ عالم تھا کہ سخت جاڑوں میں شیرہ کاسنی میں سکنجبین ملا کر استعمال کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جب سے حضرت کی نظر کیمیا اثر غلام پر پڑی ہے، سرد چیزوں کے استعمال کے علاوہ کسی چیز سے چین نہیں پڑتا اور تن بدن میں ایک آگ سی لگی رہتی ہے۔ حضرت کے در دولت پر روحانی اور جسمانی بیماریوں کے مریض کثرت سے پڑے رہتے۔ آنجناب کی زیارت سے مشرف ہوتے اور صحت پاتے، اکثر جذامی اور کوڑھی حضرت کے وضو کا استعمال شدہ پانی لے کر بدن پر ملتے اور تندرست ہو جاتے اور روحانی امراض میں مبتلا حضرت کی توجہ سے فیض حاصل کرتے۔

ایک روز ایک شخص اپنے نابینا بیٹے کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت میرے اندھیرے گھر کا یہی ایک چراغ ہے، اسے روشن کر دیجئے، حضرت نے لعاب دہن اس کی آنکھوں میں ڈال دیا اور فرمایا کہ دو ایک بار یہی "دوا" استعمال کرو، اللہ نے چاہا تو فائدہ ہوگا، چنانچہ دو تین روز میں ہی وہ آنکھوں والا بن گیا۔

---

# ارشاداتِ عالیہ

## احترامِ مرشد:

☆ "مرید کے دل میں شیخ کا ادب اس درجہ تک چاہیے کہ پیر کے روبرو اجازت کے بغیر بات نہ کرے، پیر کی طرف بے باکانہ نہ دیکھے، پیر کی محبت کو دنیا کی ہر چیز پر ترجیح

دے، طریقت ادب کا نام ہے، بے ادب دین و دنیا کی نعمتوں سے محروم رہتا ہے۔ شیخ کا کلام ہمہ تن گوش ہو کر سنے کیونکہ ان ارشادات کا سننا ہزاروں کتابوں کے مطالعہ سے بڑھ کر ہے اور پیر جس کام کا حکم دے اسے دل و جان سے بجالائے"

## مرید صادق کی تعریف:

☆ "مرید وہ ہے جس کی نفسانی خواہشات کو محبت اور شوق الٰہی کی آگ نے جلا کر رکھ دیا ہو۔ جب صبح سویرے اُٹھے تو حسرت اور افسوس کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں آنسو بہتے ہوں۔ عاجزی اور انکساری اس کا شعار ہو۔ گذشتہ اعمال پر نادم ہو اور آئندہ کے لیے پناہ مانگتا ہو۔ مصیبت، تکلیف، اور سختی میں صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے جانے۔ اپنے قصور کا اقرار کرتا رہے اور بخشش کا طلب گار رہے۔ کوئی سانس ذکر الٰہی کے بغیر نہ لے اور یہی سمجھے کہ یہ اس کا آخری سانس ہے"

☆ توبہ اس طرح کرے کہ گناہ کا خیال ہی دل میں نہ آئے۔

☆ کل عبادات کا مقصود اللہ جل شانہ کا ذکر ہے۔ پس کسی حالت میں بھی اس سے غافل نہ رہے۔ ذکر کی بے شمار فضیلتیں ہیں جس کا دل غیر اللہ سے پاک ہوتا ہے، دنیا کی ہر چیز اس کے تابع ہوتی ہے۔

☆ بوجہ لحاظ و فضیلت حضور سید المرسلین محبوب رب العالمین ﷺ حق سبحانہ و تعالیٰ کو پہلی نافرمان امتوں کی طرح امت محمدی کے چہروں اور جسموں کا مسخ کرنا منظور نہیں۔ البتہ معبود حقیقی سے ڈرنے اور توبہ نہ کرنے سے لوگوں کے دل مسخ ہو جاتے ہیں۔ لہذا وہ گناہوں میں آلودہ ہو جاتے ہیں"

☆ ہر حالت میں متوکل رہ کر کام کاج میں مشغول رہنا چاہیے۔ بے کار نہ بیٹھے اور رزاق حقیقی پروردگار عالم کو سمجھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر ذی جان کو رزق پہنچاتے ہیں، البتہ مقسوم زیادہ ملنا محال ہے۔ تنگی میں حق سبحانہ کی شکایت نہ کرے کیونکہ یہ نافرمانی ہے، اس میں دونوں جہان کا خسارہ ہے۔ زیادہ لالچ حرام ہے۔

## مرآۃ المحققین:

ابوالبرکات حضرت سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشادات پرمبنی مایہ ناز تصنیف بزبان فارسی مرآۃ المحققین کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، اولیائے کرام جس طرح گفتار میں بہت محتاط ہوتے ہیں اور بلاضرورت ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالتے، اسی طرح ان کے قلم صدرشک سے بھی کوئی ''حرف'' بغیر ضرورت نہیں ہوتا۔ حضرت ممدوح کی اس تصنیف کے ایک حصہ میں قطب الاقطاب شہبازِ توحید، حضرت سید حسین شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات مبارکہ درج ہیں اور دوسرے حصہ میں حضرت ممدوح کے کلمات مبارکہ پیش کیے گئے ہیں۔ ایک جگہ حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جذبات کی کیا اوبیانہ انداز میں عکاسی کی ہے، فرماتے ہیں:

''عشق وہ شعلہ ہے کہ جب روشن ہوتا ہے جو کچھ محبوب کے سوا ہو، اُسے جلا دیتا ہے اور لا کی تلوار غیر کے قتل کے لیے نکالتا ہے، پس دیکھ کہ لا کے بعد کیا رہتا ہے؟ اللہ کے بجز کوئی چیز نہیں رہتی''

حضرت قبلہ اس عالم رنگ وبو کے طلسمی ماحول سے گلوخلاصی پانے کا کیا عمدہ نسخہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''حق سبحانہ وتعالیٰ جل شانہٗ اور بندہ کے درمیان اس موجودات کی صورتیں جو دل پر منقش ہیں، بہت بڑا حجاب ہیں اور یہ نقوش لوح دل پر بری صحبتیں اختیار کرنے، سیر سپاٹے کرنے اور طرح طرح کے رنگوں اور صورتوں کے دیکھنے سے اور گہرے ہوتے ہیں اور دل میں گھر کر لیتے ہیں اور گلوخلاصی پانے کے لیے پوری محنت اور مشقت سے ان کی نفی کرنی چاہیے۔

ان نقوش میں مزید ترقی کی بڑی وجوہ اخلاق بگاڑنے والی کتابوں کا مطالعہ اور ادھر اُدھر کی بیکار باتیں اور راگ رنگ کی محفلوں میں شرکت کرنا ہے۔ یہ سب مشاغل حق سبحانہ وتعالیٰ سے دوری اور غفلت کا باعث ہیں، جو چیزیں ان نقوش کو تقویت دینے والی ہیں، ضرورت ہے کہ ان سے پرہیز کیا جائے اور صفائی قلب کے ساتھ ساتھ خداوند کریم کی طرف بھی رجوع ہو کیونکہ قانون قدرت یہی ہے کہ بغیر محبت اور مشقت اور ترک لذت اور تمام شہوتوں کے یہ مراد حاصل نہیں ہوتی۔''

آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں؛

اے عزیز! آرام تو آخرت میں ہے۔ چند روزہ اس سرائے فانی میں رنج اٹھاتا کہ تجھے ہمیشہ کا آرام ہو، پس تمام احوال میں بزرگان دین کی پیروی کر اور طریقہ اہل سنت والجماعت کو لازم پکڑ، فقہ اور حدیث کا علم حاصل کر، ہمیشہ نماز با جماعت ادا کر، شہرت سے اجتناب کر، کیونکہ شہرت حاصل کرنے میں آفت ہے، مرتبہ پر فخر نہ کر، بلکہ گمنام رہ۔

**خلفاء اور رحلت:**

حضرت بھی آخری ایام میں اکثر بیمار رہتے تھے۔ 14 شوال 1282ھ بروز جمعرات اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے اور مکان شریف میں دفن ہوئے۔ حضرت کے وصال کے بعد صاحبزادہ سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسند ہدایت پر رونق افروز ہوئے، حضرت بابا امیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی خلعت خلافت حاصل تھی۔ ان کے علاوہ حضرت نے اور متعدد خلفاء کو بھی اجازت بیعت دے رکھی تھی۔

## حضرت صاحبزادہ سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت قبلہ قطب الاقطاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نقش قدم پر چلتے تھے اور بے شمار مخلوق خدا کو راہ ہدایت دکھائی۔ 35 سال تک درگاہ مبارک کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے چلایا۔ اعلیٰ حضرت کے خلفاء اور معتقدین سے خاص محبت رکھتے تھے اور سب وابستگان سلسلہ ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ حضرت خواجہ بابا امیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو آپ ہی نے کوٹلہ شریف میں کار خاص پر بھیجا۔ اگرچہ خلعت خلافت حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے عطا ہوئی تھی۔

# حضرت خواجہ بابا امیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 1207 ہجری بمقام : دھرم کوٹ متصل مکان شریف ضلع گورداسپور (انڈیا)

وصال : 1331 ہجری مزار اقدس : کوٹلہ پنجو بیگ ضلع شیخوپورہ

## ابتدائی حالات:

حضرت بابا امیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک معزز ککے زئی پٹھان خاندان میں بمقام دھرم کوٹ متصل مکان شریف ضلع گورداسپور (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔معمولی تعلیم حاصل کی۔

حضرت کو اوائل عمر سے ہی مکان شریف سے از حد محبت تھی۔حضرت قبلہ سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگرچہ عمر میں حضرت خواجہ سے پانچ چھ برس چھوٹے تھے۔تاہم بوجہ شرف و بزرگی حضرت ان کا بے حد احترام فرماتے ۔بیعت کا شرف بھی انہیں حضرت قبلہ ہی سے حاصل ہوا۔وہ بھی ان سے بہت محبت فرماتے تھے اور ان پر بہت مہربان تھے ،یہ ہر دم حضرت قبلہ کی چوکھٹ پر پڑے رہتے ،ایک لمحہ کی جدائی بھی گوارانہ فرماتے ،دراز قد اور خوبرو جوان تھے۔صحت اور تندرستی لائق رشک تھی ،حضرت قبلہ نے فرمایا ''ملازمت کرلو''انہیں کب عذر تھا،حضرت قبلہ کے حکم کے آگے سر جھکا دیا۔حضرت قبلہ نے سفارش فرمائی تو انہیں تھانیداری مل گئی ۔لاہور سے جو سڑک ملتان کو جاتی ہے ،وہاں جیل کے پاس ایک گاؤں ہلہ آباد ہے،وہاں پولس کی چوکی تھی اس چوکی پر حضرت کا بعہدہ انچارج تقرر ہو گیا،چوکی کے قریب ایک ٹیلہ تھا حضرت نے پنجگانہ نماز کی ادائیگی کے لیے وہاں پر ایک مسجد بنوائی ،اور دعا فرمائی کہ''یا باری تعالیٰ یہ جگہ آباد ہو'' تا کہ لوگ کثرت

سے مسجد میں آئیں اور حق سبحانہ' وتعالیٰ کی عبادت بجالائیں، چنانچہ حضرت کی دعا سے وہاں آبادی ہوگئی اور وہ جگہ بلہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس جگہ نہر کا ہیڈ بھی ہے۔

## عبادت وریاضت:

حضرت کی ملازمت کو تین برس ہوئے تھے کہ طبیعت بھر گئی، طبیعت کا میلان یاد الٰہی کی طرف تھا۔ دل "اسم ذات" کا گھر بن چکا تھا، غیر کی ملازمت پر ٹکتے بھی تو کیونکر، جب دل میں معبود حقیقی سما جائے تو کسی دوسرے کے لیے جگہ ہونا مشکل ہے، حضرت سرکاری ملازمت سے مستعفی ہو گئے، غیر کی غلامی سے منہ موڑ کر حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ حاضری ایسی تھی کہ حضرت کو پھر عمر بھر کسی غیر کی ملازمت کی ضرورت نہ رہی، حضرت قبلہ منبع فیض تھے، ولایت نقشبندیہ کا تاج سر پر تھا، ان کا رجحان حق سبحانہ' وتعالیٰ کی طرف دیکھا تو خصوصی عنایات سے نوازا اور تلقین ارشاد فرما کر دریا کے کنارے پر معتکف ہونے کا حکم دیا اور دو آدمی بطور حفاظت ہمراہ کر دیئے تاکہ حالت وجد وسکر میں کہیں دریا میں نہ گر پڑیں۔ آپ رواں عالم تنہائی اور جذبہ' صادق "یاد خدا" میں اس قدر دلجمعی حاصل ہوئی کہ حضرت پر فیوض وبرکات کی بارش ہونے لگی۔ کہتے ہیں ان دنوں حضرت کو خواجہ خضر علیہ السلام کی زیارت بھی ہوئی اور حضرت شب وروز ذکر حق میں مصروف رہنے لگے، کچھ عرصہ کے بعد حضرت قبلہ نے انہیں واپس بلوالیا۔

## نئی تعیناتی:

یہ وہ زمانہ تھا جب سکھوں کی بدامنی کا دور ختم ہو رہا تھا اور انگریزی حکومت پنجاب پر تسلط جما رہی تھی۔ حضرت قبلہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کی زمانے میں دھوم تھی، انگریز نے ان کی بزرگی کے اعتراف میں ضلع شیخوپورہ میں نو سو گھماؤں اراضی کا ایک قطعہ خدمت اقدس میں گزرانا جسے حضرت ممدوح نے بخوشی قبول فرمایا، حضرت نے اس جاگیر کا قبضہ لینے کے لیے چند درویشوں کو بھیجا مگر وہ لوگ قبضہ نہ دیتے تھے، حضرت قبلہ کی مردم شناس نگاہیں حضرت خواجہ پر پڑیں، انہیں وہاں جانے کا حکم دیا، حضرت خواجہ قد آور اور قوی الجثہ تھے۔ حضرت ممدوح کی دعائیں بھی شریک حال تھیں، ظاہری اور باطنی قوتوں سے تھوڑے ہی دنوں میں ان لوگوں پر

قابو پالیا۔ مقبوضہ خطہ زمین جو کوتلہ پنجو بیگ کے نام سے مشہور ہے، وہاں کاشتکاروں کو زیر کرنے کے بعد حضرت خواجہ بھی اس جگہ مقیم ہو گئے۔ روایت ہے کہ ایک شوریدہ سر مزارعہ نے شروع شروع میں حضرت خواجہ کو پریشان کرنا چاہا مگر جلد ہی کیفر کردار کو پہنچا، اسے بیماری نے آ دبوچا اور جسم میں کیڑے پڑ گئے۔ اور اسی حالت میں دنیا سے چل بسا اور حضرت خواجہ بحمد اللہ وہاں کے لوگوں کو مغلوب کرنے کے بعد انہیں روحانی نعمتوں سے بھی مالا مال کرنے لگے اور اس "پنجر" علاقہ میں ذکر حق کی کچھ اس طرح تخم ریزی کی کہ دور دور تک حضرت خواجہ کی بزرگی کا شہرہ ہو گیا اور لوگ جوق در جوق داخل سلسلہ ہونے لگے۔

## خوارق وعادات:

سب سے بڑی کرامت تو یہ ہے کہ "ولی اللہ" حق سبحانہ وتعالیٰ کا گرویدہ اور اُس کے برگزیدہ ہادی برحق حضور ﷺ کا سچا متبع ہو، اور خلقت کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرے۔ حضرت خواجہ نے نہ صرف ولایت کے منصب کو کمال خوبی سے بحال رکھا بلکہ دنیا کو ایک ایسے ولی کامل سے روشناس کیا کہ "ولایت کے منکرین" بھی تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکے، بلا شبہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ سب سے بڑی کرامت ہے کہ انہوں نے دنیا کو حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روشناس کیا اللہ پاک نے بہت پہلے سے حضرت پر ان کی پیدائش کا حال منکشف کر دیا تھا، چنانچہ حضرت شرقپور میں تشریف لاتے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے اس پیدا ہونے والے دوست اور حضور سرور کائنات ﷺ کے اس "بہادر شیر" کی آمد آمد کی خوشبوئیں سونگھتے، اور اس بڑے اعزاز کے حصول پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر بجالاتے۔

فرمایا کرتے کہ "جب حق سبحانہ وتعالیٰ آخرت میں مجھ سے سوال کریں گے کہ دنیا سے کیا لے کر آئے ہو تو میں "شیر محمد" کو پیش کر دوں گا"

ایک روز فرمایا کہ "میری اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مثال حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سی ہے"

جب حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان سے بیعت ہوئے تو شرقپور اور

گردونواح کے چند اور لوگ بھی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے۔ لوگ انہیں بلحاظ عمر اور چہرہ کی نورانیت کے سبب از راہ محبت ''بابا صاحب'' کہتے تھے، حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت خلیق اور باوضع بزرگ تھے، عقیدت مندوں کے ہاں جانے سے گریز نہ کرتے بلکہ اُن سے ملنے کے لیے اکثر دور دور جگہ پر تشریف لے جاتے، جہاں جہاں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مبارک قدم پڑے وہ جگہیں ان کے ''خوارق و کرامات'' کا مرکز بن گئیں۔ شرق پور شریف جس سے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دلی لگاؤ تھا، بکثرت تشریف لاتے۔

شرقپور شریف راوی کے کنارے پر آباد ہے، جب کبھی دریا میں طغیانی آتی تو یہ قصبہ بھی زد میں آ جاتا، ایک مرتبہ طغیانی کے دنوں میں لوگوں نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دعا کے لیے درخواست کی، حضرت بابا صاحب نے اپنا رومال انہیں دے کر فرمایا ''دریا کو میرا سلام کہنا اور میرا رومال اُسے دکھا دینا، انشاء اللہ کبھی گزند نہیں پہنچائے گا'' لوگوں نے حسب الارشاد تعمیل کی، دریا ایک ہی رات میں دو میل پیچھے ہٹ گیا۔

منشی محمد الدین جو قبلہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عنایت سے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے، بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلا اطلاع مجھ سے ملنے کے لیے پریم نگر تشریف لے آئے۔ یہ مالک (آفیسر) کے ساتھ ایک ضروری کام سے قصور گئے ہوئے تھے اور وہاں سے اگلے روز انہیں سیدھے لاہور عدالت میں ایک پیشی کے سلسلے میں حاضر ہونا تھا، جب قبلہ بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے نائب سے واپسی کے متعلق دریافت فرمایا تو اس نے واقعات سے مطلع کیا، حضرت قبلہ سن کر بولے، ہرگز نہیں وہ آج ہی واپس آئیں گے، اس روز شام کو لاہور جانے والی گاڑی جب رائے ونڈ اسٹیشن پر رکی تو قبلہ والد صاحب کیا دیکھتے ہیں کہ مالک موضع ان کے ڈبے کی طرف چلے آ رہے ہیں اور آتے ہی انہیں پریم نگر جانے کی تاکید کی، یہ صبح عدالت میں حاضری کا عذر کرنے لگے، بتایا کہ ٹکٹ بھی لاہور ہی کا لیا ہے اور دام بیکار جائیں گے مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور بگڑ کر بولے تمہیں جو کہا جاتا ہے وہی کرو، چنانچہ یہ اس گاڑی سے اتر کر پریم نگر جانے والی گاڑی میں بیٹھ گئے اور عشاء کے لگ

بھگ جب گاؤں میں پہنچے تو وہاں قبلہ بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فروکش تھے۔ تب معلوم ہوا کہ مالک سے کش مکش ہونے کی اصل وجہ کیا تھی۔

منشی صاحب نے بتایا کہ موضع مذکور میں ایک دفعہ طاعون کی بیماری پھیل گئی، یہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کاغذ پر ایک دعا تحریر فرمادی کہ اسے اپنے مکان کے دروازے پر لگا دینا اور پانچ پیسے اللہ کے لیے کسی مسکین کو خیرات کر دینا، انشاء اللہ وہ مکان اس آفت سے محفوظ رہے گا، نیز فرمایا کہ تمہیں اس کے تحریر کرنے اور دوسروں کو دینے کی اجازت ہے جو اسے گھر کے دروازے پر لگائے گا، اللہ پاک اُسے طاعون سے امن دے گا۔ چنانچہ انہوں نے اس دعا کو جہاں بھی استعمال کیا، درست پایا۔

منشی صاحب ہی بتاتے ہیں کہ دورانِ ملازمت جب کبھی مالک سے ان بن ہو جاتی تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے رجوع کرتا اور حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے کہ جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو وہ کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہوسکتا، تم جاؤ اپنا کام کرو، وہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ چنانچہ یہ واپس آجاتے اور حالات معتدل ہوتے، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

تصورِ شیخ کے بارے میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح کونجیں پہاڑوں میں انڈے دے کر دور نکل جاتی ہیں اور انڈوں کا خیال دل میں رکھتی ہیں اور اس تصور ہی سے ان کے بچے نکل آتے ہیں، تو یہی صورت شیخ کی ہے کہ وہ جو بیج مرید صادق کے دل میں بوتا ہے، خواہ وہ دور ہی کیوں نہ ہو ضرور پودا بن کر بارآور ہوتا ہے، البتہ مرید کے اعتقاد میں استقامت ضروری ہے۔

## وصال:

حضرت بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوا سو سال کی طویل عمر پائی۔ بے حد عبادت گزار تھے اور گھنٹوں دوزانو بیٹھ کر درود پاک پڑھتے اور دیگر اوراد بجالاتے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے، عمر کے اواخر میں فالج کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے، جس سے اڑھائی سال بیمار رہے۔ طوالتِ عمر کے متعلق فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی درازیٔ عمر کی دعا بھی بعض اوقات آفت

بن جاتی ہے، حقیقت میں یہ دعا نہیں ''بددعا'' ہوتی ہے۔ بیماری کے باوجود حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عبادت و ریاضت میں بدستور مشغول رہتے، آخر ایک روز بتاریخ 9 ذیقعد 1331 ہجری کو جامہ ظاہری چھوڑ کر اللہ پاک سے مل گئے اور کوٹلہ پنچو بیگ میں ہی دفن ہوئے۔

**اولاد و خلفاء:**

حضرت قبلہ بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دو صاحبزادے تھے۔ خواجہ کرامت اللہ صاحب کے ذمہ جاگیر کا انتظام تھا اور دوسرے صاحبزادے خواجہ نعمت اللہ صاحب محکمہ پولیس میں سارجنٹ تھے۔ البتہ روحانی سلطنت کی باگ ڈور قبلہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سونپی تھی۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو شاعری سے بھی شغف تھا، عموماً پنجابی زبان میں شعر کہتے تھے، پیرومرشد حضرت سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعریف میں پنجابی میں ایک کتابچہ ''چشمہ فیض'' کے نام سے لکھا تھا، جسے بعد ازاں حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شائع فرمایا تھا، حضرت بابا صاحب کی تصنیف کردہ دعائیہ شجرہ شریف بھی اس میں شامل ہے، تبرکا دو شعر پیش کیے جاتے ہیں۔

حضرت رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں لکھتے ہیں ۔

بندہ اس دی صفت نوں کیہہ کجھ کرے بیان
جس دی صفت لولاک ہے کردا خود سبحان

اور حضرت پیرومرشد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

خلقت وجہ ولائیاں پایا فیض تمام
روشن کیتا دین نوں حضرت اعلیٰ امام

# حضرت
# میاں شیر محمد شرقپوری

رحمۃ اللہ علیہ

# مجدد دوراں، قطبِ زماں

# حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

علم وعرفان کا گہوارہ شہر "لاہور" دریائے راوی کے بائیں کنارے پر آباد ہے۔ اس سے بیس میل دور جنوب مغرب کی جانب اسی دریا کے دائیں کنارے پر شرق پور شریف کا قصبہ آباد ہے۔ رنجیت سنگھ کا زمانہ تھا۔ سکھوں نے دو مرتبہ قصور شہر کو لوٹا اور اس بارونق قصبہ کے باشندوں کو امن وامان سے محروم کردیا۔ اہل کمال قصور کو خیر باد کہہ کر ادھر اُدھر بکھر گئے۔

## آباؤاجداد:

اسی پر آشوب زمانہ میں ایک نہایت نیک اور پاک باز ہستی حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصور سے نقل مکانی کر کے بالآخر قصبہ شرق پور میں آ کر آباد ہوگئے۔ اہالیان شرق پور نے ان کی آمد پر اظہار خوشنودی کیا اور ان کی رہائش کے ضروری انتظامات کر دیئے۔ شاملات کا ایک قطعہ مسجد کی تعمیر کے لیے ان کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے اس جگہ کی صفائی کروائی اور ایک "قلمی حمائل شریف" جوان کے فن خطاطی کا نادر نمونہ تھا، ایک سو پچیس روپے میں ہدیہ کر کے اس رقم سے وہاں کنواں کھدوایا اور مسجد کے دروازے کی چوکھٹ تیار کروائی۔ اس مبارک ابتداء سے ایک بابرکت مسجد تیار ہوگئی۔ جہاں حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور علوم دینیہ کی ابتدائی تعلیم کا مرکز قائم ہوگیا۔ شہر کے وسط میں اب یہی مسجد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسجد مبارک مشہور ہے۔

قیام شرق پور کے دوران حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شادی شرق پور کے معزز

زمین دار گھرانے میں ہوئی۔ انہوں نے بیٹی کو ایک کنواں مع ملحقہ اراضی (ڈیگ والا کنواں) بطور جہیز دیا۔ حضرت کی اولاد میں ایک لڑکی بی بی آمنہ تھیں۔ ان کا نکاح اپنے خاندان کے ایک صالح نوجوان حافظ محمد حسین قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کردیا اور نکاح کے بعد وہ قصور سے شرق پور ہی چلے آئے۔ 1282 ہجری میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہوگیا۔ حضرت کے بعد ان کے داماد حافظ محمد حسین قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرق پور میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کے تین فرزند تھے۔

حافظ محمد حسین قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

میاں عزیز الدین علیہ الرحمۃ — میاں حمید الدین علیہ الرحمۃ — میاں نظام الدین علیہ الرحمۃ

(میاں عزیز الدین علیہ الرحمۃ کے فرزند:) حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ — حضرت میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
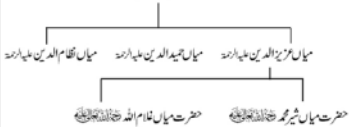
## ولادت باسعادت:

تینوں بھائیوں میں سے بڑے بھائی میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں اس مرد حق ''شیر محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' نے جنم لیا۔ جس کی برکت سے سرزمین پنجاب میں اعلائے کلمۃ الحق اور احیائے سنت کے عظیم کارنامے سرانجام پائے۔ سکھ عمل داری کی نحوست اور انگریزوں کی نحوست سے مسلمانان پنجاب میں مذہب اسلام سے بیگانگی اور ارکان اسلام سے غفلت بہت بڑھ چکی تھی۔ یہ خطہ کسی ایسے صاحب کمال کے فیضان کو ترس رہا تھا جو مسلمانوں میں خوداعتمادی پیدا کر کے ان کو غفلت اور لادینی کے پنجے سے نجات دلائے۔ اعلیٰ کردار اور یقین محکم والی ہستی اور کتاب وسنت کے مطابق عمل کرنے والی شخصیت ہی اس عظیم کام کا بیڑا اٹھا سکتی تھی۔ قدرت نے یہ عظیم کام اس نومولود مسعود سے لینا تھا جس کی آمد کی راہ کئی بزرگ تک رہے تھے۔

امیر طریقت حضرت بابا امیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت سے بہت پہلے ہر سال شرق پور شریف تشریف لاتے اور فرماتے کہ ہم پر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ کشف ظاہر فرمایا ہے کہ اس مقام پر ایک عظیم المرتبہ شیر خدا پیدا ہوگا۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت سے لے کر سن شعور تک حضرت امیر طریقت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی باطنی خبر گیری فرماتے رہے۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت سے بہت پہلے ایک مجذوب بھی حضرت قبلہ کے مولد پاک کے ارد گرد چکر لگایا کرتے تھے۔ لوگوں نے جب پوچھا تو کہا "اس محلہ میں ایک مقبول بارگاہ رب العالمین پیدا ہوگا، میں اس کی بوئے مست سے روح کو مسرور اور دل و دماغ کو تازہ کرتا ہوں"۔

1282 ہجری کے اوائل میں وہ ساعت سعید آ پہنچی کہ حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کاشانہ مبارک میں اس پاک اور پر نور وجود کی آمد ہوئی جس کی ضیاء سے شرک و الحاد کی تاریکیاں چھٹ جائیں۔ خلاف سنت رسوم کے سلسلے کٹ جائیں اور عشق الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سرشار و مست ہو جائیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پیدا ہوئے تو گھر بھر میں عجیب کیفیت پائی جاتی تھی۔ سب خورد و کلاں خوش و خرم تھے۔ ولادت کے وقت حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس مولود مسعود کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت قبلہ کو گود میں لیا اور خوب پیار کیا پھر اپنی زبان مبارک آپ کے منہ میں ڈال دی اور حضرت نے اسے چوسا، بار بار سینے سے لگاتے اور چومتے۔ ساتویں روز اسم مبارک "شیر محمد" رکھا گیا۔

حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مادر زاد ولی تھے بچپن سے ہی کھیل کود سے بیزار اور متنفر تھے۔ تنہائی بہت پسند تھی۔ والد بزرگوار کے اصرار پر مدرسہ میں پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی پھر اپنے محترم چچا میاں حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس مسجد میں دینی کتابیں پڑھیں اور قرآن حکیم ناظرہ نہایت ذوق و شوق سے پڑھا۔ خطاطی کا بہت شوق تھا۔ بڑے بلند پایہ طغرے لکھے، رفتہ رفتہ سعادت ازلی نے اس کام کی طرف پورے طور پر متوجہ کر دیا جو قدرت کاملہ نے آپ سے لینا تھا۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند
میلش اندر طبع او انداختند

کبھی مسجد کے گوشہ میں بیٹھے اللہ، اللہ کر رہے ہیں تو کبھی قبرستان یا ویرانوں کی تنہائیوں میں محو ذکر و فکر ہیں۔ جوں جوں زمانہ شعور آتا گیا غلبہ جذب و مستی بڑھتا گیا۔ ٹوٹی پھوٹی قبروں میں لیٹ جاتے اور انتہائی کیف و سرور محسوس کرتے۔ حتیٰ کہ کسی کے ہاتھ میں "بوتل" دیکھتے تو حالت سکر میں گر پڑتے، کبھی جلتی ہوئی دیا سلائی دیکھ لیتے تو بے خودی طاری ہو جاتی۔ کنوئیں کی چرخی کی آواز سن کر جذب و مستی طاری ہو جاتی اور گھنٹوں بے ہوش پڑے رہتے۔ اس حالت بے خودی میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظروں سے بجلیاں سی کوندتی تھیں۔

کہتے ہیں انہی ایام میں آپ کے والد بزرگوار ایک دن صبح سویرے گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ کسی مرد غیب نے راستہ روک کر گھوڑے کی باگیں تھام لیں اور فرمایا، جس لڑکے کو آپ دیوانہ سمجھتے ہیں اور ناراض ہوتے ہیں وہ ایک دن بہت بلند اقبال والا ہوگا اور اس کے بڑے چرچے ہوں گے، اگرچہ آپ نہیں دیکھیں گے۔" حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد بزرگوار اس دن سے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے مطمئن ہو گئے اور ہر طرح خیال رکھنے لگے"

## بیعت و خلافت:

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ذکر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر کوٹلہ شریف سے شرق پور آتے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جد امجد کے پاس مسجد میں قیام فرماتے اور پھر واپس چلے جاتے، کچھ عرصہ کے بعد پھر لوٹ آتے۔ یہ آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابتداء میں اس عمر رسیدہ بزرگ کی طرف ملتفت نہ ہوتے تھے، آخر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ اور کشش کام کر گئی اور جب ایک نظر خاص آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر پڑی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں منسلک ہونے کی آرزو ظاہری کر دی۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو اسی شہباز کو اپنے دام میں لانے کے لیے چکر لگا رہے تھے۔ نہایت شفقت اور توجہ سے ذکر کی تلقین فرمائی اور داخل سلسلہ کر لیا۔

اس کے بعد غلبہ جذب وسکر سے آپ پر بے خودی کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ گریبان چاک کرتے، تڑپتے، زمین پر لوٹتے، بے قراری کے عالم میں مسجدوں کے دروازوں پر پہنچ کر زور زور سے اللہ، اللہ کے نعرے بلند کرتے۔ کبھی جنگل کی طرف نکل جاتے اور کسی ٹوٹی پھوٹی قبر میں دیر تک لیٹے لیٹے اسم ذات کے ذکر میں محو رہتے۔ ہوش میں آتے تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عرض کرتے: "مجھے کیا ہو گیا ہے" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خاموش رہتے تو پھر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی، چنانچہ نہایت قلیل عرصہ میں کمال حاصل کر لیا اور منازل سلوک طے کر کے مقام قرب وقبول پر پہنچ گئے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عطائے خلافت کی تحریر آپ کے حوالے کرنا چاہی لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عالی ظرفی نے نہایت انکساری سے خدمت والا میں عرض کیا "حضور! میں خلیفہ بننے کے لیے مرید نہیں ہوا ہوں، بیعت سے میرا مقصود معبود حقیقی کا بندہ بننا ہے" اسی طرح کچھ وقت گزر گیا تو ایک روز حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔ "میں آپ کا مرشد ہوں اور آپ پر تعمیل ارشاد لازم ہے اس امانت کا آپ سے بڑھ کر میری نظر میں اور کوئی اہل نہیں" اس پر آپ خاموش ہو گئے اور رضائے مولا کو مقدم سمجھا۔

## رشد وہدایت:

منصب خلافت حاصل ہو جانے کے بعد بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کچھ عرصہ اصلاح احوال کی طرف ہی متوجہ رہے اور مخلوق خدا کی ہدایت ورہبری کا جو کام آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد ہوا تھا اس سے کنارہ کش رہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ازراہ انکسار فرماتے:

"میں خود کو ہرگز اس منصب کا اہل نہیں پاتا ہوں۔ کیا کروں حضرت
پیرومرشد مجبور کرتے ہیں"

"خزینہ معرفت" میں صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی زمانہ کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ ایک گاؤں میں گئے۔ وہاں ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ اس نے بیان کیا کہ وہ متعدد مرتبہ حضرت میاں صاحب

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا لیکن پذیرائی نہ ہوئی۔ اب وہ ایک ایسے پیر کے دام تلبیس میں گرفتار ہو گیا ہے۔ جس نے پہلے اس نوجوان سے اپنے باپ کو سجدہ کروایا اور پھر اپنے آپ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ صوفی صاحب نے یہ بات سن کر بہت افسوس کیا اور حضرت میاں صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ خلق خدا کی ہدایت پر کمربستہ نہ ہوئے تو لوگ اسی طرح شرک وضلالت میں مبتلا ہوتے رہیں گے، چنانچہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے بعد طالبان راہ ہدایت کی راہنمائی کا کام ہاتھ میں لے لیا۔ شمع توحید کے پروانے نزدیک و دور سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گرد جمع ہو کر فیضیاب ہونے لگے۔

## صورت وسیرت مبارک:

حضرت قبلہ میانہ قد اور نحیف الجثہ تھے، کتابی چہرہ، پیشانی چوڑی، بینی بلند، داڑھی مبارک گھنی جس میں کچھ بال سفید اور باقی سیاہ تھے۔ اکہرے جسم کے تھے، آنکھیں سیاہی مائل، کثرت گریہ کی وجہ سے آخری عمر میں بینائی کمزور پڑ گئی تھی۔ مطالعہ کے وقت عموماً چشمہ کا استعمال کرتے تھے۔ رنگ گندمی تھا۔ چہرہ مبارک پر ذکر وفکر کی گہرائی کے اثرات نمایاں تھے۔

جمعہ کے روز غسل کے بعد صاف ستھرے کپڑے زیب تن فرماتے اور خوشبو بھی لگاتے۔ طبیعت بے حد لطیف پائی تھی۔ ہاتھوں کی انگلیاں ریشم کی طرح ملائم پائی تھیں۔ حیاء داری کا یہ عالم تھا کہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب گھر سے نکلتے تو چہرہ مبارک کپڑے سے ڈھانپ لیتے۔ محلہ کی عورتیں انہیں دیکھ کر کہتیں "ہمارے محلے میں یہ لڑکا نہیں بلکہ لڑکی پیدا ہوئی ہے جو سب سے منہ چھپاتی پھرتی ہے"

لباس میں انتہائی سادگی ہوتی تھی۔ سر پر پانچ کلی ٹوپی اور اس کے اوپر دستار مبارک ہوتی تھی۔ ڈھیلی آستینوں کا کرتہ اور تہبند زیب تن فرماتے۔ جاڑوں میں بند گلے کی واسکٹ اور بند گلے کا کوٹ پہنتے تھے۔ چلتے پھرتے وقت عموماً گز بھر کا سفید یا کالا رومال کندھے پر رکھتے تھے۔ سردیوں میں چمڑے کے موزے بھی استعمال فرماتے تھے اور سر پر لمبی روئی دار ٹوپی بھی رکھتے تھے۔ تہبند ٹخنوں سے اونچا ہوتا تھا۔ سفید لباس پسند تھا۔

گرمی کے موسم میں کبھی کبھی دو کرتے بھی بیک وقت پہنتے، کوئی ضرورت مند آ جاتا تو ایک اتار کر اس کو دے دیتے۔ بعض اوقات کسی کو بغیر پگڑی کے دیکھتے تو اپنی آدھی پگڑی پھاڑ کر اس کو دے دیتے یا نئی دلوا دیتے۔ قصوری زرد رنگ کا جوتا استعمال کرتے، سیاہ جوتا سخت ناپسند فرماتے تھے۔

ہمیشہ دوزانو بیٹھتے، کھانے کے وقت دایاں گھٹنا کھڑا کر لیتے، آنے والے سے السلام علیکم کی خود پہل فرماتے۔ چلتے ہوئے نظریں نیچی رکھتے۔ راستہ سے اینٹ پتھر یا پھل کے چھلکے جن سے ایذا کا خطرہ ہو تو خود ہاتھ سے ہٹا دیتے۔ رفتار میں تیزی ہوا کرتی تھی۔

وتر کی خاص رعایت رکھتے۔ مہمانوں کے آگے روٹیاں بھی تین تین رکھتے۔ کسی خادم کو اپنا جوتا چھونے نہ دیتے۔ اگل دان بھی خود ہی اٹھاتے۔ حضرت چٹائی (صف) پر ہی دوزانوں بیٹھتے، کوئی پر تکلف فرش یا قالین نہیں ہوتا تھا۔ اسی پر بعض اوقات سر کے نیچے اینٹ رکھ کر لیٹ بھی جاتے۔

## معمولات:

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کاربند تھے اور خلق محمدی کا صحیح نمونہ تھے۔ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور بات چیت میں وہی رنگ نمایاں تھا۔ نماز، تسبیح، نوافل اور وظائف میں وقت کی پابندی کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے اور ان کی ادائیگی میں استقامت اختیار فرماتے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صلہ رحمی فرماتے۔ غریبوں اور ناداروں کی اعانت کرتے۔ مقروضوں کا بار اٹھاتے، مظلوم کی حمایت کرتے، برائی کے بدلے برائی نہ کرتے بلکہ معاف فرما دیتے۔ ذاتی معاملہ کے لیے کبھی کسی سے رنجیدہ نہ ہوتے تھے۔ البتہ دین کے معاملہ میں غصہ میں آ جاتے تھے مگر جب کوئی شخص اپنی غلطی کا احساس کر کے اظہار ندامت کرتا تو اس پر بے حد مہربان ہو جاتے۔

ہر طبقہ اور ہر خیال کے لوگوں سے ملتے اور ان کی اصلاح کی انتہائی کوشش کرتے۔ مہمانوں کی تواضع اور عمدہ کھانوں سے ان کی خاطر مدارات کرتے مگر خود سادہ خوراک کھاتے اور

بعض اوقات لذیذ اور عمدہ سالن میں پانی ملا لیتے تا کہ نفس کی سرزنش ہوتی رہے۔

ہم نشینوں میں کبھی امتیاز سے نہ بیٹھتے ۔حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زانو ہم نشینوں سے بڑھے ہوئے نہ ہوتے تھے۔ کسی کی بات کو قطع نہ کرتے۔ سب سے باری باری گفتگو فرماتے، ملنے والے سے سلام کی خود پہل کرتے۔ رخصت کرتے وقت کبھی مصافحہ بھی فرماتے۔ کسی کو اپنے سامنے جھکنے نہ دیتے۔ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے۔ پاؤں سے جوتے بھی اپنے ہاتھ سے نکالتے۔ کوئی شخص بھول کر آپ کے جوتوں کو ہاتھ لگا تا تو سخت خفا ہوتے۔

عموماً ہر نماز کے لیے تازہ وضو فرماتے۔ وضو کے دوران بات چیت سے اجتناب کرتے۔ ریش مبارک میں خلال کرتے اور کنگھی بھی کرتے۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک بھی استعمال کرتے۔ وضو میں زیادہ پانی صرف نہ کرتے، نماز مغرب ادا کرنے کے بعد مسجد کی چھت پر تشریف لے جاتے، چھ رکعت نماز نفل ادا کرتے، اس کے بعد حاضرین صفیں باندھ کر بیٹھ جاتے اور ان سے مصروف گفتگو ہوتے، عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھتے۔ وتر پہلی رات ہی ادا کر لیتے۔ تہجد کی نماز گھر میں ادا کرتے۔ نماز جمعہ حنفی طریقہ کے مطابق ادا فرماتے۔ نماز تراویح بیں رکعت پڑھتے۔ ہر چہار رکعت کے بعد تسبیح بڑی دل جمعی اور شوق سے پڑھتے۔ سفر ہو یا حضر نماز تراویح میں کمی نہ کرتے تھے۔ جنازے کی نماز میں اکثر شرکت فرماتے۔ متوفی کے پس ماندگان کے پاس تعزیت اور فاتحہ خوانی کے لیے بھی جاتے۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے ہاتھ اوپر اٹھاتے اور زبان مبارک سے **اللہ اکبر، اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد** پڑھتے، پھر سورۃ فاتحہ پڑھ کر متوفی کے لیے دعائے مغفرت کرتے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے جاتے۔ اکثر زیارت قبور کے لیے قبرستان جاتے اور سب کے لیے دعائے مغفرت فرماتے۔ کسی قبر کو ہاتھ نہ لگاتے، فرماتے "ہاتھ لگانے سے کیا ہوتا ہے، جب تک دل نہ لگے" مزارات کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے۔ دن چڑھے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز اشراق ادا کرتے اور کبھی بچوں کو قرآن پاک کا درس بھی دیتے۔ جو لڑکا سبق کی طرف سے بے توجہی کرتا یا بھاگ جانے کا عادی ہوتا، حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے ایسی چٹکی لیتے کہ وہ شرارتیں بھول جاتا۔

مہمانوں کے لیے کھانا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود گھر سے اٹھا کر لاتے اور اپنے ہاتھ سے

دستر خوان پر چنتے۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے ان کے ہاتھ دھلاتے۔ ایک ایک لقمے پر بسم اللہ شریف پڑھتے اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی تلقین کرتے۔ کھانے کے بعد مہمانوں کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے اور پھر سب کو ہاتھ دھونے کی تاکید فرماتے۔ دو پہر بعد از طعام قیلولہ فرماتے اور دوستوں سے بھی آرام کرنے کو کہتے۔ فرماتے:

"اگر ہمارا کھانا، پینا، لیٹنا، اٹھنا، بیٹھنا شرع شریف کے مطابق ہو تو یہ بھی عبادت میں داخل ہے۔"

مسجد ہو یا گھر، جوتے کا سر ہمیشہ قبلہ رخ رکھتے۔ اگر کوئی شخص بے خبری میں اپنا جوتا قبلہ رخ نہ رکھتا تو خود اپنے دست مبارک سے اسے سیدھا کر دیتے۔ لوٹے کی ٹوٹی بھی ہمیشہ قبلہ رو رکھتے۔ سمت قبلہ کا بہت خیال رکھتے۔

نماز باجماعت ادا کرنے کی تاکید فرماتے۔ نماز کے لیے جب صفیں بندھ جاتیں تو ان کی درستی کا بہت خیال فرماتے۔ دائیں بائیں نظر دوڑا کر نمازیوں کے پاؤں سیدھے کرتے۔ جس شخص کی ایڑیاں ملی ہوتیں اور پنجے کھلے ہوتے، اسے درست کر کے کھڑا کرتے، فرماتے نماز میں کھڑے ہوتے وقت پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ ہونا چاہیے۔ نیز فرماتے کہ دونوں پاؤں کے درمیان چار تا چھ انگلیوں کا فاصلہ ہونا چاہیے۔ نماز کے بعد خشوع وخضوع سے دعا مانگتے۔ درود شریف بڑے ذوق شوق سے بکثرت پڑھتے، فرماتے:

"جب درود شریف پڑھا جائے تو یہ خیال ہونا چاہیے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دربار احدیت میں جلوہ افروز ہیں اور اس ذات گرامی کے روبرو درود شریف پڑھ رہا ہوں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہیں"

## واردات:

ایک روز حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میں اناری جا رہا تھا کہ راستے میں آندھی آ گئی، بارش اور اولے بھی پڑنے لگے، آندھی چونکہ زوروں پر تھی اس لیے درخت گرنے لگے تھے، حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوچا سڑک سے ایک طرف ہو کر چلا جائے، الہام ہوا کہ سڑک پر ہی چلو۔ چنانچہ اولے بھی پر رہے تھے اور بارش بھی ہو رہی تھی اور آندھی سے درخت بھی گر رہے تھے مگر یہ نہایت امن سے اناری پہنچ گئے لوگوں نے ان کے یوں صحیح سلامت پہنچنے پر تعجب کا اظہار کیا جب وہاں سے لوٹے تو سڑک پر بہت سے درخت گرے پڑے تھے۔ سبحان اللہ! اللہ پاک اپنے بندوں کو ہر بلا و وبا سے محفوظ و مامون رکھتا ہے۔

ایک روز فرمایا کہ جب حجام ہماری حجامت بناتا ہے تو استرے کے پھیرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ میرے دل پر پھیر رہا ہے۔ نیز فرمایا جب میں چلتا ہوں تو نیچے سے اوپر تک تمام بدن میں ایک ایسی حرکت پیدا ہوتی ہے کہ تمام دل ہی معلوم ہوتا ہے اور ہر رونگٹے سے اسم ذات ظاہر ہوتا ہے۔

## مکاشفات و کرامات:

اس عنوان کے تحت اگر حضرت اعلیٰ قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کمالات کا ذکر شروع کیا جائے تو ایک عظیم دفتر کی ضرورت ہے مگر یہ بیان پھر بھی تشنہ تکمیل ہی رہے گا۔ آپ کی حیات مبارکہ کے ہر لمحہ میں بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ دنیا کی حاجات والے آتے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دنیا اور آخرت کی برکات ان کے دامن میں ڈال دیتے۔ دین سیکھنے کے لیے کوئی آتا تو اس کے دل کا کاسہ ذوق و شوق اور محبت الٰہی و عشق محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھر دیتے۔ دروازے پر آنے والا کوئی شخص خالی ہاتھ نہ جاتا اپنے سوال کے مطابق متاع دو جہاں حاصل کرتا

ایک ولی اللہ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہوتی ہے کہ وہ مکمل طور پر کتاب و سنت کا پابند اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شیدائی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک منفرد مقام تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قرون اولیٰ کے بزرگوں کی صف میں نظر

آتے ہیں۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ کسی کے دل کی بات جان لینا کچھ بڑی چیز نہیں۔ ہاں اس کے دل کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف پھیر دینا البتہ بڑی بات ہے۔ میرے ہادی و مرشد حضرت سرکار "کرماں والے" رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان اتنی بلند ہے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار میں فرشتے بھی حکم کے منتظر دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔

منشی محمد حسین فیروز پوری کے چچا قصور میں رہتے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ قصور سے پیدل روانہ ہوئے راستہ میں باتوں باتوں میں ایک شخص نے کہا ہم تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تب بزرگ مانیں گے جب آپ ہمیں ایسی چیز کھلائیں جو پہلے کبھی نہ کھائی ہو۔ یہ لوگ جب خدمت عالیہ میں پہنچے کھانے کا وقت تھا حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حسب معمول ان کی خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد خادم کو کھانا لانے کا حکم دیا۔ جب یہ لوگ کھانا کھا رہے تھے تو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آہستہ سے ارشاد فرمایا۔ "فقیروں کا امتحان نہیں لینا چاہیے" اور کھیر کی ایک تھالی ان کی طرف بڑھائی، کھیر بے حد لذیذ تھی۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دریافت فرمایا بھلا یہ کھیر کس چیز کی تھی۔ جب انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ کھیر ہرنی کے دودھ کی تھی۔ سبحان اللہ! انہیں وہی چیز کھلا دی جس کی راستہ میں ان میں سے ایک نے طلب کی تھی۔

میاں عبداللہ ساکن بھر چوکی کے ہمراہ ایک مرتبہ ایک نوجوان طالب علم بھی حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ راستہ میں مکئی کے ہرے بھرے کھیت دیکھ کر اس کا جی للچانے لگا۔ جب بارگاہ عالیہ میں پہنچا تو ایک رکاب میں ابلی ہوئی مکئی کے بھٹے رکھے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "یہ کھالو" اسی اثناء میں گلی سے ایک شخص کی آواز اس کے کانوں میں پڑی "کالے راجامن" طالب علم کو پھر جامن کھانے کا شوق پیدا ہوا۔ حضرت قبلہ نے گھر کے دریچہ سے جامن کی بھری ہوئی تھالی اٹھا کر ان کی طرف بڑھا دی اور فرمایا "لو یہ بھی کھاؤ" تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا "ہر وقت کھانے پینے کی طرف ہی دھیان نہیں رکھنا چاہیے، کچھ اللہ بھی کرنا

چاہیے"۔

## اہل حاجت کی امداد:

کوئی حاجت مند حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار میں حاضر ہوتا تو حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی شکستہ حالی سے آگاہی فرماتے ہوئے چپکے سے اس کے پلے اتنی رقم باندھ دیتے کہ اس کی حاجت روائی ہو جاتی۔

قاضی ضیاء الدین لاہوری فرماتے ہیں کہ میں مقروض تھا اور اسی دوران ایک روز حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوا، طبیعت میں سخت پریشانی تھی۔ جب آپ سے رخصت کا وقت آیا تو ارشاد فرمایا "تمہارے ذمہ کچھ قرضہ تو نہیں ہے" بولے "جی حضور تقریباً تین صد روپیہ کی رقم کا مقروض ہوں" فرمایا "خداوند کریم اپنے فضل سے ادائیگی کا سبب بنا دیں گے" قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ واپسی پر نہایت عمدہ طریقہ سے رقم کی فراہمی اور قرضہ کی ادائیگی کا چند دنوں کے اندر انتظام ہو گیا۔

مولانا مفتی محمد غلام جان متولی اونچی مسجد لاہور بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بڑے اشتیاق کے ساتھ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب لوگوں کے ساتھ نیچے والے کمرے میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سادہ لباس میں ملبوس ایک صاحب بالائی منزل سے تشریف لائے اور میرے روبرو دوزانو بیٹھ گئے۔ میری یہ پہلی ملاقات تھی اور میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا صورت آشنا نہ تھا، میرے ذہن میں حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جو تصور تھا حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس سے بالکل مختلف سادگی کا مرقع تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا "کہاں سے آئے ہو؟" عرض کیا، لاہور سے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا "مولویوں کا فقیروں کے پاس آنے سے کیا مطلب" یہ بولے "انہیں بھلا فقراء سے کیا عداوت ہو سکتی ہے" پھر مولوی غلام مرشد صاحب اور مولوی احمد علی صاحب کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ بھی فقراء کو نہیں مانتے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "آپ تو خفا ہو گئے۔ اچھا آپ کو کیا کام ہے؟" مولوی صاحب نے کہا حضرت میاں صاحب سے ملنا ہے۔ ابھی تک وہ اسی خیال میں تھے کہ ان کا مخاطب کوئی حضور کا خادم ہے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے بعد کسی دوسرے شخص کی طرف

متوجہ ہوگئے ۔ پاس سے کسی شخص نے مولانا صاحب کو اشارہ سے بتلایا کہ حضرت میاں صاحب تو یہی ہیں ۔ مولانا صاحب بہت پشیمان ہوئے کہ ان سے لاعلمی میں کیا کچھ سرزد ہوگیا۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ پھر نیچے تشریف لائے ہاتھ میں کشف المحجوب کی ایک جلد تھی۔ کتاب مولوی صاحب کے ہاتھ میں دے کر فرمایا "چار جگہ نشانیاں رکھ دی ہیں ، دیکھ لیں" اور خود پھر بالا خانہ پر تشریف لے گئے ۔ مولوی صاحب نے کتاب کھولی اور چاروں پر ان کے چاروں سوالات کے جواب تھے۔

1۔ قرآن پاک کی تلاوت بلاناغہ کرنی چاہیے۔

2۔ برادری میں کسی سے مخالفت نہ پیدا کرو۔

3۔ فقراء کی صحبت کو غنیمت جانو۔

4۔ حتی المقدور علماء کی خدمت کرو۔

جوابات پر غور کر رہے تھے تو کاندھے سے رومال لینے کے لیے ہاتھ ادھر اٹھایا۔ اتنے میں سامنے سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پھر نیچے تشریف لے آئے اور دریافت فرمایا "دیکھ لی آپ نے کتاب" اور اس ارشاد کے ساتھ ہی مولوی صاحب کا رومال ان کے کندھے پر رکھ دیا اور ان کو رخصت کیا۔ مولوی صاحب رومال سنبھال کر اٹھے تو اس کے ایک کونے میں کچھ نقدی بندھی ہوئی تھی جو مولوی صاحب کی آمد و رفت کا کرایہ تھا۔

ماسٹر محمد احسان صاحب مرحوم بانی پیکو آرٹ پریس، حافظ عبدالرزاق اور ایک ہندو دوست کے ہمراہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ ماسٹر صاحب ایک اعتقادی مسئلہ میں الجھے ہوئے تھے اس کے حل کے متمنی تھے اور ہندو دوست سوچتے تھے کہ ماس کھانا چاہیے یا نہیں۔

پہلی ملاقات تھی حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ جب بالا خانے سے تشریف لائے تو حاضرین سے پرسش احوال کرتے ان کے سامنے آ گئے ماسٹر صاحب بوجہ رقیق القلبی زبان سے کچھ نہ کہہ سکے، آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی تھی ۔ آپ نے تسلی آمیز لہجے میں فرمایا "تفسیر حقانی پڑھا کریں ، کہیں سے مل جائے گی" ان دنوں تفسیر حقانی بآسانی دستیاب نہیں ہوتی تھی ۔

لاہور پہنچ کر ان کو کافی تلاش کے بعد کتاب مل گئی اور اس کے مطالعہ سے ان کے شکوک و شبہات جاتے رہے۔

ہندو بابو سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ منوسمرتی کا مطالعہ کرو۔ اس نے منوسمرتی کا مطالعہ کیا تو اس میں گوشت خوری کے متعلق سب کچھ لکھا ہوا تھا۔ سبحان اللہ، کیا بے پایاں علم ہے کہ غیر مذاہب کے عقائد کی باتوں اور کتب کے حوالہ جات بھی بیان فرما دیئے۔

## اصلاحِ عقائد:

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہدایت خلق کے منصب جلیلہ پر فائز تھے۔ اس زمانہ میں سب سے بڑا فتنہ انگریزی تعلیم اور تہذیب کے اثرات بد تھے۔ جن کی وجہ سے عوام الناس اور بالخصوص نوجوان طبقہ میں شعائر اسلام سے بیگانگی دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ برملا انگریزی تہذیب کی تباہ کاریوں سے نوجوان نسل کو آگاہ کرتے اور اس کی پیروی سے باز رہنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔ یہ خبر حکمرانوں کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نگرانی اور تفتیش احوال کے لیے سرکاری جاسوس مقرر ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "تم خواہ کتنی مدت یہاں پڑے رہو، تمہیں کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ کلمہ طیبہ کو ہم چھوڑنے سے رہے" آخر دوسرا شخص آیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے دریافت کیا "تم تھانیدار ہو یا حوالدار" وہ شرمندہ ہو کر بولا "جی حوالدار ہوں، کیا کروں، ملازمت ہے، جیسا حکم ہو کرنا پڑتا ہے" مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ بھی نادم ہو کر واپس چلا گیا۔

صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ حضرت قبلہ کے ہمراہ شاہ عالمی بازار، لاہور سے گزر رہے تھے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ میں عصا تھا، جب شاہ عالمی دروازہ کے اندر پری محل کے چوک میں آئے تو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رک گئے، چہرہ مبارک کا رنگ سرخ ہو گیا۔ بازار پر نظر ڈالتے ہوئے عصا پر زور دے کر فرمایا "یہ مکان کب نذرِ آتش ہوں گے" تین مرتبہ بلند آواز سے یونہی ارشاد فرمایا۔ صوفی صاحب پریشان تھے کہ ہندوؤں کا گڑھ ہے کہیں کوئی فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو لیکن پھر آپ وہاں سے روانہ ہو گئے اور کسی نے بات کرنے کی جرأت نہ کی۔ اس فرمان کے تین بتیس سال بعد یعنی

1947ء میں یہ جگہ فرقہ وارانہ فسادات کا مرکز بن گئی اور سب مکانات و دکانات نذر آتش ہو گئیں۔ اب اس جگہ پھر نئی عمارات تعمیر ہوئی ہیں۔ اللہ کے بندوں کی نظر سے ماضی یا مستقبل کی کوئی چیز چھپی نہیں ہوتی۔

صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصور میں تشریف فرما تھے۔ چوہدری نبی بخش سکنہ ترن تارن کے شرابی تھے اور ہر وقت نشہ میں چور رہتے تھے۔ قصور میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شراب خوری سے توبہ کرنے کی تمنا کا اظہار کیا۔ اس وقت حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک خادم خاص بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے بھی چوہدری نبی بخش کے حق میں سفارش کی۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نبی بخش کے کندھے پر ہاتھ مبارک رکھ کر دو مرتبہ فرمایا "توبہ لیا کر ...... توبہ لیا کر" چوہدری نبی بخش نے بیان کیا کہ اسی وقت اس کے دل میں شراب سے سخت نفرت پیدا ہوگئی اور پھر اس کی بو بھی ان کے لیے بے حد تکلیف دہ ہوتی۔

تحصیل دار صاحب دیپال پور حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معتقد تھے۔ حجرہ شاہ مقیم کے گدی نشین حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس تشریف لائے اور تحصیل دار صاحب مذکور کے نام ایک سفارشی رقعہ تحریر کرنے کی درخواست کی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ آپ کا منشا یہ ہے کہ بھائی کا حصہ بھی آپ کو مل جائے۔ مگر وہ رقعہ حاصل کرنے پر اصرار کرتے رہے۔ بالآخر حضرت قبلہ نے رقعہ تحریر کر دیا کہ قرآن پاک کی رو سے ان کا فیصلہ کر دیا جائے۔

شاہ صاحب نے باہر آ کر جب یہ الفاظ پڑھے تو مایوس ہوئے اور رقعہ تحصیل دار صاحب کو پیش نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ تاریخ مقررہ پر جب عدالت میں حاضر ہوئے تو تحصیل دار صاحب نے سب سے پہلا سوال یہی کیا "لائیں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خط مجھے دے دیں، وہ خط کہاں ہے؟" انہوں نے پس و پیش کی اور ادھر ادھر کی باتوں میں ٹالنا چاہا کیونکہ وہ تحریر ان کے خلاف تھی۔ تحصیل دار صاحب نے مقدمہ کی سماعت کے بعد عین قرآن پاک کے مطابق فیصلہ سنا دیا جس سے طرفین میں سے کسی کی حق تلفی نہ ہوئی۔

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خالہ زاد بھائی میاں سر محمد شفیع مرحوم ایک مرتبہ علامہ

محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دردولت پر حاضر ہوئے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاکٹر صاحب کی آمد کی اطلاع کی۔ حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "میں نہیں جانتا تجھے یا تیرے ڈاکٹر کو" سر شفیع اپنا سا منہ لے کر رہ گئے لیکن جلد ہی دریائے رحمت جوش میں آ گیا اور ان کو شرف باریابی حاصل ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سامنے انگریزی معاشرت کی بھرپور مذمت کی اور فرمایا کہ انگریزی تمدن اور معاشرت نے ہمیں تباہ کر دیا ہے اور اس کا اثر ہمارے رگ وریشہ میں سرایت کر گیا ہے اس نے ہمیں دین کا چھوڑا ہے نہ دنیا کا، ہم نے جب سے اسے اپنایا ہے ہم پر خیر و برکت کے دروازے بند ہو گئے ہیں" داڑھی منڈوانے پر ٹوکا اور انگریزی طور طریقوں کی مذمت فرمائی۔ علامہ جھٹ حضرت قبلہ سے معروض ہوئے "بے شک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو گناہوں سے نفرت ہونی چاہیے مگر گناہ گار سے نہیں کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شفیع المذنبین ہیں" ان کا یہ کہنا تھا کہ حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ دھیمے پڑ گئے۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اور ذکر خیر سن کر سب جوش و خروش (جو محض غیرت دین مبین تھی) ٹھنڈا پڑ گیا۔ علامہ صاحب مرحوم کی خاطر تواضع کی اور خوشی خوشی ان کو رخصت کیا۔

ایک دن ملک مہدی زمان خان ڈپٹی کمشنر گجرات حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ حضور رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ علی پوری اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا حکم دیا تھا، وہاں گیا تھا مگر تشنگی پھر حضور رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کھینچ لائی ہے۔ مکان شریف بھی حاضری دی تھی۔ وہاں کچھ سکون قلب حاصل ہوا تھا۔ قرآن پاک کی تلاوت میں کبھی ناغہ ہو جاتا ہے حضرت دعا فرمائیں کہ ناغہ نہ ہو۔ آپ نے فرمایا "کسی کام کے لیے جب کمشنر آپ کو حکم بھیجتا ہے تو آپ تعمیل کرتے ہیں یا اسے دعا کے لیے لکھتے ہیں۔ افسوس اس وقت تو خود بخود عمل ہو جاتا ہے"

دوپہر کے وقت ان کے لیے دستر خوان بچھایا گیا وہ کھانا کھانے کے لیے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئے، حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "اس طرح تو شداد، ہامان اور فرعون بیٹھتے تھے۔ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بندہ ہوں اور بندوں کی طرح بیٹھتا ہوں۔

اس لیے ہم مسلمانوں کو اسی طرح بیٹھنا چاہیے کہ جس طرح ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا ہے۔ ہمیں بائیں پاؤں کو زمین پر بچھا کر اور دائیں کو کھڑا کر کے کھانے کے لیے بیٹھنا چاہیے۔ اسلام ادب سکھاتا ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں میں تکبر آ گیا ہے۔ بے شک ؎

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

### خدمت انسانیت:

صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ شرق پور شریف میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی، ایک شخص اس موذی مرض میں مبتلا ہو کر چل بسا۔ لوگ اس کی میت چھوڑ کر بھاگ گئے سب ڈرتے تھے کہ کہیں وہ خود اس مرض میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ میت کسمپرسی کے عالم میں دیر تک پڑی رہی۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خبر ملی تو ایک خادم کو ہمراہ لے کر اس مکان میں پہنچ گئے اور میت کو لے کر ایک قریبی مسجد کی طرف بڑھے تو لوگوں نے مسجد کے کنوئیں پر میت کو غسل دینے سے روک دیا۔ آپ میت کو لے کر ایک اور کنوئیں پر گئے وہاں بھی لوگوں نے رکاوٹ ڈالی۔ آخر آپ نے کنوئیں سے دور ایک کھیت میں میت کو رکھ کر وہاں اسے غسل دیا، گھڑوں میں پانی بھر بھر کر لے جاتے رہے اور خود ہی اس کی تدفین کا انتظام کیا۔ انسانی ہمدردی کا یہ جذبہ خاصانِ خدا میں ہی نظر آتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مسجد میں بیٹھے تھے۔ مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی ہی تھی، حاجی عبدالرحمٰن پاس ہی تھے، ان سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا "کچھ دیکھا ہے" وہ ادھر اُدھر نظر دوڑا کر بولے: "جی نہیں" آپ نے فرمایا: "ابھی دیکھ لو گے، چند منٹ کے بعد حاجی صاحب بول اٹھے "جی دیکھ لیا ہے" فرمایا "کیا" بولے: یہی کہ حضرت قبلہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے ہیں۔ سبحان اللہ مسجد کی تعمیر دیکھنے کے لیے کس شان کے بزرگ کا فیضان آیا۔

حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: "ایک وقت ایسا تھا کہ دنیا مجھے

ایک تھالی کی مانند معلوم ہوتی تھی''

نیز ایک بار یہ بھی فرمایا کہ:

''میں ایک دفعہ شاہی مسجد لاہور گیا تو وہاں ایسے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ میرے پاس آ گیا ہے اور میں نے اس کا طواف کیا ہے''

## وصال:

عمر کے آخری ایام میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحت بہت کمزور ہو گئی تھی حتیٰ کہ اٹھنے بیٹھنے میں بھی دقت محسوس ہوتی تھی۔ رحلت سے چند ماہ قبل تو جمعہ کی نماز کے لیے بھی مسجد میں جانا دشوار ہو گیا تھا۔ عقیدت مند اور احباب دور دور سے نماز جمعہ کی برکات میں شامل ہونے کے لیے آتے تھے اور زیارت سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون حاصل کرتے تھے لیکن اب انہیں اس شرف سے بھی محرومی ہونے لگی تھی۔ مرض شدت اختیار کر گیا تو مخلص احباب کے مشورہ کے مطابق تبدیلی آب و ہوا کے لیے کشمیر کا سفر اختیار کیا چند ہی دنوں میں طبیعت اکتا گئی اور واپس لاہور تشریف لے آئے۔ لاہور کے تمام ڈاکٹروں اور حکماء نے تپ محرقہ تشخیص کیا لیکن علاج معالجہ سے کچھ افاقہ نہ ہوا۔ چند دنوں کے بعد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لاہور سے شرقپور تشریف لے آئے۔ کہتے ہیں کہ رحلت سے دو ہفتے پہلے اردو زبان میں گفتگو فرمانے لگے اور نماز اشاروں سے ہی ادا کرتے تھے۔ وصال سے چند یوم پیشتر اپنے چھوٹے بھائی حضرت میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بلایا اور حضرت سید نور الحسن بخاری شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بابا عبداللہ فیروز پوری کی موجودگی میں وصیت فرمائی۔

''گھبرانا نہیں۔ مہمانوں کی خدمت میں کوتاہی نہ کرنا۔ جمعہ کی نماز پڑھانا باقی نمازوں اور مسجد کا اہتمام قاری ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حاجی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد کر دینا۔ جمعہ کی نماز کے علاوہ وقتاً فوقتاً نمازیں بھی مسجد میں پڑھانا۔''

انہی ایام میں آپ عصا کے سہارے سے زنان خانہ میں تشریف لے گئے اور سب کو پیار کیا اور الوداع کہتے ہوئے فرمایا:

"اب میں ڈوہراں والا جانا چاہتا ہوں"

3 ربیع الاول 1347 ہجری بمطابق 20 اگست 1928ء بروز دوشنبہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس عالم ناپائیدار سے رخت سفر باندھا، رات کے ساڑھے گیارہ بجے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ بوقت رحلت آپ کی عمر 65 برس تھی۔ آپ کو ڈوہراں والا قبرستان میں دفن کیا گیا۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود اپنی قبر کے لیے زمین کے اس ٹکڑے کو پسند فرمایا تھا۔ یہ پاک قطعہ زمین اب انوار الٰہیہ کا مرکز اور فیض کا سرچشمہ ہے۔

## خلفائے کرام:

حضرت اعلیٰ میاں شیر محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روحانی فیض کا یہ عالم تھا کہ طالبان راہ حق دور ونزدیک سے کشاں کشاں چلے آتے تھے۔ آپ سب کو سیراب کرتے چلے جاتے تھے۔ جو شخص بھی دین کی طلب میں یا دنیا کی غرض سے در دولت پر حاضر ہوا بحروم نہ لوٹا۔ سب کے ظاہر و باطن کو کتاب وسنت کے مطابق ڈھالنے کی سعی فرماتے رہے۔ یہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہی کمال ہے کہ جو شخص بھی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اس پر آپ کی نظر عنایت پڑی تو کایا پلٹ کر رکھ دی۔ دین حق کی پیروی کا جذبہ اور اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے دل میں بھر دی۔ آپ کے ملنے والے اپنے چہرے کے نور اوضاع واطوار اور لباس کی پاکیزگی سے فوراً پہچانے جاتے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا۔ لاکھوں بندگان خدا نے اس چشمہ معرفت سے فیض حاصل کر کے دولت دو جہاں حاصل کی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متوسلین نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق فیضان حاصل کیا۔ پاک ہستیوں کے اس انبوہ کثیر میں بعض مقربین نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے زہد وتقویٰ عشق ومحبت اور منازل سلوک میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو خلق خدا کی ہدایت ورہنمائی پر مامور فرمایا ان باکمال ہستیوں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیم اور طریقہ کو جاری رکھا۔ حضرت میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے حقیقی جانشین اور خلیفہ مجاز تھے۔ اعلیٰ حضرت سرکار شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تین برس

تک انتہائی خوش اسلوبی سے آستانہ عالیہ شرقپور شریف کا انتظام چلایا اور عقیدت مندان دربار کی روحانی تربیت فرماتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلفاء میں سے مندرجہ ذیل حضرات بالخصوص قابل ذکر ہیں۔

حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری ''حضرت صاحب کرمانوالے'' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری ''حضرت کیلیانوالے'' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت صاحبزادہ حافظ محمد عمر صاحب ''بیربل شریف'' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت صاحبزادہ مظہر قیوم صاحب ''مکان شریف'' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت حاجی عبدالرحمٰن صاحب (قصور) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مندرجہ بالا نامور اور باکمال ہستیوں کے علاوہ معرفت کے اس نیز اعظم کے نور سے اور بھی کئی سینے منور ہوئے۔ جن کے ذکر کے لیے الگ دفتر مطلوب ہیں۔

اس کتاب میں قطب دوراں، شاہباز ولایت حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پاکیزہ زندگی کے حالات قارئین کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات بابرکات جامع جمیع کمالات تھی۔ کتاب کے مطالعہ سے قارئین کو اس کی ایک جھلک نظر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ اس عاجز کو یہ ذکر دل نشیں انداز میں بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اسے میری نجات اخروی کا ذریعہ بنائیں۔ اس کتاب کے موجودہ ایڈیشن میں حضرت قبلہ کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لخت جگر، منظور نظر، قطب دوراں پیر طریقت غوث زماں سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات زندگی کا مختصراً ذکر کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کے بڑے صاحبزادہ سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے صاحبزادہ جناب پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات زندگی کا بھی مختصراً ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اس سعی مشکور کو قبول و منظور فرمائے۔

# ارشاداتِ عالیہ

بندۂ مومن جب عشق و محبت رسول اللہ ﷺ کی وادیوں سے گزرتا ہوا معرفت الٰہی کی منزل میں قدم رکھتا ہے تو اس کی کایا پلٹ چکی ہوتی ہے، اس کے قول و فعل فکر و عمل کے سب نقوش قرآن و سنت کے اتباع کامل پر مبنی ہوتے ہیں۔ عقل و دانش کے یہی دونوں سرچشمے دراصل ہر قسم کے عیب سے پاک ہیں۔ قیامت تک ان میں کوئی نقص یا رخنہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ مومن کامل بھی قرآن و سنت کی روشن قندیلوں کی ضیاء سے رہنمائی حاصل کرتا ہے اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ اور اس کے روزمرہ کے اعمال کا ہر جزو کتاب و سنت سے پوری پوری مطابقت رکھتا ہے۔

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے جو کلمات نکلتے وہ کتاب اللہ کی تفسیر اور سنت رسول مقبول ﷺ کی تشریح و تعبیر ہوتی تھی۔ ایسی بات زبان سے نہ نکالتے جس پر خود عمل پیرا نہ ہوتے۔ تصنع یا بناوٹ کو مطلق دخل نہ ہوتا تھا۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر یہاں تبرکاً آپ کے کچھ ارشادات نقل کیے جاتے ہیں یہ قیمتی موتی حرز جان بنانے کے قابل ہیں۔

☆ کم بخت وہ ہے جس کو آخرت کی فکر نہیں اور دنیا کی لذات میں مبتلا ہے۔

ایسی دولت جمع کرو جو تمہارے ہمراہ جا سکے۔ دنیا کا مال و متاع تو اسی دنیا میں رہ جائے گا۔

☆ حماقت یہ ہے کہ اعتقاد رکھے اور عمل نہ کرے۔

☆ ایک بری عادت کو چھوڑنا سو برس کی عبادت سے افضل ہے۔

☆ ایمان کی بناء چار اصولوں پر ہے۔ بارگاہ الٰہی میں تقرب حاصل کرنے

کے لیے ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اصول یہ ہیں:

1۔ زبان کا اقرار 2۔ دل کی تصدیق 3۔ تن کا عمل 4۔ سنت کی مطابقت

1۔ جو زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق نہ کرے وہ منافق ہے اور منافق کافر سے بدتر ہے۔

2۔ جو شخص زبان سے اقرار کرے اور دل سے بھی تصدیق کرے مگر عمل نہ کرے وہ فاسق ہے اور فاسق اپنے قصور کے مطابق دوزخ میں جائے گا۔ کم از کم ایک ساعت یا زیادہ سے زیادہ ستر برس۔

3۔ جو شخص زبان سے اقرار کرتا ہے، دل سے تصدیق بھی کرتا ہے اور عمل بھی کرتا ہے مگر سنت نبوی ﷺ کی متابعت میں تغافل کرتا ہے وہ بدعتی ہے اور بدعتی دوزخ میں جائے گا۔

☆ اگر تم میں یہ تین عادات ہوں تو حساب آخرت میں آسانی ہوگی اور مولا کریم جنت میں داخل کریں گے۔

1۔ جو تم کو نہ دے تم اس کو دو اور محروم نہ رکھو۔

2۔ جو تم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کردو۔

3۔ جو رشتہ دار تم سے قطع تعلق کرے تم اس سے ملو جلو اور قطع نہ کرو۔

☆ حدیث شریف وہی ہے جو کچھ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا۔ اور قرآن شریف بھی حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا، گویا قرآن شریف بھی حدیث ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی تصدیق پر ہی قرآن شریف کی صداقت ہے۔

☆ ہر کام شروع کرنے سے قبل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لیا کرو۔

☆ دنیا ایک دریا کی مانند ہے۔ آخرت اس کا کنارہ ہے اور اس دریا سے پار اترنے کے لیے ''تقویٰ'' کی کشتی چاہیے اسکے بغیر پار اترنا محال ہے۔ اسلام کی خوبی یہ ہے کہ

مسلمان بیکار باتوں کو چھوڑ دے اور ان میں مشغول ہو کر وقت ضائع نہ کرے۔

ظاہر کی پاکی باطن کی پاکی کے موافق ہو جب ہاتھ دھوئے تو چاہیے کہ دل کو حب دنیا سے دھوڈالے جب استنجا کرے تو جس طرح ظاہری پلیدی سے نجات حاصل کی اسی طرح باطن کو غیر کی دوستی سے پاک کرے۔

☆ تمام مخلوق ان تین صفات پر ہے۔

1۔فرشتے عقل رکھتے ہیں مگر خواہش اور غضب نہیں رکھتے۔

2۔حیوان خواہش اور غضب رکھتے ہیں مگر عقل سے محروم ہیں۔

3۔انسان خواہش اور غضب اور عقل تینوں رکھتا ہے اگر انسان خواہش اور غضب کو تابع عقل کرے تو فرشتہ کا اعلیٰ درجہ حاصل کرے لیکن عقل کو خواہش اور غضب کے تابع کرنے سے یہ حیوان سے بھی بدتر ہے۔ انسان لذت حیوانی اور خواہش نفسانی کی طلب تو کرے مگر بقدر ضرورت وہ بھی ایسی جیسے مصالحہ کی مقدار طعام میں ہوتی ہے۔

☆ زندگی کو بہتر نہ سمجھو جب تک کوئی بہتر کام تم سے نہ ہو۔

☆ کسی میت کو دیکھ کر اپنی موت کو یاد کرو۔

☆ شریر وہ ہے جو کہ شرارت کرے اور غرباء کو ستائے، وہ ہمیشہ بھوکا رہتا ہے جس کو طعام سے سیری ہو جاتی ہے۔

☆ جس کو مال سے تونگری ہوتی ہے وہ ہمیشہ درویش ہے۔

☆ جو لوگوں سے حاجت چاہتا ہے وہ محروم ہے۔

☆ جو اپنے کام میں خدا سے یاری نہیں چاہتا خوار ہوتا ہے۔

☆ جو آدمی جوانی میں خدا کے فرمان کو ضائع کرتا ہے، خداوند تعالیٰ بڑھاپے میں اس کو خوار کرتے ہیں۔

☆ جو آدمی ایک دن صدق دل سے خدمت کرتا ہے، اس ایک دن کی برکت ساری مخلوق

کو پہنچتی ہے، پس اس کا کیا حال ہوگا جو ساری عمر خدمت میں رہتا ہے۔

☆ چھ آدمی چھ چیزوں کے سبب دوزخ میں جائیں گے۔

1۔ عرب کے لوگ تعصب اور عداوت کی وجہ سے

2۔ گاؤں کے رئیس تکبر کی وجہ سے

3۔ سوداگر دغابازی کی وجہ سے

4۔ عوام جہل کے سبب سے

5۔ حاکم ظلم کی وجہ سے

6۔ عالم حسد کی وجہ سے، کیونکہ حسد نیکیوں کو جلا دیتا ہے اور حاسد کا کوئی مددگار نہیں۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ اسد اللہ الغالب مطلوب کل مظہر العجائب والغرائب کرم اللہ وجہہ نے ایسی حکمت آموز باتیں بیان کیں جن کی طرف کسی کا ذہن نہیں دوڑا: ۔ مثلاً

1۔ جس کی بات میں نرمی ہوگی اس کے دل میں محبت کا ضرور مادہ ہوگا۔

2۔ جس بندہ نے اپنے نفس کی قدر پہچانی، وہ کبھی ہلاک نہ ہوا۔

3۔ جس سے چاہے مانگ مگر اس بات کا یقین کرلے کہ تو اس کا قیدی ہو چکا ہے اور جس کو چاہے دے، تو اُس کا حاکم و امیر ہوگا اور تو جس سے چاہے استغنا اور بے پروائی برت، انجام کار اُسی جیسا ہو جائے گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسلمان کو کفر سے اجتناب کرنے کے بعد چاہیے کہ اپنی آنکھ، کان، پیٹ، شرمگاہ، ہاتھ، پاؤں، دل اور زبان کو صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے روکے۔

فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ عنقریب ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اسلام اور قرآن کا صرف نشان باقی رہ جائے گا۔ مسلمانوں کی مساجد آباد ہوں گی مگر در حقیقت وہ

ہدایت سے خالی ہوں گے۔ اس زمانے کے علماء روئے زمین کے آدمیوں میں سب سے زیادہ شریر ہوں گے، انہیں کی طرف سے فتنہ وفساد شروع ہو گا اور انہیں پر ختم ہو گا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ پیٹ کے دھندوں میں گرفتار ہوں گے، ان کی بڑائی دنیا کی دولت کے لحاظ سے ہو گی، ان کا قبلہ عورتیں ہوں گی، ان کا مطلوب سیم و زر ہو گا۔ یہ لوگ خدا کے بندوں میں سب سے زیادہ بُرے ہوں گے، حالانکہ خداوند کریم کے نزدیک ان کی کچھ وقعت نہ ہو گی اور یہ وہ زمانہ ہو گا جب لوگ دین کو مٹا دیں گے اور بدعتیں جاری کریں گے، اس وقت جو کوئی میری سنت پر عمل کرے گا، غریب تجبارہ جائے گا اور جو بدعت کی پیروی کرے گا، پچاس ساٹھ سے زائد اس کے مصاحب بن جائیں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ، کیا ہمارے بعد کوئی ہم سے افضل ہو گا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ہاں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بولے، حضور! وہ لوگ کس طرح رہیں گے؟ فرمایا "جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے، اسی طرح سے ان کے دل گھلا کریں گے، ان کی زندگی اس طرح ہو گی جیسے سرکہ کے کیڑے سرکہ میں بسر کرتے ہیں۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ لوگ دین کی حفاظت کس طرح کریں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا، جس طرح تم انگیٹھی کی حفاظت کرتے ہو، چھوڑ دو تو بجھ جائے ہاتھ لگاؤ تو جل جائے۔"

فرماتے جو آدمی چالیس سال تک مال شبہ کھاتا ہے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ بقول حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کہ شبہ کا ایک درہم واپس پھیر دینا میرے نزدیک ایک سے چھ لاکھ درہم تک خیرات کرنے سے بہتر ہے، فرمایا شبہ کے مال سے ایک آدمی لقمہ کھاتا ہے اس سے اس کا دل چمڑے کی طرح بگڑ جاتا ہے اور اصلی حالت پر نہیں آتا۔

☆☆☆

# ارشادات وملفوظات

## حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

چونکہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو چشتیہ سلسلہ سے بھی بہت محبت تھی اور آپ اکثر پاکپتن شریف، سیال شریف، چشتیاں شریف اور بالخصوص تونسہ شریف تشریف لے جاتے تھے۔ اور اکثر اپنے جمعہ کے خطبات میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اقوال بھی بیان فرماتے تھے لہذا مناسب ہوگا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند ارشادات وملفوظات کا بھی تبرکاً ذکر کیا جائے

(بحوالہ تذکرہ خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اردو ترجمہ نافع السالکین)

ﷺ فرمایا کہ ہر کسی نے ازلی نصیبہ کے مطابق اس دنیا میں ظہور کیا ہے، چنانچہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

اَلسَّعِیۡدُ سَعِیۡدٌ فِیۡ بَطۡنِ اُمِّہٖ وَ الشَّقِیُّ شَقِیٌّ فِیۡ بَطۡنِ اُمِّہٖ

نیک بخت اپنی ماں کے پیٹ سے نیک بخت پیدا ہوتا ہے، بد بخت اپنی ماں کے پیٹ سے بد بخت پیدا ہوتا ہے

ﷺ میاں محمد یار منشی نے جو کہ حضور انور کی خدمت میں بیٹھا تھا، بیان کیا کہ ابو جہل نے جس کا زمانہ جاہلیت میں ''ابوالحکم'' نام تھا۔ ایک اعرابی کے اونٹ ظلم وتعدی سے چھین لیے۔ وہ اعرابی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے اونٹوں کو چھڑانے کے واسطے سفارش چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تو میرے ساتھ دشمنی رکھتا ہے۔ میرے

کہنے سے کیسے تیرے اونٹوں کو رہا کرے گا۔ لیکن وہ نہ مانا اور نہایت عاجزی سے اصرار کیا۔ مجبوراً آپ اس کے ساتھ چل پڑے، ابوجہل آنحضرت سرور کائنات ﷺ کو دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا اور دست بستہ آپ کی خدمت میں عرض کرنے لگا کہ جناب اس جگہ کیسے تشریف لائے ہیں؟ فرمایا کہ اس اعرابی کے اونٹوں کے چھڑانے کے واسطے آیا ہوں۔ اس نے کہا کہ اونٹوں کو رہا کر دیا جائے۔ سید المرسلین ﷺ کی واپسی کے بعد حاضرین نے حضور کی تعظیم کرنے اور آپ کا حکم ماننے کا سبب پوچھا اور کہا کہ ہم حیران ہیں کہ پہلے تو تجھے اس لڑکے کے ساتھ دشمنی تھی، کیا وجہ ہے کہ آج اتنی تعظیم کی اور ان کا حکم بجالایا۔ کہنے لگا کہ جب وہ میرے پاس آئے تو مجھ کو ان کے دونوں کندھوں کے برابر دو شیر منہ کھولے ہوئے نظر آئے ان کے دیکھنے سے مجھ پر اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ اگر بال برابر بھی ان کی تعظیم اور فرمانبرداری میں کوتاہی کرتا تو مجھے ڈر تھا کہ وہ میری گردن توڑ دیتے۔

حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک روز حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ جنگل میں جا رہے تھے جب قصبہ خرقان کی جگہ پہنچے تو ٹھہر گئے اور بو سونگھنے لگے، لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ یہاں ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام ابوالحسن خرقانی ہوگا۔ میری وفات کے کچھ سال بعد پیدا ہوگا اور میری قبر پر آ کر مجھ سے مستفید ہوگا۔

## ولی کامل:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہر ولی کا آخری مرتبہ تسلیم و رضا ہے۔ اس پر میاں محمد مزل جو کہ آپ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عشاق میں سے تھے، عرض کیا کہ جب اولیاء اللہ کا یہ حال ہے کہ وہ ہر بات پر سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں تو اہل حاجت جو ان کے پاس آتے ہیں ان کی حاجات کیسے پوری ہوتی ہیں، فرمایا کہ چونکہ حق تعالیٰ چاہتے ہیں کہ یہ بندہ تسلیم و رضا کی وجہ ہماری جناب میں عرض نہیں کرتا، خود بخود اس کی حاجت کو پورا کر دیتے ہیں۔ چنانچہ آیت کریمہ "فاتخذوہ وکیلا" اس معنی پر صریحاً دلالت کرتی ہے نیز فرمایا کہ ہر قول و فعل جو کہ

کاملین سے سرزد ہوتا ہے وہ عین شریعت ہوتا ہے اگر چہ عوام الناس کے فہم میں نہ آئے۔ 1
لیکن حقیقت میں وہ شریعت کے عین مطابق ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ مجھے حضرت
کے ساتھ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے جانے کا اتفاق ہوا، راستے میں ایک
روز ایک کنوئیں پر قیلولہ کے لیے ٹھہرے فقیروں نے جسارت کر کے اس کنوئیں کی زراعت خربوزہ
اور منگ وغیرہ کو حضرت کے سامنے کھانا شروع کیا۔ آپ نے کسی کو منع نہ فرمایا۔ میں اس بات سے
بہت متعجب اور حیران ہوا جب اس کنوئیں کا مالک حاضر ہو کر حضرت کی قدم بوسی سے مشرف ہوا تو
کہنے لگا کہ اس غلام کی بہت ہی خوش نصیبی ہے کہ ذات گرامی اس کنوئیں پر تشریف لائی ہے اور اس
غلام کے ہاتھ کی کاشت کردہ زراعت درویشوں کے کام آئی ہے۔ اس کنوئیں کا آباد کرنا اور
زراعت کا کاشت کرنا میری ابدی سعادت کا باعث بنا ہے۔ اس کے بعد باقی زراعت بھی خوشی
سے درویشوں کے حوالہ کردی۔ پس معلوم ہوا کہ درویشوں کا (خربوزے وغیرہ) کھانا اور حضرت کا
منع نہ فرمانا شریعت کے خلاف نہ تھا۔ اس لیے کہ نص شریعت سے ثابت ہے کہ صدیق کا مال بغیر
اجازت کے کھانا جائز ہے۔

نیز فرمایا کہ زیتون کی تسبیح پر پڑھنا مستحب ہے اور پتھر کی تسبیح پر پڑھنا منع ہے اس لیے
کہ یہ دل کو سخت کرتی ہے اور تسبیح کو کلائی پر لپیٹنا اور گلے میں ڈالنا نحوست کا سبب ہے اور کپڑے کو
الٹا کر کے سینا بھی ادبار کے اسباب میں سے ہے۔ ان باتوں سے احتراز کرنا چاہیے۔ حضرت قبلہ
رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سالک کو چاہیے کہ دنیا داروں کی صحبت سے دور رہے کیونکہ یہ لوگ حب

---

☆۔ 1 اس کا مطلب یہ نہیں کہ کامل اگر خلاف شریعت بھی کرے تو اسے شریعت ہی کہا
جائے گا بلکہ یہ مطلب ہے کہ کامل ہوتا ہی وہ ہے جس کا ہر قول شریعت کے مطابق ہو۔

" اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ "

خبردار: جان لو کہ اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے نہ ہی ملال یہ وہ لوگ
ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا۔

دنیا میں مستغرق ہو جاتے ہیں تو خدا کا خوف ان کے دلوں سے نکل جاتا ہے حتیٰ کہ ان کے دلوں میں چیونٹی کے کاٹنے کے خوف کے برابر بھی خوف نہیں رہتا۔

نیز فرمایا کہ دنیا داروں کو خدا تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے قول کے ساتھ نصیحت نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ ان کی تو حق تعالیٰ کے ساتھ نسبت دشمنی پیدا ہو چکی ہے لہذا دشمن کے سامنے بات نہ کرنی چاہیے بلکہ پہلے ان کی دشمنی کو دوستی میں تبدیل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک روز بعد نماز عصر مسجد مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کی خدمت میں بے شمار علماء، صلحاء اور اغنیاء ہر علاقہ کے حاضر تھے کہ ایک شخص شیخ احمد نام جس کو عرف عام میں زنبو کہتے تھے ایک برتن پانی کا بھرا ہوا حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں لایا اور کہنے لگا کہ میں نے جو نیا کنواں کھدوایا ہے یہ اس کا پانی ہے آپ اس کو چکھیں کہ کیسا ہے؟ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس میں سے تھوڑا سا پانی نوش فرما کر فرمایا کہ تیرے کنویں کا پانی چاہ دادوالہ کے پانی سے زیادہ میٹھا اور تر ہے اس نے جواب دیا کہ یہ جناب ہی کے طفیل ہے کیونکہ اگر جناب والا اس غلام کو مبلغ دو سو روپیہ عطا نہ فرماتے تو اس کی تعمیر نہ ہو سکتی کیونکہ میرے گھر میں جو کچھ موجود تھا میں نے خرچ کر دیا تھا مگر کنواں کی تکمیل نہیں ہو سکی تھی۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بات اس طرح نہیں ہے جس طرح تم کہتے ہو بلکہ دینے اور دلانے والا تو وہی ہے میں درمیان میں نہیں ہوں اس لیے کہ آخر شب میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے دل نے کہا کہ مبلغ مذکور شیخ زنبو کو دینے چاہئیں اور چونکہ تمہارا مکان شہر سے باہر تھا اس لیے ایک دن کا توقف ہو گیا تھا اور عادت کے مطابق کہ مسنون طریقہ بھی ہے، میں سونے کے لیے لیٹ گیا تھا اور نماز فجر کے بعد تجھے بلا کر جب تک مبلغ مذکور ادا نہیں کر دیا گیا مجھے آرام نہیں آیا۔ مولف ملفوظات کہتا ہے، حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ بات سن کر میرے دل میں فوراً یہ بات آئی کہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول اسی طرح ہے، جس طرح کہ مولانا روم قدس سرہ نے فرمایا ہے:

ازپئی روپوش عامہ مومناں
وحی دل گویئز ایں را صوفیاں

اس لیے کہ حضرت قبلہ نے دل کے کہنے کے بعد قرار نہیں کیا (یعنی جو دل نے کہا اسے کر گزرے پس معلوم ہوا کہ وحی دل سے مراد (مجازاً) وحی ہی ہے۔

ایک شخص واصل نامی مجلس میں حاضر تھا اس نے کہا کہ میں نے عرب وعجم کی سیر کی ہے لیکن جناب کی ذات مبارک کی نظیر میں نے کہیں نہیں دیکھی کہ آپ گھوڑے، اونٹ اور دوسرے جانور اور نقد اور جنس کپڑے اور آٹا اور طعام لوگوں کو دیتے ہیں اور مریضوں کے لیے دوائیں عطا فرماتے ہیں پھر اس کے ساتھ گمراہوں کو حق تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ بھی بتاتے ہیں۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ اے میاں واصل! میری بات توجہ سے سنو۔ میں جب اپنے وطن کوہ ورگ سے علم پڑھنے کے لیے اس شہر میں آ کر مسجد سفید میں سکونت پذیر ہوا تو ایک نورباف نے میرا وظیفہ مقرر کیا، اس کے دروازہ پر ایک کتا تھا اور میں اس سے بہت ڈرتا تھا، پہلے مسجد کے صحن سے، جو کہ اس کے گھر سے اونچا تھا، جھانک کر دیکھتا تھا۔ اگر کتا اس کے دروازہ پر اس وقت نہ ہوتا تو دوڑ کر اپنا وظیفہ لے آتا اور کھالیتا۔ ورنہ سارا دن فاقہ سے گزار دیتا۔ میں تو وہی ہوں لیکن حق تعالیٰ کی ذات کریم ہے کہ اس نے مجھے اپنی عنایات سے نوازا۔ مؤلف کہتا ہے کہ غور کرنا چاہیے کہ مردان خدا باوجود یہ کہ ان کا مقام نہایت بلند ہوتا ہے کس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے اور تحدیث نعمت کرتے ہیں اور ان کے کلام اور ان کے وجود میں نفسانیت کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا، اسی لیے عراقی قدس سرہ نے فرمایا ہے؛

گل توحید نروید بہ زمینے کہ درو
خار شرک و حسد و کبر و ریا دکیں است

نیز حضرت قبلہ نے فرمایا کہ **وَالْعَفُوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَقْبُوْلٌ** یعنی عفو بخشش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مقبول ہے نیز فرمایا کہ سالک کو چاہیے کہ چار چیزیں اپنے اوپر لازم کرلے۔

**قِلَّةُ الطَّعَامِ وَ قِلَّةُ الْكَلَامِ وَ قِلَّةُ الْمَنَامِ وَ قِلَّةُ**

## اَلصُّحْبَتِ مَعَ الْاَنَامْ

یعنی تھوڑا کھانا تھوڑا بولنا تھوڑا سونا اور لوگوں سے کم ملنا جلنا اختیار کرے تا کہ کامل ہو جائے۔

ﷺ نیز فرمایا کہ صُحْبَتُ الْاَغْنِیَاءِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ وَلَوْ کَانَتْ سَاعَۃً" امراء کی صحبت میں دل مردہ ہو جاتا ہے اگر چہ وہ ایک ساعت ہی کیوں نہ ہو۔

ﷺ حضرت نے فرمایا کہ سالک کو چاہیے کہ دنیا سے دور رہے کیونکہ دنیا کی مثال کوڑا کرکٹ کی سی ہے اور دنیا کا طالب مانند گدھے کے ہے اس بات کی دلیل کے لیے یہ شعر پڑھا

چیست دنیا سربسر بے سر شدن
در پی آں کوکن چوں خرشدن

ﷺ نیز فرمایا کہ اگر درویش کو کشفی طور پر معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ کی مرضی فلاں کام کے پورا نہ ہونے میں ہے پھر بھی اس کے لیے ہمیشہ دعا کرتا رہے کیونکہ بندہ کے لائق بندگی ہی ہے اور فقر کا کمال بھی عبودیت وعجز ہی میں ہے۔ نیز اس کے حکم کی تعمیل بھی اسی میں ہے کیونکہ اس نے دعا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا) القرآن۔

ﷺ نیز فرمایا کہ سالک کو چاہیے کہ ہمیشہ حق تعالیٰ کی جناب میں خشوع وخضوع کرتا رہے اور اس کی جناب میں گریہ وزاری کر کے اپنا مقصود دلی طلب کرے تا کہ اس پر رحمت کے دروازے کھولے جائیں۔ بعد میں یہ شعر ارشاد فرمایا:

تانگرید کود کے حلوہ فروش
بہر بخشائش کجا آید بہ جوش
تانہ گرید ابر کے خندد و چمن
تانگرید طفل کے جو شد لبن

ﷺ نیز فرمایا کہ دونوں جہانوں کی بادشاہی تو حق تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ نادرشاہ خراسانی نے جاسوسی کے لیے ایک شخص کو ہندوستان کی طرف بھیجا۔ وہ شخص اجمیر شریف پہنچا اور حضرت خواجہ معین الحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تصرف کو دیکھ کر حیران ہو گیا

کہ ان کی عجب حکومت ہے کہ تمام اشیاء کا نرخ روزانہ ان کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے اور لوگ اپنی حاجات سے متعلق درخواستیں ان کے دربار میں عرض کرتے ہیں۔ جب وہ شخص شاہ مذکور کے پاس لوٹ کر گیا تو اس نے حال احوال پوچھا۔ اس نے جو دیکھا، سنا تھا، بیان کیا اور کہنے لگا کہ ہندوستان کے عجائبات میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ وہاں ایک قبر ہے جو کہ بادشاہی کر رہی ہے۔

نیز فرمایا کہ حضرت سلطان ابراہیم ادھم بلخی قدس سرہ سفر میں ایک رات کے لیے ایک مسجد میں ٹھہرے۔ مسجد کا متولی مسجد کا دروازہ بند کر کے چلا گیا۔ رات کو شیخ قدس سرہ قضائے حاجت کے لیے اٹھے۔ باہر جانے کے لیے دروازہ کھٹکھٹایا لیکن وہ نہیں کھلا۔ آخر مجبوراً انہوں نے مسجد کے ایک گوشہ میں ایک موٹے کپڑے میں قضائے حاجت کر کے اس کو مسجد کے ایک طاق میں رکھ دیا۔ صبح سویرے مسجد کا متولی آیا۔ مسجد کا دروازہ کھولا، شیخ قدس سرہ مسجد سے باہر چلے گئے۔ جب نمازی ادائیگی نماز کے لیے آئے تو مسجد کو ایک ایسی خوشبو سے معطر پایا کہ مشک وعطر سے بڑھ کر تھی۔ انہوں نے متولی سے پوچھا کہ یہ عجیب قسم کی خوشبو کہاں سے آ گئی۔ اس نے کہا مجھے کچھ خبر نہیں۔ جب انہوں نے مسجد کے طاق میں سے اس ٹاٹ کو اٹھا کر سونگھا تو کہنے لگے کہ ایسی خوشبو تو دنیا بھر میں کہیں بھی نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی حتیٰ کہ اس علاقہ کے بادشاہ کو بھی اس کی خبر پہنچی اس نے وہ خوشبو طلب کیا اور اس کو اپنے تاج میں رکھ لیا نیز ہفت اقلیم کے بادشاہوں کو ہدیہ کے طور پر بھیجی سب نے اسے بہت پسند کیا اور اپنے تاجوں میں رکھا۔ بعدہٗ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم قدس اللہ سرہ الاقدس کی طرف الہام کیا کہ ہم نے تجھ کو دنیا کے چھوڑ دینے کے سبب سے ایسا مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ تیرے فضلہ کو دنیا کے بادشاہ اپنے سروں پر رکھتے ہیں

نیز فرمایا کہ ایک رات حضرت سلطان ابراہیم قدس سرہ برفباری سے بچنے کے لیے ایک غار میں گئے اور ایک بڑے سانپ کی پیٹھ کی پشم پر آرام کیا اور ساری رات وہاں گزار دی۔ سانپ نے حکم الٰہی کے مطابق حضرت کو کوئی تکلیف نہ دی۔ جب دن چڑھا تو حضرت اس واقعہ سے مطلع ہوئے اور صحیح سلامت غار سے باہر آئے۔ اس وقت حق تعالیٰ نے اس خطاب سے سرفراز فرمایا، کہ؛

نَجَّیْنَاکَ عَنِ الْمُتْلِفِ بِالْمُتْلِفِ

**ترجمہ** : ہم نے تم کو ہلاک کرنے والی چیز (برف) سے دوسری ہلاک کرنے والی چیز (سانپ) کے ذریعہ بچالیا۔

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک عام اور خاص شخص کے درمیان فرق صرف اتنا ہے کہ جو کوئی خداوند تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق پر قناعت کرتا ہے اور اس کے دل میں زیادتی کی طلب اور حرص نہیں ہوتی وہ خواص میں سے ہوتا ہے اور جس کا حال اس کے برعکس ہو وہ عوام میں سے ہوتا ہے۔

ایک روز میرے حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ شعر پڑھا:

آن تلخوش کہ صوفی ام الخبائش خواند
اشی لنا واحلکی من قبلۃ العذارا

حاجی کاتب حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ یہ فقیر بھی تھا۔ اس نے حضور انور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا کہ یا حضرت اس شعر کے کیا معنی ہیں؟، جواب میں فرمایا کہ جب صوفی مقام جمع میں پہنچتا ہے تو واجب اور ممکن اسے ایک نظر آتے ہیں (یعنی ممکن کو واجب میں فانی دیکھتا ہے) اور تفرقہ اس کی نظر سے اٹھ جاتا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ مستی سے مراد فنائیت اور مست سے مراد فانی فی اللہ ہے۔ اس کے بعد یہ شعر کہا۔

مستی بچشم شاہد و دلبند ماخوش است
زاں روسپردہ اندبہ مستان زمام

نیز فرمایا

حافظ چوروزہ رفت کل نیزمے رود
لاچار بادہ نوش چوررفت است کارما

روزہ سے مراد زہد ہے کل سے مراد تجلیات اور مے سے مراد عشق ہے۔

نیز فرمایا کہ سالک کے لیے چند چیزوں کے بغیر چارہ نہیں ہے اور صوفیاء ان کو دنیا میں

شمار نہیں کرتے بلکہ ان کو امور دینیہ میں شمار کرتے ہیں جیسا کہ قوت لایموت عبادت کے لیے، کپڑا ستر عورت کے لیے اور کپڑا بقدر حاجت بقاء زندگی کے لیے اور ٹھکانا عبادت کے لیے اور علم بقدر ضرورت عمل کے لیے۔ چنانچہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مطابق ماسوائے پانچ چیزوں کے ساری دنیا فضول اور بے کار ہے وہ پانچ چیزیں یہ ہیں:

1)۔ اتنی خوراک جس سے قوت باقی رہے۔
2)۔ پانی جس سے پیاس بجھ سکے۔
3)۔ علم جس پر عمل کیا جاسکے۔
4)۔ گھر جس میں سکونت اختیار کی جائے۔
5)۔ پانچویں بات کا مؤلف نے ذکر نہیں کیا غالباً کپڑا ہوگا جس سے بدن ڈھانپا جاسکے ...... (احقر مترجم)

چنانچہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہمہ تن دنیا کمانے میں لگ جائے وہ بد بخت ہے اور جو کوئی ہمہ تن آخرت کے کام میں مشغول ہو وہ نیک بخت ہے اور جو کوئی کچھ وقت اپنے اور اپنے اہل وعیال کی روزی کے لیے کسب دنیا میں صرف کرے اور باقی وقت حق تعالیٰ کی یاد میں گزارے وہ بھی نیک بخت ہے لیکن کامل وہی ہے جو اپنے سارے اوقات اپنے مولا کی یاد میں صرف کرے اور تمام اسباب سے قطع نظر کر کے مولا پر توکل کرے کیونکہ بغیر توکل کے مرتبہ ولایت حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب سالک اپنے شیخ کی زیارت کو جائے تو چاہیے کہ اس کے پاس ہی قیام کرے کیونکہ صحبت سے ہی کچھ حاصل ہوتا ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ شیخ کی صحبت کے ساتھ اس کا ادب بھی ملحوظ رہے کیونکہ بغیر ادب کے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور اگر اپنے شیخ کے مزار کی زیارت کے لیے جائے تو بھی اپنے شیخ کے مزار کے قریب قیام کرے

اور شہر میں نہ ٹھہرے تا کہ اسے کچھ حاصل ہو۔ صرف شیخ کے شہر میں ٹھہرنے سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

## عورت سجادہ نشین نہیں ہوسکتی

آپ نے فرمایا کہ عورت کے واسطے نہ پیغمبری ثابت ہے نہ عہدہ قضا نہ بیعت لینا اور نہ سجادہ نشینی۔ مگر باوجود اس کے حاجی شیخ احمد کی موجودگی میں جو کہ ایک مرد صالح اور لائق سجادگی تھے، حکومت خراسان نے دنیا کے لالچ کی وجہ سے بہاؤالدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسند سجادگی پر ایک عورت کو مقرر و مسلط کر دیا اس روز سے شاہ خراساں کے حکم میں خلل ظاہر ہوا۔ اس لیے کہ بعض مردان کامل نے دیکھا کہ صاحب مزار، مزار سے سینے تک باہر آ کر فرماتے ہیں کہ ان کتوں کو مار مار کر یہاں سے نکال دو۔ عورتوں کو مسند سجادگی پر انہی خراسانی حکام کے حکم سے بٹھایا گیا تھا۔

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا کہ تین چیزیں عورتوں کے لیے ثابت نہیں ہیں۔ ایک نبوت، دوسرے مشیخت، تیسرے قضا، کیونکہ یہ ناقص العقل اور ناقص الدین ہیں۔ پھر آپ نے یہ حدیث مبارک ارشاد فرمائی۔ هُنَّ نَاقِصَاتُ الْعَقْلِ وَالدِّيْنِ (عورتیں ناقص العقل اور ناقص الدین ہیں)

## عورتوں سے بچو

آپ نے فرمایا کہ پیر میراں سید بھیک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک روز ان کے حجرہ کے پاس کسی عورت کی آواز آئی تو انہوں نے اپنے درویشوں کو بلا کر فرمایا، اے سالکان حق عورتوں کی صحبت سے ہمیشہ دور رہو، کیونکہ وہ حق تعالیٰ کے راستہ میں رکاوٹ ہیں، جو کوئی بھی عورت کی صحبت میں پڑا وہ حق تعالیٰ کے وصال سے محروم رہ گیا۔

ایک ساتھی نے عرض کیا غریب نواز! ہم سے بغیر آپ کی امداد باطنی کے کوئی کام دین و دنیا کا نہیں ہو سکتا۔ دعا فرمائیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نیک عمل کی توفیق عطا فرمائیں، کیونکہ مقصود دارین اسی میں منحصر ہے، حضرت قبلہ قدس سرہ نے فرمایا کہ ہم دعا کرتے ہیں، حق سبحانہ وتعالیٰ ہمارے تمام دوستوں کو ہدایت کاملہ نصیب فرمائیں۔ کیونکہ بغیر ہدایت کے اور کچھ مقصود نہیں ہے۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ آمِیْن یَارَبَّ الْعٰلَمِیْن

نیز فرمایا کہ امر نامشروع سے ہمیشہ دور رہو، اور مثال بیان فرمائی کہ فقیر مانند ایک سفید چادر کے ہوتا ہے۔ جس طرح ایک سفید چادر میں داغ برا معلوم ہوتا ہے اس طرح اگر عیاذاً باللہ فقیر سے کوئی برا کام صادر ہو تو وہ زیادہ برا ہے۔ بعض لوگوں نے عرض کیا کہ غریب نواز! ہماری معاش کا دارومدار اسباب ظاہر پر ہے، ہم نے زراعت کاشت کی تھی، لیکن بندش باراں کے سبب خشک ہوگئی ہے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اکثر لوگ اسباب پر نظر رکھتے ہیں لیکن ہزاروں میں ایک ایسا بھی ہوتا ہے جو سبب حقیقی پر نظر رکھتا ہے اور اسباب کو ترک کر دیتا ہے۔ نیز فرمایا کہ ترک اسباب کا یہ مرتبہ ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتا پھر آپ نے یہ شعر پڑھا:

اگر ژالہ ہر قطرہ در شدے
چو خرمہرہ بازار از و پر شدے
کسب اسباب زہمت پستی است
ترک اسباب نہ بالا دستی است

نیز فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کسی کو اپنی درگاہ سے دور کر کے مردود بنانا چاہتے ہیں تو نفس و شیطان کا اس پر غلبہ ہوتا ہے اور مرتکب مناہی ہوتا ہے۔ چنانچہ شراب خوری کرنا، بھنگ اور چرس پینا اور دوسرے غیر مشروع کاموں میں لگ جاتا ہے، نعوذ باللہ من ذالک، اور جب کسی کو اپنی درگاہ کا مقبول و محبوب بناتے ہیں تو اس سے تمام کام نیک ہی صادر ہوتے ہیں۔ کوئی غیر مشروع کام وہ

نہیں کرنے پاتا اور نفس و شیطان بھی اس پر غلبہ نہیں پا سکتے۔

قولہ تعالیٰ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا (القرآن)

ف ایک سال حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ کی خدمت میں صاحبزادہ نور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا، غریب نواز! صادق خان کی ملاقات کے لیے میرے ساتھ تشریف لے چلے، حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں صرف جناب کی دلجوئی کے واسطے چلتا ہوں ورنہ مجھے ملاقات کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ایک سال قبلہ عالم مہاروی قدس سرہ کی زندگی میں، میں ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے واسطے جارہا تھا، اچانک راستے میں ایک شخص نمودار ہوا اور میرے پاس آ کر سلام کہا، میں نے سلام کا جواب دیا۔ اس کے سوا اس کی طرف مطلق توجہ نہ کی، اور چل پڑے، دوبارہ اس شخص نے سلسلہ کلام چھیڑا، قیامت کے روز ہمارا کیا حال ہوگا؟ حضرت قبلہ قدس سرہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فقراء تو نگروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

ف ایک رات حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ایک نیک درویش کا مال چور چرا کر لے گئے، اس درویش نے چوروں سے مال طلب کیا لیکن چوروں نے انکار کیا۔ درویش نے ان کے لیے بددعا کی کہ تم کو چیونٹیاں کھائیں گی، اس کے بعد وہ چور جہاں بیٹھتے، چیونٹیاں ان کے گرد جمع ہو جاتیں، حتیٰ کہ ان کو ہلاک کر دیا۔

ف نیز فرمایا کہ ایک شخص کو کسی نے کچھ تکلیف پہنچائی، اس نے تنگ دل ہو کر کہا کہ تجھے مکھیاں ہلاک کریں، چنانچہ اسی طرح ہوا کہ اس شخص کو مکھیوں نے ہلاک کر دیا۔

ف حضرت قبلہ قدس سرہ نے فرمایا کہ افضل الناس انبیاء اور اولیاء ہیں، جنھوں نے دنیا کو ترک کر دیا ہے اور حق تعالیٰ کی یاد کو حق تعالیٰ ہی کے لیے اختیار کیا ہے نہ کہ کسی اور غرض کے

واسطے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ روپانام ہندو متو خان کے کارداروں میں سے تھا، اس نے ہمارے سامنے بیان کیا کہ میری ایک کسان کے ساتھ دشمنی تھی، میں نے اپنے ایک آشنا سے کہا کہ جب فلاں کسان اپنی زراعت میں سے گھاس لے آئے تو تم خفیہ طور پر گھاس کے گٹھے میں چند خوشے چھپادینا تا کہ اسے چور ثابت کیا جاسکے۔ اس شخص نے اسی طرح کیا جب وہ کسان اپنے گھر کے قریب آیا تو شخص مذکورہ نے اس کی تلاشی لی لیکن اس کی گھاس میں سے کوئی خوشہ برآمد نہ ہوا۔ اسی طرح تین روز تک اس کے ساتھ کیا گیا لیکن کوئی خوشہ گھاس میں سے برآمد نہ ہوسکا۔ جب حق تعالیٰ خود اس کے حافظ و ناصر اور ستار تھے، ہمارا کوئی فریب اس کے ساتھ نہ چل سکا۔ اس کے بعد روپا کہنے لگا کہ میں نے جب یہ معاملہ دیکھا ہے لوگوں کے ساتھ دشمنی کرنے سے توبہ کرلی ہے۔

نیز فرمایا کہ ایک شخص پر اس کے دشمن نے اٹھارہ دفعہ تفنگ کے ساتھ حملہ کیا لیکن چونکہ حق تعالیٰ اس کے محافظ تھے۔ اس کو ہر مرتبہ موت سے بچالیا۔

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قدس سرہ نے فرمایا کہ ہر شے کی اپنے وقت پر قدر ہوتی ہے چنانچہ پانی کی قدر گرمیوں میں معلوم ہوتی ہے۔ گرمیوں میں اگر ایک دو وقت روٹی نہ ملے تو آدمی صبر کرسکتا ہے لیکن اگر پانی نہ ملے تو جان لبوں تک آپہنچتی ہے اور پیاس پر صبر نہیں ہوسکتا اور چونکہ سب چیزوں سے زیادہ پانی کی احتیاج بہت ہوتی ہے اس لیے حق تعالیٰ نے اس کو عام کردیا ہے اگر پانی کی بھی قیمت ہوتی تو غریب لوگ مارے پیاس کے مرجاتے۔ اسی طرح آگ کی قدر سردیوں میں معلوم ہوتی ہے، غریب لوگ آگ کے بغیر سردیوں میں گزارہ نہیں کرسکتے۔ پھر آپ نے یہ قول ارشاد فرمایا:

**اَلنَّارُ فِی الشِّتَاءِ خَیْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ**

نیز فرمایا کہ ایک سال مکڑی بہت آئی ہم نے سرفراز خان کو کہا کہ مکڑی کو میری طرف

سے پیغام پہنچا دو کہ اس ملک سے نکل جاؤ ورنہ ہم اسے سزا دیں گے۔ سرفراز خان نے پیغام پہنچا دیا کہ میرے پیر صاحب نے فرمایا ہے کہ یہاں سے چلی جاؤ ورنہ تمہیں قید کردیں گے۔ مکڑی نے جب یہ پیغام سنا، اسی وقت علاقہ سنگھڑ سے نکل کر دوسری طرف کو چل دی۔

دوسرے سال پھر مکڑی علاقہ سنگھڑ میں آئی اور لوگوں کی زراعت کو خراب کرنے لگی۔ لوگوں نے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں دعا کے واسطے بہت عاجزی و زاری کی، فرمایا کہ ایک آثار طعام میری طرف سے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے ایصال ثواب کے واسطے خیرات کیا جائے، حق تعالیٰ اس بلا سے نجات دیں گے۔ جن لوگوں نے نذر مقررنہ کی ان کی کھیتی کو مکڑی نے تباہ کر دیا۔

نیز فرمایا کہ آدمی کا کوئی دشمن نفس امارہ سے زیادہ سخت نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہر دشمن متابعت اور تواضع کے ذریعے مطیع ہو جاتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ یہ متابعت اور پیروی کرنے میں دشمنی میں زیادہ قوی ہو جاتا ہے اور انسان کو گناہوں کے سمندر میں اوندھا ڈال دیتا ہے اور آدمی کو اپنی زندگی سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں ہے جب اپنے نفس کو بڑھاتا ہے تو اس کی پیروی میں اپنی زندگی تک کو برباد کر دیتا ہے۔ نفس کے سخت دشمن ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ دوسرا دشمن تو کبھی کبھار سامنے آتا ہے۔ اس لیے اس کا خطرہ بھی کبھی کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں لیکن نفس سے مرتے دم تک ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے کیونکہ یہ ہر لمحہ آدمی کے پہلو میں موجود ہے اور حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ کلام اس حدیث مبارک کے معنی کے مطابق ہے

اَعْدَا عَدُوِّکَ نَفْسُکَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْکَ

اس کے بعد فرمایا کہ اس رہزن سے تو وہ شخص نجات پاتا ہے جو ہر وقت اس کی مرضی کے خلاف کرنے پر کمر بستہ رہے۔

نفس را سرکوب دوائم خوار دار
ناتوانی دورش از مردار دار

نیز فرمایا کہ انسان کا نفس اس کے تمام دشمنوں سے زیادہ سخت دشمن ہے کیونکہ جس دشمن کے ساتھ بھی مہربانی کی جائے وہ فرمانبردار ہو جاتا ہے، بخلاف نفس کے کہ جس قدر اس کے ساتھ مہربانی کرو گے، زیادہ دشمنی کرے گا جیسا کہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مراد ہر کہ بر آری مطیع امر شود
خلاف نفس کہ فرماں و ہد چویافت مراد

اور مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں (مثنوی)

اے شہاکشتم ماخصم بروں
ماند خصمے زو بتردر اندروں
کشتن ایں کار عقل و ہوش
شیر باطن سخرہ خرگوش نیست
خصم بیروں قصد جان ماکند
نفس قصد بروں ایمان کند

حدیث مبارک

اَعْدَا عَدُوِّکَ نَفْسُکَ الَّتِی بَیْنَ جَنْبَیْکَ

(تیرے تمام دشمنوں سے زیادہ سخت دشمن تیرا اپنا نفس ہے جو کہ تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے)

حدیث دیگر

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ دَعْ نَفْسَکَ وَ تَعَالَ

ہم چھوٹے جہاد (میدان جنگ) سے بڑے جہاد زندگی کی طرف لوٹے ہیں۔ اپنے نفس کو چھوڑ اور آجا!

# گنجِ کرم

# حضرت کرماں والے

رحمۃ اللہ علیہ

# ولادت باسعادت حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری

## المعروف حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سلسلہ نسب سادات اُچ شریف حضرت جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد سندھ سے سرزمین پنجاب میں آئے اور مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر سکونت اختیار کرتے رہے۔ آپ کے بزرگوار جدامجد بالآخر تیرھویں صدی ہجری کے شروع میں دریائے ستلج کے کنارے ضلع فیروز پور کی حدود میں آکر آباد ہو گئے۔ آپ کے والد بزرگوار سید سید علی شاہ المعروف سید سکندر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی خاندانی وجاہت، نیکی اور پاک بازی کی وجہ سے علاقہ کے لوگوں میں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت سید علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر کی چاردیواری اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے ایک باسعادت بچے کی پیدائش سے مطلع انوار بننے والی تھی۔ تیرھویں صدی ہجری کے آخری سالوں میں اس وجود مسعود نے عالم شہود میں قدم رکھا آپ کے جسد پاک کی شکل میں اس نور نے ظہور فرمایا جس کی روشنی سے ایک عالم منور ہونے والا تھا۔ آپ موضع کرموں والا ضلع فیروز پور میں پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں دریائے ستلج کے بائیں کنارے تھوڑے سے فاصلے پر ریت کے ٹیلوں میں واقع ہے اور شہر فیروز پور سے تقریباً پندرہ میل مشرق میں ہے۔ آپ کا سن ولادت 1297 ہجری یا 1298 ہجری ہے۔ سن عیسوی کے مطابق یہ مبارک سال 1883ء یا 1884ء تھا۔ آپ کا اسم مبارک سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری تجویز ہوا۔

زمانہ طفولیت سے ہی آپ کو لہو ولعب کی طرف رغبت نہ تھی۔ عام بچوں میں کھیلنا آپ کی عادت نہ تھی۔ آپ اپنے چچا قطب الدین شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ مانوس تھے اور زیادہ وقت ان کے پاس ہی گزارتے تھے۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو مکتب کی طرز پر تعلیم شروع

کرائی گئی۔ ایک متقی اور شریف الطبع استاد نے آپ کو بسم اللہ کرائی اور قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کے بعد آپ نے مروجہ عربی فارسی کتب کی تعلیم حاصل کی۔

## حصول علوم دینیہ

ابتدائی کتابیں پڑھ لینے کے بعد آپ تقریباً بیس سال کی عمر میں اعلیٰ دینی علوم کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے۔ سہارنپور میں مدرسہ مظاہر العلوم ان دنوں تشنگان علم دین کے لئے ایک چشمہ فیض تھا۔ آپ نے وہیں کا قصد کیا۔ بوقت رخصت آپ کے شفیق چچا نے فرمایا" برخوردار! وہ علم حاصل کر کے آنا جس سے مخلوق خدا کو نفع پہنچے کہ وہ علم جو خشک ہو اور صرف قیل و قال تک محدود ہو۔" چنانچہ ابتداء سے ہی آپ کے دل میں علم اور عمل کی لگن پیدا ہوگئی۔ یہ بات آپ کے دلنشیں ہو چکی تھی کہ علم وہی فائدہ مند ہے جس سے عمل صالح کی راہیں ہموار ہوں۔

مدرسہ مظاہر العلوم سے تکمیل علم کی سند حاصل کر کے آپ نے دہلی میں مدرسہ مولوی عبدالرب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں داخل ہو کر وہاں دورہ حدیث ختم کیا۔

قیام دہلی کے دوران ایک موقع پر مدرسہ میں مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی۔ ایسی مجالس اس مدرسہ میں وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی تھیں۔ نوآموز طلبہ کثیر تعداد میں شریک محفل تھے۔ علمی تقریریں ہو رہی تھیں۔ طلبہ اپنی قابلیت کے جوہر دکھا رہے تھے۔ صدر مجلس نے آپ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا" آپ بھی کچھ کہیں گے؟"

مشفق استاد کا اشارہ پا کر آپ تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوگئے۔

آپ نے آیۂ مبارک:

أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ

تلاوت فرمائی اور اس کی تفسیر میں اردو زبان میں ایسی تقریر دل پذیر کی کہ سب اساتذہ عش عش کر اٹھے اور آپ کے ہم عصر ہندوستانی طلبہ انگشت بدنداں رہ گئے۔ دنیا کی بے ثباتی اور یاد الٰہی کی اہمیت کو نہایت وضاحت سے بیان کیا۔ اس دن سے اساتذہ آپ کو عزت کی نگاہ سے

دیکھنے لگے۔
علوم دین کی تحصیل کے لئے آپ مدرسہ نعمانیہ لاہور میں بھی کچھ عرصہ زیر تعلیم رہے۔ شمالی ہندوستان میں یہ مدرسہ علوم دین کا سرچشمہ تھا اور ان دنوں جامع عالمگیری (بادشاہی مسجد) سے ملحق تھا۔ بڑے بڑے فاضل علماء یہاں درس وتدریس کا کام سرانجام دیتے تھے۔

## منازل سلوک

جن دنوں آپ نے تکمیل علوم ظاہری کی غرض سے سہانپور اور دہلی کا عزم کیا' ان ہی ایام میں حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلفاء میں سے ایک بزرگ حضرت مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فیروز پور شہر میں جلوہ افروز تھے۔ ان کا شہرہ ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ سلسلہ چشتیہ کے یہ بزرگ تشنگان راہ حقیقت کو جام معرفت سے سیراب کر رہے تھے۔ آپ بھی حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ چشتیہ میں نسبت حاصل کی۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد آپ سہانپور چلے گئے۔
تحصیل علوم ظاہری کے بعد آپ وطن مالوف موضع کرموں والا میں واپس آ گئے۔
ایک چھوٹی سی مسجد میں چند طالب علم جمع کر کے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مگر اب کچھ اور ہی لگن اور تڑپ ہر وقت بے قرار رکھتی تھی۔ دل میں علم باطن کے حصول کے لئے بے پناہ تشنگی پیدا ہو چکی تھی۔ وطن واپس آئے تو حضرت مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو چکا تھا جلد ہی بخت نے یاوری کی اور مشائخ نقشبندیہ قدس اسرارہم کی ارواح طیبہ نے رہبری کی۔ ان دنوں شہر لاہور سے جنوب مغرب کی جانب قصبہ شرقپور شریف میں شبلی دوراں، جنید زماں ، قدوۃ العارفین ، زبدۃ الواصلین محبوب حبیب صلی اللہ علیہ وسلم رب العالمین حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے آفتاب عالم تاب بن کر آسمان طریقت پر چمک رہے تھے۔ توحید ورسالت کے پروانے دیوانہ وار اس شمع دل افروز کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ شمالی ہندوستان میں آپ کے تقویٰ اور علم وعرفان کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ چنانچہ جذبہ شوق آپ کو بھی کشاں کشاں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں لے آیا۔ حضرت میاں صاحب

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بوقت ملاقات دریافت فرمایا ''شاہ جی! کچھ علم بھی پڑھا ہے؟'' آپ نے عرض کیا ''حضور پڑھا تو ہے لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا'' قبلہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''اللہ کریم سمجھ بھی عطا فرما دیں گے۔'' اس پہلی ہی ملاقات میں حضرت میاں صاحب نے نسبت نقشبندیہ القا فرمائی اور دیر تک توجہ عالیہ سے مستفیض فرمایا۔ پھر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''یہ فضل الٰہی ہے جسے چاہے عطا کرے۔'' شیخ کامل کی پہلی نظر کیمیا اثر نے آپ کے دل کی دنیا میں انقلاب عظیم برپا کر دیا۔

یک لحظہ عنایت تو اے بندہ نواز
بہتر از ہزار سالہ تسبیح و نماز

بعد ازاں آپ نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں کئی بار حاضری دی اور جلدی جلدی منازل سلوک طے کرتے گئے۔ حتیٰ کہ شیخ کامل نے مکمل طور پر اپنے رنگ میں رنگ دیا اور مسند ارشاد پر بٹھا دیا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ضلع فیروز پور اور اس نواح سے آنے والے طالبان طریقت سے فرمایا کرتے تھے کہ شاہ صاحب (حضرت کرمانوالے) وہاں موجود ہیں۔ ان سے مل لیا کرو۔ ایک ہی بات ہے اتنی دور آنے کی کیا ضرورت ہے:

در خانہ عشق سلطنت نیست
جز درد و نیاز و مسکنت نیست
ہر کس کہ بود نیاز مند تر
کارش زہمہ بود بلند تر

سال عیسوی 1945ء تک آپ موضوع کرموں والا میں مقیم رہے۔ یہی مقام مرجع خاص و عام بنا رہا۔ اہل طلب کے لئے یہی کعبہ مقصود تھا۔ اس آفتاب ولایت کی روشنی دن بدن دور دور تک پھیلتی جا رہی تھی اور لوگ جوق در جوق اس آستانہ عالیہ پر اکتساب فیض کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ طالبین کے احوال کی درستی اور ان میں شریعت وسنت کی پیروی کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے آپ کی ہمت باطنی کام کر رہی تھی۔ غیر مذاہب کے لوگ بھی کثیر تعداد میں آتے اور

فیضیاب ہوتے۔ ان میں سے بعض ہندو اور سکھ حضرات کو میں نے خود ذکر و فکر میں مشغول، تہجد گزار اور صوم وصلوٰۃ کا پابند دیکھا۔ بعد میں یقیناً ان کا ظاہری حجاب بھی اسی طرح دور ہو گیا ہو گا جیسے کہ ان کے باطنی حجاب ختم ہو چکے تھے۔

پاکستان بننے سے دو سال پہلے ہی آپ اپنے آبائی گاؤں کرموں والا کو چھوڑ کر فیروز پور چھاؤنی کے قریب موضع اچھے والا میں اقامت گزین ہو گئے تھے۔ دو سال کا عرصہ (یعنی 1945ء سے قیام پاکستان تک) آپ نے اسی موضع میں ایک چھوٹے سے خیمہ میں گزار دیا۔ یہ ترک علائق کی ایک منزل تھی۔ اس خیمے میں آپ کے بستر' کپڑوں کی گٹھڑی اور چند کتابوں کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ اسی جگہ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا "مولوی صاحب! ایسی جگہ ہونی چاہیے جہاں مکانات قبلہ رخ ہوں پاس ہی پکی سڑک ہو۔ ریلوے لائن ہو اور نہر ہو۔ سب ساتھ ہوں تاکہ بیلیوں (دوستوں) کو آمد و رفت میں آرام رہے۔ وہاں سے ریل میں سوار ہو کر سیدھا مدینے شریف چلیں" کسے معلوم تھا کہ آپ موجودہ دربار حضرت کرمانوالہ شریف کا نقشہ اپنی نظر کے سامنے رکھ کر زبان مبارک سے اس کی نشاندہی فرما رہے تھے اور مدینہ شریف جانے سے آپ کی کیا مراد تھی۔ یقیناً وصال محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ تھا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ ہجرت کی سنت پر عمل کر کے قصور سے ہوتے ہوئے پاکپتن شریف پہنچے۔ ہمراہیوں کو عارف والا کے قریب ایک گاؤں چک نمبر 57/E.B میں آباد کرنے کے بعد آپ 1950ء میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کے موقع پر شرقپور شریف حاضری کے لیے تشریف لے گئے۔ واپسی پر آپ تقریباً تین ہفتے لاہور میں ہی مقیم رہے اور درگاہ مبارک حضرت مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری دیتے رہے۔ یہیں سے آپ رخصت ہو کر اوکاڑہ پہنچے اور ایک چھوٹے سے ریلوے کوارٹر میں ڈیرہ لگا دیا۔ جب کچھ عرصہ بعد موضع 56/2.L میں مکان مل گیا اور مزروعہ اراضی بھی مل گئی تو آپ نے اس گاؤں میں مستقل رہائش اختیار فرمالی۔ یہ گاؤں پکا چک آپ کے مبارک قدموں کی برکت سے حضرت کرمانوالہ شریف بن گیا۔ یہیں اب رشد و ہدایت کا دریا ٹھاٹھیں مارنے لگا اور تشنگان جام وحدت اپنی پیاس بجھانے لگے۔ یہی مقام توحید و رسالت کے نور سے معمور ہو گیا۔ آپ دم آخر اسی جگہ

قیام پذیر رہے حتیٰ کہ 27 رمضان المبارک 1385 ہجری بمطابق 20 جنوری 1966 رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اللہ کریم کی بے شمار رحمتیں آپ کی روح پاک پر نازل ہوں۔

بر زمینے کہ نشان کف توحید تو بود
سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

## حلیہ مبارک

ذکر وفکر اور مراقبہ ومجاہدہ بے شک روحانی ترقی کا موجب ہیں لیکن اپنے شیخ سے رابطہ قائم رکھنا قرب الٰہی حاصل کرنے کے سب راستوں سے قریب کا راستہ ہے۔ آپ کا حلیہ مبارک اسی مقصد کے پیش نظر بیان کیا جاتا ہے کہ سالکان راہ طریقت وحقیقت اس کو وصول الی اللہ کا ذریعہ جان کر صاحب حلیہ کی طرف راغب ہوں اور فیوض وبرکات اس ذریعہ اور رابطہ سے حاصل کریں

سایہ رہبر بہہ است از ذکر حق
(رہبر کامل کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے۔)

آپ کا رنگ گندمی اور قد متوسط تھا۔ جسم اطہر مائل بہ فربہی تھا۔ لیکن اتنا نہیں کہ تناسب اعضا باقی نہ رہے۔ آپ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی اور رخساروں اور پیشانی پر نور کی چمک تھی۔ آپ کشادہ ابرو تھے۔ آپ کی آنکھیں معرفت الٰہی کے نشے سے مست اور چمکدار تھیں۔ بینی مبارک بلند تھی۔ بائیں رخسار پر آنکھ کے گوشے کے قریب ایک بڑا مہاسہ تھا۔ آپ کا دہن مبارک نہ دراز تھا نہ کوتاہ دندان مبارک زمانہ جوانی میں خوشنما تھے۔ ریش مبارک زیادہ گھنی نہ تھی جس کی لمبائی قدرتی طور پر ایک قبضہ پر رک گئی تھی۔ آپ لبوں کے بال کٹواتے تھے۔ سر کے بال مبارک ریشم کی طرح نرم تھے۔ مہینے میں ایک بار مشین سے کٹوا دیا کرتے تھے اور کبھی کبھی استرے سے بھی صاف کرواتے تھے۔ دونوں ہتھیلیاں پر گوشت تھیں اور انگلیاں باریک پاؤں مبارک صاف اور تلوے نرم تھے۔ آپ کے پسینہ سے خوشبو آتی تھی۔ آپ حسن ملیح کے مالک تھے اور پر شوکت نظر آتے تھے۔

## لباس

آپ سفید لباس پسند فرماتے تھے کبھی کبھی آپ نے صوفیانہ رنگدار لباس بھی زیب تن کیا۔ پانچ گز لمبائی کا سفید باریک ململ کا عمامہ استعمال فرماتے تھے۔ عمامہ کے نیچے پانچ کلیوں والی ململ یا چکن کی بنی ہوئی کلاہ ٹما ٹوپی ہوتی تھی۔ کرتہ لمبا اور سفید پہنا کرتے تھے۔ جس کا چاک سامنے کی طرف ہوتا اور تین بٹن لگے ہوتے تھے۔ آستین کھلے ہوتے تھے۔ بند بازوؤں والی یا کالروالی قمیض نہیں پہنتے تھے۔ متوسط موسم اور سردیوں میں کرتے کے اوپر بند گلے کی لمبی صدری زیب تن فرمالیتے تھے۔ محفل ہو یا تنہائی آپ کبھی ننگے سر نہیں رہتے تھے۔ حتیٰ کہ رات کو یا دن کو آرام کرتے وقت بھی سر مبارک پر ٹوپی موجود ہوتی۔ جب کبھی ٹوپی سر سے ذرا سرکتی اسی وقت آپ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے پھر اسے درست فرمالیتے۔ ایک سفید بڑا رومال یا چار خانہ رومال یا ململ کا دوپٹہ ہر وقت ہمراہ رہتا۔ راستہ چلتے وقت یہ رومال بائیں کندھے پر ڈال لیا کرتے تھے۔ تہہ بند سفید لٹھے کا ہی پسند خاطر تھا۔ میں نے آپ کو پاجامہ یا شلوار پہنے کبھی نہیں دیکھا۔ پاؤں مبارک میں ہمیشہ سادہ جوتا دیسی ساخت کا پہنتے جس کی نوک نہیں ہوتی تھی۔ انگریزی طرز کا جوتا کبھی آپ نے استعمال نہیں کیا۔ سیاہ رنگ کا جوتا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اس لیے عموماً جوتے کا رنگ براؤن یا زرد ہوتا تھا۔ جراب یا موزہ بھی کسی موسم میں آپ نے نہیں پہنا۔ ہر روز فجر کی نماز کے بعد جوتے کا پاؤں بدل لیا کرتے تھے۔

## خوردونوش

آپ سادہ غذا پسند فرماتے تھے۔ چھلنی میں چھانے بغیر گندم کے موٹے آٹے کی روٹی مرغوب تھی۔ جسے سالن کے ہمراہ استعمال فرماتے۔ لنگر میں پکنے والی دال اور کترا ہوا پیاز یا کوٹا ہوا پیاز اور سبز مرچ استعمال میں لے آتے تھے۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے ہاتھ ضرور دھویا کرتے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانے کی ابتداء کرتے۔ گوشت یا سالن روٹی کے اوپر رکھ کر نہیں کھاتے تھے۔ لقمے چھوٹے ہوتے تھے اور خوب چبا کر تناول فرماتے۔ کدو اور کریلہ پسند فرماتے تھے۔ چائے پینے کی عادت نہ تھی بلکہ کلی اجتناب تھا۔ میٹھے کھانوں یا مٹھائی سے رغبت نہ

تھی۔ گائے کا تازہ دودھ نماز فجر کے بعد اور پھر نماز عصر کے بعد نوش فرماتے اس کے ہمراہ اسبغول کا چھلکا بھانکتے۔ دودھ میں میٹھا نہیں ملاتے تھے۔ ہر موسم کے پھل کبھی کبھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہوکر ہاتھ دھوتے اور منہ میں انگلی پھیر کر کلی کرتے تھے۔ دانتوں میں خلال بڑے اہتمام سے کیا کرتے تھے تولیہ یا رومال سے ہاتھ صاف کرنے کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ کَسَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

بعض اوقات ان کلمات کا بھی اضافہ فرماتے: مِنْ اُمَّۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ بعد ازاں خلال استعمال فرماتے، خلال کبھی ہاتھ دھوتے وقت بھی استعمال فرماتے۔

رمضان شریف میں عموماً آپ دودھ سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ سحری آخری وقت میں اور افطاری اول وقت پر کرتے۔ رمضان المبارک میں کھانا بہت تھوڑا کھایا کرتے۔ سحری اور افطاری کی دعائیں بلند آواز سے پڑھتے۔ 1

افطاری سے پہلے کافی دیر تک خاموشی سے دعائیں پڑھا کرتے تھے۔ عام ایام میں آپ دن رات میں دو دفعہ کھانا تناول فرماتے۔ صبح کا کھانا عموماً دوپہر سے دو گھڑی پہلے کھا لیتے۔

---

☆۔ 1: سحری کی دعا: وَ بِصَوْمِ غَدٍ نَوَیْتُ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ

میں نے ماہِ رمضان کے اس روزے کی نیت کی

افطاری کی دعا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَ بِکَ اٰمَنْتُ وَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ O

اے اللہ! میں نے تیرے لیے ہی روزہ رکھا اور تجھ ہی پر ایمان لایا، تجھ ہی پر بھروسہ کیا اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا۔

رات کا کھانا نماز عشاء سے پہلے کھایا کرتے تھے۔

## معمولات وعبادات

پچھلی رات بیدار ہوتے ہی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے۔ تھوڑی دیر ستانے کے بعد آپ پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے بستر سے اٹھتے اور بیت الخلاء کا رخ کرتے۔ اندر داخل ہوتے وقت بایاں قدم پہلے رکھتے اور دعائے مسنونہ پڑھتے "اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الۡخُبُثِ وَ الۡخَبَائِث" باہر آتے وقت دایاں قدم پہلے باہر لاتے اور دعا پڑھتے غُفۡرَانَکَ رَبَّنَا وَ اِلَیۡکَ الۡمَصِیۡر ۔ پھر وضو کرتے۔ وضو کرتے وقت تمام اعضاء کو اچھی طرح دھوتے اور دعائیں پڑھتے جاتے۔ بوقت ضرورت تیمم مٹی کی پکی اینٹ یا پتھر کے ٹکڑے پر دونوں ہاتھ مار کر روئے مبارک اور پھر دوسری دفعہ اینٹ یا پتھر پر ہاتھ مار کر دائیں اور بائیں بازو پر مسح فرماتے۔

تہجد کے بارہ نفل دو دو رکعت سے ادا کرنے کے بعد بڑے انہماک اور ذوق سے درود شریف تسبیح کے دانوں پر پڑھتے۔ تسبیح لکڑی کے پانچ سو باریک دانوں کی تھی۔ قبلہ رخ دوزانو بیٹھ کر انتہائی محویت اور حضور قلب سے درود شریف خضری پڑھتے۔ فراغت کے بعد اکثر سجدہ ہائے شوق و عجز میں مصروف ہو جاتے اور کئی کئی طویل و قصیر سجدے بیک وقت کرتے چلے جاتے۔ اس وقت ایک قسم کا وجد و کیف آپ پر طاری ہوتا تھا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے جو کافی دیر تک جاری رہتی۔

صبح صادق پر موذن اذان کہتا تو آپ سنبھل کر بیٹھ جاتے۔ ساتھ ساتھ کلمات اذان دہراتے جاتے۔ اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰہِ کی آواز پر احترام کے ساتھ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگاتے اور پڑھتے: قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ بِکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ [1]

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الۡفَلَاح پر لا

---

☆۔1 اذان میں انگوٹھا چومنا:۔

اور بیان کیا گیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اذان سنی اور دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما اور

حَوۡلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ پڑھا کرتے تھے۔اذان کے خاتمہ پر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مسنونہ پڑھا کرتے تھے۔صبح کی روشنی کھل جاتی تو دو سنتیں ادا کرتے اور پھر کچھ وقفہ کے بعد نماز فجر باجماعت ادا کرتے۔

نماز فجر کے بعد مختصر دعا مانگنے کے بعد اعلیٰ حضرت کرمانوالے ﷫ تمام بیلیوں کے ساتھ مل کر بآواز بلند درود پاک " الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ، وسلم علیک یا حبیب اللہ" پڑھتے۔

---

☆۔ حاشیہ گذشتہ صفحہ: انگوٹھوں کو اپنی آنکھوں پر ملا تو ابو بکر صدیق ﷜ کو رسول کریم ﷺ نے فرمایا تم نے یہ کیوں کیا، حضرت ابو بکر صدیق ﷜ نے کہا کہ حضور آپ کے اسم کی برکت حاصل کرنے کے لئے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اچھا کام ہے پھر جس شخص نے اس پر عمل کیا تو ضرور آنکھ کی تکلیف سے وہ بے خوف ہوا۔ (دررعلی الغرر 50)

قہسانی نے کنز العباد سے ذکر کیا ہے کہ مستحب ہے کہ اَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰهِ جب موذن پہلی دفعہ کہے تو (سننے والا) کہے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور دوسری دفعہ اَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰهِ کہنے کے وقت (سننے والا) کہے قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ بِکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ مَتِّعۡنِیۡ بِالسَّمۡعِ وَالۡبَصَرِ اپنے دونوں انگوٹھوں کو دونوں آنکھوں پر رکھ کر یہ پڑھے تو نبی ﷺ جنت میں اس کے قائد ہوں گے۔اور دیلمی نے فردوس میں ذکر کیا ہے ابو بکر ﷜ کی حدیث سے مرفوعا دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے پوروں کا بوسہ لے کر آنکھوں پر ملنا موذن کے اَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰهِ کہنے کے وقت۔اور کہے اَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ رَضِیۡتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا تو اس کے لیے میری شفاعت لازمی ہوئی اور اسی طرح خضر علیہ اسلام سے روایت کیا گیا ہے اور اسی فرح فضائل میں عمل کیا جاتا ہے۔ (طحطاوی شریف 122)

مستحب یہ ہے کہ کہا جائے موذن کے کلمہ شہادت اشہدان محمد رسول اللہ کہنے کے وقت صلے اللہ

نماز میں آپ عموماً صف کے ایک سرے پر ہوتے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں اندر رکھتے اور دعا پڑھتے **اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ** نماز کے بعد سفید چادریں بچھادی جاتیں اور ان پر کھجور کی گٹھلیوں کے شمارے بکھیر دیے جاتے پھر اس چادر کے دونوں جانب دوزانو بیٹھ کر سب حاضرین درود شریف خضری:

**صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَسَلَّمْ**

---

☆۔ حاشیہ گذشتہ صفحہ: علیک یارسول اللہ اور دوسرے کلمہ شہادت کے وقت کہے **قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ** پھر کہے **اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ** دونوں آنکھوں پر دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کے ناخنوں کو رکھنے کے بعد اس لئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنت کی طرف اس کے قائد ہوں گے۔ (ردالمختار شامی 1/370)

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:۔ (میں کہتا ہوں کہ یہ (عمل) جب صدیق اکبر تک مرفوع ثابت ہوا تو اس کے ساتھ عمل (انگوٹھے چومنے کا) کافی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کہ تم پر میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت لازمی ہے۔

(موضوعات ملا علی قاری 64)

بعض سے بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے نبی ﷺ پر درود پڑھا جب آپ ﷺ کا ذکر اس نے اذان میں سنا اور اپنی دونوں مسبحہ انگلیوں کو اور انگوٹھوں کو اکٹھا کیا اور ان کو اپنی دونوں آنکھوں پر ملا تو اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔ اور ابن صالح نے کہا اور بعض بزرگوں سے بھی سنا کہ اپنی دونوں آنکھوں کو ملتے وقت کہے صلی اللہ علیک یا سیدی یارسول اللہ یا حبیب قلبی یا نور بصری و یا قرۃ عینی تو آپ نے فرمایا میں نے جب سے یہ عمل کیا ہے میری آنکھیں نہیں دکھیں اور یہ تمام بزرگوں کا تجربہ ہے۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کی ہے بعینہٖ جیسا کہ خضر علیہ السلام سے مروی ہے۔ (تذکرۃ الموضوعات سید نکالان 34)

اور انجیل برناباس میں ہے کہ:۔

''مرحبا تجھ کو اے میرے بندے آدم اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے

پڑھتے۔ اختتام پر ہاتھ اٹھا کر آپ ایک سرے پر بیٹھے ہوئے یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی مَلٰئِکَتِکَ الْمُقَرَّبِیْنَ وَ عَلٰی عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ وَعَلٰی اَھْلِ طَاعَتِکَ اَجْمَعِیْنَ وَ ارْحَمْنَا مَعَھُمْ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ O اَللّٰھُمَّ یَارَبِّ بِجَاہِ نَبِیِّکَ الْمُصْطَفٰی وَحَبِیْبِکَ الْمُرْتَضٰی طَھِّرْ قُلُوْبَنَا مِنْ کُلِّ وَصْفٍ یُّبَاعِدُنَا عَنْ مُّشَاھَدَتِکَ وَ مُحَبَّتِکَ وَاَمِتْنَا عَلَی السُّنَّۃِ وَ الْجَمَاعَۃِ وَالشَّوْقِ اِلٰی لِقَائِکَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ O

---

☆۔ حاشیہ گذشتہ صفحہ: پیدا کیا۔ اور یہ شخص جس کو تو نے دیکھا ہے تیرا ہی بیٹا ہے۔ جو اس وقت کے بہت سے سال بعد دنیا میں آئے گا اور میرا رسول ہو گا اس کے لئے میں نے چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ وہ رسول کہ جب آئے گا دنیا کو ایک روشنی بخشے گا۔ یہ وہ نبی ہے کہ اس کی روح ایک آسمانی روشنی میں ساٹھ ہزار سال قبل اس کے رکھی گئی تھی کہ میں کسی چیز کو پیدا کروں۔ پس آدم علیہ السلام نے بمنت یہ کہا اے پروردگار یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں پر عطا فرما۔ تب اللہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر اس کو دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں پر عطا کی۔ داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ عبارت لا الہ الا اللہ اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ محمد رسول اللہ۔ تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پدری محبت کے ساتھ بوسہ دیا اور اپنی دونوں آنکھوں سے ملا۔"

(انجیل برنباس 60)

خدایا بدہ شوق ذاتِ رسول ﷺ
بدرو محمد ﷺ مرا کن قبول
شب و روز در عشق حضرت بدار
ہمہ عمر در وصل احمد گزار
حیاتی مماتی ہمہ وقت ما
عطا کن وصال مرا مصطفےٰ ﷺ
نداریم غیر از تو فریاد رس
توئی عاصیاں را خطا بخش و بس
نگہدار مارا زراہ خطا
خطا در گزارو صوابم نما
اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
زمہجوری بر آمد جان عالم
ترحم یا نبی اللہ ﷺ ترحم
تو ابر رحمتی آن بہ کہ گاہے
کنی بر حال لب خشکاں نگاہ
ہمہ انبیاء در پناہ تواند
مقیم در بار گاہ تواند
تو مہر منیری ہمہ اختراند
تو سلطان ملکی ہمہ چاکراند
وَ کُلُّ وَلِیٍّ لَہٗ قَدَمٌ وَ اِنِّیْ
عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرُ الْکَمَالِ

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما
وز برائے حضرت خواجہ امیر الدین ولی
آنکہ چوں خضر است پیر کامل مرد جلی
وز برائے حضرت شیر محمد بدر عید
آنکہ از تیغ محبت کرد بسمل ہر کہ دید

**نوٹ:** مؤلف کتاب ہذا (محمد اکرام) نے مندرجہ ذیل دو اشعار کی منظوری حضرت پیرو مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عین حیات میں ہی لے لی تھی اور بندہ یہ اشعار بھی اب اس دعا میں اضافہ کرتا ہے:

وز برائے حضرت خواجہ ما سید محمد اسماعیل شاہ
در دو عالم ہست ذات پاک او مارا پناہ
نور چشم مصطفےٰ ﷺ و سید عالی مقام
می نوازد خلق را از لطف خاص و فیض عام
ظاہر باطن ہو برائے خدا
چاہیں خدا سے نہ سوائے خدا
دیدہ بینا ہو ہر اک موئے تن
محو تجلی رہے روح و بدن
اے مرے مولا مرے والی ولی
کر عطا مجھ کو بہ طفیل نبی ﷺ
اور جو مسلمان ہیں بھائی میرے
ان کو تو فضل سے اپنے رتبہ دے

صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَاَنْبِيَاءِهٖ وَرُسُلِهٖ وَحَمَلَةِ عَرْشِهٖ وَجَمِيْعِ اُمَّتِهٖ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا

مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ عِتْرَتِهٖ وَ عَشِيْرَتِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ○

اس وقت حاضرین پر عجیب کیف و مستی کا عالم طاری ہوتا تھا۔ کوئی شخص دوران دعا یا اختتام پر اونچی آواز سے آمین نہیں کہتا تھا۔

قیام حضرت کرمانوالہ شریف کے دوران یہ دعا اکثر اوقات فقیر مولف (محمد اکرام) ہی پڑھا کرتا تھا۔

پھر آپ تکلیہ میں تشریف لے جاتے اور دن چڑھنے تک وظائف میں مشغول رہتے۔ طلوع آفتاب کے بعد نہایت خشوع و خضوع سے قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے، دعا سے فارغ ہو کر استنجا کے بعد تازہ وضو یا تیمم کرتے اور یاران طریقت و حاضرین سے ملتے۔ سب حاضرین صفوں میں دوزانو بیٹھ جاتے اور آپ بھی ایک مقام پر تشریف فرما ہوتے۔ آنے والوں کی باتیں غور اور توجہ سے سنتے اور سب کے لیے حسب حال دعا فرماتے۔ اسی دوران قرآن کریم کی تفسیر یا احادیث مبارکہ کا بیان ہوتا۔ بعض شرعی مسائل پر بھی روشنی ڈالتے۔ اولیاء اللہ اور صلحائے امت کا نہایت دلنشیں انداز میں ذکر فرماتے۔ سیاسی اور دنیاوی باتوں کے تذکرے نہیں ہوتے تھے۔ کبھی ضمناً کوئی ذکر آ جائے تو اس پر بھی مذہبی نکتہ نگاہ سے روشنی ڈالتے۔ جس خوش نصیب کو حلقہ غلامی میں قبول کرنا ہوتا تھا۔ اسے اسم ذات کے تصور اور ذکر کی تلقین فرماتے اور اورادو وظائف اور تہجد کے نفلوں اور درود شریف پڑھنے کی اجازت مرحمت فرماتے۔ گرمیوں کے موسم میں دوپہر کو قیلولہ فرماتے۔ ظہر کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنے کے بعد پھر احباب سے ملاقات ہوتی اور حاضرین کی طرف متوجہ ہوتے۔ عصر کی چار سنتیں ہمیشہ ادا کرتے۔ اس کے بعد مغرب تک عموماً تخلیہ فرماتے۔ لیکن بعد میں اس دوران میں بھی آنے جانے والوں سے ملنے میں تامل نہیں فرماتے تھے۔ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد سب حاضرین اسی طرح دوزانو بیٹھے ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتے اور آپ بھی ایک جانب تشریف فرما ہوتے۔ آپ خود دعا فرماتے یا کوئی اور صاحب جن کو اجازت ہوتی تھی دعا پڑھتے۔ اس سے تھوڑی دیر بعد دستر خوان بچھ جاتا۔ کوئی شخص باوضو بھی

ہوتا مگر کھانے کے لیے ہاتھ دھونے کا سب کو یکساں حکم تھا۔ دستر خوان پر بیٹھتے وقت دایاں گھٹنا کھڑا کر کے اور بایاں لٹا کر بیٹھنے کا حکم تھا۔ سب مل کر اکٹھا کھانا کھاتے۔ بعض علماء اور روساء کے لیے حسب مراتب الگ بھی کھانے کا انتظام ہوتا۔ کھانے سے فارغ ہو کر سب مل کر دعا مانگتے اور ہاتھ دھو کر کلی کرتے۔ عشاء کے بعد عموماً آپ تخلیہ فرماتے اور وتر اول شب ہی ادا فرماتے۔ نماز تراویح بیس رکعت پڑھی جاتی، حافظ صاحب ٹھہر ٹھہر کر ترتیل کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور پورا قرآن پاک تراویح میں ختم کیا جاتا۔ ہر چار رکعت تراویح کے بعد تسبیح سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ ...... خشوع خضوع کے ساتھ پڑھی جاتی۔ ختم قرآن تراویح عموماً ستائیسویں کو کیا جاتا۔ 1

جمعہ مبارک کے دن آپ بعض باتوں کا خاص اہتمام فرماتے تاکہ اس دن کی عظمت سب پر واضح ہو جائے۔ وظائف سے فارغ ہو کر احباب سے مختصر ملاقات کے بعد آپ حجامت بنواتے لبوں کے بال قینچی سے کٹواتے۔ ہاتھوں اور پاؤں کے ناخن اس طرح کٹواتے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے ابتدا کر کے چھنگلی پر ختم کرتے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کرتے۔ سب سے آخر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن اترواتے اور یہی مسنون طریقہ ہے۔

پھر آپ غسل خانہ میں تشریف لے جاتے اور غسل کرتے وقت موسم کے مطابق وافر

---

☆۔1: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بیس رکعت اور وتر پڑھتے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ 2/394، آثار سنن 2/56]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے۔ (مجمع الزوائد 3/172)

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض فرمائے ہیں اور میں نے تمہارے لیے رمضان کا قیام سنت مقرر کر دیا ہے تو جس شخص نے رمضان کے دن کے روزے رکھے اور رمضان کی راتوں کو قیام کیا ایمان و یقین سے تو گناہ سے ایسے نکل جاتا ہے جیسا کہ

مقدار میں گرم یا تازہ پانی استعمال فرماتے۔غسل خانہ کے اندر ہی اجلا اور پاکیزہ لباس زیب تن فرماتے اور وضو کر کے باہر تشریف لاتے۔ پہلے دایاں پاؤں باہر رکھتے پھر بایاں۔ پاکیزگی اور نفاست کا یہاں تک خیال ہوتا تھا کہ دست مبارک سے تہبند کا گوشہ پکڑ کر دروازہ بند کرتے، گیلا ہاتھ کنڈے یا دستی کو نہ لگاتے۔ پھر آپ بیٹھ کر آئینہ سامنے رکھ کر ریش مبارک میں شانہ کرتے۔ شانہ دائیں جانب سے شروع فرماتے۔ سرمہ اور عطر لگاتے اور اس طرح نماز جمعہ کی تیاری مکمل ہو

---

☆حاشیہ گذشتہ صفحہ: ماں کے پیٹ سے بے گناہ پیدا ہوا ہے۔(نسائی شریف 1/308)

تتمہ: اس حدیث مصطفےٰ ﷺ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ نماز تراویح علیحدہ ہیں جو نبی کریم ﷺ نے مقرر فرمائیں۔ تہجد رب کریم نے پہلے فرض فرمائے اور پھر فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ سے تہجد کو نفل فرمایا تو جو لوگ رمضان کی رات تراویح کو تہجد کہہ دیں تو وہ حدیث مصطفےٰ ﷺ کے منکر ہیں جو اس حدیث شریف سے واضح ہے۔ تہجد قرآن کریم کی آیت قُمِ اللَّيْلَ سے فرض ہوئے اور فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ

اور اکثر اہل علم اس پر عامل ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب سے بیس رکعتیں روایت کی گئی ہیں اور یہی سفیان ثوری کا قول ہے اور ابن مبارک اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کا بھی اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اپنے شہروں مکہ معظمہ میں میں نے پایا کہ وہ بیس رکعتیں تراویح پڑھتے تھے۔(ترمذی شریف 1/119)

ابو سعید خذری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رمضان شریف کی پہلی رات آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ رمضان شریف کی آخری راتوں تک کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور رمضان شریف کی راتوں میں ایماندار آدمی جو نماز پڑھتا ہے ہر سجدے کے بدلے اس کے لئے ڈیڑھ ہزار نیکی لکھی جاتی ہے اور جنت میں اس کے لئے سرخ یاقوت کا ایک مکان تعمیر کیا جاتا ہے جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہوتے ہیں۔ اس کے ہر دروازے میں سرخ رنگ کے یاقوتی جڑاؤ کا ایک سونے کا محل ہوتا ہے ایماندار

جاتی۔ نماز جمعہ میں آپ منبر کے اوپر بیٹھ کر خطبہ پڑھتے اور وعظ وتلقین فرماتے۔ اوائل میں کرموں والہ ضلع فیروز پور میں آپ زمین پر کھڑے ہو کر طویل خطبے دیا کرتے تھے۔ خطبوں کے دوران معارف واسرار کی بارش ہوا کرتی۔ وعظ مبارک عام فہم پنجابی زبان میں ہوتا جس میں شاذونادر ہی کوئی شعر پڑھا کرتے تھے اور وہ بھی بغیر ترنم کے۔

ایک دفعہ جمعہ مبارک کے وعظ کے دوران فرمایا:

'' بیلیو گلاں غور نال سنو۔ میریاں گلاں سادیاں سادیاں۔ پنجابی زبان وچ ہوندیاں نیں۔ پر نہ جانئے انہاں نوں کوئی عارف وی ورلا ای سمجھ سکدا ہووے۔''

---

☆ حاشیہ گذشتہ صفحہ: آدمی جب رمضان شریف کا پہلا روزہ رکھتا ہے اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں رمضان شریف کے ہر دن یہی ثواب رائج رہتا ہے اور صبح کی نماز سے مغرب تک پورا رمضان شریف کا مہینہ روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کے لئے معافی مانگتے رہتے ہیں اور رمضان شریف میں دن رات ہر سجدے کے ثواب میں جنت میں ایک درخت لگایا جاتا ہے۔ جس کا سایہ اتنا وسیع ہوتا ہے۔ کہ اس کے سائے میں پانچ سو برس گھوڑا دوڑایا جا سکتا ہے۔

آجکل بھی حرمین شریفین مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں نماز تراویح بیس رکعت کی ہی پڑھی جاتی ہے۔ (کنزالعمال 4/298)

**نماز جمعہ:**

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز جمعہ کے دو فرض ادا فرمانے کے بعد ظہر کی پوری نماز ادا فرماتے۔ 1

اول وقت پر تمام نمازوں کی ادائیگی کا بہت اہتمام فرماتے اور اکثر اوقات صفیں بچھاتے وقت خود ساتھ امداد فرماتے اس کے باوجود جب نمازی جماعت کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ نمازیوں کے مونڈھے پکڑ کر صفیں درست کرتے۔ قیام نماز میں دونوں پاؤں کے درمیان پانچ انگشت کا فاصلہ رکھنے کی تاکید فرماتے۔ رکوع وسجود میں تسبیح زیر لب پڑھنے کی تاکید ہوتی تھی۔ ہر نمازی کو خواہ وہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو یا فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا کر رہا ہو آپ نہایت خاموشی کے ساتھ پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ تا آنکہ ساتھ والے آدمی کو بھی آواز سنائی نہ دے۔ پہلی صف میں صرف وہ نمازی کھڑے ہوتے جن کی داڑھی شریعت کے مطابق ہوتی تھی۔ داڑھی منڈوانے والے اور کٹوانے والے اگلی صف میں نہیں کھڑے ہو سکتے تھے۔

---

☆۔ 1: ابو ملیح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر جمعہ کے دن حاضر ہوا تو حدیبیہ میں بارش صرف اتنی ہوئی کہ جوتوں کے تلوے بھی تر نہ ہوئے تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم جاری فرمایا کہ وہ نماز ظہر اپنے گھروں میں ادا کر لیں۔

اب فقہائے احناف کا فیصلہ عرض کرتا ہوں۔

اور شہر ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس موضع کو کہتے ہیں کہ جس کے لئے مفتی بھی اور بادشاہ بھی اور قاضی ہو جو احکام شرعیہ کو جاری کرے اور حدود شرعیہ کا قیام فرمائے۔

(مراقی الفلاح 308 طحطاوی شریف 304)

اور شہر ہر اس موضع کو کہتے ہیں جس کے لئے بادشاہ اور قاضی ہو جو احکام شرعیہ کو جاری رکھے اور حدود شرعیہ کو قائم رکھے۔ (مجمع الانھر 1/84)

اور جمعہ سوائے شہر جامع کے صحیح نہیں ہوتا یا شہر کی عیدگاہ میں اور بستیوں میں جمعہ جائز نہیں واسطے

کرموں والہ (ضلع فیروز پور) میں سکونت کے ایام میں آپ خود بھی کبھی عصر کی نماز میں امامت فرماتے مگر وہاں عموماً ایک صاحب نسبت اور صاحب حال بزرگ المعروف میاں بالا رحمتہ اللہ (جو آپ کے مریدان با اخلاص میں سے ایک باکمال فرد تھے) امامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ موجودہ دربار شریف کے قیام کے دوران مختلف اصحاب امامت کرتے رہے ہیں۔

☆حاشیہ گذشتہ صفحہ : قول علی السلام کے مصر جامع کے سوا نہ جمعہ جائز ہے اور نہ ہی تشریق اور نہ ہی نماز فطرہ بڑی عید نماز ہو سکتی ہے نہ چھوٹی اور مصر جامعہ ایسا شہر ہے جس کے لئے بادشاہ ہو اور قاضی ہو جو احکام شرعیہ کو جاری رکھے اور حدود شرعیہ کو قائم رکھے۔ (حدایہ اولین 150)

اور امر کے لئے دلیل ہے قول علیہ السلام کا سوائے مصر جامع کہ نہ جمعہ جائز ہے اور نہ ہی تشریق حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ سوائے مصر جامع کے نہ جمعہ جائز ہے نہ تشریق اور نہ عیدالفطر اور نہ عید الاضحیٰ کی اس لئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب شہروں اور بستیوں کو فتح کر لیا تو انہوں نے سوائے بڑے بڑے شہروں کے کہیں جامع مسجدیں نہیں بنوائیں نہ ہی خطابت کے منبر رکھے اور یہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہ کا اتفاقی مسئلہ ہے کہ بڑا شہر جمعہ کے شرائط سے ہے۔

(مبسوط للرخسی 2\22)

پھر ظاہر روایت میں ہے کہ جمعہ واجب نہیں ہوتا مگر اس شخص پر جو مصر کا رہنے والا ہو اور جو شہر کے متصل محلے ہوں۔ (مبسوط للرخسی 2/22)

فقہاء احناف کے نزدیک جمعہ اور ظہر کی نماز دونوں ادا کرے:

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احتیاط کی ہے اور فرمایا احتیاطاً چار رکعت پڑھے اور یہ اس کا جمعہ ہے۔

(مبسوط للرخسی 2/22)

جب انسان پر جمعہ مشتبہ ہو جائے لائق ہے کہ چار رکعت بعد جمعہ کے پڑھے اس کے ساتھ نیت کرے آخری فرض نماز ظہر کی جس کا وقت میں نے پایا اور ادا نہیں کیا تو اگر جمعہ صحیح نہ ہوا تو ظہر ادا ہو جائے گی اور اگر جمعہ صحیح ہو گیا تو چار رکعت نوافل ہو جائیں گے۔

(فتح القدیر 1/141، بحر الرائق 2/153)

## اخلاق کریمانہ

آپ نہایت خوش خلق اور خوش ذوق تھے۔ اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کے مالک تھے۔ اپنے عقیدتمندوں کے علاوہ دیگر حضرات جو خدمت عالیہ میں حاضر ہوتے، سب سے نہایت

---

☆حاشیہ گذشتہ صفحہ : پھر جس موضع میں جمعہ کے جواز کا یا مصر کے شرائط میں شک ہو یا اس کے علاوہ اور اس نے اپنے اہل کے لئے جمعہ قائم کر لیا لائق ہے کہ جمعہ کے بعد چار رکعت نماز پڑھیں اس کے لئے نیت نماز ظہر کی کرے۔ تا کہ اگر جمعہ ادا نہ ہو سکا تو اس کی جگہ اس کے ذمے سے جو وقتی فرض باقی تھا وہ ساقط ہو گیا فقہ کی کتاب کافی میں ایسے ہی محیط میں ہے پھر انہوں نے اس کی نیت میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا ہے کہ اس پر آخر ظہر کی نیت کرے اور وہ زیادہ اچھا اور احوط ہے یہ کہے کہ میں نے آخر ظہر کی نیت کی جس کا وقت میں نے پالیا ہے اور ابھی ادا نہیں کی اور فتوٰی میں ہے کہ چاروں میں فاتحہ اور سورہ پڑھے جو ہمارے شہروں میں نماز پڑھی جاتی ہے فتوٰی تاتارخانیہ میں بھی ایسے ہی ہے۔ (فتوٰی عالمگیری 1/117)

اور لوگ بستی میں نماز جمعہ پڑھیں تو ان کی ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے۔ (شامی 1/748)

عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ملا جیون کا فیصلہ یہ ہے:

بعض ان کے ظہر کو اپنے مکانوں میں ادا کر لیتے پھر جمعہ کی طرف دوڑتے اور ان کے اکثر پہلے جمعہ کو ادا کرنے پر ہیشگی کرتے حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ جمعہ شعائر اسلام کا بڑا نشان ہے اور اس کے بعد انہوں نے ظہر کی نماز کو بھی لازماً ادا کیا کیونکہ جمعہ میں شکوک بہت ہیں اور اوحام کو غلبہ ہے۔ (تفسیرات احمدیہ 460)

اور جمعہ کے ان شرائط کی وجہ سے اور مصر کے اختلاف کی وجہ سے انہوں نے کہا ہے کہ جس موضع کے جواز میں شک ہو جائے لائق ہے کہ چار رکعت نماز ظہر ادا کرے تا کہ اگر جمعہ میں ادائیگی نہ ہوتی ہو تو اس کے ذمہ جو وقتی فرض تھا وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ اور بستی میں احتیاط یہ ہے کہ چار رکعت نماز سنت ادا کرے پھر جمعہ پڑھے پھر جمعہ کی چار سنتوں کی نیت کرے۔ پھر ظہر کی نماز پڑھے پھر دو رکعت وقتی سنتیں ادا کرے یہی وہ صحیح مذہب پسندیدہ ہے۔ (کبیری 512)

خندہ پیشانی سے پیش آتے ۔ ویسے یہ ایک قدرتی امر تھا کہ سب حاضرین مجلس پر آپ کی ذات مبارک کی ایک ہیبت اور رعب ساطاری ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ بعض قلبی اور روحانی بیمار جن کی باطنی حالت اصلاح طلب ہوتی تھی جب محفل مبارک میں آ جاتے تو آپ پر جلالی رنگ غالب ہوتا تھا لیکن اس طرح اس شخص پر ہیبت اور رقت طاری ہو

☆ حاشیہ گذشتہ صفحہ : اور مقدسی نے محیط سے نقل کیا ہے کہ جس موضع میں مصر کے متعلق شک ہو جائے لائق ہے کہ لوگ چار رکعت جمعہ کے بعد ظہر کی نیت سے احتیاطاً ادا کریں تا کہ اگر جمعہ نہ واقعہ ہو تو اس کی جگہ ظہر کے ادا کرنے سے اس کے ذمہ جو وقتی فرض تھا وہ ادا ہو جائے گا اور ایسے ہی کافی میں ہے۔ (شامی 1/756)

علامہ شامی کا فیصلہ یہ ہے:

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ کے بعد دس رکعات پڑھ لے چار سنتیں چار آخر ظہر اور دو رکعتیں سنت وقت۔ (شامی 1/757)

علامہ خیر الدین الملی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ یہ ہے:

اور احتیاط لبحتی میں یہ ہے کہ چار رکعت سنتیں ادا کر کے پھر جمعہ پڑھے پھر چار سنتیں جمعہ کی پڑھے پھر ظہر کی نماز ادا کرے پھر قضا دو سنتیں ادا کرے پھر یہی صحیح اور پسندیدہ مذہب ہے۔

(فتویٰ خیریہ جلد اول 7)

پھر جس جگہ جواز جمعہ میں شرائط کے فوت ہونے سے شک ہو لائق ہے کہ چار چار رکعت نماز پڑھے اور ظہر کی نیت کرے کہ اس کے ذمے جو وقتی فرض تھا وہ ادا ہو جائے کہ اگر جمعہ نہ جائز ہو تو وہ اس کی جگہ درست ہو جائے اور قنیہ میں ہے بعض مشائخ سے کہ جب اہل مرو جمعہ کے قائم کرنے کے بارے میں شک میں مبتلا ہوئے اور ان کے جواز میں علماء کا اختلاف ہوا تو اس زمانہ کے ائمہ نے حکم دیا کہ چار رکعت بعد ظہر کی لازمی احتیاطاً پڑھی جاویں۔

(مجمع الانہر 1/85)

نماز جمعہ کے دو فرض ادا کرنے کے بعد نماز ظہر پوری پڑھی جاتی ہے کیونکہ احناف کے نزدیک نماز

کر اس کی اصلاح کا کام آسان ہو جاتا تھا۔ بالعموم آپ جمالیات کا مرقع تھے۔

نمود و نمائش اور ریا سے سخت نفرت تھی۔ حاضرین میں بھی اگر کوئی شخص ان امراض باطنی کا شکار ہوتا تو آپ پوری توجہ کے ساتھ اس کی اصلاح کا خیال فرماتے دست بوسی کرنا یا پاؤں کو چھونا سخت ناپسند تھا حتیٰ کہ رسمی مصافحہ کے شائقین کو سمجھانے کے لیے آپ کبھی فرمایا کرتے تھے کہ:

"ہر انسان کے دل میں سب سے زیادہ ماں کی محبت ہوتی ہے مگر یہ بتاؤ کہ گھر میں آتے جاتے وقت ماں سے کتنی دفعہ مصافحہ کیا جاتا ہے۔ محبت اور احترام دل سے ہوتا ہے۔ دل محبت سے لبریز ہونا چاہیے"۔

ویسے آپ مصافحہ کے خلاف نہ تھے۔ مجلس میں آپ کی تشریف آوری پر اگر کوئی شخص تعظیماً اٹھنے کا قصد کرتا تو آپ روک دیتے۔ کسی کو اٹھ کر کھڑا ہونے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ رخصت کرتے وقت محبت اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات یہ محبت بھرے الفاظ زبان مبارک پر ہوتے:

"ایسا کہنا تو نہیں چاہیے کہ جائیں، اچھا خراماں خراماں جائیں۔ اَللّٰہُ حَافِظُنَا وَ حَافِظُکُمْ فِیْ کُلِّ اُمُوْرِ الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا"

پیدل سفر کے دوران ایک ہمراہی اپنے ساتھ رکھتے اور باقی ساتھیوں کو آگے یا پیچھے کچھ فاصلے پر چلنے کا حکم ہوتا تاکہ جلوس اور نمود و نمائش کی شکل نہ بنے۔ ساتھ چلنے والے شخص کو اپنی دائیں جانب لے کر چلتے۔ آپ ہر موقع پر سفر و حضر میں تسبیح کی نمائش کو ناپسند فرماتے تھے۔

---

☆ حاشیہ گذشتہ صفحہ : جمعہ کے وجوب کے لئے چند شرائط ہیں جن کا آج کل فقدان پایا جاتا ہے۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نماز جمعہ کے بعد نماز ظہر پوری ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

مجلس میں حاضر ہونے والوں کی عرضداشتیں سنتے جاتے اور دعا فرماتے جاتے۔ آپ کے فیضان نظر سے لاعلاج مریض شفایاب ہو جاتے اور مشکلات میں گھرے ہوئے لوگ مشکلات سے نجات پاتے۔ دعا کرنے میں آپ ذرا بھی بخل نہیں کرتے تھے۔ لبوں پر عموماً یہ دعائیہ کلمہ ہوتا تھا۔ "اللہ فضل کرے" دنیاوی امور کے لیے دعا کی غرض سے حاضر ہونے والے اگر سچی بات بیان کر دیتے تو آپ دعا فرمانے میں دیر نہ کرتے چونکہ آپ کے کشف کے سامنے کوئی چیز پوشیدہ نہ تھی۔ اس لیے غلط بیانی کرنے والوں کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپ نے فقیر سے کئی دفعہ فرمایا کہ مجھے لوگوں کے حالات کی جستجو اور تفتیش کی ضرورت نہیں ہے۔ سچی بات بتانے سے اقرار گناہ کی شکل پیدا ہوتی ہے اور اقرار گناہ میں توبہ کا پہلو ہے۔ پس جب بات توبہ تک آ جاتی ہے تو رحمت حق جوش میں آ جاتی ہے۔ مولا کریم غفور الرحیم ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ
فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَ
جَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○

اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں (یعنی گناہ کا ارتکاب کر لیں) اور آپ کے در دولت پر حاضر ہو جائیں اور اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں اور رسول بھی ان کی مغفرت کی سفارش کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاؤ گے۔

---

آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ عموماً قرض، مرض یا غرض لے کر آتے ہیں۔ یعنی دنیاوی مقاصد لے کر آتے ہیں۔ اللہ، اللہ سیکھنے والا اور ذکر وفکر کا شوق رکھنے والا تو کوئی ہی آتا ہے، میں تو ایسے ہی لوگوں کے لیے بیٹھا ہوں۔

آپ کی مجلس میں سب لوگ دوزانو بیٹھتے تھے۔ صرف بعض بیماروں کو رخصت ہوتی تھی۔ آپ خود بھی دوزانو ہی بیٹھا کرتے تھے۔ ضعیفی کے زمانے میں آپ زمین یا چارپائی پر اس صورت میں لیٹتے کہ سر مبارک قبلہ کی جانب اور پاؤں مشرق کی جانب ہوتے۔ ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر آپ کبھی نہیں لیٹے اور نہ ہی گھٹنے کھڑے کر کے۔ کعبۃ اللہ کی جانب پشت کرنا ناپسند

فرماتے۔ شعائر اللہ کی تعظیم بدرجہ اتم فرماتے۔ غیر جاندار اور غیر مکلف اشیاء مثلاً جاروب، لوٹا، ورانتی وغیرہ کو بھی قبلہ رخ رکھنا سکھاتے۔ مقصد اس سے یہ تھا کہ ہر ذی شعور انسان بھی اپنا رخ مالک حقیقی کی طرف ہی موڑ لے۔ اصحاب ذکر وفکر اور متبعین سنت کو دیکھ کر مسرت کا اظہار فرماتے۔ ہر چیز میں طاق عدد کو پسند فرماتے۔ **اللّٰہُ وِتْرٌ وَّ یُحِبُّ الْوِتْرِ**

---

باوجود کشف کے آپ نام لے کر کسی کی اصلاح نہ فرماتے۔ بلکہ ستر احوال کا خیال رکھتے اور عمومی رنگ میں کسی کی لغزش یا خامی کا تذکرہ کر کے اس کے ترک کرنے کی طرف توجہ دلاتے۔ اصلاح میں بڑی کوشش فرماتے۔ آپ کے فیضان صحبت سے دلوں سے غفلت کے پردے اٹھ جاتے اور ذکر وفکر میں مشغولیت حاصل ہو جاتی تھی۔ لوگ ذکر خفی کی تاثیر سے سرشار اور مسحور ہو جاتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض کی زبان سے بے اختیار **ھو** کا نعرہ نکل جاتا تو آپ فرماتے:

"بات تو یہ ہے کہ آدمی سمندر پی جائے اور لب خشک ہی رہیں"

---

آپ پردۂ نسواں کے سخت پابند تھے۔ کبھی کوئی عورت آپ کی مجلس مبارک میں نہیں آ سکتی تھی۔ بلکہ پانچ چھ سال کی بچیوں کے آنے کی بھی ممانعت تھی۔ آپ نے اگر کسی وقت زنان خانہ میں جانا ہوتا تو پردے کا اہتمام ہو جاتا۔ محرم مستورات کے سوا کوئی عورت آپ کے روبرو نہیں آتی تھی۔ بچوں سے آپ شفقت سے پیش آتے اور بچوں کو انواع واقسام کی اشیاء کھانے کے لیے دیتے۔ ان سے محبت اور پیار کی باتیں کرتے۔ ان کے سر اور پشت پر دست شفقت پھیرتے۔ بچے بھی آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ انسان تو کیا حیوانوں اور پرندوں سے بھی آپ ایسی نرمی سے پیش آتے کہ وہ بھی آپ سے بے حد مانوس ہو جاتے۔ جب کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا اور لڑکے کا نام پوچھا جاتا تو آپ بالعموم یہ نام تجویز فرماتے نصر اللہ، لطف اللہ، انعام اللہ، عزیز اللہ یا فتح اللہ وغیرہ وغیرہ

---

آپ نہایت نفاست پسند اور راست گو تھے۔ کسی امر میں ذرا سی کجی بھی آپ کی طبیعت پر ناگوار گزرتی تھی۔ مسجد کی صفیں ہوں یا کھیتوں کے راستے یا حد بندی۔ کاغذ کی تراش ہو یا کاغذ پر کوئی لکیر، ہر چیز میں ذرا سا ٹیڑھا پن بھی برداشت نہ فرماتے تھے۔ اسی طرح آپ ہمیشہ اپنے عقیدت مندوں کے احوال کی درستی کی جانب متوجہ رہتے۔ شریعت مطہرہ یا سنت سنیہ سے انحراف یا روگردانی آپ برداشت نہیں فرمایا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ سے جو عشق و محبت آپ کو حاصل تھا، اس کا تقاضا بھی یہی تھا۔ آپ ہمیشہ اس امر کے متمنی تھے کہ آپ کے عقیدت مند اور متوسلین دین و دنیا میں اعلیٰ مدارج پر پہنچیں۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا اور اس کا مال و دولت بری چیزیں نہیں ہیں، ان کا ناجائز مصرف ان کو برا بناتا ہے۔ مال کی محبت بری چیز ہے۔ مال و دولت حاصل کر کے نیک کاموں پر خرچ کرنا برا نہیں۔ دنیا کی دولت ایک خوشنما سانپ کی مانند ہے۔ جو شخص اس سانپ کا منتر جانتا ہے وہ اسے قابو میں رکھتا ہے ورنہ اس کا زہر ہلاک کر دیتا ہے۔

## احوال وارشادتِ عالیہ

آپ نے جب اپنے شیخ علیہ الرحمۃ کے ارشاد کے مطابق متلاشیان حق کو راہ ہدایت کی دعوت دینا شروع کی اور نسبت نقشبندیہ کو پھیلانا شروع کیا تو آپ جس شخص کو ذکر کی تلقین فرماتے اور اوراد و وظائف پڑھنے کے لیے بتاتے، اس کا فوری اثر اس شخص میں ظاہر ہوتا اور اس کی دنیا ہی بدل جاتی۔ ابتداء میں بعض اوقات آپ کی توجہ کا اتنا گہرا اثر ہوتا تھا کہ لوگ بے قرار ہو جاتے اور جوش وخروش میں نعرے لگاتے اور بعض لوگ کنویں میں چھلانگ تک لگا دیتے تھے۔ کرموں والا ضلع فیروز پور میں ایک شخص سراج دین نامی آپ کی توجہ کے بعد غلبہ حال سے اس قدر بے خود ہوا کہ بے اختیار اللہ کا نعرہ لگا کر کنوئیں میں جا گرا۔ سب نے سمجھا کہ اب وہ زندہ سلامت نہیں نکل سکتا لیکن جب ایک اور شخص کو کنویں میں مضبوط رسوں کی مدد سے اتارا گیا تو اس نے

کنوئیں میں سے آواز دی کہ یہاں صرف سراج دین ہی نہیں ہے بلکہ ایک اور شخص بھی اسی طرح ذکر میں محو ہے، دونوں کو باہر نکالا گیا تو وہ صحیح سلامت تھے۔ کنوئیں کے اندر اللہ کے ذکر میں محو اور دنیا و مافیہا سے بے خبر تھے۔ باہر نکلنے کے بعد بھی ان کی وہی حالت کافی دیر تک قائم رہی لیکن اس حالت میں بھی وہ صوم صلوٰۃ کے پابند ہے۔

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پاکپتن شریف میں شیخ عبدالرحمٰن کے مکان میں دوسری منزل میں قیام فرما تھے۔ آپ کے ایک درویش نے غلبہ حال سے بے قرار ہو کر اللہ کا نعرہ لگایا اور اچھل کر نیچے سڑک پر جا گرا۔ ناک اور منہ سے خون جاری ہو گیا اور بے ہوشی کی حالت میں اسے جلدی سے ہسپتال پہنچایا گیا۔ وہ بدستور اللہ، اللہ کہہ رہا تھا۔ ہسپتال کے ہندو انچارج نے اس کا معائنہ کرنے کے بعد کہا کہ اس شخص کو بہت تیز نشہ پلایا گیا ہے اور اس کے زندہ بچنے کی کوئی امید نہیں۔ رات بھر وہ ہسپتال میں رہا۔ صبح کو خود ہی چل کر پھر اسی مکان کی سیڑھیوں میں آ گیا اور بلند آواز سے کہہ رہا تھا ''بابا جی! میں آ گیا ہوں''۔

حضرت کرمانوالہ شریف میں ایک دن لوگ باہر سے مٹی لا کر پلاٹ میں ڈال رہے تھے۔ آپ مکان کے شمالی چبوترے پر بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ بہاولنگر کا مستری علی محمد اور اس کے دو کمسن بچے بھی مٹی لا رہے تھے۔ باہر سے چھوٹے لڑکے کے سر پر مستری نے مٹی کا ڈھیلا رکھا اور اسے کہا کہ بیٹا حضرت صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس سے گزرو تو اللہ، اللہ کہتے چلو۔ جب بچہ آپ کے پاس سے اسی طرح گزرا تو آپ نے اس فقیر کو ارشاد فرمایا ''مولوی صاحب! اس بچے کو منع کریں کہ ایسا نہ کرے اور خاموشی سے کام کرے''۔ چنانچہ میں نے بچے کو اور اس کے باپ کو سمجھایا لیکن باپ نے کہا کہ ''جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا'' چلو بیٹا اسی طرح اللہ، اللہ کرتے چلو۔ جب بچہ اسی طرح کرتا ہوا پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے گزرنے لگا تو اس کی حالت بدل گئی۔ آنکھیں بند کر کے بے ہوشی کے عالم میں زور زور سے اللہ، اللہ کے نعرے لگانے لگا اب اس کے باپ کو فکر لاحق ہوئی۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اسے میرے پاس مت لاؤ۔ اسے باہر لے جاؤ، پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس فقیر کو ارشاد فرمایا کہ درود شریف پڑھ کر بچے کو دم کرو اور درود شریف پانی پر دم کر کے پلاؤ، تب کہیں بچے کو سکون ہوا۔ کئی سالوں تک بچے کو ذکر میں اسی طرح

محویت حاصل ہو جایا کرتی تھی۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے شیخ طریقت قطب زماں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بے پناہ محبت اور عقیدت تھی۔ آپ اکثر اوقات اپنے شیخ معظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعریف میں رطب اللسان رہتے۔ جب بھی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر خیر شروع ہوتا، آپ پر عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی اور پھر آپ بے اختیار فرماتے "بڑی شان ہے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی" اکثر اوقات آپ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نوازشات کا ان الفاظ میں اعتراف کیا کرتے تھے۔

"ہمیں کون جانتا تھا، یہ سب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نگاہ کرم کا صدقہ ہے"

آپ اپنی عرضداشتوں میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں لکھا کرتے "میرے رؤف و رحیم" اسی بات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں شرق پور شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو آپ نے ذرا ناراضگی والے لہجہ میں فرمایا "یہ کیا طریقہ ہے خط لکھنے کا؟" لیکن جب میرے ذہن میں "بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ" کی آیت مبارکہ آئی تو آپ نے فوراً تسلی دیتے ہوئے فرمایا "ہاں تو یہ بھی ٹھیک ہے، میں ناراض تو نہیں ہوں"

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ذکر مبارک کے دوران اس واقعہ کا بھی کبھی کبھی ذکر فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ مکان شریف (رتڑ چھتڑ، ضلع گورداسپور) جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ایک راستہ سے گزرتے ہوئے جب مجھے سامنے کچھ بچے کھیلتے اور گرد و غبار اڑاتے نظر آئے تو میں نے ذرا پیچھے ہٹ کر بچوں کو ہاتھ کے اشارے سے ایک طرف ہٹنے کے لیے کہا آپ نے فوراً پیچھے مڑ کر میری جانب دیکھا اور فرمایا:

"ہونہہ! ہونہہ! شاہ جی، یہ مکان شریف کے رہنے والے بچے ہیں اور دھول بھی مکان شریف کی ہے"

آپ نہایت سادہ الفاظ اور دلنشین طریقے سے اصلاح احوال کی کوشش فرمایا کرتے تھے۔ بے معنی اور بے مقصد باتوں سے آپ کی محفل پاک ہوتی تھی۔ بات کی وضاحت کے لیے

آپ بزرگان دین کے اقوال اور ان کی حکایات بیان فرمایا کرتے تھے۔ استقامت احوال پر ہمیشہ زور دیتے تھے۔

**اَلْاِسْتِقَامَۃُ فِی الشَّرِیْعَۃِ وَ الطَّرِیْقَۃِ فَھِیَ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ**

**ترجمہ:** "شریعت اور طریقت میں استقامت ہی کرامت سے بڑھ کر ہے۔"

حقیقی عرفان حاصل کرنے کے لیے شریعت مطہرہ کے احکام کی کما حقہ پابندی ضروری ہے اور عمل صالحہ میں استقامت ایک لازمی امر ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا:

**اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَ الرَّجَاءِ**

**ترجمہ:** ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔

تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"خوف اس کے عدل اور امید اس کے فضل سے ہے۔ پس اس کی بارگاہ میں کامیابی وہی حاصل کر سکتا ہے جس میں دونوں باتیں اپنے اپنے محل پر موجود ہوں"

پھر آپ نے فرمایا:

گر عدل کنی ہم مارے، ہم مارے
گر فضل کنی ہم تارے، ہم تارے

ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا:

**اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْقَلْبِ وَ عِلْمُ اللِّسَانِ عِلْمُ الْقَلْبِ فَذَالِکَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَ عِلْمُ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عِلْمُ اللِّسَانِ فَذَالِکَ حُجَّۃُ اللّٰہِ عَلٰی بَنِیْ اٰدَمَ**

**ترجمہ:**

علم دو طرح کا ہے۔ 1۔ علم قلب 2۔ علم لسان (یعنی ایک دل سے تعلق رکھتا ہے

اور دوسرا زبان سے )

علم قلب )۔ یہ ایک نفع دینے والا علم ہے۔ یہ علم انبیاء اور مرسلین کو حاصل ہے۔

علم لسان )۔ یہ علم اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کی طرف حجت ہے یعنی علم باطن علم ظاہر پر فوقیت رکھتا ہے۔ جس کو علم باطن حاصل ہو جائے وہی صحیح معنی میں عالم ہے۔ پھر آپ یہ شعر پڑھا کرتے۔

علم باطن ہچو مسکہ علم ظاہر ہچو شیر
کے بود بے شیر مسکہ کے بود بے پیر پیر

ذکر فکر کی رغبت دلانے کے لیے آپ فرمایا کرتے:

"ہتھ کار وَل ........... دل یار وَل"

اور علم ظاہری پر فخر کرنے والے یا بھروسہ کرنے والے سے آپ فرمایا کرتے:

"صد کتاب وصد ورق در نار کن جان ودل راجانب دلدار کن"

آپ نے ارشاد فرمایا:

"شیطان تین راستوں سے مومن کے دل پر حملہ کرتا ہے۔ یہ ازلی دشمن آنکھ، کان اور منہ کے راستے حملہ آور ہوتا ہے۔ منہ سے کسی کی عیب جوئی، غیبت، جھوٹ یا مشرکانہ باتوں کا اعلان کرواتا ہے۔ آنکھ سے بری اور حرام چیزوں کو دیکھنے کی رغبت پیدا کرتا ہے اور کان سے چغلی یا بری باتوں کے سننے پر اکساتا ہے۔ اس طرح یہ غارت گر ایمان نیکیاں اور متاع ایمان لوٹ کرلے جاتا ہے"

پھر آپ فرماتے تھے:

" آنکھ، کان، منہ، بند کر نام نرنجن لے
اندر کے پٹ تب کھلیں جب باہر کے پٹ دے"

ساتھ ہی پڑھے لکھے لوگوں کے لیے مثنوی شریف کا یہ شعر بھی پڑھتے:

" چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی ذات حق بر من بخند "

پھر آپ فرماتے:

"کم کھاؤ...... کم سوؤ ...... اور کم بات کرو"

مکر اور ریا کی مذمت کرتے ہوئے ایک دفعہ فرمایا:

ہتھ وچ مالا مکر دی دھاگے لئی پرو

دل وچہ گھنڈی پاپ دی نام جپے کی ہو

ساتھ ہی ہندی کا یہ دوہا بھی پڑھا:

نہائے دھوئے کیا بنے جد اندر میل سمائے

مچھلی جل میں نت رہے دھوئے باس نہ جائے

(یعنی ظاہری میل کچیل دور کرنے کی بجائے باطنی کدورتوں کو دور کرنے کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیے۔

آپ فرمایا کرتے تھے:

"سالک کو حصول مقصد کے لیے دو چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ اکل حلال اور صدق مقال۔ حلال روزی کما کر اپنا اور اپنے متوسلین کا پیٹ پالنے والا شخص اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہوتا ہے۔"

نیز جھوٹ سے بچنا درجات کی بلندی کا باعث ہوتا ہے

آپ نے فرمایا:

"جس شخص نے گوشت کے دو لوتھڑوں کو اپنے قابو میں کر لیا، وہ کامیاب ہوا۔ ایک زبان اور دوسرے شرم گاہ۔

"بول اور بول کی جگہوں پر قابو پالیا تو انسان تباہی سے بچ گیا"

آپ نے فرمایا:

"حقوق اللہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا ادا کرنا بھی اشد ضروری ہے۔ کوئی شخص ساری ساری رات ایک ٹانگ پر کھڑا ہو کر عبادت کرتا ہو اور ورد و وظائف میں دن رات مشغول رہتا ہو مگر اس کے ماں باپ اس سے خوش نہ ہوں یا

بیوی بچے اس سے مطمئن نہ ہوں یا کسی انسان کی دل آزاری کا باعث ہو تو وہ عبادت اور ریاضت اُسے کچھ نفع نہیں دے سکتی۔"

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ بنگاہ خلیل آذر است
دل گزر گاہ جلیل اکبر است

اس ضمن میں آپ وہ واقعہ بیان فرماتے جو حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ترقی مدارج کا سبب بنا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے جاڑے کے موسم میں ان سے ایک رات پانی طلب کیا جب وہ پانی لے کر واپس آئے تو مائی صاحبہ سو چکے تھے۔ آپ پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیے ساری رات منتظر کھڑے رہے۔ صبح کے وقت جب مائی صاحبہ کی آنکھ کھلی تو بیٹے کو پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیے کھڑا دیکھا۔ دل سے اس کے حق میں دعا کی اور بیٹے کو علم و عرفان کی دولت عطا ہوئی۔

---

اپنے عقیدت مندوں کو سنت کی پیروی کرنے کی تاکید فرماتے۔ اپنا ظاہر درست کرنے کی طرف توجہ دلاتے، بالخصوص لباس پر زور دیتے۔ سر پر ٹوپی اور ٹوپی کے اوپر عمامہ رکھنے کی تلقین فرماتے۔ کھلے آستینوں والا کرتہ پہننے کا ارشاد فرماتے، داڑھی بڑھانے اور لبوں کے بال کٹوانے کی تاکید فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ظاہر کو درست کرنا خود انسان کا کام ہے اس کے بعد باطن کو درست کرنا اللہ تبارک وتعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

ایک دفعہ فرمایا:

"روزی کمانے کے جائز اور شرعی اسباب کو چھوڑ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے کو توکل نہیں کہتے۔ سبب کی طرف نظر نہیں رکھنی چاہیے۔ سبب تو دروازے کی مانند ہے جس میں سے گزر کر مسبب کی طرف پہنچا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص دروازہ اس امید پر بند کرلے کہ رزق اس کے منہ میں کہیں سے خود بخود پہنچ جائے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے ادبی ہے۔ کیونکہ دروازہ یا سبب بھی اسی کا بنایا ہوا ہے۔ پس دروازہ کو بند نہیں کرنا چاہیے۔ ویسے اس قادر مطلق کے اختیار میں ہے

کہ دروازہ سے بھیجے یا غیب سے عطا کرے۔ پھر آپ نے مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ شعر پڑھا:

گفت پیغمبر بآواز بلند
برتوکل زانوئے اشتر ببند

یعنی ظاہری اسباب کو حتی المقدور کام میں لانے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا جائے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ توکل یہ ہے کہ جو کچھ مل جائے اس پر قناعت کرے۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

"اللہ کریم رات اور دن کی ساعات میں ہر بندے کی جانب تین سو ساٹھ مرتبہ نظر رحمت سے دیکھتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تین سو ساٹھ مرتبہ رسالت کی نظر کرم سے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح خاصان خدا بھی تین سو ساٹھ مرتبہ اپنے متوسلین پر نظر لطف فرماتے ہیں۔ کتنی بے پناہ محبت ہے۔ ذات باری تعالیٰ کو اپنے بندوں سے اور کتنی عظیم شفقت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر اور کتنے مہربان ہوتے ہیں خاصان خدا مخلوق خدا پر مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ انسان غفلت میں وقت گزار دے اور ان رحمتوں اور برکتوں سے اپنا دامن بھر لینے کی طرف توجہ نہ دے۔ اسی ضمن میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ کسی وقت ننگے سر نہ رہو۔ معلوم نہیں وہی وقت نظر رحمت یا نظر شفقت کا ہو۔"

آپ نے فرمایا کہ:

"ارکان اسلام میں سے اقرار توحید و رسالت کے بعد نماز کو اولیت ہے ہر مسلمان عاقل بالغ مرد عورت پر نماز فرض عین ہے۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ سالکان راہ طریقت نے اس کی پابندی سے گوہر مقصود کو پالیا۔ مسلمان اور کافر میں نماز ہی وجہ امتیاز ہے۔ نماز کے بغیر دیگر اعمال کسی شمار میں نہیں ہیں"

پڑھے لکھے نوجوانوں کو سمجھانے کے لیے آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

"یوں سمجھ لو کہ ایک لازمی مضمون حساب میں فیل ہونے والا کوئی طالب علم دوسرے سب مضامین میں پاس بھی ہو تو اعلیٰ جماعت میں ترقی کا مستحق

نہیں سمجھا جاتا اور فیل ہی قرار دیا جاتا ہے۔"

نماز اگر رسماً نہ پڑھی جائے اور نمازی جو کہہ رہا ہو اسے سمجھے بھی تو اس میں کیف و حضوری خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ نمازی دل میں یقین کرلے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک حاضر و ناظر ہے اور اس کی ہر حرکت پر نظر رکھے ہوئے ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی نماز بے کیف اور بے حضور ہو۔

آپ نے فرمایا:

**اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ** یعنی دعا ساری عبادت کا مغز ہے

گویا دعا بھی عبادت ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار ہوتا ہے اور بندے کی بندگی کا اعتراف۔ دعا مومن کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون ہے۔

آپ نے فرمایا:

"یہ سب حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادات ہیں میں اپنے پاس سے کچھ نہیں کہتا"

پھر آپ نے فرمایا:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے **اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ** مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا منظور کروں گا۔ پھر یوں بھی باری تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ** اللہ تعالیٰ کی ذات پاک غنی ہے اور تم سب محتاج ہو۔ آپ نے فرمایا بتاؤ، کوئی ایسا نبی ہے جس نے حضور حق میں دعا اور التجا نہیں کی۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی تو لغزش معاف ہوئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی مصیبت اور آزمائش کے ایام میں دعائیں کیں۔ حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں معافی اور نجات کے لیے دعا مانگی۔ حضرت ذکریا علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی۔ حضور رسول مقبول، محبوب رب العالمین ﷺ نے دعا کی کہ یا اللہ، ایک عمر کو مسلمان بنا کر اسلام کو تقویت دے۔ آنحضور ﷺ نے میدان بدر میں سر بسجود ہو کر دعا کی "الٰہی یہ تیرے تین سو تیرہ بندے تیرے ہی نام کی عظمت کے لیے نکلے ہیں، انہیں دشمن کے مقابلہ میں فتح عطا کر" آپ نے امت کے لیے بار بار دعا کی۔ تو پھر وہ شخص بڑا ہی بدبخت ہے جو اللہ رب العالمین سے مانگنا عار سمجھتا ہے۔

ایک محفل میں کسی نے دریافت کیا "حضور اراضی بہ رضا بنے کے کیا معنی ہیں" آپ نے فرمایا کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رضا کی دو قسمیں بتاتے ہیں۔

1)۔ خداوند تعالیٰ کا اپنے بندے سے راضی ہو جانا۔

2)۔ بندے کا اپنے اللہ سے راضی ہو جانا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جب اپنے بندوں سے راضی ہو جاتا ہے تو ان پر انواع اقسام کی رحمتوں کی بارش برساتا ہے۔ نعمتوں سے مالا مال کرتا ہے اور چار دانگ عالم میں ان کی کرامت اور مقبولیت کا شہرہ پھیل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں رنگا رنگ ہیں، کسی کو زر و مال اور جاہ وحشم سے نوازا جاتا ہے اور کسی کو اطاعت اور بندگی کی توفیق عطا فرمائی جاتی ہے، جس کو جس طرح چاہیں سرفراز فرماتے ہیں۔

بندے کا اپنے رب سے راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے احکام کی تعمیل کرنے لگتا ہے اور بندگی پر کاربند ہو جاتا ہے۔ اللہ سے راضی ہونے کا مطلب اس کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہے اور ہر حال میں مطمئن رہنا ہے۔ اگر کچھ مل جائے تو اس پر شکر ادا کیا جائے۔ اگر نہ مل سکے تو شکایت زبان پر نہ لائے۔ اس احکم الحاکمین سے دعا اور التجا کا سلسلہ قائم رکھے اور مایوسی کو نزدیک نہ آنے دے۔ کیونکہ اس کی رحمت سے مایوس ہونا بھی کفر ہے۔

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کریم کی ذات ارحم الراحمین ہے وہ ہمارے حال سے بھی واقف ہے اور ہماری ضروریات سے بھی۔ وہ جانتا ہے کہ ہمارے لیے کیا مناسب ہے اور کیا فائدہ مند ہے۔ ہمارا علم مستقبل کے متعلق محدود ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی شے راز اور مخفی نہیں اگر کوئی چیز ہمیں عطا نہیں ہوئی تو اس میں ہماری کوئی بہتری مضمر ہو سکتی ہے۔ ہمیں راضی بہ رضا رہنا چاہیے مگر راضی بہ رضا کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کے در سے مانگنا ہی چھوڑ دیں۔ اپنی درخواست پیش کرتے رہنا اور اس کے بعد جو کچھ مل جائے اس پر شکر گزار ہونا، یہی راضی بہ رضا رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا بندے کی رضا پر مقدم ہے کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ توفیق نہ دے بندہ اس کی راہ میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔

مرشد کامل دراصل کتاب وسنت کی روشنی میں مریدوں کو معرفت الٰہی کی طرف رہنمائی

کرتا ہے وہ روح کی طہارت کی تلقین کرتا ہے اور نفس کو کدورتوں سے پاک کرتا ہے چونکہ اس کا ظاہر سنت نبوی کے عین مطابق ہوتا ہے اور باطن پاک ہوتا ہے اس لیے مرید اس سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں میں شریعت اور سنت پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ کامل پیر کا کام یہ ہے کہ سنت نبوی کی پابندی کا خیال رکھے۔ خود سنت اور شریعت کے مطابق عمل کرے اور اپنے متوسلین کو بھی شریعت مطہرہ کی روشنی میں زندگی بسر کرنے کی تلقین کرے۔

## اتباع شریعت کا جذبہ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کاملین میں سے تھے جن کا اوڑھنا بچھونا صرف شریعت مطہرہ تھا وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور سنت کے علمبردار تھے، ان کے ہاں ایسی رسومات جو دوسرے لوگوں کے ہاں جائز سمجھی جاتی ہیں، بالکل نہیں تھیں۔ ان کے یہاں نماز کی پابندی تھی اور حضور خواجہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کی تاکید۔ ان کا قول تھا کہ جو شخص شرع شریف کا پابند نہیں، اسے ولی نہ مانو، خواہ ہوا میں اڑتا ہو۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ملنے والوں کو نماز، روزہ کی پابندی اور درود پاک کثرت سے پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے۔ طویل وظائف اور چلہ کشی کو ناپسند فرماتے تھے۔ البتہ ہمیشہ اس تمنا کا اظہار فرماتے تھے کہ ان کے ملنے والے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل و صورت بنائیں۔ داڑھی نہ منڈوائیں، لباس و اطوار میں مسلمان نظر آئیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے:

''یارو! اللہ تعالیٰ نے سب سے عمدہ، سب سے حسین اور خوبصورت سراپا جو بنایا ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا ہے۔ سب سے بہتر کردار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار ہے۔ پھر ہم بھی کیوں نہ ویسی ہی صورت اور ویسی ہی سیرت بنانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہی ذریعہ ہے۔''

ایک نوجوان نے ایک دفعہ عرض کر دیا۔ ''قبلہ داڑھی میں کیا رکھا ہے۔

انسان کا دل صاف ہونا چاہیے۔

آپ نے فرمایا:

”برخوردار تمہارا قرآن پاک پر ایمان ہے؟“ اس نے عرض کیا: ”جی ہاں، کیوں نہیں، آخر میں مسلمان ہوں“ آپ فرمانے لگے:

”قرآن پاک میں حضور نبی کریم ﷺ کے اسوہ کو اسوۂ حسنہ فرمایا گیا ہے (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) اور داڑھی رکھنا حضور ﷺ کا ہی اسوۂ حسنہ ہے اور قرآن مجید میں جابجا حضور ﷺ کی ہی تقلید اور اطاعت کا حکم ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے کسی فعل کی خلاف ورزی کرنا یا مذمت کرنا کسی ہوشمند انسان کا کام نہیں۔ کچھ دیر توقف کے بعد آپ نے فرمایا: ”بابو جی! تم دل کی صفائی کا ذکر کرتے ہو، دل کا سجدہ تو خدا جانتا ہے۔ ظاہری صورت بھی درست کرو تا کہ لوگ بھی اچھا جانیں اور زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔ شاید اللہ کریم ظاہر کے خاک میں حقیقت کا رنگ بھر دیں اور یہ یاد رکھو کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے مسلمانو! جس نے میری شکل و صورت بنائی، اللہ پاک اس کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھیں گے۔ پھر آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نقال کا قصہ بیان فرمایا جو از راہ تمسخر آپ کی نقل اتارا کرتا تھا، لیکن مرنے کے بعد مولا کریم جل جلالہ نے اس کی صرف اس وجہ سے بخشش فرما دی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ظاہری شکل وصورت بنا کر لوگوں کے سامنے آتا تھا اور حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی نقل اتارا کرتا تھا۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو نظم فرمایا ہے، جس کا آخری شعر یہ ہے ۔

آنکہ بر نقل برگزیدہ ماست
بعذاب مخالفاں نہ سزا است

(ابوالبیان) حضرت مولانا غلام علی صاحب (مرحوم) مفسر قرآن مہتمم اشرف المدارس اوکاڑہ ایک موقع پر بجماعت علماء کے ہمراہ مجلس مبارک میں موجود تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

”مولانا! لوگ محض دکھاوے کے لیے یارسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگاتے ہیں اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ اگر شوق اور محبت سے ایک دفعہ یارسول اللہ ﷺ کہا جائے تو رب کریم کی بے شمار رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور بیڑا پار ہو جاتا ہے۔

## مکاشفات و کرامات

قرآن حکیم میں انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ذکر جا بجا آتا ہے اور اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ معجزات اور کشف و کرامات حق کی دلیل ہیں۔ مگر سرّ احوال کے پیش نظر اولیاء اللہ بالعموم کشف و کرامات کے اظہار سے اجتناب کرتے ہیں۔ بعض صورتوں میں جب ان کے علوم باطنی کی ایک جھلک کسی شخص کو حق کی طرف بلانے کے لیے مدد و معاون ثابت ہو سکتی ہو یا کسی کی اصلاح اور اس کے ایمان کی مضبوطی کا باعث بن سکتی ہو تو انسانی محبت کے جذبہ کے تحت ان سے بعض کرامات کا ظہور ہوتا ہے اس میں بھی ان کا دخل بہت کم ہوتا ہے۔ ان کی ذات رضائے الٰہی کی طلب گار رہتی ہے اور ان کے تقرب و قبولیت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ذات باری تعالیٰ جل جلالہ خود ان کی رضا کے مطابق حکم جاری فرما دیتے ہیں۔

حدیث قدسی ہے:

## وسائل قرب حق

مَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَدَاءِ مَا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَ لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَّ بَصَرًا وَّ یَدًا وَّ رِجْلًا وَّ لِسَانًا

**ترجمہ:** جس چیز کو میں نے بندے پر فرض کیا ہے۔ اس کی ادائیگی کے بغیر وہ میرا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ہاں فرائض ادا کرنے کے بعد نوافل کے ذریعے وہ میرا قرب حاصل کرتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ میں بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پھر میں ہی اس کے کان آنکھیں، ہاتھ، پاؤں اور زبان بن جاتا ہوں۔

قرب و حضوری کے باعث ان کے قلوب اور ارواح کو وہ روشنی اور نور حاصل ہو جاتا ہے جس کے سامنے کوئی تاریکی اور کوئی حجاب باقی نہیں رہتا۔ دنیا و مافیہا ان کے نزدیک ہاتھ کی کھلی ہتھیلی کی مانند یا اس پر رکھے ہوئے رائی کے دانے کے مطابق ہو جاتی ہے۔ تمام کائنات ان

کے سامنے کھلی ہوئی کتاب کی طرح ہے اور اس کے تمام راز ان پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ ان کی نظر اور سماعت میں وہ طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے سامنے کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی۔ اسی لیے ارشاد ہوا ہے:

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ (حدیث)

مومن کی فراست سے خبردار رہو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کی مدد سے دیکھتا ہے

نیز ارشاد ہوا:

اِنَّهُمْ جَوَاسِيْسُ الْقُلُوْبِ (یعنی وہ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں) یعنی دل کے رازوں سے واقف ہوتے ہیں۔

اولیاء اللہ کے بہت سے ایسے احوال ہیں جو کشف و کرامت سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن کا تذکرہ سلیم الفطرت انسانوں کے لیے تقویت ایمان کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ اب حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض ایسے ہی مکاشفات و کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ موجودہ مادہ پرستی کے دور میں بعض "دانشوروں" کی دانش و بینش میں یہ باتیں نہیں سما سکیں گی مگر حقیقت حقیقت ہے اور اس کے اظہار سے گریز نہیں کیا جا سکتا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

## شیخ کی نظرِ کرم

ایک دفعہ حضرت کرماں والہ شریف میں بہت سے احباب مجلس میں حاضر تھے۔ فقیر مؤلف (مولوی محمد اکرام) بھی موجود تھا۔ حضرت اعلیٰ شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر خیر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ:

ہم ایک دفعہ موضع کرموں والا ضلع فیروز پور میں مکانات تعمیر کروا رہے تھے۔ ایک مکان کی چھت کا کام شروع تھا کہ اچانک آستانہ عالیہ شرقپور شریف کی حاضری کا خیال قلب و ذہن پر چھا گیا۔ سب کام چھوڑ کر اسی وقت بغیر کسی تیاری کے روانہ ہو گئے۔ رائے ونڈ سے

ریلوے سفر ختم کر کے سیدھے موہلن وال پتن پر دریائے راوی عبور کیا اور شرقپور شریف جا پہنچے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ سرکار شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں باریابی ہوئی تو حضور نے دریافت فرمایا: "شاہ جی! میں نے آپ کو یاد کیا تھا، کیا آپ کو بھی کوئی خیال آیا تھا؟" اس پر حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چپ رہے۔ بے شمار احباب جمع تھے اور سب خاموش اور غمگین تھے کیونکہ میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ ماجدہ کا وصال ہو گیا تھا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اندرون خانہ تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سب طرف نظر دوڑائی اور پھر ارشاد فرمایا: "شاہ جی! آپ نماز جنازہ پڑھائیں" چنانچہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الامر فوق الادب کے تحت آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھائی۔

## آپ کا بلند مقام

مولانا غلام علی صاحب اوکاڑی (مرحوم) مفسر قرآن مہتمم دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑہ نے بیان فرمایا کہ ایک دن بعض علماء کی ایک جماعت کے ہمراہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حصول برکات کے لیے حاضر ہوئے۔ دوران گفتگو حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: مولوی صاحب! بعض کم فہم لوگ جن کو اپنے علم پر فخر ہوتا ہے، حضور مخبر صادق، محبوب رب العالمین، سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو تولنے اور ناپنے لگ جاتے ہیں۔ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرکار مدینہ کا ادنیٰ خادم ہوں۔ قیامت کا تو میں دعویٰ نہیں کرتا، اس کے علاوہ مولا کریم نے مجھ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھی۔

حضرت مولانا کا بیان ہے کہ ایک موقع پر جب خدمت عالیہ میں حاضری کے لیے گئے تو ہم ڈیوڑھی کے صدر دروازے سے گزر کر اندر داخل ہوئے۔ ڈیوڑھی میں ہم نے ایک ملنگ کو دیکھا، وہ کھڑا لاف زنی کر رہا تھا کہ "کچھ دیکھ لو یا دکھا دو" سامنے کچھ دور درختوں کے سائے میں آپ تشریف فرما تھے۔ جب ہم آپ کے پاس پہنچے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک خادم کو حکم دیا کہ جاؤ اس کم بخت کو باہر نکال دو۔ وہ کیا دکھائے گا ہم نے جو کچھ دیکھنا تھا، دیکھ لیا، خادم جونہی اس

کے قریب پہنچا اور بازو سے پکڑا تو وہ مارے خوف کے تھر تھر کانپنے لگا اور ہیبت زدہ ہو کر ایسا بھاگا کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا اور سڑک پر جا کر رکا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے کی ہیبت تھی۔ جس نے اس بے دین کو لرزہ براندام کر دیا۔

## تصدیقِ کمال

عمدۃ المحققین، زبدۃ العارفین، حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور اعلیٰ سرکار شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلفاء میں بلند مقام رکھتے تھے۔ "ولی را ولی می شناسد" کے مصداق وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے منصب عالی سے کماحقہٗ واقف تھے۔ ان کی خدمت میں ایک صاحب نے ضلع راولپنڈی سے خط لکھا جس میں راہ سلوک میں اپنی بعض مشکلات کے حل کے لیے دستگیری کی التجا کی تھی۔ حضرت صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی خط کی پشت پر اپنے دست مبارک سے یہ تحریر لکھ کر خط واپس بھیج دیا:

"آپ حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب کرمانوالہ شریف ضلع ساہیوال سے رجوع کریں۔ فقیر کے نزدیک موجودہ زمانے میں اور کوئی ایسی باکمال ہستی نہیں ہے، جس کی توجہ عالیہ سے آپ گوہر مقصود حاصل کر سکتے ہوں۔" اپنا یہ خط جو بیربل شریف سے ہو آیا تھا ایک دوسرے خط کے ہمراہ انہوں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں بھیج دیا۔ ان ایام میں خطوط کے جوابات تحریر کرنے کی خدمت اس فقیر (مولوی محمد اکرام) کے سپرد تھی۔ یہ خط حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے علیحدہ دے کر ارشاد فرمایا کہ اس کا جواب لکھ دیں اور فقیر نے ان کو خط لکھ دیا۔

چند دنوں کے بعد وہ بزرگوار اپنے وطن مالوف سے آئے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں باریاب ہو کر اپنا دامن مراد گوہر مقصود سے پُر کر کے واپس گئے۔ واپس جاتے ہوئے وہ ہر طرح سے مطمئن اور مسرور تھے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد چہلم کے ختم مبارک کے موقعہ پر حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی دیگر مشائخ عظام دامت برکاتہم کی طرح

حضرت کرمانوالہ شریف میں موجود تھے۔ختم شریف کے بعد آپ نے جناب صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب دامت برکاتہم سے بوقت ملاقات فرمایا: "آج اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مفارقت شدت سے محسوس ہونے لگی ہے۔حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی موجودگی میں اطمینان تھا کہ ہمارے درمیان ایک ایسی باکمال ہستی موجود ہے جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحیح جانشین ہے"۔

## علوشان کا اعتراف

مولوی مقصود احمد صاحب باجڑہ گڑھی ضلع سیالکوٹ بیان کرتے ہیں کہ:

"ہمارے گاؤں سے شمالی جانب قریباً تین میل کے فاصلے پر موضع مہیند روال میں ایک معمر سید بزرگ مقیم تھے جو مجذوب بھی تھے اور سالک بھی۔اپنا کھانا اپنے ہاتھ سے پکاتے اور اپنا لباس بھی خود اپنے ہاتھ سے سی کر پہنتے تھے۔ باتیں مجذوبانہ کرتے تھے، صاحب کشف و کرامت تھے، مخلق خدا کے لیے چشمہ فیض تھے۔ پاکستان بننے کے بعد ان کا شہرہ ہوا تو بندہ بھی زیارت کے لیے وہاں حاضر ہوا۔ بندہ کو دیکھتے ہی خندہ پیشانی سے فرمایا "آپ کا مدرسہ بہت بڑا ہے" یہ فقرہ بار بار دہرایا۔ میرے بعد بعض دوسرے یاران طریقت بھی جب ان کے پاس گئے تو کھانے وغیرہ سے ان کی خاطر تواضع کی اور وہی باتیں دہرائیں کہ آپ لوگوں کا مدرسہ بہت بڑا ہے اور آپ وہی سبق یاد کریں جو آپ کو ملا ہے ۔ گویا انہوں نے حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قطب مدار ہونے کی تصدیق کی"۔

## مقام قرب حق

ڈاکٹر محمد عبداللہ مسلم صاحب نے بیان کیا کہ بی۔ اے پاس کرنے کے بعد وہ اکثر اوقات اعلیٰ حضرت سرکار شرق پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے محاسن و محامد لوگوں کی زبانی سنتے رہتے تھے۔حضور کے وصال کے بعد آپ کا ذکر خیر سن کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی جانب سے کشش پیدا

ہوئی۔ انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلفاء میں سے حضرت سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ میں اور حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کرموں والا ضلع فیروزپور میں بڑی باکمال ہستیاں ہیں۔ چنانچہ ان کے دل میں ان دونوں باکمال ہستیوں کی زیارت کا شوق جوش مارنے لگا۔ اتفاق کی بات ہے کہ پہلے انہیں اپنے برادر نسبتی حکیم عبدالحمید عاصی مرحوم کے ہمراہ حضرت سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضری کا موقع مل گیا۔ دونوں حضرات ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عاصی مرحوم نے جرات کر کے حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کہ ''حضور وقت خاص میں یاد فرمائیں اور اس عاجز کے حق میں دعا فرمائیں'' اس پر حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جوش میں آ کر فرمایا کہ ''حیف ہے اس وقت خاص پر جس میں تمہاری یاد بھی درمیان میں آ حائل ہو۔ اچھا اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں'' پھر ڈاکٹر محمد عبداللہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''آپ کرموں والا جائیں، آپ کا حصہ وہاں ہے''۔

اس واقعہ کے تھوڑا عرصہ بعد دونوں حضرات کرموں والہ شریف میں حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں پر بھی عاصی مرحوم نے اپنا وہی سوال دہرایا کہ ''حضور وقت خاص میں اس عاجز کے لیے بھی دعا فرمائیں''

''وقت خاص؟'' قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسکرائے اور فرمایا ''یہاں آٹھوں پہر ہی وقت خاص ہوتا ہے'' اور ان کے لیے دعا فرمائی، پھر ڈاکٹر محمد عبداللہ مسلم صاحب کی جانب بھی نظر کرم فرما کر ان کے لوح دل سے سب شکوک و شبہات اور شیطانی وسواس حرف غلط کی طرح مٹا دیے۔ اس واقعہ سے اہل قلب و نظر دونوں شاہان ملک ولایت و معرفت کے علو شان کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

## تمنائے دل پوری کر دی

پاکستان بننے سے بہت پہلے کی بات ہے کہ ایک دفعہ آپ درگاہ اجمیر شریف حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حاضری کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ تقریباً

گیارہ افراد تھے۔ اجمیر ریلوے اسٹیشن کے قریب ہی ایک مسجد میں سامان ایک دیوار کے ساتھ رکھا گیا۔ آپ نے سب ہمراہیوں سے فرمایا کہ تازہ وضو کر کے سب درگاہ شریف کی حاضری کے لیے تیار ہو جاؤ۔ سب وضو کرنے میں مصروف ہو گئے۔ وضو کرتے ہوئے اس فقیر (مولوی محمد اکرام) کے دل میں خیال آیا کہ یہاں سامان کے پاس ایک آدمی کا ٹھہرنا ضروری ہے۔ اگر یہ خدمت میرے سپرد ہو تو میں بخوشی سرانجام دوں گا۔ جب سب احباب وضو کر چکے تو آپ نے فرمایا کہ سامان کے پاس کون ٹھہرے گا اور پھر بلا توقف فرمایا "اچھا مولوی صاحب! آپ ٹھہریں، چنانچہ میں نے اپنے لیے اسے عین سعادت سمجھا اور سب کے رخصت ہونے جانے کے بعد تین پارے تلاوت کر کے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فاتحہ نذر کر دی۔"

## حصولِ عرفان کی ترغیب

فیصل آباد کے ایک نواحی گاؤں کے ہائی سکول میں یہ فقیر (مولوی محمد اکرام) بطور مدرس کام کرتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے چند سال ہو چکے تھے۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ عمر یونہی بیکار ضائع جا رہی ہے۔ سب کچھ چھوڑ کر جامعہ از ہر چلنا چاہیے اور دینی علوم کی تحصیل و تکمیل کے بعد دین کی خدمت کرنی چاہیے تا کہ عاقبت درست ہو۔ یہ خیال دل کو ہر وقت بے قرار رکھتا، چنانچہ فیصلہ کیا کہ ملازمت ترک کرنے سے پہلے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت حاصل کر لوں تو بہتر ہو گا اور اسی نیت سے کرموں والا شریف ضلع فیروز پور (آپ کی اصل جائے سکونت) پہنچا۔ فجر کی نماز کے بعد حاضری ہوئی، پندرہ بیس حضرات اور بھی موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ بعض لوگوں کے دل میں دین کی خدمت کا شوق موجزن ہوتا ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جامعہ از ہر چلے چلیں اور دینی تعلیم حاصل کر کے دین کی خدمت کریں۔ جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ جب مولا کریم جل شانہ کا کرم ہو جائے تو سارے علم خود ہی حاصل ہو جاتے ہیں۔ وہ علم اور ہے، اصلی علم اور ہے، وہ علم تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص لوہار یا ترکھان کا کام سیکھ کر روزی کمانے لگ جائے، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ ید العلیا خیر من

ید السفلی (حدیث شریف)۔ میں نے ارد گرد نظر دوڑائی تو حاضرین میں جامعہ ازہر جانے والے کوئی اور صاحب نظر نہ آئے۔ سمجھ لیا کہ موضوعِ سخن اسی فقیر کا وسوسہ ہے۔

## درود شریف پڑھنے کا صحیح طریقہ

میاں علی محمد مرحوم موضع سلطان خان والے بیان کرتے تھے کہ میرے دل میں ایک دفعہ یہ خیال آیا کہ اگر کسی ولی اللہ کی پشت کے پیچھے درود پاک پڑھا جائے تو ان کو فوراً پتہ چل جاتا ہے۔ چنانچہ میں نے ایک موقعہ پر آپ کی پشت کے پیچھے ہو کر درود پاک پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ فوراً منہ پھیر کر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "علی محمد، درود، پاک پڑھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ باوضو قبلہ رخ دوزانو بیٹھ کر پڑھا جائے، کسی کی پشت کے پیچھے درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے۔"

## حیرت انگیز شفایابی

حاجی عبدالحمید صاحب سابق سپرنٹنڈنٹ لاہور ہائی کورٹ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ان کا بھتیجا، جس سے ان کو بے حد محبت تھی، سخت بیمار ہو گیا۔ ڈاکٹر بھی اس کی زندگی سے مایوسی کا اظہار کرنے لگے۔ چنانچہ وہ اسی بے قراری میں کرموں والا شریف ضلع فیروز پور آپ کی خدمت بابرکت میں جا پہنچے۔ شام کو آپ کی خدمت میں حاضری ہوئی لیکن عرض مدعا نہ کر سکے۔ دوسری صبح جب پھر خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا تو دل میں خیال تھا کہ بچہ تو ختم ہو چکا ہو گا۔ اب کیا عرض کرنا ہے، واپس چلتا ہوں تاکہ تجہیز و تکفین میں تو شامل ہو سکوں، چنانچہ رخصت کی اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا "اچھا خراماں خراماں جائیں۔ بچے کو اللہ تعالیٰ نے شفا بخش دی ہے" یہ خوشخبری پا کر میں روانہ ہوا اور جب واپسی گھر کے دروازہ پر پہنچا تو دیکھا کہ ہندو ڈاکٹر بچے کو دیکھ کر واپس جا رہا تھا۔ میرے دریافت کرنے پر ڈاکٹر نے کہا کہ بچہ اب رو بصحت ہے۔ اس کو دوا سے نہیں بلکہ کسی بزرگ کی دعا سے شفا حاصل ہو گئی ہے" یہی ڈاکٹر پہلے کہہ چکا تھا کہ بچے کی صحت

یاب ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔

## عظمت فقر کا احساس

کرموں والا شریف ضلع فیروز پور میں یہ فقیر (مولوی محمد اکرام) چند دنوں سے آپ کے آستانہ عالیہ میں قیام پذیر تھا۔ ایک صبح کے معمولات کے بعد آپ حلقہ احباب میں تشریف فرما تھے اور نہایت دل نشیں انداز میں بعض مسائل پر روشنی ڈال رہے تھے۔ آپ اچانک سلسلہ کلام منقطع کر کے غسل خانہ میں تشریف لے گئے۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ اتنے میں ضلع کا کپتان پولیس باوردی اور اس کے ہمراہ چند دوسرے افسران آ گئے۔ ہم نے صفوں پر سفید چادریں بچھا کر ان کو بٹھا دیا۔ ان کے بیٹھ جانے کے بعد آپ مسکراتے ہوئے غسل خانہ سے نکلے اور سب افسر تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں سمجھ گیا کہ غسل خانہ میں آپ کے جانے کی یہی وجہ تھی۔

## عدالتی فیصلہ سے آگاہی

ایک صاحب کا بیان ہے کہ کرموں والا شریف کے ایک زمیندار ریلا نامی نے آپ کے خلاف مزروعہ اراضی کے متعلق ایک دعویٰ افسر مال فیروز پور کی عدالت میں دائر کر رکھا تھا۔ اس زمیندار نے کئی قسم کی چالیں چلیں تا کہ مقدمہ میں اس کی جیت ہو جائے لیکن سب چالیں ناکام ہو گئیں۔ آخر کار جب فیصلہ کی تاریخ آئی تو آپ نے چار بجے شام اپنے احباب سے برملا کہا کہ مقدمہ کا فیصلہ ہمارے حق میں ہو گیا ہے۔ عین اسی وقت فیروز پور میں افسر مال نے مقدمہ کا فیصلہ سنایا تھا۔ دوسرے دن جب صوفی نور عالم مقدمہ کے فیصلہ کی خبر لے کر آئے تو ان کی زبانی معلوم ہوا کہ افسر مال نے ٹھیک چار بجے ہی فیصلہ سنایا تھا۔

## ایک ناگہانی حادثہ سے نجات

حاجی شیخ عبدالعزیز تاجر رنگ محل لاہور کا بیان ہے کہ وہ ہر اتوار کو اپنے ایک ساتھی کے

ہمراہ لاہور سے حضرت کرمانوالہ شریف پہنچ جایا کرتے تھے۔ ایک دن وہ حاضر خدمت تھے اور ان کے علاوہ اور احباب بھی موجود تھے۔ مولوی محمد امین شرقپوری اور سیٹھ محمد شفیع بھی ہر اتوار کو اپنی کار پر آتے تھے اور پھر اسی کار پر آپ چک نمبر 36/S.P متصل پاک پتن شریف میں حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ سے ملنے کے لیے چلے جاتے۔ اس دن آپ نے دو تین مرتبہ ذکر فرمایا کہ مولوی محمد امین ابھی تک نہیں آئے، اللہ خیر کرے۔ ٹھیک آٹھ بجے اچانک آپ نے سب حاضرین کو یک لخت اٹھ جانے کے لیے کہا اور خود چادر تان کر لیٹ گئے۔ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے مولوی محمد امین شرق پوری اور سیٹھ محمد شفیع کار میں آ گئے۔ ہم سب باہر نیم کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے دونوں حضرات قدرے پریشان نظر آ رہے تھے۔ ان سے وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے بتایا کہ لاہور سے روانگی میں ہمیں آج کافی دیر ہو گئی تھی۔ اس لیے ہم بڑی تیز رفتاری کے ساتھ آ رہے تھے۔ واں راوھارام والے موڑ پر موٹر لڑھکتی ہوئی ایک طرف جا گری اور شیشم کے قد آور درختوں سے ٹکرانے سے بال بال بچی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کار کو کسی نے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا ہے۔ ہوش و حواس درست ہونے پر ہم پھر روانہ ہو گئے۔ انہوں نے بتایا کہ جب یہ حادثہ پیش آیا۔ اس وقت ٹھیک آٹھ بجے تھے۔ لگتا ہے حضور کی توجہ مبارک ہماری طرف تھی۔ جب مولوی محمد امین شرق پوری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دور سے ہی بآواز بلند السلام علیکم کہا اور فرمایا مولوی صاحب خیر ہوگئی، آخر آپ پہنچ ہی گئے۔ مولوی محمد امین شرق پوری کہا کرتے تھے کہ اس دن ہمارا زندہ بچ جانا آپ کی ہمت باطنی کا کرشمہ تھا۔

## میٹھے پانی کا کنواں جاری کردیا

کرموں والا ضلع فیروز پور سے تھوڑے فاصلے پر ایک گاؤں قادا بوڑا واقع ہے، اس گاؤں میں جو کنواں بھی کھودا جاتا تھا، اس کا پانی کھارا ہوتا تھا۔ وہاں کی عورتیں دوسرے گاؤں سلطان خاں والا سے بڑی مشقت کے ساتھ پانی لایا کرتی تھی۔ ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ موضع سلطان خاں والا تشریف لے گئے تو قادا بوڑا کی بہت سی عورتیں آپ کے گرد جمع ہو گئیں اور سب نے مل کر عاجزی سے التجا کی کہ ہم تو سروں پر اتنی دور سے پانی ڈھوتے ڈھوتے تھک گئی

ہیں ، ہمارے حال پر رحم فرمائیں اور ہمیں ٹھنڈے میٹھے پانی کا کنواں عطا فرمائیں ۔ بعد میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قادابوڑا تشریف لے گئے اور ایک تالاب کے کنارے کھڑے ہو کر فرمایا کہ "اس جگہ کنواں کھودو اللہ کریم میٹھا پانی دے دیں گے" چنانچہ گاؤں کے لوگوں نے وہاں کنواں کھودا اس کا پانی نہایت خوش ذائقہ تھا۔

## توجہ، رحمت، آثار

دھنامل کھتری موضع کرموں والا ضلع فیروز پور کا باشندہ تھا حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بے حد عقیدت مند تھا۔ چنانچہ اس کا چہرہ بھی پوری داڑھی سے مزین ، وہ ساٹھ گھماؤں کے قریب اراضی کا بھی مالک تھا۔ اپنی اراضی اپنے ہاتھوں سے کاشت کیا کرتا تھا اور شروع شروع میں آپ کی اراضی بھی وہی کاشت برداشت کیا کرتا تھا اس لیے نہایت اعلیٰ نسل کے بیلوں کا ایک جوڑا ہمیشہ رکھا کرتا تھا، لنگر کے لیے آٹا بھی انہی بیلوں کی مدد سے پیسا جاتا تھا۔ ہر جمعرات اور جمعہ کے دن تقریباً دو بوری آٹا خرچ ہوتا تھا۔

قیام پاکستان سے پہلے کا واقعہ ہے کہ وہ حسب معمول جمعرات کی شام تک لنگر کے لیے آٹا پیسنے میں مشغول رہا۔ رات کو اس نے دونوں بیل اور بھینس اپنے گھر میں کمرے کے اندر باندھ دیئے۔ مکان کو باہر سے تالا لگایا، اپنی چارپائی اور بستر باہر دروازہ کے آگے بچھا کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جا حاضر ہوا، روزمرہ کے معمول کے مطابق ساری رات آپ کے قدموں میں گزار دی اور نماز فجر کے بعد گھر کو روانہ ہو گیا۔ جا کر تالا کھولا اور مویشیوں کو باہر نکالنے کے لیے مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ دونوں بیل بھینس اور اس کا بچہ سب غائب ہیں ۔ چور عقبی دیوار میں نقب لگا کر سب مویشی چرا کر لے گئے تھے ۔ لوگوں نے چوروں کا تعاقب کرنے کے لیے جمع ہونا شروع کیا۔ دھنامل خدمت اقدس میں پہنچا اور جب آپ وظائف سے فارغ ہوئے تو دھنامل کو دیکھ کر پوچھا کہ کیسے آئے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چور مکان میں نقب لگا کر سارے مویشی ہانک کر لے گئے ہیں ۔ آپ نے فرمایا کہ سب مویشی مل جائیں گے، جاؤ لوگوں کے ساتھ مل کر کھوج وغیرہ لگاؤ مگر ہاں یہ تو بتاؤ کہ لنگر کا آٹا کتنا پسا ہوا ہے؟

دھنا مل نے کہا کہ حضور آج کے دن کے لیے کافی ہوگا۔ دو بوری کا کل ہی پیسا گیا تھا۔
آپ نے فرمایا "اچھا جاؤ اور بیلوں کی تلاش جاری رکھو"
گاؤں کے دوسرے لوگوں کے ہمراہ دھنا مل سارا دن بیلوں کا کھوج لگانے میں سرگرداں رہا لیکن شام کو سب ناکام لوٹ آئے۔ دھنا مل حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا، کھو کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے؟ دھنا مل نے کہا، حضور معلوم ہوتا ہے کہ چور تین تھے۔ مگر ان کے قدموں کے نشانات کچھ دور جا کر مٹ گئے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا گھر جاؤ اور تلاش جاری رکھو۔ غروب آفتاب کے تھوڑی دیر بعد تھانہ کھسو کا ایک سپاہی دھنا مل کے پاس آ پہنچا کہ چلو تھانہ سے اپنے بیل لے آؤ۔ پولیس کی ایک گشتی پارٹی نے دو چوروں کو بیلوں سمیت پکڑ لیا ہے۔ دوسرے دن آپ سے اجازت لے کر دھنا مل تھانے گیا اور اپنے بیل لے آیا۔
تیسرے چور کے حصے میں بھینس آئی تھی۔ گھر پہنچ کر اس نے بھینس کا دودھ دوہا اور گھر کے سب خورد و کلاں نے مزے سے دودھ پیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سب دودھ پینے والوں کے پیٹ میں شدت کا درد شروع ہو گیا اور تمام چیخنے چلانے لگے۔ چور سمجھ گیا۔ بھینس واپس کرنے سے ہی جان بچے گی۔ چنانچہ اس نے بھینس آوارہ مویشیوں کے پھاٹک میں پہنچا دی اور کسی شخص کے ذریعہ دھنا مل کو پیغام بھجوا دیا۔ دوسرے دن وہ جا کر اپنی بھینس بھی گھر لے آیا۔

## محبت شیخ اور اس کے ثمرات

کرموں والا کے ملحقہ گاؤں کے ایک کھاتے پیتے گھرانے کا ایک نوجوان خوشی محمد جوئیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ معلوم نہیں اس کی کون سی ادا پسند آ گئی کہ وہ خویش و اقارب کو چھوڑ کر آپ کی خدمت میں رہنے لگا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کے والدین اور رشتہ دار اسے ہمراہ لے جانے کے لیے آئے تو اس نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ وقت اسی طرح گزرتا رہا۔ ایک دن جوئیہ قوم کا ایک بڑا زمیندار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میری صرف دو لڑکیاں ہیں، بڑی لڑکی شادی شدہ ہے اگر آپ قبول فرمائیں تو میں اپنی چھوٹی لڑکی کا رشتہ آپ

کے درویش خوشی محمد سے کرنے کو تیار ہوں۔ چنانچہ آپ نے قبول فرمالیا۔
تھوڑے عرصہ کے بعد اس شخص کی بڑی لڑکی قضائے الٰہی سے فوت ہوگئی۔ اس زمیندار کی بیوی نے کہا کہ بہتر ہے اب چھوٹی لڑکی ہم اپنے پہلے داماد کو ہی بیاہ دیں تاکہ مرحومہ بیٹی کے بچوں کی نگرانی ٹھیک طور پر ہوتی رہے۔ اس شخص نے کہا کہ تمہیں معلوم ہی ہے کہ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک درویش کو اس لڑکی کا رشتہ کہہ آیا تھا، اب میں کس منہ سے بات بدل سکتا ہوں۔ تم چاہتی ہو تو جاؤ گھر میں مائی صاحبہ سے جا کر عرض کر آؤ۔ چنانچہ وہ عورت گئی اور مائی صاحبہ کی خدمت میں اپنا مافی الضمیر عرض کردیا۔ جب یہ بات حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ اس لڑکی کی شادی اب خوشی محمد سے ہی ہوگی۔ وہ عورت تو جواب دے کر گھر جا چکی تھی لیکن وہاں پہنچتے پر اس کو آرام کہاں نصیب تھا۔ متواتر تین چار رات تک گھر کا کوئی فرد چین سے نہ سو سکا۔ گھر کی ہر چیز سے وحشت ٹپکتی تھی۔ آخر دونوں میاں بیوی پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ معافی مانگی اور اپنی بیٹی کا نکاح خوشی محمد درویش سے کر دیا۔

## کرم نوازی کے نرالے انداز

ایک صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میاں علی محمد نے نہایت پریشانی کی حالت میں آپ سے اپنی تنگدستی کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ علی محمد کوئی باغ ٹھیکہ پر لے لو۔ علی محمد نے عرض کیا حضور میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ باغوں کے مالک تو ٹھیکہ کی رقوم پیشگی طلب کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ''مولا کریم سب انتظام کردیں گے'' شام کو جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے رخصت ہو کر میاں علی محمد اپنے گھر پہنچا تو گھر والوں نے کہا کہ تمہیں سوڈھی صاحب کا آدمی بلانے آیا تھا۔ میاں علی محمد تھوڑی دیر کے بعد سوڈھی زمیندار کے گھر گیا۔ وہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔ میاں علی محمد کو دیکھ کر کہنے لگا کہ ہم نے باغ ٹھیکہ پر دینا ہے تم لے لو۔ ٹھیکہ کی رقم گیارہ سو روپیہ ہوگی۔ میاں علی محمد نے کہا کہ میرے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔ یہ سن کر سوڈھی نے کہا کہ اچھا تم باغ کا مال فروخت کرنے کے بعد رقم دے دینا۔ میاں علی محمد نے کہا کہ ہاں ایسا ہوسکتا ہے۔

چنانچہ باغ ایک سال کے لیے اسے ٹھیکہ پر مل گیا۔

دوسری صبح جب میاں علی محمد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو باغ ٹھیکہ پر لینے کا سارا واقعہ آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور چاندی کا ایک روپیہ میاں علی محمد کو عنایت فرما کر ہدایت کی کہ یہ روپیہ اپنے خزانہ میں رکھنا، اللہ کریم برکت فرما دیں گے۔ میاں علی محمد کا بیان ہے کہ اس سال باغ کے ٹھیکہ سے اتنا فائدہ ہوا کہ اس کی مالی حالت سدھر گئی اور گھر میں ہر چیز کی بہتات ہوگئی۔

## مکروہات پر تنبیہ

ایک دفعہ موضع کرموں والہ کے ایک زمیندار گھرانے میں شادی کی تقریب تھی۔ رات عورتوں نے سر شام سے ہی راگ رنگ شروع کر دیا اور گاؤں میں اودھم مچا دیا۔ آپ نے گاؤں کے ایک معزز آدمی کے ذریعہ شادی والے گھر میں پیغام بھجوایا کہ راگ رنگ بند کر دو یہ شرعاً ناجائز ہے اس سے درویشوں کی عبادت اور ذکر فکر میں بھی خلل واقع ہوتا ہے۔ گھر کی عورتوں نے جواباً کہلا بھیجا کہ خوشی کا موقعہ ہے ہم تو خاموش نہیں رہ سکتیں آپ نے پھر ایک درویش کو بھیجا کہ جا کر ان کو سمجھاؤ کہ اس شیطانی حرکت سے باز رہیں مگر وہ اپنی ضد پر قائم رہیں۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ گانے والی لڑکیاں اور بات نہ ماننے والی بڑی بوڑھیاں پیٹ کے درد کے باعث تڑپنے لگیں۔ گاؤں میں کہرام مچ گیا۔ سب کو جان کے لالے پڑ گئے۔ آخر گاؤں کے چند معزز اور معمر آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عاجزی سے معافی کے طلبگار ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ وعدہ کرو کہ آئندہ کبھی بھی گاؤں میں کسی قسم کا گانا بجانا نہیں ہوگا۔ جب سب نے اپنی غلطی تسلیم کر لی تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ جن کے پیٹ میں درد ہے ان سب کو اجوائین کی ایک ایک چٹکی دے دو۔ چنانچہ وہ سب شفایاب ہوگئیں اور اس کے بعد گاؤں میں کبھی بیاہ شادی کی محفلوں میں ناچ گانا نہ ہوا۔

## ہر کس و ناکس پر نگاہ کرم

میر منظور محمود ولی وارثی صاحب نے بیان کیا کہ میں ایک دفعہ امرتسر سے کرموں والا شریف ضلع فیروز پور آپ کی خدمت میں جارہا تھا۔قصور پہنچ کر گاری تبدیل کی تو میرے نزدیک ہی تین سکھ بھی آ بیٹھے،ان میں سے دو ادھیڑ عمر کے تھے اور تیسرا نوجوان تھا۔اس کا نام ولدار سنگھ تھا۔ باتوں باتوں میں معلوم ہوا کہ وہ بھی میرے پیرو مرشد کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لیے جارہے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک سکھ نے بیان کیا کہ وہ ضلع منٹگمری ساہیوال کے زمیندار ہیں اور ولدار سنگھ اس کا بیٹا ایف۔اے میں پڑھتا ہے۔اسے پتھری کی شکایت ہوگئی تھی اور ڈاکٹروں، حکیموں کے علاج سے کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔لڑکے کی والدہ اپنے بچے کا آپریشن کروانے پر ہرگز رضامند نہ ہوتی تھی۔اسی اثناء میں کسی نے ہمیں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ ہم بچے کو ساتھ لے کر کرموں والا پہنچ گئے ۔ جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بچے کو دیکھتے ہی فرمایا "سردار جی ، بچے کو پتھری کی شکایت ہے کوئی ڈر نہیں خیر ہو جائے گی ۔ بچہ تو گھوڑے کی طرح ہو جائے گا" پھر ولدار سنگھ کو کہا کہ جا مسجد کی ٹوٹیوں کا پانی خوب سیر ہو کر پی لے اور اس درخت کے نیچے جا کر لیٹ جا" بچے نے ایسا ہی کیا۔تھوڑا ہی وقت گذرا تھا کہ بچے کو خوب کھل کر پیشاب کی حاجت ہوئی اور ساتھ ہی اس کی ساری تکلیف ہمیشہ کے لیے جاتی رہی۔اب ہم ہر سال آپ کی خدمت میں حاضری کے لیے آتے ہیں۔

## آنکھوں کی بینائی مل گئی

چوہدری امانت علی نے بیان کیا کہ تقسیم ملک سے کچھ عرصہ پہلے جب آپ موضع اچھے والا متصل فیروز پور چھاؤنی میں مقیم تھے ایک دن غروب آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے ایک ادھیڑ عمر کا سکھ اور اس کی بیوی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔نہایت عجز و انکساری کے ساتھ عرض کیا کہ اس کی دونوں آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی ہے اور وہ دعا کے لے حاضر ہوئے ہیں۔آپ نے امانت علی کو بلایا اور کہا کہ یہ دو مہمان آئے ہیں،ان کا خیال رکھنا۔امانت علی اس کے بعد کام میں مصروف

ہو گیا اور ان کا اُسے مطلق خیال نہ رہا۔ دونوں کے پاس کھانے پینے کی کچھ چیزیں تھیں، وہ کھاپی کر خراس کے نیچے جا بیٹھے کہ اب کسی کو کیا تکلیف دینی ہے رات یہیں بسر کرلیں گے۔

آدھی رات کے وقت آپ نے پھر امانت علی کو بلایا کہ ذرا خبردار رہو، رات اندھیری ہے کچھ مشتبہ آدمی ڈیرہ کے اردگرد گھوم رہے ہیں۔ امانت علی نے اپنے دو تین دوسرے ساتھیوں کو جگا کر خبردار کیا۔ وہ ہاتھوں میں ڈنڈے لے کر چاروں طرف گھومنے لگے۔ ایک درویش ولی محمد خراس کی طرف جانکلا۔ خراس کے نیچے سے اسے دو آدمیوں کی کھسر پھسر کی آواز آئی تو اس نے آگے بڑھ کر ان کو نکالا اور لاٹھیاں برسانا شروع کردیں۔ بیچارے سکھ کے ماتھے پر ایک کاری ضرب لگی اور خون کا فوارہ پھوٹ نکلا، عورت کو بھی ایک لاٹھی لگی اور اس کی انگلیاں ٹوٹ گئیں۔ اس پر انہوں نے شور مچایا کہ ہم تو باباجی کی خدمت میں آئے تھے۔ دور سے یہ بات سن کر امانت علی شور مچاتا ہوا بھاگا آیا کہ ان کو نہ مارو، ان کو نہ مارو، یہ اپنے آدمی ہیں۔ پھر ان کی مرہم پٹی کی گئی اور صبح کے وقت جب وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت ہونے کے لیے گئے تو آپ نے فرمایا سردار رب کریم نے خیر کردی ہے، بچوں نے رات کو خیال ہی نہیں کیا، آپ لوگوں کو خواہ مخواہ پیٹ کے رکھ دیا، اچھا اب آپ جائیں اور انہیں کچھ پھل وغیرہ دے۔

دو ماہ کے بعد وہ سکھ اپنی بیوی بچوں سمیت پھر حاضر ہوا۔ اس کی دونوں آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں اور دس بارہ سیر مصری کے علاوہ اور بہت سی اشیا نذر نیاز پیش کیں۔

## سلب مرض کا ایک واقعہ

کرموں والا میں ایک شخص دین محمد عرف دینا گاؤں کا زمیندار تھا۔ ایک دفعہ وہ سخت بیمار ہو گیا اور اس کا پیٹ پھول کر کپا ہو گیا علاج معالجہ کرتا رہا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ جب سب طرف سے مایوسی نے گھیر لیا تو ناچار حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے آتے ہی اس سے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے۔ اس نے عرض کیا حضور پیٹ میں دو تین ماہ سے تکلیف ہے اور کھیتوں میں کام کاج کرنا تو کجا چلنے پھرنے سے بھی معذور ہوں آپ نے فرمایا "تم تندرست ہو جاؤ گے۔ لیکن میں رشوت لیا کرتا ہوں تم بھی رشوت دو گے۔" اس نے دل ہی دل

میں خیال کیا کہ دس بیس پچاس روپے لے لیں گے تو کوئی بات نہیں اور عرض کیا کہ حضور دے دوں گا۔ مجھے تو صحت کی ضرورت ہے کلم الناس علی عقولھم کے تحت یہ ارشاد ہوا آپ مسکرائے اور فرمایا اچھا میرے ساتھ وعدہ کرو کہ داڑھی نہیں منڈواؤ گے اور نماز پڑھو گے یہی میری رشوت ہے۔" اس نے بدل جان یہ بات ماننے کا عہد کرلیا۔ اتنے میں ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا حضور نے فرمایا کہ اچھا اب نماز کا وقت ہوگیا ہے کوئی بیلی سبیل میں کنوئیں سے ڈول کے ساتھ پانی ڈالے تا کہ وضو کر کے سب نماز ادا کریں۔ پھر اسی دین محمد کو پوچھا، دین محمد تم پانی ڈال سکو گے یا بیماری کی وجہ سے معذور ہو" دین محمد نے اس ارشاد کے بعد اپنے اندر ایک نئی قوت محسوس کی اور اٹھ کر بخوشی پانی کھینچ کھینچ کر سبیل میں ڈالنے لگا۔ حالانکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ لاغری کی وجہ سے بمشکل چل کر دربار میں حاضر ہوا تھا۔ ایک ہی نظر سے حضور نے اس کی بیماری سلب فرمادی۔ پھر وہ نماز کا بھی پابند ہوگیا اور داڑھی بھی رکھ لی۔

### تختہ دار سے رہائی

ماسٹر خوشی محمد صاحب کا بیان ہے کہ ایک دن وہ کرمانوالہ شریف میں نمازِ عشاء کے بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکم دیا کہ دیوار سے لگی ہوئی گھڑی دیکھ کر وقت بتاؤ۔ انہوں نے بتایا تو آپ نے فرمایا "وقت درست کرنا ہے۔ تم سوئی چلاتے جاؤ جب گیارہ بجے پر سوئی آجائے تو تم ٹھہر جانا اور مجھے بتا دینا۔ چنانچہ وہ سوئی گھماتے رہے اور گھنٹیاں بجتی رہیں، جب گھڑی پر گیارہ بجنے میں پانچ منٹ رہ گئے تو حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "تم بیٹھ جاؤ" وہ بیٹھ گئے۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اٹھے اور گھڑی کے پاس جاتے ہی جلدی سے گھڑی کی سوئی گیارہ بجے سے دس منٹ آگے کردی اور فرمایا "اب وقت درست ہوگیا ہے" اس کے بعد آپ نے ان کو فرمایا کہ جاؤ، اب سوجاؤ۔ ماسٹر صاحب خیال کرتے رہے کہ یہ کیا حکمت ہے۔ سارا وقت میں نے درست کیا۔ صرف پندرہ منٹ آپ نے اپنے دست مبارک سے آگے کیے لیکن ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

چند دنوں کے بعد ایک بوڑھا دیہاتی اپنے دو نوجوان بیٹوں کے ہمراہ حاضر ہوا۔

نوجوانوں کے سروں پر سرخ رنگ کی پگڑیاں تھیں۔ سب کے چہرے خوشی سے چمک رہے تھے۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا (کیوں بئی کنویں گل ہوئی) یعنی مجھے بتاؤ کہ کس طرح سب بات ہوئی۔ نوجوان نے عرض کیا "حضور مجھے پھانسی کے تختے پر لے گئے تھے اور ایک افسر کی نظر گھڑی پر تھی۔ حکم یہ تھا کہ اس کو پورے گیارہ بجے پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ وہ وقت بتاتا رہا۔ جب گیارہ بجنے کے بالکل قریب ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے سوئی گیارہ بجے کی بجائے گیارہ بج کر دس منٹ پر کر دی۔ وقت پھانسی کا گزر چکا تھا اس لیے مجھے پھانسی کے تختہ سے اتار دیا گیا۔ افسر نے کہا کہ پھانسی کا وقت گزر گیا ہے، وہ لڑکا بات بھی کر رہا تھا اور آپ کی جانب بھی غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظر آپ کے دست مبارک پر جمی ہوئی تھیں۔ اسی وقت بول اٹھا "بس یہی ہاتھ مبارک تھا۔ جس نے گھڑی کی سوئی دس منٹ آگے کی تھی۔ میں نے پہچان لیا ہے" حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسکرا کر فرمایا کہ کوئی اور ہاتھ ہوگا اور ان کو کہا کہ کسی اور سے یہ بات نہ کرنا۔ ماسٹر خوشی محمد کو رات کے وقت گھڑی کا وقت درست کرنے کی حکمت کا پھر علم ہوا۔

## طاقت گویائی عطا کر دی

کرمونوالہ شریف ضلع فیروزپور میں ایک دن آپ محفل پاک سجائے بیٹھے تھے۔ ایک صاحب خوش الحانی سے شاہنامہ اسلام پڑھ رہے تھے۔ اسی اثناء میں ایک بابو صاحب آئے جن کے ہمراہ دس اور بارہ سال کے دو بچے تھے۔ بابو صاحب نے دونوں بچوں کو آپ سے کچھ فاصلے پر نیم کے درخت کے نیچے بٹھا دیا اور اپنی سوٹی ایک کے سپرد کر کے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں آ بیٹھے۔ آپ نے پوچھا "بابو جی آپ کا نام کیا ہے اور آپ کہاں سے آئے ہیں" بابو صاحب نے نام بتانے کے بعد عرض کیا کہ وہ لدھیانہ سے آئے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا "کس طرح آئے ہو؟" اس نے جواب دیا کہ "حضور یہ میرے دو بیٹے ہیں جنہیں میں نے نیم کے درخت کے نیچے بٹھایا ہے۔ یہ دونوں گونگے ہیں"

آپ نے فرمایا کہ کیا یہ باتیں نہیں کرتے تو اس نے جواب دیا کہ حضور یہ دونوں باتیں نہیں کرتے۔ آپ نے پھر پوچھا کہ یہ بات سن لیتے ہیں اور سمجھ جاتے ہیں کہ نہیں؟ اس نے

جواب دیا کہ بات نہیں سنتے ۔ ہاتھ کے اشاروں سے سمجھایا جاتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا، بابو جی، ایک صرف گونگے ہوتے ہیں اور ایک گونگے اور بہرے ہوتے ہیں تو یہ گونگے بھی ہیں اور بہرے بھی۔ یہ بات سن کر بابو صاحب گھبرا گئے اور ان کو پسینہ آ گیا۔ آپ نے فرمایا "بابو جی، گھبراؤ نہیں اللہ رحم کر دے گا" اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پھر نعت خواں کو اشارہ کیا اور آپ شاہنامہ اسلام سننے لگے۔ حضور کبھی کبھی بچوں کی جانب نظر ڈالتے اور کبھی ان کے باپ کو تسلی دیتے کہ گھبراؤ نہیں، اللہ کریم رحم فرما دیں گے۔ لیکن بابو صاحب کی گھبراہٹ اور پریشانی بڑھ رہی تھی۔ اتنے میں نیم کے نیچے بیٹھے ہوئے دونوں لڑکے ایکدوسرے سے سوئی چھیننے اور زور آزمائی کرنے لگے، پھر وہ اونچی آواز سے اپنے باپ کو ابا، ابا کہہ کر پکارنے لگے۔ ایک کہہ رہا تھا، ابا یہ میری سوئی چھینتا ہے، اور دوسرا کہہ رہا تھا کہ ابا تو مجھے سوئی دے کر گئے تھے، یہ سوئی میری ہے۔

یہ سن کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسکرائے اور ہنس کر فرمایا "بابو جی! دیکھو وہ تو بول رہے ہیں، آپ یونہی کہتے ہیں کہ وہ نہ بولتے ہیں اور نہ سنتے ہیں" خوشی سے باپ کی باچھیں کھل گئیں۔ بچوں کو خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے شفقت سے ان کے سروں پر ہاتھ پھیرا پھر وہ بابو صاحب بچوں کو ساتھ لے کر شاداں وفرحاں گھر کو روانہ ہو گئے۔

## نور فراست

قیام پاکستان سے تین چار سال پہلے آپ نے فیروز پور چھاؤنی کے قریب موضع اچھے والا میں تقریباً ساٹھ ایکڑ اراضی بمعہ چاہ خرید کی۔ مالک زمین موہر سنگھ نامی ایک سکھ رئیس تھا۔ حکیم جمال الدین ان دنوں آپ کے مختار عام تھے۔ وہ فیروز پور گئے اور دن بھر کی تگ ودو کے بعد بیعنامہ کی تحریر اور رجسٹری کے کاغذات مکمل کر لیے۔ اس پر صرف موہر سنگھ کے دستخط ہونے باقی تھے کیونکہ وہ بیماری کی وجہ سے کچہری تک نہیں آ سکا تھا۔ حکیم صاحب اور موہر سنگھ کے بچوں کی اس یقین دہانی پر کہ موہر سنگھ کے دستخط کل کروا لیے جائیں گے۔ تحصیلدار نے رجسٹری کی تصدیق بھی کر دی۔ رجسٹری کی دستاویز لے کر حکیم صاحب عصر کے وقت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں کرموں والہ پہنچ گئے۔ آپ نے دستاویز دیکھی تو فرمایا کہ یہ تو نامکمل ہے اس پر موہر سنگھ کے دستخط

نہیں ہیں۔ حکیم صاحب نے کہا کہ وہ بیماری کی وجہ سے کچہری تک نہیں آ سکتا تھا۔کل اس کے دستخط گھر پر ہی کروالیے جائیں گے ،فکر کی کچھ بات نہیں ۔یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکیم صاحب کو تاکید کی کہ ابھی واپس فیروز پور جاکر موہر سنگھ کے دستخط کروائیں اور دستاویز مکمل کریں۔

حکیم صاحب اسی وقت پھر فیروز پور روانہ ہو گئے ۔مغرب کے بعد وہاں پہنچے اور سیدھے موہر سنگھ کے مکان پر گئے ۔اس کے لڑکوں سے دستخطوں کے لیے ذکر کیا تو انہوں نے کہا ان کے باپ کی طبیعت زیادہ خراب ہے ،فکر نہ کریں ۔کل دن چڑھے گا تو دستخط کروالیں گے ۔حکیم صاحب نے کہا کہ ان کو سہارا دے کر بٹھائیں اور ابھی دستخط کروائیں ،کیونکہ مجھے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہی تاکید کی ہے۔چنانچہ موہر سنگھ کو سہارا دے کر بٹھایا گیا اور اس نے رجسٹری کی دستاویز پر دستخط کر دیے ۔حکیم صاحب دستاویز لے کر شہر میں کسی دوست کے ہاں جا ٹھہرے ،صبح اٹھ کر جب چلنے لگے تو خیال آیا کہ موہر سنگھ کی مزاج پرسی کرتا چلوں ۔اس کے مکان پر گئے تو گھر میں کہرام مچا ہوا تھا اور پچھلی رات کو موہر سنگھ کی موت واقع ہو چکی تھی ۔حکیم صاحب کو پھر سمجھ آئی کہ آپ نے کیوں اس کے دستخط حاصل کرنے کے لیے اتنی تاکید فرمائی تھی۔

### اولادِ نرینہ عطا ہوئی

شیخ عبدالرحمٰن پاکپتن شریف والے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عقیدت مندوں میں سے ہیں ۔ان کے ہاں لڑکیاں تھیں ۔مگر جو لڑکا پیدا ہوا وہ کچھ عرصہ کے بعد مرجاتا ۔دو تین لڑکے اسی طرح فوت ہو گئے ۔آخر پریشان ہو کر ایک موقع پر شیخ صاحب نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں عرض کیا کہ حضور ان کے ہاں کوئی لڑکا زندہ نہیں رہتا ۔لڑکے پیدا ہوتے اور مرجاتے ہیں ۔دعا فرمائیں ،مولا کریم کرم فرمادیں ۔آپ نے ارشاد فرمایا "مولا کریم حیاتی والا بچہ دے دیں گے" اب جو بچہ پیدا ہو اس کا نام انعام اللہ رکھیں ۔اور اللہ کریم کے فضل سے وہ بچہ اس وقت شیخ صاحب کے گھر کی رونق و آبادی کا باعث ہے۔

## معالج روحانی کا عجیب تصرف

بابو نور عالم ریلوے ڈویژنل آفس فیروز پور میں ملازم تھے۔ وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خاص معتقدین میں سے تھے۔ ان کے بڑے لڑکے مظہر الحق کا بایاں بازو ٹوٹ گیا۔ بچے کی عمر اس وقت دس بارہ سال کی ہوگی۔ ان ہی ایام میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی بازو کی تکلیف تھی۔ فیروز پور کے سرجن نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا علاج کیا لیکن بازو کی ہڈی کا جوڑ ٹھیک نہ ہوا۔ آخر دیسی علاج کرنے کا فیصلہ ہوا۔ چوہدری والا ضلع فیصل آباد میں ایک مشہور معالج رہتے تھے۔ آپ نے وہاں جانے کی تیاری کرلی۔ بابو نور عالم نے بھی اپنے بیٹے مظہر الحق کو اسی حکیم کے پاس لے چلنے کی اجازت چاہی۔ چنانچہ یہ دونوں باپ بیٹا بھی آپ کے ہمراہ چک چوہدری والا جا پہنچے اور آپ کے ساتھ گاؤں کی مسجد میں اقامت اختیار کی۔

حکیم نے دونوں کے بازو دیکھے۔ حضرت کے لیے ایک تیل کی مالش تجویز کی اور بچے کے بازو کو دوسرے دن توڑ کر دوبارہ ٹھیک کر کے باندھ دیا۔ اسی طرح تین چار دن گزر گئے۔ وہ معالج حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بازو دیکھنے کے لیے دن میں ایک دفعہ آتا اور سرسری معائنہ کر کے چلا جاتا۔ ساتھ ہی بچے کو بھی دیکھ جاتا۔ چوتھے پانچویں دن حکیم صاحب حسب معمول عصر کے وقت آئے تو بچے کو بہت تکلیف تھی۔ اس کا بازو سوج گیا تھا اور اس میں شدت کا درد تھا۔ خوب غور سے معائنہ کرنے کے بعد اس نے کہا کہ بچے کا بازو تو خراب ہوگیا ہے۔ کل اگر فیصل آباد جا کر اسے کہنی کے قریب سے کٹوا دیا جائے تو بہتر ہے ورنہ پھر دو دن بعد کندھے تک کٹوانا پڑے گا۔ بابو نور عالم نے یہ بات سنی تو ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اسی بے قراری میں اٹھ کر مسجد کے اندر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس چلے گئے۔

آپ نے دریافت فرمایا "بابو جی! خیر تو ہے؟" بابو نور عالم نے جواب دیا "حضور، خیر ہے" آپ نے دریافت کیا "پھر کیا بات ہے" تو بابو نور عالم نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ حضور، حکیم نے کہا ہے کہ بچے کا بازو خراب ہوگیا ہے اور کل فیصل آباد جا کر بازو کہنی کے قریب سے کٹوانا پڑے گا" یہ کلمات سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "بابو جی! فکر نہ کریں اللہ کریم خیر کردیں گے۔ بچے کا بازو کاٹنا نہیں ہے یہ ٹھیک ہو جائے گا" بابو نور عالم کو تسلی ہوگئی۔ رات ہوئی تو کھانا کھا کر سب

آرام کرنے لگے۔ صبح کو اٹھے تو مظہر الحق کے بازو میں درد نہ تھا۔ حکیم صاحب نے جب آ کر پٹی کھولی تو سوج اتر چکی تھی اور بازو بالکل ٹھیک تھا۔ حکیم حیران رہ گیا اور سمجھ گیا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو مریض کے رنگ میں اس کے پاس آئے ہوئے ہیں، سب معالجوں سے بڑے معالج ہیں۔ ان کی نظرِ کرم سے جسمانی اور روحانی امراض آناً فاناً دور ہو جاتے ہیں۔ یہ ان کا ادنیٰ تصرف ہے۔ گاؤں والوں کو اس واقعہ کا علم ہوا تو لوگ جوق در جوق زیارت کے لیے آنے لگے۔ ابرِ کرم برسنے کے بعد خود چل کر ان کے گاؤں میں آ گیا تھا۔ چنانچہ گاؤں کے بہت سے لوگ ہدایت پا گئے۔

## نظرِ کرم سے مشکلات کا حل

شیخ عبدالرحمٰن پاک پتن سے بیان کرتے ہیں ایک دفعہ عرس کے موقع پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پاکپتن شریف کی مسجد عیدگاہ میں قیام پذیر تھے۔ مغرب سے کچھ دیر پہلے حضور دیوان صاحب کا خادمِ خاص میاں رحیم حجام جناب دیوان صاحب کے بھیجے ہوئے کچھ تبرکات لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نہایت ادب سے سلام کیا اور تبرکات پیش کر کے خاموش بیٹھ گیا۔ آپ نے بڑے احترام کے ساتھ تبرکات رکھوائے اور پھر میاں رحیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ میاں رحیم بہت جہاندیدہ آدمی تھا، بہت سے بزرگوں کا نیاز حاصل کرنے کا شرف اسے میسر آ چکا تھا۔ حضرت صاحب کو متوجہ پا کر عرض کیا، غریب نواز، مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اتنے بڑے بزرگوں کی موجودگی میں اس خادم کا ایک چھوٹا سا کام کیوں اٹکا ہوا ہے" آپ نے فرمایا "میاں رحیم کیا بات ہے، بات تو کرو" میاں رحیم نے کہا حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں اپنے لڑکے کی سگائی ایک جگہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ لوگ مانتے نہیں ہیں۔ آپ نے بلاتوقف فرمایا میاں رحیم وہ تو مان گئے بےفکر رہو، اللہ کرم کر دے گا۔ میاں رحیم ادا شناس تھا، سمجھ گیا کہ عقدہ حل ہو گیا اور مراد حاصل ہو گئی۔ اجازت لے کر واپس جناب دیوان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب کام سے فارغ ہو کر رات گئے گھر پہنچا تو اس کے سمدھی اس کے گھر آئے بیٹھے تھے اور وہ کہنے لگے کہ آج ہی سگائی کے لیے دن مقرر کر لو۔

## گم شدہ بچی کی بازیابی

غلام مصطفیٰ زرگر اور اس کا بھائی محمد بخش پاکپتن شریف میں رہائش رکھتے تھے۔ محمد بخش کی پانچ چھ سالہ بچی ایک دن گھر سے باہر کھیلتی ہوئی گم ہو گئی۔ گھر والوں کو سخت پریشانی کا سامنا تھا، اسی پریشانی کے عالم میں دونوں بھائی حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حضرت کرمانوالہ شریف میں حاضر ہوئے اور زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا "جاؤ، بچی گھر ہی آ جائے گی، گھبراؤ نہیں"

دونوں بھائی واپس چلے گئے اور تلاش جاری رکھی۔ پولیس میں بھی اطلاع درج کروا دی۔ لیکن بچی کا کچھ سراغ نہ مل سکا۔ پریشان ہو کر پھر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر دفعہ تسلی دیتے کہ بچی مل جائے گی۔ اس طرح تین سال گزر گئے۔ والدین کی بے قراری حد سے بڑھنے لگی اور پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے در اقدس پر حاضر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پھر تسلی دی کہ بچی واپس گھر آ جائے گی، فکر نہ کرو اور تسلی رکھو۔ آخر جب تقریباً چار سال کا عرصہ گزرنے کو آیا تو ایک دن غروب آفتاب کے وقت ان کے دروازے کے سامنے ایک جیپ کار آ کر رکی۔ ایک تھانیدار کار سے باہر نکلا اور ان کا دروازہ کھٹکھٹایا، غلام مصطفیٰ کا بھائی باہر آیا تو تھانیدار نے دریافت کیا کہ محمد بخش غلام مصطفیٰ زرگر کا یہی مکان ہے، محمد بخش نے کہا کہ اسی کا نام محمد بخش ہے اور غلام مصطفیٰ اس کا بھائی ہے۔ تھانیدار کو یقین ہو گیا تو اس نے سپاہیوں کو اشارہ کیا اور وہ کار سے نیچے اترے۔ ایک بچی بھی ان کے ساتھ کار سے باہر نکلی۔ باپ نے بیٹی کو پہچانا اور خوشی سے باپ بیٹی ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ چار سال سے بچھڑی ہوئی لڑکی جب گھر کے اندر گئی تو خوشی اور مسرت سے گھر میں ایک شور بپا ہو گیا۔ عورتیں رو رو کر اسے گلے لگا رہی تھیں۔ لڑکی کی دستیابی کے متعلق تھانیدار نے بتایا کہ لڑکی حیدر آباد سندھ سے ایک مکار نشہ باز فقیر سے ملی ہے جو جرائم پیشہ تھا اور فقیروں کے بھیس میں ان زرگروں کے مکان کے قریب ہی ایک کٹیا میں کچھ دن گزار چکا تھا۔ اب حیدر آباد جا کر آباد ہو گیا تھا۔ وہاں کسی شبہ کی بناء پر اس کی جھونپڑی پر پولیس نے چھاپا مارا تو وہ لڑکی برآمد ہوئی۔

## عازم حج کے لیے زادِ راہ

مولوی محمد حنیف نے حافظ سید محمد سکنہ پاکپتن شریف سے سن کر بیان کیا کہ ایک موقع پر وہ حضرت صاحب کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے۔ حاضرین اپنی اپنی گزارشات یکے بعد دیگرے پیش کر رہے تھے۔ دو معزز آدمیوں کی باری آئی تو انہوں نے عرض کیا کہ وہ حج اور زیارت حرمین شریفین کا ارادہ رکھتے ہیں۔ دعا فرمائیں کہ انہیں یہ سعادت حاصل ہو جائے۔ آپ نے فرمایا "مولا کریم مہربانی فرمادیں گے۔ آپ حج کر آئیں" یہ سن کر ایک نادار شخص جو مجلس میں موجود تھا، بول اٹھا کہ میں بھی حج کرنا چاہتا ہوں مگر پاس کچھ زادِ راہ نہیں ہے" آپ نے مسکراتے ہوئے ایک چونی اس کو دی اور فرمایا کہ جاؤ تم بھی حج کر آؤ۔ یہ لو زادِ راہ، اس شخص نے چونی سنبھال لی اور کچھ دنوں کے بعد وہ اپنے گھر چلا گیا۔

حج کے لیے روانگی کے ایام آئے تو وہ دونوں آدمی جو پہلے آپ سے اجازت سفر لے چکے تھے۔ حج کے لیے تیار ہو گئے اور ٹکٹ لے کر کراچی چلے گئے۔ اس شخص کو بھی خیال آیا کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زادِ راہ دیا تھا، چلنا چاہیے۔ چنانچہ وہ بھی تھوڑا بہت سامان ساتھ لے کر روانہ ہوا اور اسٹیشن پر جا پہنچا۔ کراچی جانے والی گاڑی کا وقت ہو چکا تھا۔ بابو صاحب کو چونی پیش کر کے کراچی کا ٹکٹ طلب کیا۔ بابو نے چونی واپس کر دی اور کہا کہ "جاؤ بابا گاڑی آنے والی ہے، ٹکٹ کی کیا ضرورت ہے، تم گاڑی میں سوار ہو جانا، تمہیں کوئی ٹکٹ نہیں پوچھے گا۔ گاڑی آئی تو وہ گاڑی میں سوار ہو گیا۔ راستہ میں اس کو کسی نے نہ پوچھا اور وہ سیدھا کراچی پہنچ گیا۔

اسی طرح کراچی سے بعض مخیّر حضرات نے جدہ تک آمد و رفت کا انتظام کر دیا اور راستہ میں کسی نے بھی باز پرس نہ کی۔ جدہ میں جہاز سے اتر کر مکہ معظمہ پہنچ گیا اور وہ چونی بدستور اس کے پاس تھی۔ وہاں سے مدینہ منورہ جانے کا بھی کوئی ذریعہ بن گیا اور اس طرح وہ حج اور زیارت سے مشرف ہو کر واپسی سفر کے لیے جدہ سے، بحری جہاز پر سوار ہو کر سارا سفر مکمل کر کے گھر پہنچ گیا۔ پھر وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دریافت کیا کہ "سناؤ، حج کر آئے ہو؟" عرض کیا کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، آپ کی عنایت کردہ زادِ راہ کی برکت سے سارا سفر با آرام طے ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ "خوب ہوا، لیکن ہاں وہ ہماری چونی

کہاں ہے" اس نے جیب سے چونی نکال کر پیش کر دی۔ آپ نے چونی لے کر فرمایا کہ "حج تو تم کر آئے ہو، اب یہ ہماری چونی ہمیں واپس کر دو"

**نوٹ:**

راقم الحروف فقیر (محمد اکرام) مؤلف نے جب یہ واقعہ مولوی حنیف صاحب کی زبانی سنا تو اس کو قلمبند کرنے میں تذبذب ہوا، واقعہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے عجیب تھا۔ میں اس کتاب کی تالیف میں مصروف تھا۔ ایک دن صبح کے وقت تلاوت کلام پاک سے فارغ ہو کر ماہ ذوالحجہ کی مناسبت سے کتاب "فضائل حج" کی ورق گردانی کرنے لگا، اچانک صفحہ نمبر 255 پر نظر رک گئی۔ عنوان نمبر 20 کے تحت ایک واقعہ درج کیا گیا تھا جو اس کتاب سے من وعن نقل کرتا ہوں۔ قارئین کرام اس واقعہ کو پڑھ کر خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور متقدمین کے احوال میں کس قدر مماثلت ہے۔

(نقل)

(۵۹) حضرت ابو عمرو زجاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حج کے ارادہ سے چلا اور حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے ایک درہم مجھے عطا فرمایا۔ میں نے اس کو اپنے کمر بند میں باندھ لیا۔ اس کے بعد جس جگہ بھی پہنچا، خود بخود میرا انتظام ہوتا چلا گیا، جب حج سے فارغ ہو کر حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ہاتھ پھیلا دیا اور فرمایا کہ "لاؤ ہمارا درہم، میں نے خدمت میں پیش کر دیا۔ فرمایا، اس کی مہر کیسی پائی، میں نے کہا "بڑی، چالو"

.................. (روض)

## دنیوی معاملہ کی درستگی

میر منظور محمود صاحب امرتسری حال مقیم لاہور بیان کرتے ہیں کہ وہ امرتسر سے اکثر آپ کی خدمت میں حصول برکات و فیوض کے لیے حاضر ہوتے رہتے تھے۔ ایک دن انہوں نے

دوپہر کی گاڑی سے جانے کا پروگرام بنایا۔ اسٹیشن پر پہنچے تو گاڑی روانگی کے لیے بالکل تیار تھی۔ ٹکٹ لینے کا وقت نہ تھا۔ اس لیے بغیر ٹکٹ ہی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ گاڑی چل دی اور سفر شروع ہو گیا۔ فیروز پور چھاؤنی پر پہنچے تو ٹکٹ انسپکٹر نے آ کر ٹکٹ طلب کیا اور سختی سے ہمکلام ہوا۔ معاملہ طول پکڑتے پکڑتے رہ گیا۔ غروب آفتاب کے قریب فیروز شاہ اسٹیشن پر پہنچے، راستہ میں اپنی بیٹری (ٹارچ) جلائی تو وہ ٹمٹما کر بجھ گئی۔ اس کا بلب جل گیا۔

نمازِ مغرب کے بعد جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت صاحب نے دریافت کیا "وہ ٹی ٹی کیا کہتا تھا، بڑا گستاخ تھا، مگر آپ نے بھی تو ٹکٹ نہیں لیا تھا، آپ اگر اطمینان سے ٹکٹ خرید کر گاڑی میں سوار ہوتے تو گاڑی آپ کو لے کر ہی آتی" گویا مجھے بلا ٹکٹ سفر کرنے سے منع فرمایا۔ پھر خادم سے فرمایا کہ راستہ میں ان کی بیٹری خراب ہو گئی ہے۔ ان کی جائے قیام میں لالٹین جلا کر رکھ دینا۔

## اولادِ نرینہ کے لیے دعا

میر صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کی شادی کے بعد ان کے ہاں دو بچیاں یکے بعد دیگرے پیدا ہوئیں۔ جب تیسرے بچے کی ولادت کے آثار ہوئے تو وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اولادِ نرینہ کے لیے دعا کی درخواست کی۔

آپ نے ایک شرینی (پھل) ان کو دے کر ارشاد فرمایا کہ جا کر یہ پھل اپنی بیوی کو کھلا دینا، گھر واپس پہنچ کر حسب الارشاد وہ پھل انہوں نے اپنی بیوی کو کھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ کی دعا سے ایک تندرست و توانا اور خوبصورت بیٹا عطا کیا۔ جس کا نام میر منصور محمود رکھا گیا۔

## مخلصانہ خدمت کا صلہ

محمد مہر الدین کھوکھر سکنہ شیخوپورہ بیان کرتے ہیں کہ جوانی کے عالم میں ایک وقت اُن پر ایسا بھی آیا کہ وہ سخت آزمائش میں مبتلا ہو گئے۔ عین ممکن تھا کہ وہ پھسل جاتے اور پھر کہیں کے نہ

رہتے مگر خوش قسمتی سے ان کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضری کا خیال پیدا ہوا۔ وہ دربار عالیہ میں پہنچے اور کافی دنوں تک وہاں قیام کیا۔ حتیٰ کہ طبیعت میں پختگی پیدا ہوئی اور خیالات فاسدہ سے نجات مل گئی۔ ایک دن وہ ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک خادم آیا اور تین آدمیوں کو بلا کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس لے گیا۔ دربار شریف میں بڑا کمرہ زیر تعمیر تھا اور اس پر گارڈر چڑھائے جا رہے تھے۔ ان گارڈروں کے سروں پر زنگ سے بچاؤ کے لیے تارکول لگایا گیا تھا۔ کوئی شخص آگے بڑھ کر انہیں اٹھانے کے لیے نہیں نکل رہا تھا کیونکہ کپڑے خراب ہونے کا ڈر تھا۔ محمد مہر الدین کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت سفید ریشمی قمیض پہنی ہوئی تھی۔ اس لیے میں بھی ذرا جھجک گیا۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سامنے کھڑے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھتے ہی فوراً سیڑھی پر چڑھا اور گارڈر کو کندھے کا سہارا دے کر اوپر اٹھا کر دیوار پر رکھ دیا۔ سیڑھی سے نیچے اتر کر دیکھا تو قمیض پر بہت بڑا داغ تارکول کا لگ چکا تھا۔ دل میں افسوس پیدا ہوا کہ قمیض ضائع ہوگئی۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وقت دروازے میں کھڑے تھے۔ آپ نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ جاؤ اب آرام کرو۔ ساتھیوں کے ساتھ جب میں باہر نکلنے لگا تو میرے داغدار کندھے پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ ''انسان کو جسم کے داغ سے بچنا چاہیے۔ کپڑے کے داغ معمولی ہوتے ہیں'' اس وقت حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میری ظاہری اور باطنی اصلاح کی طرف متوجہ تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد نہانے کی غرض سے جب قمیض اتاری تو دیکھا کہ جہاں تارکول کا داغ تھا وہ جگہ قمیض کی دوسری جگہ سے زیادہ سفید تھی۔ میں اس وقت دل و دماغ میں ایک انقلاب سا محسوس کر رہا تھا۔ جب دوسرے دن اجازت لے کر گھر پہنچا تو حالات بدل چکے تھے اور آنے والا حادثہ ٹل چکا تھا۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہ صرف باہر کے داغ دھو دیے بلکہ اندر کے داغ بھی نظر کرم سے صاف کر دیے۔

## ریاست فرید کوٹ کے حکمرانوں پر نظر کرم

حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تمام مخلوق خدا سے محبت تھی۔ اپنے گاؤں اور گرد و نواح کے لوگوں کے لیے آپ بالخصوص سراپا رحمت تھے۔ حتیٰ کہ جو لوگ مخالفت کرتے، ان سے بھی آپ

پیار، محبت اور خوش خلقی سے پیش آتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اول تو یہ عاشق الٰہی ہوں۔ اگر یہ مقام نہیں تو کم از کم جنت کے تو حقدار بن جائیں۔ جس طرح حضور سرور کائنات ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے ملک عرب کا جو حال تھا، بعینہٖ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گاؤں کے قریباً قریباً تمام لوگ جرائم پیشہ تھے۔ جوا کھیلنا، شراب پینا، چوری، ڈاکہ زنی، بدمعاشی اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی کرنا ان کے مرغوب مشغلے تھے۔ حتیٰ کہ ملحقہ ریاست فرید کوٹ کے حکمرانوں نے پولیس کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ کرمونوالے گاؤں کا کوئی آدمی ریاست میں داخل ہو تو اسے فی الفور گرفتار کر لیا جائے، کیونکہ وہاں کے باشندوں کی اکثریت جرائم پیشہ ہے اور ریاست میں نقص امن کے لیے آتے ہیں۔

حضور رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنے آبائی گاؤں میں اقامت اختیار کی اور آفتاب ولایت کا نور ہدایت دور نزدیک پھیلا تو ریاست فرید کوٹ کے نئے راجہ کی ماں خود چل کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئی۔ اس نے عرض کیا کہ حضور ہمارے خاندان میں زمانہ قدیم سے یہ المناک صورت حال ہے کہ جب ہمارا کوئی نیا راجہ گدی پر بیٹھتا ہے تو وہ گدی نشینی کے تھوڑے ہی عرصے بعد مر جاتا ہے۔ گدی نشین ہونے سے پہلے خواہ جتنا عرصہ جی لے۔ حضور رحمۃ اللہ علیہ نے رانی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ "مائی، جاؤ اب ایسا نہیں ہوگا" اللہ کریم خیر و برکت کردیں گے، آپ محلات نئی جگہ تعمیر کر لیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کچھ عرصہ بعد وہ رانی اور نیا راجہ بہت کچھ نذر نیاز لے کر سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ سلام کے بعد عرض کیا کہ حضور فرید کوٹ تشریف لے چلیں وہاں ہر ایک چیز حضور کے قدموں میں حاضر کر دی جائے گی۔ آپ نے دعائیں دے کر رخصت کیا اور فرمایا کہ ہم تو اللہ کے حکم کے ماتحت یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، اپنی مرضی سے نہیں۔

اصل حقیقت یہ تھی کہ پرانے محلات کی تعمیر کے وقت اس وقت کے راجہ نے کہیں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو مزدوروں میں بیگار کے طور پر رکھا ہوا تھا اور اس مرد خدا کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے تھے۔ "باہر سکھ تے اندر دکھ" اس لیے کئی پشتوں سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا تھا۔ چنانچہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد مبارک سے بچاؤ کی صورت نکالنا بھی ان کے ہی مقبول بارگاہ صاحب کمال مرد یگانہ کا حصہ تھا۔

حضور ﷺ سے فیض یاب ہونے کے بعد اسی راجہ نے نیا حکم جاری کر دیا کہ کرموں والے شریف کا کوئی بھی آدمی ریاست میں آئے تو اس کی ہر طرح سے خاطر و مدارات کی جائے۔ اگر گاڑی بان ہو تو اس کے بیلوں کو سرکاری خرچ پر چارہ وغیرہ و روٹی کھلاؤ، بستر دو اور ہر طرح سے خاطر مدارات کرو۔ اور راجہ حضور ﷺ کے غلاموں کو شوق سے ملازمت میں قبول کرتا تھا۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

## کاروبار میں برکت کی دعا

میاں غلام مصطفیٰ غازی مالک غازی اینڈ کمپنی انجینئرز میاں چنوں لوہے کا معمولی کاروبار کرتے تھے۔ انہوں نے بڑی محنت سے (وہیٹ تھریشر) گندم گاہنے کی مشین تیار کی۔ لیکن اس کی کارکردگی اچھی نہ تھی۔ اس میں چند ایسے نقائص تھے جو ان کی سمجھ میں نہ آتے تھے اور مشین تسلی بخش طور پر کام نہیں کر رہی تھی۔ اسی پریشانی کے عالم میں وہ حضرت کرمانوالہ شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کے بعد خاموش بیٹھ گئے۔ دریائے کرم جوش میں آیا اور ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، غازیا! فکر نہ کرو، تمہاری مشینیں بہت چلیں گی۔ اس ارشاد سے مطمئن ہو کر وہ میاں چنوں واپس پہنچے، پہلی مشین کے نقائص دور کر کے نئی مشین تیار کی، جس کی کارکردگی بے حد تسلی بخش تھی۔

بعد ازاں ان کے کارخانہ کی بنی ہوئی مشینیں مغربی پاکستان میں سب جگہ قبولیت عامہ حاصل کر گئیں اور غازی صاحب نے ایک بڑا کارخانہ زرعی آلات بنانے کا بھی قائم کر لیا۔

## آپ کی عظمت کا اعتراف

میر منظور محمود ولی وارثی نے بیان کیا ایک دفعہ مشہور و معروف شاعر نفیس خلیلی مرحوم سے ان کی ملاقات ہوگئی۔ نفیس خلیلی بدعات اور رسومات کے خلاف زوردار نظمیں لکھا کرتا تھا۔ ان

نظموں میں اکثر پیروں، فقیروں کے خلاف بھی لکھ جاتا تھا۔ مگر حضرت صاحب کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بہت احترام کرتا۔ چنانچہ میں نے ان سے پوچھ ہی لیا "نفیس صاحب! آپ تو عام پیروں فقیروں کے قائل نہیں ہیں مگر یہ دیکھا گیا ہے کہ آپ حضرت کرمانوالے شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام مبارک ادب سے لیتے ہیں؟" کہنے لگا "ولی بھائی، سید اسمٰعیل شاہ صاحب کا میں بھی قائل ہوں۔ ایک تو ان کے ہاں وہ بدعتیں نہیں جو اسلام کا حلیہ بگاڑتی ہیں۔ دوسرے اس احترام کے پس منظر میں ایک قابل ستائش واقعہ بھی ہے، ہمارے دفتر کے ایک کلرک نے کسی موقع پر بامر مجبوری پٹھانوں سے کچھ رقم قرض لی تھی، ہر ماہ تقریباً ساری تنخواہ سود میں ادا ہو جاتی اور خانگی ضروریات پوری کرنے میں سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا۔ کسی نے اس مصیبت کے مارے کو بتایا کہ حضرت کرمانوالہ جا کر شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دعا کراؤ، امید ہے کہ ان کی دعا سے یہ بلا ٹل جائے گی۔ یہ بیچارہ ایک دن وہاں جا حاضر ہوا۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی محفل میں کافی ہجوم تھا۔ اس نے گوارا نہ کیا کہ سر مجلس اپنا مدعا بیان کرے اور تخلیہ کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کا اضطراب بڑھ رہا تھا۔ آپ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر دوسرے کمرے میں لے گئے۔ مطلوبہ رقم ایک بکس سے نکال کر اسے عنایت کی اور کہا "بابو جی! جاؤ اطمینان سے قرض ادا کرو، آئندہ ان نامرادوں سے قرض نہ لینا" ولی بھائی! بتاؤ ایسے پیر کی کون مخالفت کر سکتا ہے۔ بھائی وہ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ تھے اور میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے طریق کو بدعات سے کیا واسطہ وہ تو خالص اسلام ہے، خالص اسلام۔ بھلا میں ان کے خلاف کیسے لکھ سکتا ہوں۔"

## مرید کے حال سے کامل آگاہی

قیامِ پاکستان سے چند ماہ پیشتر آپ پاکپتن شریف میں عیدگاہ میں مقیم تھے۔ صوفی نور عالم بھی فیروزپور سے آپ کے ہمراہ پاکپتن شریف آ گئے تھے۔ اپنے بال بچوں کو ایک مکان میں ٹھہرانے کے بعد صوفی نور عالم ایک دن قصور چلے گئے۔ تاکہ ہندوستان سے بعد میں آنے والے قافلوں سے اپنے آدمیوں کو تلاش کر کے لائیں۔ ان کو وہاں آٹھ دس دن رکنا پڑا۔ اسی اثناء

میں کسی نے صوفی نور عالم کے گھر جا کر کہہ دیا کہ ان کو قصور میں سکھوں کے قافلہ والوں نے شہید کر دیا ہے، یہ سنتے ہی گھر میں کہرام مچ گیا۔ آپ مسجد عیدگاہ میں قیام پذیر تھے۔ کسی نے آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں یہ بات غلط ہے، صوفی نور عالم فوت ہو جائیں اور ہمیں علم نہ ہو، وہ بالکل صحیح سلامت ہیں۔ لیکن ان کے اہل وعیال کو تسکین نہیں ہوتی تھی۔ دوسری صبح نماز فجر کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود بابو نور عالم کے گھر تشریف لے گئے اور ان کی بیوی بچوں کو تسلی دے کر فرمایا کہ "گھبراؤ نہیں وہ زندہ ہیں اور جلدی گھر آ جائیں گے" چنانچہ صوفی صاحب دوسرے تیسرے دن گھر واپس پہنچ گئے۔

## لاعلاج مریض کی صحت یابی

غازی انڈسٹریز لمیٹڈ کے مالک میاں غلام مصطفیٰ کے بڑے بھائی سائیں غلام نبی آرے والے ایک دفعہ سخت بیمار ہو گئے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کے علاج پر ہزاروں روپے پانی کی طرف بہا دیے لیکن دن بدن مریض کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی گئی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بدن کی رگیں اور پٹھے کھنچ گئے۔ چلنا پھرنا تو درکنار حرکت کرنا بھی ناممکن ہو گیا۔ گردن اکڑ گئی اور حلق سے پانی بھی نہ اترتا تھا۔ الغرض سائیں غلام نبی ہڈیوں کا محض ایک ڈھانچہ بن کر رہ گئے۔

اسی مایوسی کے عالم میں غازی صاحب کو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے رجوع کرنے کا خیال آیا۔ ایک کار میں بھائی کو بٹھا کر حضرت کرماںوالہ شریف پہنچ گئے۔ یہ فقیر اس وقت حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ غازی صاحب جب اپنے بھائی کو دونوں بازوؤں میں اٹھائے بڑے دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ آپ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ "مولوی جی! وہ دیکھیں غازی کیا اٹھائے چلا آ رہا ہے" میں نے دل میں خیال کیا کہ کوئی بیمار ہے اور بیمار کو آپ اپنے پاس آنے نہیں دیتے۔ اس لیے جا کر انہیں روکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں مولوی صاحب! ان کو آنے دیں۔ اتنے میں غازی صاحب نے اپنے بھائی کو لا کر آپ کے سامنے صف پر بٹھا دیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا کہ یہ تو گھوڑے کی مانند ہو جائے گا۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ پھر کنوئیں سے پانی منگوا کر دیا تو مریض نے چند گھونٹ پی لیے، کچھ

دیر کے بعد ارشاد فرمایا کہ لنگر کا کچھ کھانا بھی اسے کھلاؤ، چنانچہ چند لقمے کھانے کے بھی حلق سے نیچے اتر گئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ فضل کرے گا۔ دوائی کی اب کوئی ضرورت نہیں''۔ چنانچہ چند دنوں میں سائیں غلام نبی کی صحت بالکل ٹھیک ہوگئی۔

## مالیخولیا سے شفا

ملک کرم داد صاحب چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف پنجاب نے بیان کیا کہ وہ ضلع ساہیوال میں بطور ڈپٹی کمشنر متعین تھے۔ ایک دن وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ انکے ہمراہ ضلع سرگودھا کی ایک اور معزز ہستی ملک نور محمد ٹوانہ بھی تھے۔ ملک نور محمد کچھ عرصہ سے بعارضہ مالیخولیا وامراض سوداوی میں مبتلا تھے۔ اس لیے ان کے اعزہ واقربا سخت پریشانی میں مبتلا تھے۔ ملک کرم داد صاحب نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ملک نور محمد کی شفایابی کے لیے دعا کی التجا کی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ مولا کریم شفا عطا فرما دیں گے۔ یہ تو ٹھیک ہیں۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں وہ اس موذی مرض سے نجات پا گئے اور پھر کبھی یہ تکلیف نہ ہوئی۔

نیز ملک کرم داد صاحب موصوف نے بیان کیا کہ اس سال بہت خشک سالی تھی۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے لوگ بہت پریشان تھے۔ میں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں باران رحمت کے نزول کے لیے بھی دعا کی درخواست کی۔ آپ کی دعا کی برکت سے ان ہی ایام میں خوب بارش ہوئی۔

## پولیس افسر کی فوری ترقی

مرزا محمد عباس اوکاڑہ میں بطور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کام کر رہے تھے۔ ایک دن وہ شیخ خادم حسین انسپکٹر مارکیٹ کمیٹی (اوکاڑہ) کے ہمراہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ یہ فقیر اس وقت حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں

موجود تھا۔ شیخ خادم حسین نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مرزا صاحب کا تعارف کراتے ہوئے عرض کیا" یہ مرزا محمد عباس صاحب اوکاڑہ کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ہیں" آپ نے فرمایا، یہ ڈپٹی تو نہیں یہ تو بڑے کپتان ہیں۔ پھر مرزا صاحب سے باتیں ہوتی رہیں اور آپ نے دریافت فرمایا کہ کبھی آپ مظفر گڑھ بھی گئے ہیں یا نہیں؟ وہاں بہت اعلیٰ قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں، وہاں جائیں تو ہمارے لیے کھجوریں بھیجیں۔ اس کے بعد ان کو رخصت کیا۔

ملاقات کے بعد مرزا صاحب سیدھے اپنے دفتر میں گئے۔ ان کی میز پر تار کے ذریعے حکم آیا پڑا تھا کہ آپ کو بطور سپرنٹنڈنٹ پولیس مظفر گڑھ تبدیل کیا جاتا ہے۔ فوراً جا کر چارج لیں۔ مرزا صاحب اسی وقت پھر اپنی جیپ میں واپس حضرت کرمانوالہ شریف پہنچے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عقیدت پیش کیا۔

## پریس کے لیے کشادہ قطعہ زمین

ماسٹر محمد احسان مرحوم مالک پیکو آرٹ پریس لاہور آپ کے خاص عقیدت مندوں میں سے تھے۔ ان کا پریس موچی دروازہ کے باہر برکت علی اسلامیہ ہال کے قریب ایک کرایہ کے مکان میں بہت عرصہ سے قائم تھا۔ پاکستان بننے کے بعد مالکان مکان نے ماسٹر محمد احسان مرحوم کو مکان خالی کرنے کا نوٹس دینے کے بعد مقدمہ بازی شروع کر دی۔ ماسٹر صاحب نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ آپ نے تسلی دی اور فرمایا، مولا کریم کوئی بہتر سبب بنا دیں گے۔

ان ہی ایام میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرس کے موقع پر ماسٹر محمد احسان کی کار میں شرق پور شریف تشریف لے گئے۔ واپسی پر آپ کے ہمراہ سیٹھ محمد شفیع اور ماسٹر محمد احسان کے علاوہ یہ فقیر بھی تھا۔ جب ہم سب ملتان روڈ بیگم کوٹ سے آگے بڑھے تو آپ نے سڑک کی بائیں جانب نظر کر کے ہاتھ اٹھا کر فرمایا" ماسٹر صاحب اپنے پریس کے لیے ایسی جگہ موزوں ہے"

حضرت کرمانوالہ شریف سے دوسرے دن ماسٹر محمد احسان آپ سے رخصت حاصل کر کے واپس لاہور پہنچے تو اپنے ایک خاص آدمی کو اس علاقہ کے پٹواری مال کے پاس بھیجا۔ کاغذات

مال دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہاں تقریباً چار پانچ ایکڑ رقبہ سرکاری اراضی کا خالی پڑا ہے۔ ماسٹر صاحب نے اس رقبہ کی فرد حاصل کر کے محکمہ انڈسٹری کے ذریعے پنجاب گورنمنٹ کے پاس حصول اراضی کے لیے درخواست دے دی۔ چنانچہ یہ رقبہ ان کو صرف دس ہزار روپے فی ایکڑ کے عوض مل گیا۔ بعد میں ان کے مخالفین نے اس حکم کی منسوخی کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تصرف اور کرم نوازی کی وجہ سے کسی کو کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اب اسی جگہ پیکو آرٹ پریس کی نئی شاندار عمارت واقع ہے۔

## مخلص مرید کی جانب توجہ

رائے نیاز احمد خاں نے ایک موقعہ پر بیان کیا کہ وہ چیچہ وطنی سے لاہور آتے اور جاتے۔ ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضری دے کر گزرا کرتے تھے۔ ایکدفعہ لاہور سے شام کے قریب واپسی ہوئی۔ مستورات بھی ہمراہ تھیں لہذا خیال کیا کہ سیدھے ہی بغیر سلام کے نکل چلتے ہیں۔ جب اوکاڑہ کے دیپال پور چوک میں پہنچے تو کار کا انجن یکلخت بند ہوگیا۔ ڈرائیور نے انجن کو غور سے دیکھا اور کار کو چلایا تو چل پڑی لیکن چند قدم آگے جا کر پھر رک گئی۔ تین چار مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ رائے نیاز احمد خاں نے کہا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ ہم بغیر سلام کیے جا رہے ہیں، کہیں اسی وجہ سے رکاوٹ نہ ہو۔ چنانچہ ڈرائیور کو کار واپس حضرت کرمانوالہ شریف کی طرف لے جانے کے لیے کہا تو کار بالکل ٹھیک چلنے لگی۔ انہوں نے جا کر خدمت عالیہ میں حاضری دی اور معذرت کی پھر اجازت لے کر روانہ ہوئے اور بخیر وخوبی گھر پہنچ گئے۔

## روئی کے کارخانہ کی الاٹمنٹ

رائے محمد اقبال احمد خاں اور رائے نیاز احمد خاں دونوں بھائی موضع رائے کوٹ لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد وہ چیچہ وطنی ضلع ساہیوال میں آ کر قیام پذیر ہوگئے۔ کپاس کے ایک کارخانہ میں جو کہ اب رائے کاٹن فیکٹری کے نام سے مشہور ہے، رہائش اختیار کر

لی۔ اس کارخانے اور اس میں واقعہ مکانات کی عارضی الاٹمنٹ ان کے نام ہوگئی۔ دو تین سال بعد جب مستقل تقسیم کا سلسلہ شروع ہوا تو رائے کاٹن فیکٹری کی عارضی الاٹمنٹ منسوخ ہوگئی اور اسکی نیلامی کا حکم بھی صادر ہوگیا۔ اب دونوں بھائیوں (رائے صاحبان) کو فکر لاحق ہوئی کہ یہ کارخانہ ہاتھ سے جاتا رہا تو سر چھپانے کے لیے کوئی جگہ باقی نہیں رہے گی۔ اس پریشانی کے عالم میں دونوں بھائیوں نے نیلامی کی تاریخ سے ایک دن پہلے حضرت کرمانوالہ شریف میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضور اگر کارخانہ ہاتھ سے نکل گیا تو بڑی مشکل پیش آئے گی اور چیچہ وطنی میں رہنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی۔ آپ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا "رائے صاحب! آپ بالکل نہ گھبرائیں، اللہ کریم فضل کردیں گے اور کارخانہ ہمیں ہی ملے گا"

دوسرے دن آپ نے جناب صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور اس فقیر (محمد اکرام) کو بلاکر فرمایا کہ جاؤ چیچہ وطنی میں رائے صاحب کو نیلامی میں کارخانہ لے کر دینا ہے، صوفی نور عالم کو بھی ساتھ لے جاؤ، چنانچہ ارشاد کے مطابق ہم تینوں چیچہ وطنی پہنچ گئے۔

نیلامی شروع ہوئی۔ ایک ریٹائرڈ بریگیڈیئر جو سیٹلمنٹ کمشنر کے عہدے پر فائز تھے، نیلامی پر مامور تھے۔ بولی تین لاکھ تیس ہزار تک پہنچ گئی۔ رائے صاحب گھبرا گئے اور تھرائی ہوئی آواز سے چالیس ہزار کہا۔ یہ سنتے ہی بریگیڈیئر صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور گرجدار آواز میں ایک دو تین کہہ کر بولے کہ یہ فیکٹری ہم نے رائے صاحب کو دے دی ہے اور یہ ان کے پاس ہی رہے گی۔ دوسرے خواہش مند حضرات کو اور کارخانے دیئے جاسکتے ہیں۔ اس کارخانہ کے لیے کوئی شخص اپیل نہ کرے۔ واپس جاکر جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سارا ماجرا بیان کیا گیا تو آپ نے رائے نیاز احمد خاں کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کارخانہ اب ہمارا ہی رہے گا۔ اسے کوئی نہیں لے سکتا۔ چنانچہ اپیلیں کرنے والوں کی اپیلیں بھی ناکام ہوگئیں۔

## پابندی وقت کے لیے تصرف

اجمیر شریف سے واپسی پر ایک دفعہ آپ سبزی منڈی دہلی میں بابو نثار احمد خاں کے مکان میں فروکش ہوئے۔ آپ کے ہمراہ دس بارہ اشخاص تھے۔ صبح کے وقت جب آپ روزمرہ

کے وظائف سے فارغ ہوئے تو ریلوے کے چیف میڈیکل افسر کا فرزند حاضر ہوا اور معذرت کی کہ اباجی مصروفیت کے باعث خود حاضر نہیں ہو سکے اور اسے بھیجا ہے کہ سب ہمراہیوں سمیت دوپہر کے کھانے کی دعوت قبول فرمائیں۔ آپ نے دعوت قبول فرمالی۔

چلتے ہوئے نوجوان نے عرض کیا کہ حضور اباجی نے کہا تھا کہ ٹھیک ایک بجے سب حضرات کوٹھی نمبر 1 نئی دہلی تشریف لے آئیں۔ ذرا پابندی وقت کا خیال رہے۔ آپ نے فرمایا۔ بھئی ہمارے سب بیلیوں کے پاس گھڑیاں تو نہیں ہیں بہر حال ہم ایک بجے آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔

اس کے چلے جانے کے بعد سب احباب مختلف مقاصد کے لیے اجازت حاصل کر کے روانہ ہو گئے۔ یہ فقیر بھی تین ساتھیوں کے ہمراہ جن میں رائے نیاز احمد خاں مرحوم اور حاجی عطا محمد خاں بھی شامل تھے۔ حضرت خواجہ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں سلام کے لیے چلا گیا۔ سب احباب کو آپ اجازت دیتے جاتے تھے۔ اور ساتھ ہی فرما دیتے تھے کہ ایک بجے نئی دہلی کوٹھی نمبر 1 میں پہنچ جانا۔ حتیٰ کہ آپ کے پاس صرف ایک صاحب رہ گئے۔

ایک بجنے میں ابھی پانچ منٹ باقی تھے کہ آپ کے سب ہمراہی کوٹھی نمبر 1 والے چوک میں مختلف اطراف سے آتے ہوئے جمع ہو گئے اور ٹھیک ایک بجے آپ بھی ایک جانب سے ایک ساتھی کے ہمراہ مسکراتے ہوئے تشریف لے آئے۔ پھر آپ نے گھڑی پر وقت دیکھا اور سب کو ساتھ لے کر ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی میں داخل ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کا وہی فرزند استقبال کے لیے موجود تھا۔ آگے بڑھ کر معذرت کرنے لگا کہ اباجی کا ابھی ابھی ٹیلی فون پر پیغام آیا ہے کہ وہ ایک بڑے اپریشن کی وجہ سے رک گئے ہیں اور آدھ گھنٹہ دیر سے آئیں گے۔

آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا، ''برخوردار ہم تو ٹھیک وقت پر پہنچ گئے ہیں'' چنانچہ ہم سب کھانے سے فارغ ہو چکے تھے کہ ڈاکٹر صاحب گھر پہنچے۔

## ٹیوب ویل درست ہو گیا

مولوی حکیم احمد دین صاحب مانگا منڈی والے بیان کرتے ہیں کہ پاکستان بننے کے

بعد مجھے اپنی بیکانیر والی زمین کے عوض ضلع گوجرانوالہ میں وسیع رقبہ مل گیا۔ میں نے اس رقبہ کی آبپاشی کے لیے ٹیوب ویل لگانے کا فیصلہ کیا چنانچہ ایک ٹھیکیدار سے معاوضہ طے کرنے کے بعد ٹیوب ویل نصب کرنے کا کام شروع ہوا۔ جب کھدائی (بور) 275 فٹ پر پہنچی تو یک لخت اس سے نیچے کھدائی رک گئی۔ آٹھ دن تک سخت کوشش کے باوجود کام رکا رہا۔ نہ نیچے گہرائی پر بور جاتا تھا اور نہ ہی نالیں اوپر کی طرف نکلتی تھیں۔ مایوس ہو کر کام بند کر دیا۔ ٹھیکیدار سخت پریشان تھا کہ بجائے کمانے کے یہاں تو اب سارے سامان کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا اور اس طرح ناقابل برداشت مالی نقصان ہوگا۔ مولوی حکیم احمد دین کو اپنی جگہ سخت پریشانی تھی کہ ٹیوب ویل نصب نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ حکیم صاحب اس پریشانی کے عالم میں آپ کی خدمت عالیہ میں حضرت کرمانوالہ شریف پہنچے۔ آپ نے دور سے دیکھتے ہی فرمایا ''وہ میرا پیر بھائی آ گیا، آ بھائی حکیماں! تمہارا ٹیوب ویل تو ٹھیک ہو گیا ہے، غم نہ کرو۔'' حکیم صاحب کو زبان سے کچھ عرض کرنے کی نوبت ہی نہ آئی۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال

پھر حکیم صاحب کے لیے کھانا منگوایا اور ان کو اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلایا اور تسلی دیتے رہے۔ بعد دوپہر حکیم صاحب جب آپ سے رخصت ہو کر گھر پہنچے تو عین اسی وقت جب آپ نے فرمایا تھا ''حکیماں، تمہارا ٹیوب ویل ٹھیک ہو گیا ہے'' بور خود بخود بارہ فٹ نیچے چلا گیا تھا۔ شہتیریاں وغیرہ ٹوٹ گئی تھیں۔ لیکن باقی سب کام ٹھیک تھا، چنانچہ ٹیوب ویل کا کام بخیر و خوبی مکمل ہو گیا۔

## دریا کا رخ بدل گیا

مولوی حکیم احمد دین نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے دریائے راوی کے کنارے اپنی کچھ اراضی کی آبپاشی کے لیے ایک بڑا دو رہٹ والا کنواں لگوایا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں کنوئیں کے اردگرد درخت بھی لگ گئے اور مکانات بھی تعمیر کر لیے۔ وہاں خوب چہل پہل اور آبادی ہو گئی۔ چند سالوں بعد ایک دفعہ اچانک موسم برسات میں دریا کا پانی میرے کنوئیں کی جانب

بڑھنے لگا تھوڑے ہی دنوں میں عین کنوئیں کے نزدیک آ پہنچا میرے مزارعین نے مکان گرا کر لکڑیاں محفوظ جگہ پر دور ہٹا لیں۔ درخت کاٹ لیے اور پانی اسی اثناء میں کوئیں کی طرف تیزی سے بڑھتا چلا آرہا تھا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ کنوئیں کی جنوبی دیوار سے پانی کی لہریں ٹکرانے لگیں۔ میں سخت پریشان ہوا کہ اب کنواں برباد ہو جائے گا اور بہت نقصان ہو گا۔ اس پریشانی کے عالم میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے گھر سے چل پڑا۔ جب آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا "حکیم جی، فکر نہ کرو۔ تمہارے کنوئیں کا بال بھی بیکا نہیں ہو گا" پھر کمال شفقت سے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور علمی باتیں شروع ہو گئیں۔ دوپہر کا کھانا اپنے پاس بٹھا کر کھلایا اور فرمایا حکیم صاحب کچھ دن ہمارے پاس ٹھہر جائیں لیکن فکرمندی کے باعث میں رخصت حاصل کرنے کا اصرار کرتا رہا۔ چنانچہ رخصت حاصل کر کے شام کو گھر پہنچا۔ دریا کی موجیں پوری تندی کے ساتھ کنوئیں کو گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ گھبراہٹ میں میں نے عشاء کی نماز مسجد میں ادا کی اور وہیں بیٹھا رہا۔ کچھ رات گئی ہو گی کہ میرا مزارع مجھے تلاش کرتا ہوا، وہاں آنکلا اور کہنے لگا، حکیم صاحب! مبارک ہو دریا ہمارے کنوئیں سے دوسری جانب رخ کر گیا ہے" اگلی صبح جب میں نے جا کر دیکھا تو دریا کا رخ ایک ایسے دھارے میں بدل چکا تھا جو میرے کنوئیں سے کافی فاصلے پر تھا۔

## ٹوٹی ہوئی ٹانگ درست ہوگئی

ایک روز مولوی خلیل اختر صاحب سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی اوکاڑہ چند احباب کے ہمراہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حضرت کرمانوالہ شریف حاضر ہوئے۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد مولوی صاحب نے جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ارشاد فرمایا، "تھوڑی دیر تو اور بیٹھیں" وہ بیٹھ گئے لیکن کچھ دیر کے بعد پھر اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا" کچھ دیر اور رک جاتے تو اچھا تھا، خیر آپ کو جلدی ہے" مولوی صاحب اجازت لے کر باہر نکلے، سڑک پر کھڑے اوکاڑہ کی طرف جانے والی کسی سواری کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک ایک سائیکل سوار مولوی صاحب سے آ کر ٹکرایا۔ مولوی صاحب سڑک پر گر پڑے اور کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ مولوی صاحب کو احباب تانگہ میں بٹھا کر اوکاڑہ ہسپتال لے گئے، مگر علاج سے تکلیف بڑھتی گئی۔ ڈاکٹروں نے

پوری توجہ سے چارہ جوئی کی مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ مولوی صاحب کا ایک آدمی ہر روز حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض حال کے لیے آتا تھا اور آپ تسلی دیتے تھے کہ گھبرائیں نہیں آرام ہو جائے گا۔ جب ان کی تکلیف اوکاڑہ ہسپتال میں کم نہ ہوئی تو احباب ان کو میو ہسپتال لاہور لے گئے۔ وہاں ڈاکٹروں نے ایکسرے سے معائنہ کے بعد بتایا کہ کولہے کی ہڈی چار جگہ سے ٹوٹ گئی ہے۔ اس کے درست ہونے کی کوئی امید نہیں۔ ٹانگ کاٹنا پڑے گی۔ چنانچہ ایک آدمی واپس آپ کی خدمت میں حضرت کرمانوالہ شریف آیا اور ڈاکٹروں کی رائے کا آپ کے پاس ذکر کیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ "مولوی صاحب کی ٹانگ نہ کٹوائیں ان کو واپس لا کر گھر پر ہی دیسی علاج کریں۔ اللہ کریم شفاء عطا کریں گے۔ چنانچہ مولوی خلیل اختر صاحب کو واپس اوکاڑہ لے آئے اور دیسی علاج شروع کر دیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اللہ تعالیٰ نے شفا بخش دی۔ وہ چلنے میں تھوڑا سا لنگڑاتے ہیں لیکن حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا سے ان کی ٹانگ کٹنے سے بچ گئی۔

## ہندو جج کا فیصلہ

شہزادہ فیروز الدین تحصیل فیروز پور میں نائب تحصیلدار تھے۔ ان کے والد کسی مقدمہ میں پھنس کر سخت پریشان تھے۔ شہزادہ صاحب نے حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے لیے عرض کیا۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "شہزادہ صاحب فیصلہ آپ کے حق میں ہوگا، گھبرائیں نہیں، جج صاحب پہلے آپ کے والد کے خلاف فیصلہ لکھیں گے اور پھر اس فیصلہ کو پھاڑ کر ان کے حق میں فیصلہ دیں گے۔"

کچھ دنوں بعد کے مقدمہ عدالت میں پیش ہوا۔ جج ہندو تھا اور سرکاری وکیل بھی ہندو تھا۔ طرفین کے وکلاء نے خوب زور شور سے بحث کی۔ بحث سننے کے بعد جج نے فیصلہ لکھوایا اور وہ فیصلہ شہزادہ صاحب کے والد کے خلاف تھا۔ شہزادہ صاحب کے والد نے اونچی آواز سے کہا "جناب مجھ سے تو سرکاری وکیل نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ جج ہندو ہیں اس لیے فیصلہ تمہارے حق میں نہیں ہوگا۔ چنانچہ مجھے علم تھا کہ آپ میرے خلاف فیصلہ دیں گے۔ مجھے آپ کے فیصلہ سے کوئی حیرانی نہیں ہوئی" جج نے سوالیہ نظروں سے سرکاری وکیل کی طرف دیکھا۔ سرکاری وکیل

نظریں نیچی کیے خاموش کھڑا تھا۔ جج نے فیصلہ کا کاغذ لے کر پھاڑ ڈالا اور نیا فیصلہ لکھوایا جو کہ شہزادہ صاحب کے والد کے حق میں تھا۔

## مستوں سے محبت

سرہند شریف کے عرس مبارک پر حاضری ہوئی۔ ختم شریف سے فارغ ہو کر آپ سب ہمراہیوں سمیت سرہند اسٹیشن کی طرف پا پیادہ روانہ ہو گئے۔ سب ہمراہیوں کو آگے آگے چلنے کا حکم ہوا صرف یہ فقیر (محمد اکرام) آپ کے ہمراہ تھا۔ چلتے چلتے جب ہم فتح گڑھ اسٹیشن کے قریب پہنچے اور مسجد کے سامنے سے گزرنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب! مسجد میں تھوڑی دیر رک کر دم نہ لے لیں؟" چنانچہ آپ سیڑھیاں چڑھ کر مسجد میں داخل ہوئے اور مشرقی دیوار کے ساتھ صف پر جا بیٹھے۔ میں بھی پاس ہی جا بیٹھا۔ میری نظر جب جنوبی دیوار کی جانب گئی تو وہاں ایک مست دیوار سے ٹیک لگائے اپنا سر گھٹنوں میں دبائے ہوئے بیٹھا دکھائی دیا۔ اس پر کثیر تعداد مکھیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ جونہی آپ رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے مست نے سر اٹھایا اور آپ کے سامنے آ بیٹھا۔ خاموشی کا عالم تھا تھوڑے وقفے کے بعد آپ نے فرمایا "مستا ہن خوش ایں۔" چنانچہ مست اٹھا اور پھر اپنی جگہ پر جا بیٹھا مکھیاں پھر اس پر ٹوٹ پڑیں۔ معلوم نہیں اس مست کی کیا مشکل تھی جو آپ نے توجہ عالیہ سے آناً فاناً دور کر دی۔

اتنے میں ہمارے کچھ اور ساتھی بھی واپس آ کر مسجد میں داخل ہو گئے۔ آپ نے اس فقیر کو اشارہ فرمایا "مولوی صاحب یہ لوٹا لے جائیں۔ مسجد کے پیچھے لنگر تقسیم ہو رہا ہے۔ بوڑھے بابا سے اپنے لیے لنگر لے آئیں۔" میں گیا تو بوڑھے بزرگ نے میری طرف دیکھا اور لنگر تقسیم کرنے والے شخص کو حکم دیا کہ ان کو بارہ آدمیوں کا کھانا دے دو، میں کھانا لے کر واپس مسجد میں پہنچا تو آپ نے فرمایا چلو سرہند اسٹیشن پر چل کر کھانا کھائیں گے۔

لاہور کی طرف جانے والی گاڑی کی آمد میں ابھی کافی وقت تھا۔ آپ نے اسٹیشن کے قریب واقع ایک مسجد میں جا کر قیام کیا۔ سب احباب وہاں جمع ہو گئے۔ اتنے میں دہلی سے بابو نثار احمد خاں اور ان کے ایک ساتھی بھی آ پہنچے۔ دونوں جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے

ملاقات کے بعد بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ کھانا لاؤ۔ چنانچہ سب نے مل کر کھانا کھایا اور کھانے والے بارہ آدمی ہی تھے۔

گاڑی میں بیٹھنے کے بعد بابو نثار احمد خاں نے اس فقیر کو بتایا کہ ان دونوں نے دو وقت سے کھانا نہیں کھایا تھا اور عرس مبارک کی تاریخ میں مغالطہ لگ جانے کی وجہ سے وہ دیر سے پہنچے تھے۔

## حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی تعلق

بابا نور عالم مرحوم نے بیان کیا کہ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پر حاضری کے لئے پانی پت تشریف لے گئے درگاہ کے سب مست آپ کے گرد و پیش منڈلانے لگے۔ سب نہایت مسرور نظر آتے تھے۔ دو مست بطور پہرے دار سارا وقت آپ کے ساتھ ساتھ رہے۔ حاضری کے بعد آپ منشی عطا محمد خان صاحب کو ہمراہ لے کر روانہ ہوگئے تھوڑی دور گئے ہونگے کہ سامنے راستہ میں زمین پر کچھ چمکدار چیز پڑی نظر آئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا "منشی جی! دیکھو وہ کیا چیز ہے؟" اٹھا کر بغور دیکھنے کے بعد عرض کیا کہ حضور سونے کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسے سنبھال کر رکھ لیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ عالیہ سے کرایہ عطا ہوا ہے۔ آستانہ عالیہ کرموں والا شریف پہنچ کر دوسرے دن بابو نور عالم صاحب کو سنار کے پاس وہ عطیہ دے کر بھیجا تو سنار نے کہا کہ یہ خالص سونے کا ٹکڑا ہے۔ جب وزن کر کے قیمت معلوم کی گئی تو وہ ٹکڑا ساڑھے سات روپے کا تھا اور پانی پت سے فیروز شاہ اسٹیشن کا کرایہ بھی پورا ساڑھے سات روپے تھا۔

## فوج سے سبکدوشی

فتح جنگ کے رہنے والے منشی محمد حسین قریشی نے بیان کیا کہ دوسری جنگ عظیم زوروں پر تھی۔ جرمن فوجیں ہر طرف یلغار کرتی ہوئی بڑھ رہی تھی۔ ان کا ایک قریبی عزیز فوج میں ملازم

تھا، مگر وہ فوجی ملازمت سے سخت دل برداشتہ تھا۔ ملازمت سے فارغ ہونے کی ہر چند کوشش کی مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ آخر وہ نوجوان منشی محمد حسین کے ہمراہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تم کیا کام کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ حضور فوج میں ملازم ہوں۔ وہ عرض مدعا کرنا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے فرمایا "جاؤ، داڑھی رکھ لو وہ تمہیں چھوڑ دیں گے۔ یہ بھی آزما کر دیکھ لو (لے ایہہ وی ہتھ ویکھ) نیز اس کی یہ بھی خواہش تھی کہ کہیں شادی خانہ آبادی کا انتظام بھی ہو جائے۔ یہ التجا بغیر اظہار کے ہی منظور ہو گئی۔ چنانچہ جب حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے رخصت ہو کر واپس گھر پہنچا تو اس کے ایک قریبی امیر ترین شخص کے ہاں اس کی نسبت ہو گئی اور چند دنوں کے بعد نکاح بھی ہو گیا۔ لڑکی والوں نے ایک پیسہ تک خرچ نہ کروایا اور جب چھٹی گزار کر وہ واپس نوکری پر حاضر ہوا تو افسران بالا نے اسے چند دنوں کے بعد خود بخود فارغ کر کے گھر بھیج دیا۔

## سنگرہنی سے شفا

قریشی صاحب کا یہ بھی بیان ہے کہ وہ عارضہ پیچش اور اسہال میں مبتلا تھے۔ تکلیف اتنی زیادہ تھی کہ دن رات میں چالیس پچاس دفعہ تکلیف کے ساتھ اجابت ہوتی تھی۔ کوئی چیز ہضم نہیں ہوتی تھی۔ مرض بڑھتے بڑھتے سنگرہنی کی شکل اختیار کر گیا۔ حکیموں اور ڈاکٹروں نے آخر الامر مایوسی کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ خوش قسمتی سے کسی نے ان کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ وہ 1935ء میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں کرموں والا (ضلع فیروزپور) پہنچ گئے۔ حضور نے کمال شفقت فرمائی۔ ایک معمولی سی دوائی تجویز فرما دی۔ لیکن درحقیقت باطنی توجہ سے مرض سلب فرما دی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں بالکل صحت حاصل ہو گئی، جیسے کبھی یہ مرض لاحق ہی نہیں ہوا تھا۔ مرض کے دوران یہ عالم تھا کہ کھچڑی، دودھ اور ساگودانہ بھی ہضم نہیں ہوتا تھا۔ سرکار کی نظر کرم سے لنگر شریف کی روٹی کھا کر بخوبی ہضم کرنے لگا حتیٰ کہ ایک دن باجرہ کی روٹیاں لنگر میں تقسیم ہوئیں تو دو روٹیاں کھا لیں اور ہضم ہو گئیں۔

## حضرات مشائخ سے روحانی تعلق

آپ کو حضرت شیخ المشائخ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بے پناہ عقیدت تھی اور ہمیشہ عرس مبارک کے موقعہ پر آستانہ عالیہ پر حاضری دیا کرتے تھے۔ آپ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ ایک سال بیماری کی وجہ سے ارادے میں ذرا سا تذبذب واقع ہوا۔ تکلیف زیادہ تھی اور سفر دشوار نظر آتا تھا۔ اس لیے خیال پیدا ہوا کہ بعد میں صحت یاب ہونے پر حاضری دے لی جائے گی

رات کو آپ استراحت فرما رہے تھے کہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عالم مثال میں ظاہر ہو کر ارشاد فرمایا کہ ''شاہ صاحب صبح سواری آئے گی اور اس پر بیٹھ کر آجانا، غیر حاضری نہیں ہونی چاہیے'' آپ اسی وقت اٹھے اور تیاری شروع کر دی اور صبح کو جب گاؤں سے باہر نکلے وہاں ایک تیز رفتار سانڈنی جس پر کجاوہ کسا ہوا تھا، آپ کے انتظار میں تھی۔ آپ اس پر سوار ہوئے اور پاکپتن شریف پہنچ گئے۔

## خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرم نوازی

سیٹھ محمد شفیع لاہوری کا بیان ہے کہ ایک دن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طبیعت مائل بہ کرم تھی۔ حضرت خواجگان چشت کے فیضان کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی درگاہ سے بذریعہ خط پیغام موصول ہوا کہ آپ درگاہ عالی کی حاضری کے لیے اجمیر شریف پہنچیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خیال کیا کہ حاضری کا اسی صورت میں لطف ہو گا جب بوقت حاضری کمال تخلیہ حاصل ہو۔ چنانچہ آپ نے خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لطف و کرم کی توقعات دل میں لیے ہوئے رخت سفر باندھا اور بارگاہ عالیہ میں پہنچ گئے۔ جس وقت آپ در اقدس پر حاضر ہوئے دروازہ اندر سے بند تھا اسی وقت اچانک دروازہ کھلا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نگاہ ادب جھکائے جبین ارادت خم کیے درگاہ شریف میں داخل ہوئے۔ دروازہ فی الفور بند ہو گیا اور آپ کے خادم بھی باہر کھڑے

رہ گئے، بہت دیر کے بعد دروازہ پھر کھلا اور ایک صاحب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ باہر تشریف لائے۔ ان کے چہرۂ مبارک پر انوار کی بارش ہو رہی تھی۔ وہ بزرگ آپ کو الوداع کہہ کر پھر اندر چلے گئے اور دروازہ بند ہو گیا۔

آپ نے فرمایا کہ جب اندر داخل ہو کر حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدموں میں بیٹھ گیا تو ایسا محسوس ہوا کہ حضور بہ نفس نفیس سامنے تشریف فرما ہو گئے ہیں۔ پھر حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے دونوں شانوں سے پکڑ کر کمال محبت اور شفقت سے ہلایا اس وقت جو کیفیت تھی وہ بیان سے باہر ہے۔

## فراست کاملہ

سیٹھ محمد شفیع لاہوری کا بیان ہے کہ 1970ء میں حضور شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین، سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مطہرہ پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ العالی سجادہ نشین تونسہ شریف بھی وہاں موجود تھے۔ ہم دونوں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدمین مبارک کی جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں پر خواجہ خان محمد صاحب نے فرمایا کہ جب حضرت صاحب کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پہلی مرتبہ تونسہ شریف درگاہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں حاضری کے لیے گئے تو میں نے تمام خدام کو جناب شاہ صاحب (کرمانوالے سرکار) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رہنمائی کرنے سے منع کر دیا، تاہم ایک خادم کو بوقت حاضری ساتھ رہنے پر مقرر کر دیا۔ خیال یہ تھا کہ وہ خود اپنی مرضی مبارک سے جس طرح چاہیں حاضری دیں اور فاتحہ خوانی کریں۔ چنانچہ آپ نے درگاہ شریف میں داخل ہو کر سب سے پہلے حضرت خواجہ شاہ سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارک پر فاتحہ پڑھی۔ وہاں سے فارغ ہو کر آپ پیچھے ہٹے اور حضرت خواجہ اللہ بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارک کے سرہانے جا رکے اور وہاں فاتحہ پڑھی۔ خواجہ صاحب نے یہ واقعہ بیان کر کے سیٹھ صاحب سے کہا کہ میں تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بلند شان کا پہلے ہی قائل تھا۔ اس دن کے بعد کبھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علو مرتبت میں گمان اور وہم بھی نہ ہوا۔

## حضرت سید نورالحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (حضرت کیلیانوالے) کے یوم وصال پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بے چینی

حضرت اعلیٰ حضور میاں صاحب شرق پوری سرکار قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ ہمیشہ ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہی شرق پور شریف میں عرس کے موقعہ پر حصول برکات وفیوض کے لیے حاضر ہو جاتے تھے۔ ایک سال حسب دستور آپ شرق پور شریف پہنچے اور نالہ ڈیک کے قریب ایک کنوئیں پر چھوٹی سی مسجد میں قیام کیا۔ آپ شہر سے باہر قیام پسند فرمایا کرتے تھے۔ ربیع الاول کی دو تاریخ ہوئی تو آپ کی طبیعت مبارک میں عجیب قسم کی شان جلالی کا ظہور ہوا۔ حاجی نظام الدین اور دوسرے سب احباب دہشت زدہ ہو کر قریب نہ آتے تھے۔ صرف یہ فقیر آپ کے پاس موجود رہا۔ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد آپ رضائی اوڑھ کر خاموش لیٹ گئے۔ اس دن شہر کے ایک رئیس نے کھانا بھجوایا تھا مگر میں نے احتیاطاً لنگر کا کھانا بھی منگوا کر رکھ لیا تا کہ آپ جو کچھ چاہیں اور جب چاہیں پیش کر سکوں۔

رات جب کافی گزر گئی تو آپ نے کروٹ بدلی اور رضائی اوڑھے ہوئے لمبا ٹھنڈا سانس لیا، پھر چہرۂ مبارک سے رضائی ہٹا کر دریافت فرمایا کہ کیا وقت ہے؟ میں نے گھڑی دیکھ کر عرض کیا کہ حضور گیارہ بج کر دس منٹ ہوئے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا کہ کیا نماز پڑھ لی ہے؟ میں نے عرض کیا، حضور ابھی نہیں تو آپ نے فرمایا کہ اچھا پہلے نماز پڑھ لیں۔ آپ نے تیمم کیا اور نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا "مولوی صاحب کچھ کھانے کو جی تو نہیں چاہتا، یہ اتنے برتن کیسے ہیں؟" میں نے عرض کیا کہ حضور ملک مظفر صاحب نے کھانا بھیجا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تو لنگر مبارک کی دال روٹی پسند ہے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ بھی حاضر ہے چنانچہ آپ نے چند لقمے تناول فرمائے۔ بعد ازاں آپ پھر لحاف اوڑھ کر محو استراحت ہو گئے۔ علی الصبح پھر بیدار ہوئے اور نماز و معمولات کے بعد تلاوت قرآن حکیم سے فارغ ہوئے۔ اس دن ربیع الاول کی تین تاریخ تھی۔ اب آپ کی طبیعت قدرے پرسکون تھی۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ختم شریف میں شمولیت کے لیے دربار شریف جانے کی تیاری شروع کر دی تو

حاجی نظام الدین صاحب بھی آ گئے۔ آپ ان کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔

آٹھ بجے کے قریب ختم شریف کی تقریبات شروع ہو گئیں اور تھوڑی دیر کے بعد اعلان ہوا کہ حضرت سید نورالحسن شاہ بخاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا ہے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ سید باقر علی شاہ بخاری صاحب اور حضرت صاحبزادہ سید جعفر علی شاہ بخاری صاحب باچشم گریاں محفل ختم مبارک سے اٹھ کر حضرت کیلیانوالہ شریف کے لیے روانہ ہو گئے۔

ختم شریف کے فوراً بعد حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی کار میں سوار ہو کر اپنے ہمراہیوں سمیت حضرت کیلیانوالہ شریف کی طرف روانہ ہو گئے۔ غروب آفتاب سے تھوڑے دیر پہلے ہم حضرت کیلیانوالہ شریف جا پہنچے، جاتے ہی حجرہ مبارک میں حضرت سید نورالحسن شاہ بخاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت حاصل ہوئی۔ وہاں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال رات گیارہ بج کر دس منٹ پر ہوا تھا۔ یہ تھا باہمی تعلق ان دو باکمال ہستیوں کا۔

## بلا تکلیف سفر طے ہو گیا

خواجہ محمد دلہوزی میں غالیچوں کا کاروبار کرتے تھے۔ وہ ایک کامیاب تاجر تھے۔ لیکن دولت کی فراوانی نے عیش پرستی میں ڈال دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کاروبار کی حالت دن بدن خراب ہونے لگی اور بالآخر صحت بھی بگڑ گئی۔ خرابی جگر کے عارضہ میں مبتلا ہو کر سخت لاچار ہو گئے۔ علاج معالجہ سے جب تنگ آ گئے تو دلہوزی سے کرمو والہ شریف ضلع فیروز پور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے کبائر سے بچنے کی تاکید فرمائی۔ اور صحت کی بحالی کے لیے دعا کرنے کے بعد کوئی دوا بھی تجویز فرما دی۔ اتنے میں شام ہو گئی۔ خواجہ محمد عمر اور ان کے دونوں ساتھیوں نے رخصت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ کل چلے جانا لیکن ساتھیوں نے رخصت پر ہی اصرار کیا۔ کیونکہ ان کو کچھ ضروری کام درپیش تھے، اس پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ، پھر پیدل ہی پہنچ جانا۔ اللہ حافظ ہے۔

خواجہ محمد عمر اور ان کے ہمراہی روانہ ہو گئے تو فیروز شاہ اسٹیشن تک پہنچتے میں ہی رات

کے سائے پھیل چکے تھے۔ اس وقت کوئی گاڑی فیروز پور چھاؤنی کی طرف نہیں جاتی تھی۔ چنانچہ وہ ریلوے لائن سے آگے بڑھ کر پکی سڑک پر پہنچ گئے تاکہ وہاں سے کوئی سواری مل جائے، کچھ دیر انتظار کیا مگر بے سود رات کے وقت رہزنوں اور ڈاکوؤں کے خوف سے آمد و رفت بند رہتی تھی۔ ناچار وہ پیدل ہی فیروز پور چھاؤنی کی سمت روانہ ہو گئے۔ پندرہ بیس منٹ ہی چلے ہوں گے کہ ان کو سامنے بجلی کی روشنیاں نظر آئیں۔ وہ حیران تھے کہ برقی روشنی تو صرف چھاؤنی میں ہے، فیروز پور چھاؤنی ڈیڑھ دو گھنٹہ کی مسافت پر تھا۔ وہ اور آگے بڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ فیروز پور چھاؤنی پہنچ چکے ہیں۔

یہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تصرف تھا کہ اتنی جلدی پہنچ گئے۔ گھر پہنچنے پر خواجہ صاحب کی دنیا ہی بدل گئی تھی۔ ان کی صحت بحال ہو گئی اور عادات بد بھی پیچھا چھوڑ گئیں۔

## فوجی جوان پر نظر کرم

ایک فوجی عبدالسلام نامی دوسری جنگ عظیم میں جاپانیوں کی قید میں پھنس گیا تھا۔ دو تین سال تک اس کا کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔ سب عزیز اور رشتہ دار بڑے پریشان تھے، آخر اس کے سسر نے کرموں والا شریف میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی پریشانی کا اظہار کیا اور دعا کا طالب ہوا۔ دوسرے دن صبح ان کو رخصت کرتے وقت آپ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو تمہارا داماد بالکل خیریت سے ہے اور بعد ازاں اس فوجی نوجوان کا تمام حلیہ بھی ان کو بتلا دیا، کچھ دن بعد عبدالسلام کا خیریت کا خط ان کو موصول ہو گیا اور اس نے لکھا کہ وہ صحیح سلامت ہے اور جاپانیوں کی قید میں ہے۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ وہ قید سے رہا ہو کر گھر آ گیا۔

## ملازمت پر بحالی

چوہدری نیاز احمد صاحب ڈپٹی کمشنر کسی وجہ سے ایک دفعہ مغربی پاکستان کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب کے زیر عتاب آ گئے اور معطل کر دیے گئے۔ ایک شخص کے ہمراہ وہ حضرت

صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا ''چوہدری صاحب اللہ کریم رحم فرما دیں گے، آپ ہر نماز کے بعد قل شریف بمعہ بسم اللہ شریف گیارہ بار پڑھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو ایصال ثواب کر دیا کریں'' چوہدری صاحب اس کے بعد چلے گئے اور پانچ چھ ہفتے کے بعد پھر ایک دن خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ آپ سے ابھی وہ کچھ فاصلہ پر ہی تھے کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا ''آپ کا کام اللہ کریم نے کر دیا ہے اور آپ بحال ہو گئے ہیں'' انہوں نے عرض کیا ''سرکار مجھے تو ابھی تک کوئی علم نہیں'' آپ نے فرمایا ''آپ بحال، بحال'' اور پھر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سرکار نے تھپکی دی۔ وہ نصف گھنٹہ تک بیٹھے ہوں گے کہ ایک اور آدمی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ سلام کر کے بیٹھ گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے، اس نے عرض کیا کہ حضور یہ اخبار ''نوائے وقت'' ہے، فرمایا ''مجھے دکھاؤ'' سرکار نے اخبار ہاتھ میں لیا اور اس میں پہلے صفحہ پر یہ خبر درج تھی کہ ڈاکٹر خان صاحب وزیر اعلیٰ نے ڈی۔ سی صاحب کی فائل منگوا کر ان کو بحال کر دیا ہے۔ آپ نے اخبار دیکھ کر فرمایا ''لو چوہدری صاحب'' اخبار میں آپ کی خبر آ گئی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ سرکار مجھے تو کوئی علم نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا ''میں جو کہتا تھا کہ آپ بحال ہو گئے ہیں، اللہ کریم نے مہربانی فرما دی ہے'' سبحان اللہ، کیا شان ہے اللہ کریم کے ولیوں کی

## گم شدہ بچے کا واپس آنا

قصور کے رہنے والے ایک صاحب ایک دن آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ''حضرت میرا بیٹا گم ہو گیا ہے، اسے گھر سے گئے ہوئے دو تین ہفتے ہو گئے ہیں اور اس کی جدائی میں سب اہل خانہ بے چین ہیں، دعا فرمائیں کہ بچہ واپس گھر آ جائے'' آپ نے فرمایا جاؤ وہ آ جائے گا فکر نہ کرو۔ آئندہ جمعہ کے دن وہ شخص پھر حاضر ہوا اور اس کے ہمراہ اس کا بچہ بھی تھا۔ آپ نے لڑکے سے پوچھا: ''کہو تم کہاں تھے اور کیسے آئے؟'' اس نے کہا حضور میں کراچی میں تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ مجھے رسی سے کھینچ رہے ہیں۔ چنانچہ میں اپنے گھر پہنچ گیا۔

(حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں تختِ بلقیس بھی طرفۃ العین میں لایا گیا تھا) (قرآن حکیم)

## ایک ہندو کی عقیدت

حکیم قاضی علی احمد انصاری کا بیان ہے کہ ایک دن وہ کرمونوالہ شریف ضلع فیروز پور میں حاضر تھے۔ وہ ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے قریب ہی ایک نحیف الجثہ نوجوان بیٹھا تھا۔ وہ نوجوان بیٹھے بیٹھے اپنے سینے کی جانب نظر دوڑا کر ہنسنے لگا۔ میں نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگا کہ "میں ہندو ہوں اور آٹھ دس دن سے یہاں آیا ہوا ہوں۔ باباجی نے مجھ پر بڑی کرپا کی ہے، میں سل اور دق کا مریض تھا اور حکیموں، ڈاکٹروں نے مجھے لاعلاج قرار دے دیا تھا۔ یہاں آیا ہوں، لنگر کا کھانا کھاتا ہوں اور اب آپ کی مہربانی سے تندرست ہوں" پھر اس نے کہا کہ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کچھ پس خوردہ مجھے لا دیں تا کہ میری سب بیماریاں ہمیشہ کے لیے جاتی رہیں، پھر میں اجازت لے کر گھر چلا جاؤں گا۔"

## دیرینہ خاندانی تنازعہ کا حل ہونا

ملک گل نواز احمد خاں ایڈووکیٹ کا بیان ہے کہ اتفاقاً انہیں 51-1950ء میں ایک خاندانی تنازعہ میں سخت پریشانی، اخراجات کی زیرباری اور کوفت کا سامنا کرنا پڑا۔ ہر طرف سے ناامید ہوگئے۔ ماتحت عدالتوں نے ان کے خلاف فیصلے دیے اور آخر مقدمہ ہائی کورٹ تک جا پہنچا۔ مخالفین بہت معزز اور بارسوخ تھے۔ ان کے وکلاء بھی ریٹائرڈ جج یا ریٹائرڈ اٹارنی جنرل تھے۔ چیف جسٹس نے مقدمہ کی اہمیت کو مدنظر رکھ کر مقدمہ اپنے پاس رکھ لیا اور مکمل روئداد دیکھنے کے بعد ملک صاحب کے وکیل کو کہا کہ آپ کا معاملہ بڑا ناممکن نظر آتا ہے، یہ گھبرائے ہوئے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ جمعہ کا دن تھا، حاضرین کا

نجوم تھا۔ نمازِ جمعہ کے بعد لوگ مل مل کر رخصت ہونے لگے، ملک صاحب خاموش بیٹھے رہے کہ تخلیہ ہو تو عرض مدعا کریں۔ سب سے آخر میں حاضر ہوئے اور اپنی پریشانی بیان کی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''بابو، جا اللہ کریم خیر کرے گا'' ان کے دل کو تسلی نہ ہوئی۔ وہ یہی سمجھے کہ آپ نے سرسری طور پر ہی دعا کر دی ہے اور خصوصی توجہ نہیں فرمائی۔ چنانچہ پژمردہ ہو کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فارغ ہو کر گھر کی جانب روانہ ہو گئے، ایک خادم ہمراہ تھا تھوڑی دور جا کر اچانک آپ نے خادم کو واپس بھیجا کہ جاؤ، اس بابو کو بلا لاؤ، خادم نے واپس آ کر ملک صاحب کو کہا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یاد فرمایا ہے۔ جب ملک صاحب آپ کے نزدیک پہنچے تو آپ نے ارشاد فرمایا ''بابو تم بہت پریشان ہو؟'' ملک صاحب نے کہا ''جی ہاں، بے حد پریشان ہوں'' تین بار ایسے ہی سوال و جواب کے بعد آپ نے ملک صاحب کی پشت پر تین مرتبہ دستِ مبارک سے تھپکی دی اور فرمایا ''جا بابا! اللہ تعالیٰ فتح دیں گے'' یہ مسرت سے پھولے نہ سمائے اور آنکھوں میں خوشی کے آنسو بھر آئے، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اب بے فکر ہو کر جاؤ''

ملک صاحب کا فریق مخالف ہر طرح سے درپئے آزار تھا۔ وہ پچیس ہزار روپے لے کر بھی راضی نامہ کرنے کو تیار نہ تھے۔ جب ہائی کورٹ میں پیش ہوئے تو چیف جسٹس صاحب نے ان کو کہا کہ بہتر ہے تم راضی نامہ کر لو دونوں پارٹیاں باعزت ہیں، ورنہ میں اپنی مرضی سے فیصلہ کروں گا۔ چنانچہ مخالفین نے بغیر کسی مطالبے کے ان سے راضی نامہ کر لیا اور باعزت طور پر وہ بری ہو گئے۔

## ایک ڈاکٹر کے بچے کی معجزانہ شفایابی

ملک گل نواز خاں صاحب کے بہنوئی ڈاکٹر رضا کافی عرصہ تک انگلستان اور امریکہ میں زندگی گزار چکے تھے۔ وہیں پر انہوں نے ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ واپس آ کر وہ کراچی میں اقامت گزیں ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر رضا کے ہاں جو بچہ پیدا ہوتا، وہ مر جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا اور ان کے ہاں ایک اور لڑکا پیدا ہوا، ان کی بیوی ایام زچگی میں لاہور میں ہی ملک

صاحب (اپنے بھائی) کے پاس مقیم تھی۔ وہ خود بھی ڈاکٹر تھی۔ بچہ جب 6 ماہ کا ہوا تو انہوں نے کراچی واپس جانے کا کا ارادہ کیا۔ بچہ یک لخت بیمار ہوگیا۔ حتیٰ کہ قریب المرگ ہوگیا۔ ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش مرحوم اور دوسرے چوٹی کے ڈاکٹروں نے پوری توجہ سے علاج کیا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ ہر دوا نے الٹا ہی اثر کیا۔

آخر ملک گل نواز احمد خاں اور ان کے چھوٹے بھائی ملک اکبر خاں (منیجر درگاہ حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پاکپتن شریف) حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے تیار ہوگئے۔ ڈاکٹر رضا صاحب سے بھی ہمراہ چلنے کو کہا لیکن وہ کہنے لگے کہ میں پیروں فقیروں کا قائل نہیں ہوں۔ آخر اپنی والدہ اور ہمشیرہ کے اصرار پر وہ بھی ساتھ جانے کے لیے رضامند ہوگئے اور کہنے لگے چلو میں سیر ہی کر آؤں گا اور آپ حاضری دے لیں۔

عصر کے قریب حضرت کرمانوالہ شریف پہنچے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فرمایا کہ منیجر صاحب (ملک محمد اکبر صاحب منیجر درگاہ حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) آگئے ہیں ان کو چائے پلائیں اور جو لڈو ان کے لیے رکھے گئے ہیں وہ کھلائیں وہاں پر موجود ایک صاحب نے بتلایا کہ تھوڑی دیر ہوئی ایک شخص نے لڈو لا کر پیش کیے تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاضرین میں تقسیم فرما دیے مگر چند لڈو بچ گئے تو آپ نے فرمایا کہ لاہور سے مہمان آ رہے ہیں، یہ ان کے لیے رکھ دو۔ ڈاکٹر صاحب اس دوران میں آپ کی شخصیت سے اتنے متاثر ہو چکے تھے کہ انہوں نے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے سر پر رومال بھی باندھ لیا تھا اور با ادب دوزانو بیٹھ گئے تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روئے سخن ان کی جانب ہی رکھا اور فرمایا "بابو جی کہاں پھرے ہوئے؟ تعلیم کہاں حاصل کی ہے؟ اور آپ بہت قابل ڈاکٹر ہیں، ذرا میری نبض تو دیکھیں" حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ان دنوں سخت نزلہ وزکام تھا۔ آپ نے ڈاکٹر صاحب سے فرمایا کہ ایسا نسخہ لکھ کر دیں جس سے دن کو بھی تارے نظر آنے لگیں۔ اتنے میں خادم لسی کا گلاس لے کر آ گیا۔ سردیوں کے دن اور سخت نزلہ وزکام کی حالت دیکھ کر ڈاکٹر رضا نے کہا کہ آپ لسی نہ پئیں۔ آپ نے فرمایا "فقیروں کے لیے ہر چیز برابر ہے" اور لسی نوش فرمائی۔ پھر محبت بھری باتیں کرتے رہے، ڈاکٹر صاحب سے پوچھا،

"پنجابی سمجھدے او ناں کہتے زبان یار من ترکی ومن ترکی نمی دانم، والی بات نہیں" ڈاکٹر صاحب نے عرض کہ "حضور سمجھتا ہوں" حضور رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ڈگر ویلا ہے، (یعنی عصر کا وقت ہے) اور آیہ مبارک وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ تلاوت فرما کر مختصر تفسیر بیان فرمائی۔ دریں اثناء ایڈووکیٹ صاحب نے عرض کیا کہ "حضور، ڈاکٹر صاحب کا بچہ سخت بیمار ہے۔ دعا فرمائیں کہ صحت یاب ہو جائے" حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "ڈاکٹر جی بڑے چنگے ویلے آ گئے او" پھر تین دفعہ ارشاد فرمایا، جاؤ رب خیر کریسی (یعنی اللہ تعالیٰ ٹھیک کر دیں گے) پھر سب کو نہایت شفقت کے ساتھ رخصت کیا۔

لاہور اپنی جائے رہائش پر پہنچے تو ڈاکٹر صاحب کا بچہ بالکل صحت یاب ہو چکا تھا اور ماں کی گود میں آرام سے دودھ پی رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے تو معلوم ہوا کہ عصر کے وقت بچے کی حالت سخت خراب ہو گئی تھی۔ ہر قسم کی دوائی دی گئی مگر لحظہ بہ لحظہ بچے کی حالت خراب ہوتی چلی گئی۔ حتیٰ کہ وہ قریب المرگ ہو گیا۔ سب رونے پیٹنے لگے، بے قراری میں مستورات نے کوشش کی کہ کوئی تانگہ، ٹیکسی یا کوئی سواری مل جائے تو بچے کو کسی ڈاکٹر کے پاس لے چلیں مگر کسی سواری کا بندوبست نہ ہو سکا۔ ناچار گھر واپس لوٹ آئے اور نا امید ہو کر بچے کو گود میں لے کر بیٹھ گئے، دفعتاً بچے نے آنکھیں کھول دیں اور مسکرانے لگا۔ رات سے جسے کچھ ہوش نہ تھا اب ماں کا دودھ پینے لگا، چنانچہ اس وقت سے بچہ تندرست ہے۔ گھر والوں سے جب دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ بالکل وہی وقت تھا جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاکٹر رضا سے فرمایا تھا: "تسی بڑے چنگے ویلے آ گئے او، رب خیر کریسی" بے شک اولیاء اللہ کی بہت بلند شان ہے۔

اولیاء را ہست قدرت از الہ
تیر جستہ باز گردانند زراہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب کو دو اور فرزند بھی عطا کیے۔

## موت کے منہ سے نجات

حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک مخلص مرید محمد اکبر رینالہ خورد کے قریب ایک گاؤں میں کھیتی باڑی کا کام کرتا تھا، اس کے بچے اور بھائی بہت عرصہ سے لنگر میں مختلف خدمات بجا آوری پر مامور ہیں، حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی ان سب سے بہت محبت تھی۔

سردیوں کے موسم میں محمد اکبر نے کماد سے گڑ بنانے کے لیے بیلنا لگا رکھا تھا، آگ پر کڑاہ رکھا ہوا تھا اور اس میں گنے کا رس کھولتے کھولتے شیرے کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ محمد اکبر کے بھائی محمد علی نے اپنے بھتیجے محمد بشیر (محمد اکبر کے بیٹے) کو کہا کہ کڑاہ میں پھیرنے والا ڈنڈا لاؤ تا کہ گڑ جلنے نہ پائے، بچہ تیزی سے اٹھا اور اچھل کر کڑاہ میں جا گرا، اس کا منہ اور سر اس شیرے سے باہر تھے، باقی سارا جسم شیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ بچے کو کھینچ کر باہر نکالا گیا لیکن ہاتھ سے چھوٹ کر وہ پھر کڑاہ میں جا گرا۔ بڑی مشکل سے باہر نکالا گیا، بچے کو رینالہ خورد ہسپتال بھیج کر محمد اکبر خود بھاگا بھاگا حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جا حاضر ہوا۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے پریشان دیکھ کر پوچھا کہ کیا بات ہے، اس نے واقعہ بیان کیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ احتیاط نہیں کرتے ہو۔ جاؤ، جلدی سے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے چلے جانے کے بعد ادھر ہی متوجہ رہے، سب کا خیال تھا کہ بچہ موت کے منہ سے مشکل ہی بچے گا۔

تین چار دن کے بعد محمد اکبر پھر آیا اور آپ سے عرض کیا کہ بچہ روبصحت ہے، جسم پر بڑے بڑے آبلے بن گئے تھے مگر اب درست ہو رہے ہیں۔ چنانچہ جلد ہی بچہ صحت یاب ہو گیا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر عنایت سے اس کے سب اعضا اور اعصاب درست رہے۔

## مہلک مرض سے شفا

کچھ عرصہ کے بعد محمد اکبر مذکور اپنے بھائیوں کے ہمراہ ہیڈ بلوکی کے قریب ایک گاؤں میں چلا گیا۔ وہاں ان کو چالیس ایکڑ اراضی الاٹ ہو گئی تھی۔ اپنے رقبہ کی آبپاشی کے لیے انہوں نے وہاں ایک ٹیوب ویل بھی لگالیا۔

ایک دن وہ اپنے دونوں بیلوں کو پانی پلانے کے لیے رسے ہاتھ میں پکڑے خود آگے آگے جا رہا تھا اور بیل پیچھے پیچھے تھے۔ اچانک ایک بیل نے آگے بڑھ کر اس کی ٹانگوں میں سینگ پھنسائے اور اونچا اٹھا کر زمین پر الٹا پٹخ دیا۔ وہ بڑا گرانڈیل جوان تھا۔ لیکن گرتے ہی اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس کے ساتھ ہی نیچے کا دھڑ بالکل بے حس ہو گیا۔ بیل ہاتھ سے چھوٹ کر آگے بڑھ گئے، اس کے بھائیوں نے آ کر اسے چارپائی پر ڈالا اور گھر لے گئے۔ پھر ایک بھائی حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ عرض کرنے کے بعد کہا کہ چلنا پھرنا تو درکنار محمد اکبر چارپائی سے اٹھنے کے بھی قابل نہیں رہا۔ آپ نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا، پھر ان کو تسلی دی اور تاکید کی کہ اس کا علاج معالجہ کرو، اللہ تعالیٰ شفا عطا فرما دیں گے۔ گھر میں علاج معالجہ سے کچھ افاقہ نہ ہوا تو اسے لاہور میو ہسپتال لے جایا گیا۔ ان ہی ایام میں آپ بھی بغرض علاج لاہور تشریف لے گئے تھے اور گلبرگ میں قیام پذیر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس وہاں پھر عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اب وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ چنانچہ تھوڑا عرصہ میو ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد محمد اکبر صحت یاب ہو گیا اور اب اپنے گھر کا کام کاج بخوبی کر لیتا ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ایسا مریض بچ نہیں سکتا تھا، کسی بزرگ کی دعا ہے۔

## دنیاوی منصب عطا کر دیا

شیخ رحمت اللہ فیروز پور ضلع کچہری میں بطور چپڑاسی کام کرتے تھے۔ ان کی تعلیم بالکل معمولی تھی۔ ایک دن حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں کرموں والا شریف میں حاضر تھے۔ آپ نماز عصر کے لیے وضو فرما رہے تھے۔ دریائے کرم جوش میں آیا اور آپ نے شیخ رحمت اللہ سے فرمایا "مانگو، جو کچھ مانگنا ہے" دو تین مرتبہ جب حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی طرح ارشاد فرمایا تو شیخ رحمت اللہ نے عرض کیا کہ حضور مجھے کلرک بنا دیں" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ دنیا ہی مانگنی تھی تو بس کلرکی مانگی۔ اچھا جاؤ کلرک ہو جاؤ گے"

کچھ دنوں کے بعد ڈپٹی کمشنر کے سپرنٹنڈنٹ نے خود بخود کلرکی کے لیے ان کی سفارش کر کے کاغذات کمشنر کے پاس جالندھر بھیج دیے۔ مگر کمشنر نے اس بناء پر انکار کر دیا کہ تعلیم بہت

تھوڑی ہے۔ چنانچہ شیخ رحمت اللہ پھر حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو، تمہارا کام ہو جائے گا۔ اب جب پھر تمہارے کاغذات کمشنر کے پاس جائیں تو خود جالندھر جانا اور وہاں امام ناصر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی درگاہ میں بھی حاضری دینا۔ چند دنوں کے بعد پھر ان کے کاغذات کمشنر کے پاس بھیجے گئے۔ شیخ رحمت اللہ درگاہ امام ناصر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں حاضری کے بعد کمشنر کے دفتر میں جا پہنچے۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے ان کے سامنے کاغذات کی پڑتال کی لیکن تعلیم کی کمی پھر ایک بڑی رکاوٹ تھی۔ آخر سارا دن سوچ بچار کے بعد اس نے کہا کہ اور تو کوئی صورت نہیں، اگر آپ کی کچھ فوجی خدمات ہوتیں تو کام بن سکتا تھا۔ شیخ رحمت اللہ نے اپنی فوجی خدمات کی سندات پیش کیں۔ چنانچہ اسی وقت ان کو بطور کلرک تعینات کرنے کے احکام جاری کر دیے گئے۔ یہ سب کچھ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تصرف تھا۔

## شیخ صاحب کی والدہ کی وفات کی خبر

شیخ صاحب مذکور نے یہ بھی بیان کیا کہ ان کی والدہ سخت بیمار ہو گئیں اور زندگی سے ناامیدی ہو گئی۔ اسی پریشانی کے عالم میں وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں کرموں والا شریف جا حاضر ہوئے۔ آپ سے اپنی والدہ کی شدید علالت کا ذکر کیا اور صحت کے لیے درخواست کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ صاحب میں تو دعا کرتا ہوں مگر ڈیگرو یلا ہر کسے تے آوے گا۔ آپ واپس جائیں اور مائی کی خدمت کریں۔ واپس روانہ ہوئے تو دور سے دیکھا کہ گاڑی فیروز شاہ اسٹیشن پر پہنچ گئی ہے۔ مگر جب تک وہ جا کر گاڑی میں سوار نہ ہو گئے، گاڑی رکی رہی۔ گھر پہنچے تو مائی کی طبیعت قدرے سنبھلی ہوئی تھی۔ دوسری صبح اچانک طبیعت پھر بگڑی اور عین عصر کے وقت ان کی والدہ راہی ملک بقا ہو گئیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق (ڈیگرو یلا) عصر کا وقت ہی تھا۔

## عدالتی فیصلوں میں آپ کا تصرف

رینالہ خورد سے مستری عبدالستار نے بیان کیا کہ قیامِ پاکستان کے بعد ہمیں ایک آرہ مشین الاٹ ہوئی۔ تین چار خاندان پرورش پانے لگے۔ کچھ عرصہ بعد ہمیں بلائے بغیر افسران نے ہماری الاٹمنٹ منسوخ کر کے آرہ کسی اور شخص کے نام الاٹ کر دیا اور آرہ مشین سربمہر کر دی۔ ہم نے اس حکم کے خلاف چارہ جوئی شروع کر دی اور میں دعا کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ تین چار خاندانوں کی روزی کا سبب بنا ہوا تھا۔ الاٹمنٹ خواہ مخواہ منسوخ کر دی گئی ہے۔ اب ہم سب بہت پریشان ہیں۔ آپ نے فرمایا "مستری جی، ہم ایک اور انجن نہ خرید لیں" ہمارے پاس اتنی رقم نہ تھی، اس لیے میں نے عذر کیا کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، رقم تو اپنے پلے ہے نہیں، انجن وغیرہ کیسے خریدیں گے۔ آپ نے فرمایا، اللہ کریم مسبب الاسباب ہیں، کوئی صورت بن جائے گی۔ چند دنوں کے اندر ہی ہمیں ایک انجن بمعہ آرا مشین اور چکی مل گیا۔ جو ہم نے جوں توں کر کے خرید لیا۔ ہم بے کار تھے۔ پہلا آرا سربمہر تھا۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرم نوازی سے اب اخراجات پورے ہونے لگے اور مقدمہ کا خرچ بھی نکلنے لگا۔

افسران محکمہ بحالیات تاریخ پر تاریخ دینے لگے اور میں ہر بار تاریخ پر جانے سے پیشتر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ تسلی دیتے کہ "اللہ رحم کر دے گا" فکر نہ کرو۔ سال ڈیڑھ سال کا عرصہ عدالتوں میں چکر لگاتے گزر گیا تو ایک دفعہ میں گھبرایا ہوا، آپ کے پاس پہنچا۔ آپ نے میری پریشان دیکھ کر فرمایا "برخوردار، ہم نے اس افسر سے فیصلہ نہیں کروانا، کوئی اور اللہ کا بندہ آئے گا، وہ فیصلہ کرے گا" اسی طرح چھ ماہ کا عرصہ اور گزر گیا اور میری پریشانی بڑھتی گئی۔ ایک دن حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا "برخوردار، اب جلدی فیصلہ ہو جائے گا" چنانچہ چند دنوں کے بعد وہ افسر تبدیل ہو گیا اور اسکی بجائے ملتان کے ڈپٹی کمشنر تبدیل ہو کر آ گئے۔ میں نے نئے افسر کے متعلق خدمت میں عرض کیا تو فرمایا "ہاں اب ہمارا فیصلہ ہوگا" پھر فرمایا کہ جب کمشنر بحالیات کے پاس تاریخ پر جانا ہو تو ایک دن پہلے بتانا، حسبِ ارشاد میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کل عدالت میں حاضری کے لیے لاہور جاؤں گا۔ آپ نے پوچھا کہ "جس شخص کے نام آرا الاٹ ہوا ہے، اس کا کلیم کس چیز کا ہے" میں نے عرض کیا کہ الائی دو ہیں، ایک کا دعویٰ ہے

کہ مشرقی پنجاب میں میری چکی تھی۔ فرمایا "اس کا آرے پر کیا حق ہے، وہ چکی لے" دوسرے کے متعلق عرض کیا کہ اس کا کلیم ہے کہ میرا کتابوں کا پریس تھا" فرمایا "وہ پریس تلاش کرے، ہمارا آرا مشین ہمیں ملنا چاہیے، کوئی بات نہیں اللہ رحم کردے گا۔ گھبراؤ نہیں، تاریخ پر جاؤ"

دوسرے روز میں پیشی پر حاضر ہوا۔ کمشنر صاحب نے بالکل وہی الفاظ دہرائے جو حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمائے تھے اور فیصلہ ہمارے حق میں صادر کر دیا۔ واپسی پر میں نے کامیابی کا ذکر کیا تو آپ بہت خوش ہوئے۔

## خلافِ شرع امور سے پرہیز کی تلقین

مستری عبدالستار نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حاضر ہوا۔ ایک آدمی باہر نیم کے درخت تلے بیٹھا ہوا تھا حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ "باہر ایک آدمی بیٹھا ہے، وہ بات نہیں بتاتا اور یہی کہتا ہے میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے علیحدگی میں بات کروں گا۔ میں تو سب کے سامنے بات کرتا ہوں، جو بھی بات کرے اللہ رحم کر دیتا ہے۔ اس سے جا کر تم ہی پوچھو شاید تم کو بتا دے" میں نے جا کر پوچھا تو مجھے بھی اس نے وہی جواب دیا۔ بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانا اور اصل بات بتانے سے انکار ہی کرتا رہا۔ میں نے جا کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا، برخوردار بات دراصل یہ ہے کہ اس کی ایک رشتہ دار عورت بیوہ ہوگئی ہے۔ اس کی بہت سی جائیداد ہے، اس کے دو لڑکے بھی ہیں جو ابھی نابالغ ہیں۔ اس کا خیال ہے کہ وہ عورت اس سے نکاح کر لے اور وہ جائیداد اس کے قبضہ میں آ جائے۔ وہ یتیموں کا حق دبا لینا چاہتا ہے اور منظوری مجھ سے لیتا ہے، میں شریعت کے خلاف کس طرح فتویٰ دے دوں۔ جاؤ اس سے پوچھو اگر واقعہ اسی طرح ہے تو اس کو کہو کہ اس کے لیے بہتر یہی ہے یہ دہ یہاں سے چلا جائے۔

میں دوبارہ اس کے پاس گیا اور پھر کرید کرید کر اس سے بات دریافت کرنا چاہی لیکن وہ انکار کرتا رہا۔ آخر میں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق سارا واقعہ اسے بتایا تو وہ حیرانی سے میرے منہ کو تکنے لگا اور پوچھا کہ تمہیں کس نے بتایا ہے۔ میں نے کہا

حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہی مجھے سب کچھ بتایا ہے، چنانچہ پھر اس نے کہا کہ واقعی میرا یہی سوال ہے۔ پھر میں نے اسے کہا کہ جاؤ، اب یہاں سے چلے جاؤ۔ اس ناجائز کام کے لیے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہرگز تمہارے لیے دعا نہیں فرمائیں گے۔ چنانچہ وہ شخص اٹھ کر چلا گیا۔

## اولادِ نرینہ کے لیے دعا

محمد اسمٰعیل چک نمبر 11/1-L والے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حاضر ہوا اور عرض کیا "حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! میرے ہاں ایک لڑکا اور پانچ لڑکیاں ہیں، یہ چھاؤنی میرے گھر میں ہی لگادی گئی ہے" آپ اس وقت خوش وخرم بیٹھے تھے۔ یہ بات سن کر مسکرائے اور فرمایا "اسمٰعیلیا (پیار سے) تیرا باپ ایک تھا، تیرا دادا ایک تھا، تیرا پردادا ایک تھا اور تو بھی ایک ہے۔ اب بتا میں کیا کروں" وہ بھی خوش طبع اور حاضر جواب تھا، جھٹ عرض کی کہ "حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ساری نسل چیک کرانے نہیں آیا، اولادِ نرینہ کے لیے سوال لے کر آیا ہوں" آپ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور مسکرا کر فرمایا، جاؤ اللہ کریم چار لڑکے دیں گے، اب تو خوش ہو' چنانچہ پھر اس کے ہاں چار لڑکے پیدا ہوئے۔

## خیالاتِ فاسدہ سے رہائی

ایک دن آپ محفل میں رونق افروز تھے، بہت سے احباب باادب بیٹھے ہوئے تھے۔ باتیں ہو رہی تھیں، اتنے میں آپ نے زبان مبارک سے دو تین مرتبہ فرمایا:

"نبض وجے گھر عشق دے تے ویداں خبر نہ کا"

سب حیران تھے کہ کیا راز ہے اچانک ایک طرف سے حاجی نظام الدین مرحوم نمودار ہوئے، وہ اکثر اوقات حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس کئی کئی دن قیام کیا کرتے تھے، ان کو دیکھ کر آپ نے پھر فرمایا:

"نبض وچ گھر عشق دے تے ویداں خبر نہ کا"

حاجی صاحب سخت پریشانی کے عالم میں تھے۔ جب وہ سلام کر کے بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا "حاجی صاحب لائیں آپ کی نبض دیکھوں" اور مسکراتے ہوئے نبض پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

"نبض وچ گھر عشق دے تے ویداں خبر نہ کا"

اس کے ساتھ ہی حاجی صاحب کا مرجھایا ہوا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور آناً فاناً ان کی پریشان حالی دور ہو گئی، پھر وہ مکمل سکون کے ساتھ بیٹھ گئے، خلاف معمول دوسرے ہی دن وہ اجازت لے کر روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ ماسٹر خوشی محمد بھی اجازت حاصل کر کے گھر کو روانہ ہوئے۔ دونوں گاڑی میں سوار ہوئے تو ماسٹر صاحب نے حاجی صاحب سے دریافت فرمایا کہ آپ اس دفعہ اتنی عجلت سے کیوں واپس جا رہے ہیں، حالانکہ آپ تو کئی کئی دن قیام کیا کرتے تھے۔ حاجی صاحب نے کہا کہ اس دفعہ میں قیام کی نیت سے نہیں آیا تھا، بلکہ اپنی مصیبت کا حال بیان کرنے آیا تھا، جو آپ کی کرم نوازی سے حاضر ہوتے ہی ٹل گئی، وہ کہنے لگے کہ:

"میرے پاس گاؤں کی ایک نوجوان لڑکی اپنے شوہر کی شکایت لے کر آئی تھی، وہ بہت روئی میں نے اُسے تسلی دی اور وہ چلی گئی۔ لیکن لڑکی کے چلے جانے کے بعد میری حالت ایسی ہو گئی کہ صبر و قرار و ہوش کھو گئے اور اس کی محبت کچھ اس طرح دل میں گھر کر گئی کہ نہ نماز یاد رہی اور نہ اوراد و وظائف اور نہ نوافل، کچھ دن یہی حالت رہی تو خیال آیا کہ میں تو مارا گیا، ساری عمر کی کمائی برباد ہو گئی، آخر کوئی جائے پناہ نظر نہ آئی اور حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں آ پہنچا۔ بھائی صاحب خدا کا شکر ہے کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک ہی نظر کیمیا اثر سے سب خیالات فاسدہ سے لوحِ دل کو پھر پاک و صاف کر دیا ہے اور اب میں مطمئن ہو کر واپس جا رہا ہوں۔"

## متوقع خطرہ سے محفوظ رکھا

محمد عبداللہ صاحب نقشبندی فیصل آباد سے اپنے ایک دوست میاں عبدالحمید کے ہمراہ چیچہ وطنی گئے۔ میاں عبدالحمید کئی ماہ سے بیمار چلے آتے تھے اور علاج معالجہ پر بے تحاشہ خرچ کرنے کے باوجود بیماری میں افاقہ نہ ہوا۔ چیچہ وطنی میں دونوں نے ارادہ کیا کہ حضرت کرمانوالہ

شریف چلیں اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دعا کے لیے گزارش کریں۔

حضرت کرمانوالہ شریف پہنچنے پر ان کو معلوم ہوا کہ آپ لاہور تشریف لے گئے ہیں اور وہاں سیٹھ محمد شفیع کیلے والے کے مکان میں قیام پذیر ہیں، چنانچہ وہ لاہور چلے گئے اور وہاں آپ کی خدمت میں جا حاضر ہوئے۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض مدعا کے بعد آٹھ بجے شب کی گاڑی سے واپس چیچہ وطنی چلے جائیں گے۔ ان کی آمد پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب لوگوں کو اٹھ جانے کا حکم دیا اور خود خاموشی سے لیٹ گئے۔ دس بجے کے قریب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چیچہ وطنی سے آنے والے بیلیوں کو بلاؤ۔ جب ہم حاضر ہوئے تو آپ نے صحت کے لیے دعا کی اور ایک دوا بھی تجویز فرمائی، پھر ہمیں رخصت کر دیا، صبح کو ہمیں معلوم ہوا کہ جس گاڑی سے ہم لاہور سے چیچہ وطنی جانے کا ارادہ رکھتے تھے، وہ گمبر اسٹیشن پر حادثہ کا شکار ہوگئی اور بہت سے مسافر جاں بحق ہوگئے۔ محمد عبداللہ صاحب کہتے ہیں کہ پھر ان کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ رات کو کیوں انہیں جلد چھٹی نہیں ملی تھی۔

## علم کی دولت عطا فرمادی

مولوی محمد صدیق صاحب فیروز پوری نے بیان کیا کہ وہ لاہور میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے ملحقہ جامعہ گنج بخش میں زیر تعلیم تھے۔ ہروقت پریشان حال رہتے تھے، کیونکہ سبق یاد نہیں رہتا تھا۔ آخر ایک دن انہیں خیال آیا کہ دعا بھی کروائیں گے اور حضور کی غلامی کی سعادت بھی حاصل کریں گے۔ چنانچہ اسی ارادے سے وہ آپ کی خدمت میں جا پہنچے۔ آپ کے دریافت فرمانے پر عرض کیا کہ ''حضور مرید ہونے کے لیے آیا ہوں'' آپ نے قبول فرمالیا اور کچھ پڑھنے کے لیے بھی ارشاد فرمایا۔ پھر مولوی محمد صدیق احمد یار نے عرض کیا کہ حضور مدرسہ میں بھی پڑھتا ہوں لیکن حافظہ اتنا خراب ہے کہ کچھ یاد نہیں رہتا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور تین بار تھپکی دے کر فرمایا ''خدا کے فضل سے تم بڑے مولوی بن جاؤ گے'' چنانچہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے علم کی دولت بھی عطا کی اور وعظ و تقریر کا ملکہ بھی عنایت کر دیا۔

وہی بیان کرتے ہیں کہ ان کے ایک دوست کی بیوی کو خنازیر کی موذی مرض نے آ دبایا۔ علاج معالجہ سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں رجوع کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم داڑھی رکھ لو اور دونوں میاں بیوی نماز پڑھا کرو۔ نماز کے بعد درود پاک پڑھ کر لعاب دہن لگا دیا کرو، اللہ تعالیٰ شفا بخش دیں گے'' چنانچہ جب انہوں نے کچھ دن اس فرمان کے مطابق عمل کیا تو اس موذی مرض سے ہمیشہ کے لیے نجات مل گئی۔

### اولادِ نرینہ عطا ہوئی

انور حسین گوجر پورہ لاہور کا بیان ہے کہ ان کے ایک عزیز شیخوپورہ میں رہتے تھے۔ ان کی شادی ہوئے بارہ سال کا عرصہ گزر گیا۔ لیکن ان کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔ علاج معالجہ تعویذ، گنڈا، دعا اور دوا سب آزما دیکھے لیکن پھر بھی اولاد کی نعمت سے محروم رہے۔ کسی دوست نے انکو حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔ وہ اتوار کے دن لاہور سے چل کر حضرت کرمانوالہ شریف پہنچے، لیکن اس دن زائرین کا ہجوم اتنا تھا کہ ان کو عرض مطلب کا موقع نہ مل سکا اور وہ دل کی دل میں ہی لے کر واپس چلے آئے، اگلی اتوار پھر حاضر خدمت ہوئے مگر بھیڑ بدستور تھی۔ دل میں افسوس پیدا ہوا کہ دوسری مرتبہ بھی عرضداشت پیش کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔

اتنے میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک خادم آیا اور اس نے کہا کہ جو صاحب شیخوپورہ سے آئے ہیں ان کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلاتے ہیں۔ یہ خاموش رہے کہ شاید کوئی اور صاحب ہوں گے، میرے نصیب کہاں کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ از خود بلائیں، خادم واپس چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد وہی خادم پھر آیا اور کہا کہ شیخوپورہ سے جو صاحب پچھلی اتوار کو بھی آئے تھے اور ملے بغیر واپس چلے گئے تھے، ان کو حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بلایا ہے، چنانچہ وہ اٹھے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جا پہنچے، حضرت صاحب نے کمال شفقت فرمائی، دعا کی اور دوا بھی تجویز فرمائی۔ واپس جا کر دوائی تیار کر کے استعمال کی گئی اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرم نوازی سے اللہ تعالیٰ نے چاند سا لڑکا

عنایت فرمایا۔ انور حسین صاحب کا بیان ہے کہ ان کے یہ عزیز بزرگوں کے زیادہ قائل نہ تھے۔ لیکن اس کے بعد وہ بزرگان دین کی عظمت اور کرامت کے قائل ہو گئے۔

## مہلک مرض سے شفا

سیٹھ محمد شفیع کی بیوی سخت بیمار ہو گئی، قولنج کی تکلیف اتنی شدید تھی کہ آنت ہی پیٹ میں خود بخود پھٹ گئی۔ ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کیا اور کہا کہ ایسا مریض مشکل سے ہی جانبر ہو سکتا ہے۔ سیٹھ صاحب کو سخت فکر لاحق ہوئی اور اسی وقت حضرت کرمانوالہ شریف کا رخ کیا۔ آپ کی خدمت میں پہنچ کر ضبط نہ کر سکے اور بے اختیار رونے لگے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کہ حضور بیوی سخت بیمار ہے، ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے، اگر مر گئی تو میں مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں گا، کیونکہ ابھی تین بچوں کی شادی کرنا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جاؤ، علاج کرو، اللہ کریم شفا عطا فرمائیں گے اور سیٹھانی بچوں کی شادیاں خود کرے گی" سیٹھ محمد شفیع واپس لاہور پہنچے اور آپریشن کامیاب رہا تھوڑے ہی دنوں میں ان کی اہلیہ تندرست ہو گئیں۔

## ایک چور کی اصلاح

کرمانوالہ شریف میں گاؤں کے زمینداروں کا ایک بچہ قمر الدین نامی بچپن سے آپ کے پاس آتا جاتا تھا۔ آپ بھی اس سے محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے، جب جوان ہوا تو ایک دن صبح سویرے اٹھ کر اپنے گھر سے باہر آیا، اس وقت حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی باہر سے تشریف لا رہے تھے، قمر الدین نے ادب سے سلام عرض کیا، اس نے سر پر نئی لنگی باندھی ہوئی تھی۔ حضور نے فرمایا کہ یہ لنگی کہاں سے لی ہے، بڑی خوبصورت ہے، قمر الدین نے لنگی سر سے اتاری اور پیش کر دی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا یہ تمہیں بہت اچھی لگتی ہے، تم ہی رکھو اور یہ کسی کو نہ دینا، چلتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ دیکھنا کوئی ایسا ویسا کام نہ کرنا قمر الدین نے کہا، جی نہیں۔

راستہ میں جو اس کو شرارت سوجھی، قریبی گاؤں ورک میں جا کر ایک گھر میں چوری کر

لی اور زیور اور قیمتی پارچات کی گٹھڑی باندھ کر سر پر رکھی اور بھاگ نکلا۔ گھر والے ابھی جاگ اٹھے اور چور چور کا شور مچ گیا۔ گاؤں کے لوگ لاٹھیوں سے مسلح ہو کر گلی کے دونوں سروں پر کھڑے ہو گئے۔ اب بچ کر نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ اس وقت موت اسے سامنے نظر آنے لگی۔ یقین ہو گیا کہ آج یہیں مارا جاؤں گا۔ اسی وقت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ یاد آئے اور حضور کی جانب خیال کر کے عرض کیا کہ حضور آج دستگیری فرمائیں اور موت کے منہ سے بچائیں، آئندہ کے لیے چوری سے بھی توبہ کرتا ہوں، فی الفور اس کے کانوں میں آپ کی آواز آئی، گٹھڑی اور سر سے لنگ اتار کر فوراً پھینک دو۔ اس نے لنگی زمین پر پھینک دی۔ اتنے میں لوگ وہاں پہنچ گئے۔ اور لنگی اور گٹھڑی پر لاٹھیاں برسانا شروع کر دیں۔ قمر الدین ان کے بیچ میں سے کھسک آیا اور بھاگ کر کرماں والہ شریف پہنچ گیا۔

صبح سویرے باہر نکلا تو اسی مقام پر حضور رحمۃ اللہ علیہ پھر اسے ملے۔ آپ تبسم فرما رہے تھے، قمر الدین کو دیکھ کر فرمایا کہ تم باز نہ آئے۔ میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ کوئی ایسا ویسا کام نہ کرنا اور وہ لنگی کسی کو نہ دینا۔ تم پھر دوسرے گاؤں میں چلے گئے۔ قمر الدین نے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی۔

## والضالین کا مسئلہ

مولوی سید محمد قاسم شاہ خطیب جامع مسجد نور پور شاہاں متصل اسلام آباد دورہ حدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد میں تکمیل کرنے کے بعد لاہور آئے اور قاری محمد شریف صاحب مہتمم دار الفرقان ماڈل ٹاؤن، لاہور سے علم تجوید حاصل کرنے لگے، قاری صاحب موصوف نے مشق کے دوران علم تجوید کے مسائل پڑھائے اور سمجھایا کہ والضالین میں ضاد کو مشابہ بالظا پڑھنا صحیح اور مشابہ بالدال پڑھنا جیسا کہ عام رواج ہے، غلط ہے۔ چنانچہ قاری صاحب کے کہنے کے مطابق مولوی صاحب نے والضالین میں حرف ضاد کو مشابہ بالظا پڑھنا شروع کر دیا، اس پر بعض لوگ اعتراض کرتے کہ تم غلط پڑھتے ہو، خیال کیا کہ یہ لوگ قانون کا علم نہیں رکھتے اور ناواقفیت کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں مگر لوگوں کی مخالفت بڑھتی گئی، اسی پریشانی کے عالم میں حضرت قبلہ کی

خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے عرض کرنے کے بغیر خود ہی ارشاد فرمایا "پیر جی! حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے جو کوئی والضالین میں ضاد کو مشابہ بالظا پڑھے اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے" اس کے بعد سید محمد قاسم شاہ صاحب نے بالظا پڑھنا ترک کر دیا اور ان کی پریشان خیالی ختم ہو گئی۔ چنانچہ ایک دن تفسیر خزائین العرفان کے مطالعہ کے دوران دیکھا کہ یہی مسئلہ بالکل ایسے ہی لکھا ہوا تھا جیسے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا تھا۔ 1

## اسم ذات کا ذکر

مولوی سید محمد قاسم شاہ صاحب نے بیان کیا کہ حضرت کرمانوالہ شریف میں قیام کے دوران ایک دن حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسم ذات کے ذکر کی تلقین فرمائی، انہوں نے حسب ارشاد ذکر شروع کر دیا، چند دنوں میں ہی حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ عالیہ سے حالت یہ ہو گئی کہ قضائے حاجت کے وقت بھی بے تکلف قلب کا ذکر جاری رہتا۔ اس پر ان کو خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہ صورت حال بے ادبی میں داخل نہ ہو۔ پریشان ہو کر ایک دن حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کر ہی دیا کہ حضور! اگر نا پاکی کی حالت میں ذکر جاری رہے تو کیسا ہے؟" حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا "اگر پیشاب پاخانہ کرتے وقت بھی بے اختیار قلبی ذکر جاری رہے تو کوئی گناہ نہیں" يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ ذکر الٰہی اللہ کے محبوب بندوں کا محبوب ترین مشغلہ ہے اور قلب کی زندگی یہی ہے کہ وہ ہر وقت ذکر حق میں محو رہے۔

---

☆ 1 "مسئلہ ضاد کو ظاء پڑھنا شرعی جرم ہے"

اور اگر نماز پڑھنے والے نے ولاالضالین کو ظاء سے پڑھا تو اس کی نماز باطل ہو جائیگی۔

(کتاب الاذکار للنووی 23)

## عالم دین پر نگاہ لطف

مولانا بشیر احمد خطیب و مدرس چشتیاں شریف حضرت مولانا عبدالحق بہاولنگری کے برادر حقیقی ہیں دارالعلوم دیوبند سے تحصیل علم کے بعد سند فضیلت حاصل کر کے وطن واپس آئے تو علوم ظاہری سے ان کا دامن بھرپور تھا مگر علم باطن سے کورے تھے۔ زبان کی تیزی اور دلائل کی

---

حاشیہ گذشتہ صفحہ: ثابت ہوا کہ محدثین کے نزدیک بھی ولا الضالین کو ظا سے پڑھنے والے کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ یعنی نماز میں ولا الظالین پڑھنے والے کا نماز پڑھنا یا نماز کو ترک کرنا یکساں ہے گویا کہ ولا الظالین پڑھنے والے نے نماز پڑھی ہی نہیں۔

اوراسی طرح اگر الا ما حظظر رتم ظاء سے پڑھا تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی۔ یعنی بجائے ماحضرتم کے (فتاوٰی قاضی خان 1/141)

اور اگر و لغد یت ضبحا کی بجائے ظبحا ظاء سے پڑھا نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (فتوٰی قاضی خان 1/142، کبیری 449)

اوراسی طرح اگر غیر المغضوب کی بجائے غیر المغلوب ظاء یا ذال سے پڑھے تو نماز ٹوٹ جائیگی۔ (فتوٰی قاضی خان 1/143، کبیری 449)

اور اگر والنخل طلعها هضيم کو ظاء یا ذال سے پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(فتوٰی قاضی خاں 1/143، کبیری 449)

اور ولسوف يعطيك ربك فترضى کی بجائے فترظى ظاء سے پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (فتوٰی قاضی خاں 1/146، کبیری 449)

اور اگر فی تضليل کو ذال سے تذلیل پڑھا تو نماز فاسد نہ ہو گی اور اگر ظاء سے پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (فتوٰی قاضی خاں 1/146، کبیری 449)

اگر فرض عليك القرآن کو ظاء سے پڑھے فرظ تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (فتوٰی قاضی خان 1/148، کبیری 450)

فراوانی تھی۔ بعض مسائل اور اعتقادی اور امور میں ایک خاص نقطہ نگاہ رکھتے تھے جو علم ظاہر کا ثمر تھا۔ حضرت مولانا عبدالحق ان کو اپنے ہمراہ لے کر کرمونوالہ شریف میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نوجوان عالم پر نگاہ ڈالی جو اپنے محدود علم کے پیمانے سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لامحدود علم کی پیمائش کرتا تھا، آپ نے محبت سے ان کے کندھے پر دست مبارک رکھ دیا اور آستانہ عالیہ کے صحن میں چند چکر لگائے، شیریں الفاظ میں نوجوان مولوی صاحب کے شکوک وشبہات رفع کردیے اور باطنی توجہ سے ان کی کایا پلٹ دی، صبح کے وقت مولوی صاحب کی طبیعت کا رنگ اور تھا شام کو اور ہو گیا، جب اگلی صبح آنکھ کھلی تو چشم باطن بھی کھل چکی تھی، طبیعت میں عجز و مسکنت اور طمانیت تھی۔

---

حاشیہ گذشتہ صفحہ : اگر مَن فَرَض قمیصِن انچ ظاء سے پڑھے فریا ذال سے پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ (فتویٰ قاضی خان 1\149، کبیری 450)

قاضی امام ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور قاضی امام ابو عاصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا اگر عمداً ضاد کو ظاء پڑھے نماز فاسد ہوجائے گی۔ (فتویٰ عالمگیری 1/79، فتویٰ بزاریہ 1/42)

مذکورہ بالا ائمہ فقہاء کے حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ ضاد کو ظاء پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہ تمام فقہاء کا اتفاقی مسئلہ ہے۔

اور جب کسی نے ذال کی بجائے ظاء پڑھا اور ظاء کی بجائے ضاد پڑھا مثلاً اول اگر تلذّ لاالمئین کی بجائے تلظّ لاالمئین پڑھا اور ذرًا کی بجائے ظرًا پڑھا اور دوسری مثال مغضوب کی بجائے مغظوب پڑھا اور تیسری مثال ضعف الحیٰوۃ کی بجائے ظعف الحیٰوۃ پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس سے نماز فاسد ہونے کا فتویٰ اکثر ائمہ کا ہے کیونکہ اس سے بہت معنی متغیر ہو جاتے ہیں۔

(غنیۃ المستملی للحلبی 448)

## ملازمت پر بحالی

علی محمد ریٹائرڈ پٹواری شہر چک نمبر 104 سرگودھا سے بیان کرتے ہیں کہ 1937ء میں بہت سے پرانے امیدواران پٹوار محکمہ نہر کو صدر دفتر فیروزپور چھاؤنی سے ملازمت سے علیحدگی کا نوٹس مل گیا۔ ان میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو اور سکھ بھی شامل تھے۔ پچیس سال سے زیادہ عمر ہو جانے کے باعث ان کے نام فہرست امیدواران سے خارج کرنے کا حکم جاری کر دیا گیا تھا۔ سب نے ان کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ سے دعا کراؤ۔ صبح کے وقت جب وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا ''کیا تم کو ابھی پکی پٹوار نہیں ملی؟'' جواب میں عرض کیا کہ حضور ابھی تک تو کوئی صورت نہیں بنی بلکہ ہمیں تو ملازمت سے ہی جواب مل رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کوئی فکر نہ کرو تم سب جلد ہی پکے پٹواری بن جاؤ گے۔ واپس جا کر انہوں نے سب ساتھیوں کو خوشخبری سنائی، دوسرے دن وہ سب لاہور گئے اور چیف انجینئر کے پاس اپیل دائر کر دی۔ تھوڑے دنوں کے بعد حکومت پنجاب کی طرف سے ان سب کی بحالی کا اعلان ہو گیا اور سب کو مستقل پٹواری بنا دیا گیا۔

## بیوی کو شفا حاصل ہو گئی

ضلع نواب شاہ سندھ سے مستری غلام نبی کا بیان ہے کہ ان کی بیوی عرصہ بارہ سال سے بیمار چلی آتی تھیں۔ 1945ء میں وہ دہلی میں مقیم تھے۔ وہاں علاج معالجہ جاری رہا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ پھر پاکستان بننے پر لائل پور (فیصل آباد) اور اوکاڑہ میں بھی علاج کروایا مگر بے سود۔ آخر رات کو خواب میں بشارت پا کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حضرت کرمانوالہ شریف حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔ اوکاڑہ سے ان کے دو رشتہ دار ان کے ساتھ ہو لیے۔ ان میں سے ایک پوستی تھا اور دوسرا حافظ۔ جب صدر دروازے سے یہ تینوں اندر داخل ہوئے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سامنے چہل قدمی فرما رہے تھے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھتے ہی فرمایا، یہ آیک آدمی یہاں ٹھہرے اور دوسرے دونوں کو باہر بھیج دو۔ ان کے دونوں

ساتھی باہر چلے گئے تو آپ نے فرمایا ''ہاں بھئی! تیرے ساتھ ابھی بات کریں گے تم ادھر صف پر بیٹھو'' ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح تقریباً نصف گھنٹہ تک ادھر ادھر چلتے پھرتے رہے ۔ بعد ازاں آپ آ کر چارپائی پر بیٹھ گئے ۔ باہر سے لوگوں کو باری باری بلانا شروع کر دیا ۔ سب سے باتیں ہوتی جاتی تھیں ۔ جب ان کی باری آتی تو فرما دیتے ۔ ''تم ٹھہرو، تمہارے ساتھ بھی بات کرتے ہیں'' اسی طرح تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد پانچ مرتبہ بات کرنے کی اجازت چاہی مگر موقع نہ ملا ۔ آخر آپ نے فرمایا کہ وہ مصلی اٹھا کر لاؤ اور ادھر چارپائی کے قریب بچھا دو ۔ پھر اس پر دوزانو بیٹھنے کے لیے ارشاد ہوا ۔ بعد ازاں فرمایا ''سر کے بال سنت کے مطابق کٹوایا کرو اور داڑھی رکھو'' ان کے بال انگریزی طرز کے تھے اور داڑھی منڈی ہوئی تھی ۔ پھر کچھ اور بھی نصیحتیں فرمائیں جو ان کے دل کی گہرائیوں میں اتر گئیں ۔ پھر فرمایا ''اب جاؤ'' یہ ابھی چند قدم ہی گئے تھے کہ فرمایا ''ٹھہرو'' یہ رک گئے ۔ فرمایا ''کھوی گھاس کو پانی میں ابال کر صبح کے وقت بیوی کو پلا دیا کرو ۔ اللہ کریم مہربانی فرما دیں گے'' گھر واپس آ کر حسب ارشاد کھوی گھاس پلانے سے چند دنوں کے اندر ہی بیوی کو مکمل شفا حاصل ہو گئی اور بارہ سال کا پرانا مرض پیچھا چھوڑ گیا ۔

ان کے ساتھی پوستی کو آپ نے فرمایا ''سناؤ میاں پوستی تم کیسے آئے ؟'' اور حافظ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''تم صرف آنکھوں کے حافظ ہو'' اس نے کہا جی ، قرآن پاک کا بھی حافظ ہوں ، تیس سپارے حفظ کیے ہیں ۔ آپ نے فرمایا ، ہمیں تو قرآن پاک کا ایک لفظ ساری ساری رات بے قرار رکھتا ہے ، تیرے اندر تیس سیپارے ہیں ۔ اچھا فلاں جگہ سے پڑھو ۔ حافظ نے ہر چند کوشش کی لیکن وہ رکوع نہ سنا سکا ، اس پر آپ نے فرمایا کہ جو شخص ماں باپ کا نافرمان ہو اور رات کو فاحشہ عورتوں کے دروازے کھٹکھٹاتا پھرے ، قرآن پاک اس کے سینے کے اندر کیسے رہ سکتا ہے ۔ وہ شرمسار ہو کر زار و قطار رونے لگا اور دل سے تائب ہوا ۔

## ایک عقیدت مند کی مشکل کشائی

چوہدری محمد طفیل اوکاڑہ سے بیان کرتے ہیں کہ قیام پاکستان کے بعد اپنے قصبہ کے

دوسرے لوگوں کے ہمراہ وہ اوکاڑہ میں آ کر آباد ہو گئے ۔ ایک محلہ میں ان کو ایک کشادہ مکان رہائش کے لیے مل گیا۔ مستقل الاٹمنٹ کے موقع پر انہوں نے اپنا حق حاصل کرنے کے لیے کاغذات کلیم کمشنر کی عدالت میں پیش کیے لیکن بعض لوگوں کی درپردہ مخالفت کی وجہ سے ان کے کاغذات تلف کر دیے گئے ۔ چار پانچ مرتبہ اسی طرح ہوا۔ چوہدری صاحب نے شروع میں ہی حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں مکان کے متعلق عرض کیا تھا اور آپ نے تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ "مکان تمہیں ہی ملے گا، کوشش کرتے رہو" لیکن دشمنوں کی مخالفت کی وجہ سے معاملہ طول پکڑتا گیا اور ان کی پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا، حتیٰ کہ مخالفین نے ابتدائی فیصلوں کی بناء پر ان کا مکان اپنے نام الاٹ کروا کر قبضہ کرنے کی کوششیں بھی شروع کر دیں۔ مخالفین کا قبضہ رکوانے کے لیے ہائی کورٹ سے حکم امتناعی لے کر وہ پھر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تم بحالیات کے بڑے افسر کے پاس لاہور میں اپیل کر دو چنانچہ اپیل کے کاغذات مکمل کر کے یہ چیف کمشنر بحالیات کے پاس جا پہنچے چیف کمشنر نے کاغذات دیکھ کر کہا کہ ہندوستان کے جس قصبہ کے متعلق آپ کے کلیم ہیں، اس کا گزٹ میں کوئی اندراج نہیں مل سکا۔ دفتر والے، اس کے متعلق کچھ نہیں بتاتے ۔ اس لیے تمہارا کلیم منظور نہیں ہو سکتا۔

چوہدری محمد طفیل کا بیان ہے کہ یہ بات سن کر میں بے اختیار رونے لگا۔ اس پر کمشنر صاحب نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ میں تمہارا مقدمہ زیر غور رکھتا ہوں اور تمہیں مہلت دیتا ہوں کہ گزٹ میں سے وہ حکم تلاش کر کے لاؤ۔ چنانچہ چوہدری محمد طفیل نے جا کر سرکاری لائبریری کے افسر سے گزٹ مانگا۔ اس نے کہا کہ "تمہیں کون سا گزٹ درکار ہے، گزٹ تو بہت سے ہیں" یہ اس وقت پریشان تھے، اسی عالم میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جانب متوجہ ہوئے اور بے ساختہ منہ سے نکلا کہ 1940 کا گزٹ دے دیجئے ۔ لائبریرین نے 1940 کا گزٹ نکال کر ان کے حوالے کیا۔ کانپتے ہوئے ہاتھوں سے گزٹ کھولا ، پہلی نظر جس صفحہ پر پڑی اس میں ان کے قصبہ کا ہی ذکر تھا۔ وہ خوشی سے اچھل پڑے ۔ لائبریرین سے اسی وقت مصدقہ نقل حاصل کر

کے کمشنر کے پاس جا پہنچے۔ کمشنر عدالت برخواست کر کے جانے ہی والا تھا، اس نے نقل ملاحظہ کیا اور کلیم منظور کرتے ہوئے کہا کہ اب تو بڑی جلدی نقل لے کر آ گئے ہو۔ چوہدری صاحب نے کہا کہ یہ سب کچھ میرے پیر و مرشد حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ اور برکت سے ہے۔

دوسرے دن وہ خوشی خوشی حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دور سے دیکھتے ہی فرمایا، منشی جی! آخر مکان آپ کو مل ہی گیا۔ بعد ازاں اس حکم کی نقل ہائی کورٹ میں پیش کرنے سے مخالفین کی کوششوں کا وہاں بھی سد باب ہو گیا۔

## کشف و کرامات کی روشن مثالیں

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ دوسری جنگ عظیم 1935ء میں وہ انبالہ چھاؤنی سے چل کر لدھیانہ، جگراؤں، موگا اور فیروز پور کا دورہ کرنے کے لیے نکلے۔ لدھیانہ میں ان کو معلوم ہوا کہ ان کے بھائی رائے محمد اقبال احمد خان بعارضہ نمونیہ سخت بیمار ہیں۔ چنانچہ وہ ان کی عیادت کے لیے رائے کوٹ جا پہنچے۔ رائے صاحب کچھ رو بصحت تھے۔ اس لیے وہ مطمئن ہو کر وہاں سے اپنے کام پر روانہ ہوئے۔ بوقت روانگی رائے محمد نیاز خاں نے پوچھا کہ کہاں کہاں دورہ کے لیے جانے کا ارادہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ عنقریب موگا جاؤں گا اور وہاں سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بھی حاضری کا خیال ہے۔ رائے نیاز احمد خاں نے کہا کہ میں نے اپنے بھائی صاحب کی شدید علالت کے متعلق حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں دعا کے لیے خط تحریر کیا ہے۔ آپ جائیں تو آپ بھی حضور سے رائے صاحب کی صحت یابی کے لیے دعا کرائیں۔

موگا سے وہ اپنے ایک اور عزیز کو جو وہاں نائب تحصیلدار کے عہدے پر کام کر رہے تھے۔ ہمراہ لے کر کرموں والا (آپ کے قدیمی گاؤں) پہنچے۔ ان کے ایک اور عزیز بابا افضل مرحوم بھی زیارت کی غرض سے ان کے ساتھ ہو لیے۔ تینوں نے مسجد میں اپنا سامان ایک جگہ رکھ دیا اور مسجد سے گزر کر آستانہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔ سامنے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور

انگریزی لباس میں ملبوس ایک نوجوان کھڑے تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ہاتھوں میں زمین ہموار کرنے کا لکڑی کا آلہ (جندرا) تھامے ہوئے تھے اور نوجوان دونوں ہاتھوں سے رسی کھینچ رہے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "آپ ذرا ادھر کونے میں بچھی ہوئی صفوں پر چل کر بیٹھیں۔ میں اس کام سے فارغ ہو کر آپ کے پاس آتا ہوں۔ یہ صاحب انجینئر ہیں، آج دیر کے بعد پھنسے ہیں، ان سے ذرا کام لے لوں" اور پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسکرائے۔

وہ چبوترے پر جا بیٹھے، سورج تیزی سے چمکنے لگا دھوپ تیز ہوگئی، نائب تحصیلدار صاحب گھبرا گئے۔ وہ پسینے میں شرابور ہو گئے تھے۔ بے قراری میں انہوں نے دبی زبان سے کہا "بابا جی پتہ نہیں کب فارغ ہوں گے، یہاں ہمارا تو تیل نکلنے والا ہے" وہ یہ جملہ بمشکل مکمل کرنے پائے تھے کہ ادھر ایک فاصلہ سے حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آواز دی۔ بیلیوں آرام سے سورج کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ جاؤ، گھبراؤ نہیں، ہم سب حیران رہ گئے کہ آپ نے فوراً ہماری گھبراہٹ اور باتوں کو معلوم کر لیا۔ نائب تحصیلدار صاحب کچھ شرمسار سے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد بابا فضل بے چین ہو گئے اس نے کہا "یار! پیاس سے جان نکلنے لگی ہے میں جا کر کنوئیں سے پانی پی آؤں اور سامان کو بھی ذرا دیکھ آؤں، ایسا نہ ہو کوئی شخص مسجد سے اٹھا کر ہی لے جائے۔ اسی اثناء میں پھر آپ نے فرمایا، بیلیو، فکر نہ کرو، ٹھنڈی لسی آ رہی ہے اور یہاں سامان کی چوری نہیں ہوتی۔ اطمینان سے بیٹھو، ہم چپ ہو گئے۔

اتنے میں ایک خادم لسی لے کر آ گیا سب نے خوب سیر ہو کر لسی پی۔ خادم برتن لے کر واپس جانے ہی والا تھا کہ آپ خود بھی تشریف لے آئے۔ آپ نے ان کو اپنے پاس بٹھا لیا اور نائب تحصیلدار اور بابا فضل کو سامنے بٹھایا۔ پھر فرمایا آپ تو خیر فوجی معلوم ہوتے ہیں، بھرتی والے صاحب اور یہ تحصیلدار صاحب ہیں اور یہ بیلی (بابا فضل کی طرف مخاطب ہو کر) تو ملنگ ہے نہ جورو نہ جاتا، اللہ میاں سے ناتا۔ نہ ماں نہ باپ نہ بہن نہ بھائی نہ اولاد (واقعی مرحوم فضل ایسے ہی

تھے) یہ بات سنتے ہی بابا فضل قدموں پر جا گرا۔ آپ نے اٹھایا اور کہا، بیلیا ٹھیک ہے نا۔ پھر اپنی خاکی رنگ کی صدری کی جیب سے میاں نیاز احمد خاں کا خط نکال کر ہاتھ میں لیا اور فرمایا، دیکھو یہ آپ کے رشتہ دار ہیں۔ وہ کہنے لگے یہ میرے رشتہ کے بھائی ہیں مجھے انہوں نے تاکید کی تھی کہ آپ سے رائے محمد اقبال احمد خان کی صحت یابی کے لیے دعا کراؤں۔ اس پر آپ نے فرمایا "دعا تو میں کر چکا۔ اللہ کریم خیر کر دیں گے۔ آؤ اب سب مل کر دعا کریں" چنانچہ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے اور سب نے مل کر دعا کی جلد ہی اللہ کریم نے رائے صاحب کو شفائے کاملہ عطا فرما دی۔

## عقیدت مندوں سے پیار

نیز بیان کیا کہ 1947ء میں قیام پاکستان کے بعد وہ ضلع جھنگ میں جا آباد ہوئے۔ بے شمار مصروفیتوں کے باعث بہت عرصہ تک ان کو پھر خدمت میں حاضر ہونے کا موقع نہ ملا، کئی مرتبہ ارادہ کیا لیکن پھر کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیش آ جاتی تھی۔ آخر 1961ء میں ان کے خلاف ساہیوال میں ایک دیوانی مقدمہ دائر ہو گیا۔ اسی سلسلہ میں وہ لاہور سے ایک وکیل کو ہمراہ لے کر ساہیوال کی جانب روانہ ہوئے۔ جب حضرت کرمانوالہ شریف پہنچے تو دن کے بارہ بجنے والے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجوزہ مسجد کے صحن میں کیکر کے درخت کے نیچے آرام فرما تھے۔ جب سڑک پر سے گزرتے ہوئے ان کی نظر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر پڑی تو وہیں کار سے اترے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ وکیل صاحب کار میں بیٹھے رہے اور کہا کہ میں نے سنا ہے آپ داڑھی منڈوں سے سختی سے پیش آتے ہیں اس لیے میں کار ہی میں بیٹھتا ہوں۔

جب وہ آپ کے نزدیک پہنچے تو آپ باوجود علالت کے چارپائی سے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش فرمانے لگے انہوں نے عرض کیا کہ آپ تکلیف نہ فرمائیں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، آپ بہت عرصہ کے بعد آئے ہیں، آج کل آپ کی رہائش کہاں ہے؟ اس وقت کہاں سے آئے ہیں اور کہاں کا ارادہ ہے؟ عرض کیا، حضرت ضلع جھنگ میں آباد ہو گیا

ہوں۔ اس وقت لاہور سے آ رہا ہوں اور ساہیوال کا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا جلدی جاؤ کہیں حاکم اٹھ نہ کھڑا ہو اور ان کے چہرے کی طرف غور سے دیکھتے رہے، پھر فرمایا، جائیں آپ کا ساتھی باہر منتظر ہو گا اور دوبارہ ان کے چہرے کی طرف گھور کر دیکھا، وہ محسوس کر رہے تھے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کی صفاچٹ داڑھی کو ناپسند فرما رہے ہیں۔ چنانچہ وہ فوراً بول اٹھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ انشاء اللہ پھر یہ غلطی نہیں ہوگی۔ یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دست شفقت ان کی پیٹھ پر پھیرا اور محبت بھری نظر سے رخصت کیا۔ وہ ساہیوال عدالت میں پہنچے تو حاکم اٹھ کر جانے ہی والا تھا۔ چنانچہ انہوں نے درخواست پیش کی اور فیصلہ اسی وقت ان کے حق میں ہو گیا، وہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے کبھی داڑھی نہیں منڈوائی اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ان کی طرف توجہ سے دیکھنا ہی ان کی ظاہری اور باطنی اصلاح کا موجب بن گیا۔

### اولادِ نرینہ عطا ہوئی

پاکپتن کے سول ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر صاحب گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ ان کی عمر پچاس سال کے لگ بھگ ہو گی۔ ان کے ہاں لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں۔ اولادِ نرینہ نہ تھی۔ عموماً ہر اتوار کو چک 36 میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ایک دن وہ تانگہ میں تمام لڑکیوں کو سوار کر کے لے آئے اور عرض کیا کہ حضور ان کا بھائی کوئی نہیں ہے۔ آپ مسکرائے اور فرمایا "ڈاکٹر صاحب اللہ تعالیٰ ان کو دو بھائی عطا فرمائیں گے" اور بچیوں کو کھانے پینے کی کچھ چیزیں دیں۔ کچھ عرصہ بعد ڈاکٹر صاحب پھر حاضر ہوئے تو ان کی گود میں ایک خوبصورت لڑکا تھا۔ جسے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شفقت سے پیار کیا۔ بعد ازاں ڈاکٹر صاحب پاکپتن شریف سے کسی اور جگہ تبدیل ہو گئے اور ان کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا لیکن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کو دوسرا بچہ بھی عطا کر دیا ہو گا۔

## نعمت اولاد عطا ہوئی

پیر جلیل شاہ صاحب (مرحوم) کے ہمراہ ایک دفعہ ان کے ایک زمیندار دوست حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس مبارک میں شرکت کرنے کے لیے پاکپتن شریف گئے، ان کے دوست کی دو بیویاں تھیں لیکن اولاد سے محروم تھے۔ ان دنوں حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی عیدگاہ میں مقیم تھے، دعا کی غرض سے یہ بھی وہاں پہنچے، اس وقت ایک بوڑھا آدمی حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے التجا کر رہا تھا کہ اس کا داماد دوسری شادی کرنے پر تلا ہوا ہے کیونکہ اس کے گھر کوئی اولاد نہیں۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پیر جلیل شاہ کو دیکھتے ہی فرمایا ''پیر جی اس بوڑھے کی لڑکی کے لیے اولاد کی دعا کرنی ہے'' پیر جلیل شاہ نے جواب میں فوراً عرض کیا ''حضور! آج تو ہم بھی اسی غرض کے لیے حاضر ہوئے ہیں، باوا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا صدقہ سب پر رحم کی نظر فرمائیں۔'' حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسکرا کر فرمایا ''پھر تو یہ چوہدری صاحب اس بوڑھے کی لڑکی کے لیے اور اپنے لیے بھی دعا کریں'' ان کے ساتھی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ حضور ہم خود دعا کے طالب ہیں، اس لائق کہاں ہیں کہ ہم گنہگاروں کی دعا قبول ہو۔ آپ نے مہربان ہو کر فرمایا، نہیں چوہدری صاحب، آج باوا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے طفیل گنہگاروں کی ہی سنی جائے گی۔ چوہدری صاحب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مبارک ہاتھ بھی اٹھے ہوئے تھے، ان مبارک ہاتھوں کی برکت سے سب کی سنی گئی۔ اس کے بعد چوہدری صاحب کی دونوں بیویوں کے ہاں اولاد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ حالانکہ سات پشت سے ان کے خاندان میں صرف ایک ہی اولاد نرینہ ہوتی آئی تھی۔

## پاک توجہ کا اثر

چوہدری نذیر احمد صاحب کمشنر اشتمال اراضیات ملتان اپنے طالب علمی کے زمانہ میں ایف سی کالج لاہور میں ایم۔ اے کی تعلیم حاصل کرتے تھے فطرت سلیم تھی، جواں سالی اور آزاد ماحول کے باوجود اہل اللہ کی محبت کی چنگاری خانہ دل میں موجود تھی۔ حضرت صاحب

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کمالات کا شہرہ سن کر سعادت ازلی کام آئی اور غائبانہ آپ کے گرویدہ ہو گئے چنانچہ تعطیلات کے ایام میں کرموں والا (ضلع فیروز پور) میں آپ کی خدمت میں جا پہنچے۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نگاہ دوربین نے اس سعادت مند نوجوان کے خلوص اور محبت کی متاع کو قابل قدر سمجھتے ہوئے ان کی جانب پوری توجہ فرمائی۔ نہایت شفیق اور مہربانی سے ان کے احوال کی اصلاح کی جانب متوجہ ہوئے۔ یہ تعلیم یافتہ نوجوان بھی دربار عالیہ کا رنگ دیکھ کر بے حد متاثر ہوا۔ کوئی بات خلاف شریعت یا خلاف سنت نہ تھی اور حضور اپنے پاس آنے جانے والوں کو توحید و رسالت کے متوالے بنا رہے تھے۔ چوہدری صاحب نے بھی حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے استدعا کر دی کہ انہیں حلقہ ارادت میں منسلک فرمایا جائے۔ آپ نے نماز پنجگانہ کے علاوہ نوافل پڑھنے کی بھی تلقین فرمائی اور وظائف بھی بتلائے۔ چوہدری صاحب نوجوان تھے، عرض کیا کہ حضور اور تو سب ٹھیک ہے، تہجد کے لیے اٹھنا بہت مشکل ہوگا، کیسے اٹھوں گا" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "آپ ارادہ کرلیں، جگانے والے خود جگا لیا کریں گے"

لاہور پہنچے تو پہلی ہی رات تہجد کے وقت کسی نے بازو سے پکڑ کر ہلایا۔ ان کی آنکھ کھل گئی اور دیکھا کہ کمرہ بند ہے اور وہاں کوئی شخص نہیں ہے۔ وقت تہجد کا ہو چکا تھا، اس لیے اٹھے اور ارشاد کے مطابق نماز تہجد اور وظائف سے فراغت حاصل کی۔ دوسرے روز بھی ایسے ہی ہوا اور تیسرے روز بھی، تیسرے روز یہ بھی ارشاد ہوا کہ اب فکر سے خود اٹھا کرو، کیا ہر روز ہمیں ہی آنا پڑے گا۔ چوہدری صاحب کا بیان ہے کہ اس کے بعد آج تک ان کی نماز تہجد قضا نہیں ہوئی۔

## مرید کے احوال کی نگرانی

تعلیم سے فارغ ہو کر وہ صوبائی سول سروس کا امتحان پاس کرنے کے بعد لاہور میں بطور مجسٹریٹ کام کر رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات ہوئی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "اب منٹگمری (ساہیوال) آ جائیں۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد ان کا تبادلہ ساہیوال میں ہو گیا"

ڈپٹی کمشنر لاہور غیاث صاحب کو جب علم ہوا تو وہ کہنے لگے کہ میں تو آپ کو لاہور سے

نہیں جانے دوں گا۔ میں ابھی چیف سیکرٹری (اپنے بھائی) سے آپ کا تبادلہ منسوخ کرواتا ہوں۔
چنانچہ وہ اپنے بھائی سے بالمشافہ بات چیت کرنے کے لیے ان کے پاس چلے گئے تاکہ تبادلہ کا حکم منسوخ کروا آئیں۔ وہاں جا کر ان کو معلوم ہوا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے مغربی پاکستان کے وزیر اعلیٰ کا حکم موصول ہوا ہے کہ جس کسی افسر کے تبادلہ کا حکم جاری ہو چکا ہو وہ ہرگز واپس نہ لیا جائے۔ واپس آئے اور ہنس کر چوہدری نذیر صاحب کو کہا کہ بھائی آپ کے پیر کامل ہیں۔ آپ کا تبادلہ نہیں رک سکتا۔ آپ منٹگمری جائیں۔

## طعام میں برکت

نیز چوہدری صاحب نے بیان کیا کہ قیام ساہیوال کے دوران وہ کہیں دورہ پر گئے ہوئے تھے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کمال کرم فرمایا کہ ملتان جاتے ہوئے راستہ میں ان کے ہاں سے ہو کر جانے کا ارادہ فرمالیا۔ گھر میں ان کی بیگم تھیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مع احباب تشریف لے آئے تو بیگم گھبرائیں کہ اب انتظام کیسے ہوگا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک دیگچہ میں چائے تیار کرلو اور کچھ روٹیاں پکالو، بس کافی ہیں۔
چنانچہ روٹیاں پکا کر اور چائے کا دیگچہ تیار کر کے آپ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیگچہ میں یہ کہتے ہوئے اپنی انگلی کا سرا ڈبو دیا کہ گرم تو ہے اور روٹیاں رومال سے ڈھانپ کر اپنے پاس رکھ لیں۔ پھر سب حاضرین کو جو کہ تعداد میں کافی تھے، چائے اور روٹی تقسیم کرنا شروع کر دی۔ کھانے میں ایسی برکت ہوئی کہ سب نے خوب سیر ہو کر کھایا پیا اور پھر باقی ماندہ اشیاء گھر میں واپس بھیج گئیں۔ چوہدری صاحب کی واپسی پر بیگم نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تشریف آوری کا ذکر کیا تو وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدم رنجہ فرمانے کی سعادت پر بہت خوش ہوئے۔

## پولیس افسر پر نظر کرم

چوہدری محمد حنیف سابق ممبر پنجاب اسمبلی نے بیان کیا کہ ان کے چچا چوہدری شہاب ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس ملازمت کے ابتدائی ایام میں کسی وجہ سے افسران کے زیر عتاب آگئے اور سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ان کو معطل کر کے وردی بھی اتروا دی اور حکم دے دیا کہ تا فیصلہ وردی نہ پہنی جائے۔ چوہدری شہاب الدین کرموں والا شریف میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ وردی تم پہنا کرو۔ چنانچہ وہ واپس امرتسر گئے تو وہاں ہندو مسلم فساد ہو گئے اور سب پولیس والوں کو ہر وقت وردی پہننے کا حکم مل گیا۔ چوہدری صاحب بھی وردی پہنتے رہے اسی دوران ان کی اپیل افسران بالا کے پاس پیش تھی۔

چوہدری صاحب پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ''تمہاری بحالی کے لیے ہمیں اونچے پہاڑوں پر جانا پڑا ہے'' چنانچہ جب وہ واپس گئے تو شملہ سے انسپکٹر جنرل پولیس کے دفتر سے ٹیلی فون پر پیغام آیا کہ چوہدری شہاب الدین کو بحال کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے عہدے پر کام کرنے لگے۔ بعد میں جب ان کی تنخواہ کا معاملہ پیش ہوا تو ضلع کے افسروں نے معطلی کے زمانہ (چھ سات ماہ) کی تنخواہ نہ دینے کا فیصلہ کیا۔ لیکن حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ''ہم نے ساری تنخواہ لینی ہے'' چوہدری صاحب نے آئی جی کے پاس تنخواہ کے بارہ میں ایک اور اپیل کر دی، کچھ دنوں کے بعد وہاں سے حکم آیا گیا کہ ان کو سارے عرصہ کی پوری تنخواہ دی جائے، چوہدری صاحب کو پھر علم ہوا کہ ہم نے ساری تنخواہ لینی ہے سے آپ کی مراد یہ تھی کہ ان کو ساری تنخواہ ملنی چاہیے ورنہ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ شاید حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی ساری تنخواہ کا اپنے لیے مطالبہ کر رہے ہیں۔

## شدید حادثہ کے بعد سلامتی

ایک دفعہ آپ لاہور تشریف لے گئے اور سیٹھ محمد شفیع کے مکان پر قیام فرمایا، سانده کلاں سے ایک شخص حاجی برکت خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور التجا پیش کی کہ ایک وقت کا کھانا

اس کی جانب سے قبول فرمایا جائے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دعوت قبول فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ کھانا ہم اپنی جائے قیام پر ہی کھائیں گے۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ یہ اور بھی بہتر ہے۔

کھانا پک کر تیار ہوگیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے پیش کرنے کا وقت آیا تو سانده سے ایک آدمی گھبرایا ہوا اس کے پاس آیا کہ اس کا دس بارہ سال کا لڑکا انعام اللہ مسجد کی چھت سے پکی سڑک پر گر کر سخت زخمی ہوگیا ہے، سر میں شدید چوٹیں آنے سے بے ہوش پڑا ہے، ڈاکٹروں نے اس کی زندگی کی طرف سے مایوسی کا اظہار کیا ہے، حاجی برکت نے اس شخص کو واپس گھر بھیج دیا اور کہا کہ میں حضرت صاحب کو کھانا کھلا کر جلد ہی واپس آتا ہوں۔ وہ کھانا لے کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جائے قیام پر پہنچا، اسی اثناء میں آپ نے اچانک روانگی کی تیاری کر دی اور حاجی برکت سے کہا کہ "کھانا کار میں ساتھ ہی رکھ دو، آگے چل کر کھالیں گے" جب کھانے کے برتن کار میں رکھ دیئے گئے تو سانده کلاں سے دو زمیندار پھر حاجی برکت کے پاس آپہنچے اور اطلاع دی کہ بچے کی حالت نازک ہے۔ ان کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاجی برکت سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟۔ دونوں نے یک زبان ہو کر عرض کیا کہ حضور اس کا دس بارہ سال کا لڑکا مسجد کی چھت سے گر کر سخت زخمی ہوگیا ہے اور بے ہوش پڑا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے تو ہمیں بتایا ہی نہیں۔ پھر آپ خاموش ہو گئے اور آنکھیں بند کر لیں۔ آپ کا چہرہ تمتما اٹھا، آدھ گھنٹہ تک اسی طرح موٹر میں بیٹھے رہنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جلدی جاؤ اور علاج معالجہ کرو، اللہ کریم شفا بخش دیں گے۔ تقریباً ڈیڑھ ماہ تک زیر علاج رہنے کے بعد بچہ بالکل تندرست ہوگیا۔

## بغیر اپریشن بینائی حاصل ہوگئی

سید امام علی شاہ ساکنہ گجومتہ ضلع لاہور بیان کرتے ہیں کہ ان کی چھوٹی ہمشیرہ کی آنکھیں خراب ہوگئیں، لاہور کے ماہرین چشم سے اپریشن کروایا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا، بلکہ تکلیف اتنی بڑھ گئی کہ دن رات میں ایک لمحہ کے لیے بھی چین نہیں آتا تھا۔ آنکھوں میں ہر وقت شدت کا درد رہتا تھا۔ تنگ آکر ان کی ہمشیرہ نے ان سے کہا کہ اسے اوکاڑہ کے ہسپتال میں داخل کروا دیں۔ وہاں

ایک اچھا ڈاکٹر ہے چنانچہ شاہ صاحب اوکاڑہ جاتے ہوئے حضرت کرمانوالہ شریف پہنچ گئے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا "حضور! ہمشیرہ کی آنکھوں میں بہت تکلیف ہے، لاہور میو ہسپتال میں اپریشن کروایا ہے، مگر اپریشن کامیاب نہیں ہوا اور تکلیف بدستور ہے، اب اوکاڑہ ہسپتال میں داخل کروانے کا خیال ہے" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، پیر جی آپریشن کامیاب نہیں ہوا تو کچھ فکر نہیں، اللہ تعالیٰ کرم فرمادیں گے۔ اب کوئی علاج نہیں کرنا، مولا کریم سر درد سے بھی نجات دے دیں گے اور نظر بھی درست ہو جائے گی۔

دوسرے دن وہ رخصت ہو کر گھر آئے تو ہمشیرہ کو درد سے بالکل آرام تھا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نماز ظہر کے وقت دعا کی تھی۔ درد اسی وقت رک گیا تھا اور نیند بھی آ گئی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق پھر کوئی علاج نہ کیا گیا اور ان کا بیان ہے کہ اس کے بعد نظر بالکل ٹھیک رہی اور گھر میں کئی بچیوں کو ان کی ہمشیرہ نے قرآن پاک کی تعلیم دی۔

## مرید کے حال پر نظر کرم

نیز ان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ گرمیوں کے ایام میں بارش زوروں پر تھی۔ آپ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب مسجد والی جگہ میں مٹی ڈالنے کا کام مکمل ہو جائے گا تو پھر اس جگہ نماز ادا کرنے کے بعد آپ کو واپس جانے کی اجازت ہو گی چنانچہ تقریباً تین ہفتہ تک آپ کی خدمت میں قیام پذیر رہے۔

اسی دوران ان کا گاؤں بھی موسلا دھار بارشوں سے متاثر ہوا۔ سیلاب نے تباہی مچا دی اور گاؤں کے اکثر مکانات گر گئے۔ شاہ صاحب کا مکان بھی سیلاب کی زد میں آنے لگا، چنانچہ ان کا ایک عزیز حضرت کرمانوالہ شریف اس غرض سے آیا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دعائے خیر بھی کرائی جائے اور شاہ صاحب کو بھی خطرہ سے آگاہ کر کے واپس گاؤں جانے کے لیے کہا جائے۔ شاہ صاحب نے ان سے بوقت ملاقات پوچھا کہ کیسے آئے ہو، ان کے بھائی نے جواب دیا، بارشوں اور سیلاب کی وجہ سے گاؤں کے بہت سے مکانات تباہ ہو گئے ہیں اور ہمارے مکانات بھی گر گئے ہیں۔ آپ گاؤں کو واپس چلیں تا کہ مکانات کی حفاظت اور درستی کا انتظام کیا

جائے۔ شاہ صاحب یہ سن کر بہت پریشان ہوئے اور اپنے بھائی کو ہمراہ لے کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ ایک مکان کی چھت پر درخت کے سایہ میں آرام فرما رہے تھے، ان کو پریشان دیکھ کر دریافت فرمایا، خیر تو ہے، کیا بات ہے؟ شاہ صاحب نے بیٹھنے کے بعد عرض کیا کہ حضور" گاؤں میں ہمارے مکانات سیلاب کی وجہ سے تباہ ہو رہے ہیں۔ یہ بھائی آئے ہیں کہ واپس چلو تاکہ مکانات کا کچھ فکر کیا جائے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذرا سی خاموشی کے بعد فرمایا" پیر جی، آپ کا مکان تو نہیں گرا" اس پر ان کے بھائی نے کہا کہ واقعی دیواریں پھٹ گئی تھیں، بس گرنے کے قریب تھا کہ میں ادھر دوڑا آیا ہوں"

پھر آپ نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر ڈیڑھ گز کا فاصلہ بنایا اور فرمایا" پیر جی آپ کی باہر والی دیوار صرف اتنی سی گری ہے، باقی سب خیر ہے، فکر نہ کریں اللہ کریم ہمیں زمین بھی دیں گے" پیر صاحب کے دل میں خیال آیا کہ ہم غریب آدمی ہیں، زمین کہاں سے لے سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ دین ہی بہتر کر دے تو سب کائنات حاصل ہو گئی آپ نے معاً بڑی شفقت سے فرمایا" پیر جی، ہم نے زمیندار بننا ہے، اللہ بہت کچھ دے گا، فکر نہ کریں لیکن ابھی گاؤں نہیں جانا، کچھ دنوں کے بعد جب وہ واپس گاؤں پہنچے تو سیلاب کا خطرہ ٹل چکا تھا اور تھوڑے ہی دنوں میں مزروعہ زمین کے کچھ قطعات ان کو ارزاں قیمت پر مل گئے۔

## منصب میں ترقی مل گئی

خان حشمت جو اسلامیہ کالج فیصل آباد کے پرنسپل تھے۔ قبل ازیں وہ گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں بطور پروفیسر کام کرتے تھے۔ اس وقت کے پرنسپل سے کسی بات پر ان کی ان بن ہو گئی۔ حتیٰ کہ پرنسپل ہر وقت درپے آزار رہنے لگا۔ ایک دن پروفیسر محمد حسین بٹ کے ہمراہ خان صاحب حضرت کرمانوالہ شریف حاضر ہوئے۔ ملاقات کے وقت پروفیسر محمد حسین نے عرض کیا "حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! خان صاحب خاندانی آدمی ہیں اور نہایت قابل ہستی ہیں لیکن پرنسپل صاحب خواہ مخواہ ان کے مخالف ہو گئے ہیں اور تنگ کرتے ہیں۔" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، یہ تو خود پرنسپل بن جائیں گے، فکر نہ کریں اللہ کریم بڑا کرم فرما دیں گے۔

وہ واپس فیصل آباد آئے تو پرنسپل نے اور بھی تنگ کرنا شروع کر دیا۔ بٹ صاحب نے پھر بذریعہ خط حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس بات کی اطلاع دی تو آپ نے جواب میں لکھا کہ دشمن دفع ہو جائے گا۔ چند دنوں کے بعد اس پرنسپل کا تبادلہ ہو گیا اور اس کے بعد خان حشمت خاں خود اس کالج کے پرنسپل بن گئے۔

## مکان کے لیے زمین عطا فرمادی

ملک فتح الدین خاں کا بیان ہے کہ وہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے اور ان دنوں میں فیصل آباد میں مکان تعمیر کرنے کی فکر میں تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مکان تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ مکان کے لیے کتنی جگہ خریدی ہے۔ عرض کیا کہ "حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! سات مرلے کا پلاٹ ہے" فرمایا، یہ تو تھوڑی ہے ساتھ والی جگہ بھی لے لو۔ ملک صاحب نے خیال کیا کہ اگر کسی ہمسایہ نے کبھی اپنا مکان یا جگہ فروخت کی تو لے لوں گا۔

جب فیصل آباد پہنچے اور اپنے خرید کردہ پلاٹ کا محل وقوع دیکھنے گئے تو وہاں سب لوگوں نے ان سے کہا کہ تمہارے ساتھ والی جگہ فالتو ہے۔ یہ تمہارے لیے موزوں ہے، اسے خرید لو۔ ملک صاحب کہتے ہیں کہ مجھے اس وقت یاد آیا کہ حضرت صاحب میرے مکان کی جائے وقوع کو بہ چشم ظاہر دیکھ رہے تھے۔ جیسے کہ اولیاء اللہ کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ روئے زمین کو ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے وہ قطعہ خرید کر اپنا مکان تعمیر کرالیا۔

## پیشگی انتباہ اور خطرے سے حفاظت

شیخ عمر دین نے بیان کیا کہ ایک دن میں حاضر خدمت تھا۔ موقع پا کر میں نے عرض کیا حضور! کپڑا خرید کرنے کے لیے کراچی جانا چاہتا ہوں۔ دعا فرمائیں اللہ کریم مجھے اس سفر میں نفع بخشیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، چلے جانا، اللہ رحم کرے گا۔ اور ساتھ ہی فرمایا، وہاں بھیڑ

بہت ہوتی ہے تم بھولے آدمی کہیں کھیسہ (جیب) نہ کٹوا بیٹھنا۔ میں نے کہا "حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کرم ہوگی تو پھر کوئی ڈر نہیں"

چنانچہ اگلے دن میں کراچی چلا گیا۔ وہاں ایک رشتہ دار کے ہاں قیام کیا اور اس سے کراچی کے سفر کا مدعا بیان کیا۔ اس نے کہا کہ جاپانی لٹھے کی پانچ پیٹیاں میں نے خرید کی ہیں وہ تمہیں دے دیتا ہوں۔ چنانچہ ایک ہفتہ کے بعد ان پانچوں پیٹیوں کے عوض مجھے ایک ہزار روپیہ منافع مل گیا۔ پھر میں وہاں سے مال خرید کر واپس آ گیا۔

کراچی میں قیام کے دوران ایک دن میں بندرگاہ کی سیر کے لیے چلا گیا۔ جب بس میں سوار ہونے لگا تو بہت ہجوم تھا۔ جوں توں کر کے بس میں داخل ہوا۔ اتنے میں کنڈکٹر آ گیا اور اس نے ٹکٹ خریدنے کو کہا۔ جب میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو نیچے نکل گیا اور معلوم ہوا کہ جیب کٹ چکی ہے لیکن حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر عنایت سے پچپن روپے کی رقم جیب کے کونے میں ہی اٹکی رہی۔ اس وقت مجھے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد یاد آیا اور میں نے شکر کیا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غائبانہ میری حفاظت کا بھی انتظام کر دیا۔

## مقدمہ سے رہائی

شیخ عمر دین نے بیان کیا کہ ایک دن وہ وریناله خورد سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔ اڈے پر پہنچے تو گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی ایک بس آ گئی۔ وہ اس میں سوار ہو گئے اور ڈرائیور کے پاس جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈرائیور نے دریافت کیا کہ مولوی صاحب کیا آپ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس جا رہے ہیں۔ شیخ عمر دین نے کہا کہ ہاں میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ہی جا رہا ہوں۔ اس پر ڈرائیور نے کہا کہ "وہاں بس کھڑی کر کے میں بھی آپ کے ساتھ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس جاؤں گا۔ شیخ صاحب نے پوچھا کہ کیا کچھ بات کرنی ہے۔ ڈرائیور نے کہا کہ کچھ عرصہ ہوا میری بس کے نیچے ایک آدمی دب کر مر گیا تھا اور اس سلسلہ میں چند دنوں تک عدالت میں حاضری ہے۔ کہنے لگا کہ عیالدار آدمی ہوں خطرہ ہے کوئی سخت سزا نہ مل جائے۔

حضرت کرمانوالہ شریف پہنچ کر ڈرائیور نے سڑک کے کنارے بس ٹھہرا دی اور خود شیخ عمردین کے ہمراہ حاضری کے لیے چل پڑا، بڑے دروازے پر شیخ عمردین نے کہا کہ میں پہلے جا کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آپ کے متعلق ذکر کرتا ہوں، پھر جیسے ارشاد ہوگا۔ چنانچہ اندر جا کر شیخ عمردین نے جب آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ اس کو کہہ دو کہ اللہ کریم رحم فرما دیں گے۔ چنانچہ وہ مطمئن ہو کر چلا گیا۔

ایک ہفتہ کے بعد وہ ڈرائیور پھر شیخ عمردین کو ملا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب میں نے کوئی ہستی حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان کی نہیں دیکھی۔ حضور کی دعا سے بالکل صاف بری ہو گیا ہوں۔

## حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بلند مقام

ایک عالم دین بیان کرتے ہیں کہ میں نے مخزنِ معرفت میں یہ لکھا دیکھا کہ جو شخص نماز عشاء کے بعد سونے سے قبل پانچ سو مرتبہ درود شریف خضری پڑھے گا، اس کو ایک ہفتہ کے اندر ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے گی۔ (1) اس پر میرے دل میں بھی یہ وظیفہ پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ ابھی سات دن پورے نہیں ہوئے تھے کہ خواب میں ایک نہایت خوبصورت پرنور اور باوقار بزرگ کسی علیحدہ مقام پر کار سے اترتے ہوئے نظر آئے۔

کچھ دنوں کے بعد میرے دوست حافظ محمد حسین نے کہا کہ حضرت صاحب کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لاہور تشریف لائے ہیں اور اس وقت بادشاہی مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ چلو زیارت کر آئیں۔ وہ اپنے دوست کے ہمراہ بادشاہی مسجد جا پہنچے اور نہایت شوق وادب سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ روئے مبارک پر نظر پڑی تو خواب میں نظر آنے والے بزرگ کو ہو بہو اپنے سامنے موجود پایا۔ وہ فوراً سمجھ گئے کہ العلماء ورثۃ الانبیاء کے مصداق حضرت کرمانوالے ہی اس وقت نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

---

☆ 1: درود خضری: صَلَّى اللهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمْ

## اصلاح احوال

پیر قدرت اللہ شاہ کا بیان ہے کہ حصول تعلیم سے فارغ ہو کر وہ حضرت کرمانوالہ شریف آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بعد ازاں چند سال کے لیے آستانہ عالیہ میں ہی قیام کی سعادت حاصل ہو گئی اور ہمہ وقت خدمت گزاری میں رہنے لگے۔

ایک دن ان کے دل میں خیال آیا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ساتھ والے کمرہ کے اندر ہیں۔ آپ وہاں سے کس طرح سب جگہ کا حال دیکھ لیتے ہیں۔ اتنے میں دیوار کی دوسری جانب ان کی اپنی آنکھوں کے سامنے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موجود نظر آئے۔ یہ ان کے وسوسہ کا جواب تھا اور عارضی طور پر ان کو یہ کیفیت حاصل ہوئی۔ ورنہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے تو کسی وقت کوئی حجاب نہ تھا۔

## امر بالمعروف

نیز بیان کیا کہ ایک دن حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجوزہ مسجد کے صحن میں کیکر کے درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ صفیں بچھی ہوئی تھی۔ وہ بھی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک کار سامنے سڑک پر آ کر رکی اس میں سے چند آدمی نکل کر آئے اور سلام کر کے دوسری صف میں بیٹھ گئے۔ آپ نے ان کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا "بیلیو! کہاں سے آئے ہو اور کس غرض سے آئے ہو؟ ایک نے عرض کیا کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہم لاہور سے آئے ہیں ایک ساتھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ آدمی بہت بیمار ہے۔ اس کے لیے دعا کروانے کی غرض سے آئے ہیں۔ آپ نے کوئی دوا تجویز فرمادی اور کہا کہ جاؤ، اللہ تعالیٰ اس کو صحت عطا فرمادیں گے۔ دوائی انہوں نے لکھ لی اور پھر پوچھا کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کوئی پرہیز ہو تو ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، حلال وحرام کی تمیز کیا کرو اور حرام سے پرہیز کرو۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہے اور پھر پوچھا کہ کون سی چیزوں سے پرہیز کیا جائے۔ اس پر آپ طیش میں آ گئے اور فرمایا جو میں کہتا ہوں،

اس کا خیال نہیں کرتے۔ جس چیز سے پرہیز ضروری ہے ادھر توجہ نہیں دیتے اور پرہیز کی رٹ لگا رکھی ہے۔

دراصل وہ سب چیزوں کی ناجائز ذخیرہ اندوزی اور فروخت کرنے والے تھے، آپ تبلیغ دین کے لیے ان کو حلال وحرام میں تمیز کرنے کی تاکید کر رہے تھے۔ بحکم كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (ترجمہ) مسلمانو! تم سب سے بہتر ہو کیونکہ لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتے ہو اور برائی سے بچنے کی ہدایت کرتے ہو۔ (القرآن)

## گمشدہ بچہ مل گیا

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ ایک پریشان حال شخص آیا اور عرض کیا "حضور میرا لڑکا ایک ماہ سے گم ہے۔ گھر سے ناراض ہو کر چلا گیا ہے، دعا فرمائیں کہ لڑکا گھر واپس آ جائے" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "جا بیلیا، اللہ رحم کر دے گا" وہ سمجھا کہ آپ نے سرسری طور پر کہہ دیا ہے اور توجہ سے دعا نہیں فرمائی۔ اس لیے وہ اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پھر اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "جاؤ، اللہ کریم رحم فرما دیں گے" وہ شخص پھر بھی بادل نخواستہ مجلس سے اٹھا اور دروازہ کے قریب جا کر رک گیا۔ لڑکے کی جدائی اسے تڑپا رہی تھی۔ آخر آپ کے ارشاد کے مطابق ایک خادم اس کے پاس گیا اور کہا کہ بھائی تم جاتے کیوں نہیں، تم جاؤ تم کو اجازت ہو گئی ہے" اس نے کہا، میں تو بڑی امیدیں لے کر آیا تھا، آپ لوگ مجھے دربار سے خالی نہ نکالیں میں تو لڑکا لے کر جاؤں گا۔ خادم نے جا کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پھر اس کی پریشانی کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ تو کہتا ہے کہ میں لڑکا لے کر جاؤں گا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "وہ اپنی ضد پر اڑا ہوا ہے، ہمارا کہا مانے تو کچھ بات بنے" چنانچہ خادم نے اس کو کہا کہ جاؤ تمہارا کام ہو جائے گا، اطمینان رکھو۔ یہ سن کر وہ شخص اسٹیشن پر چلا گیا اور لاہور سے آنے والی گاڑی میں سوار ہو کر اوکاڑہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اوکاڑہ پہنچا تو اس کا لڑکا بھی اس ڈبہ میں سوار ہونے کے لیے آ گیا۔ باپ نے آگے بڑھ کر بیٹے کو

گلے لگا لیا اور خوشی خوشی گھر لے گیا، چند دنوں کے بعد دونوں باپ بیٹا سلام کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

## مرض بواسیر سے نجات

سیالکوٹ سے جناب احسان قریشی صابری ایم۔ اے بیان کرتے ہیں کہ وہ 1959ء میں حضرت شیخ المشائخ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس مبارک پر پاکپتن شریف تشریف لے گئے۔ مختلف قسم کی افکار کی وجہ سے ان کو بواسیر کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا اور خون جاری رہنے کی وجہ سے سفر میں بہت تکلیف ہوا کرتی تھی۔ انہوں نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کے تمام بزرگان کرام اور صوفیائے عظام کی زیارت کے بعد خیال کیا کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے کوئی بزرگ اگر آئے ہوں تو ان کی زیارت بھی کرنی چاہیے اور دعا کرانی چاہیے۔ جوئندہ یابندہ۔ وہ عیدگاہ میں پہنچے جہاں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قیام پذیر تھے۔ عصر کی نماز پڑھی جا چکی تھی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علیحدگی میں بیٹھے تھے۔ صابری صاحب بھی چپکے سے پاس جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوجہ ہوئے اور پوچھا، آپ کہاں سے آئے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ سیالکوٹ سے حاضر ہوا ہوں۔ مصائب اور غم واندوہ کا مارا ہوا ہوں۔ بواسیر کا مریض ہوں۔ زندگی وبال بن چکی ہے۔ دعا کی درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں۔ پھر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک رباعی ترنم سے پڑھی۔

رباعی سنتے ہی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جوش میں آکر فرمایا "خواہ مخواہ گھبرا گئے ہو، معمولی سی بواسیر ہے اللہ کریم شفا بخش دیں گے۔ گلقند اور مکھن باہم ملا کر کھا لیا کرو۔ سکون قلب بھی نصیب ہو جائے گا۔" انہوں نے عرض کیا کہ گلقند تو میں عرصہ ایک ماہ سے کھا رہا ہوں، کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا "تم گلقند میں مکھن کی بجائے بادام روغن ڈالتے ہو گے اس لیے فائدہ نہیں ہوا" وہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ فقرہ (مبنی بر کشف) سن کر حیران ہوئے، واقعی وہ گلقند میں بادام روغن ڈال کر استعمال کرتے رہے تھے۔

پھر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے صوفیاء

کرام متعصب نہیں ہوتے۔ یہ خیال دل سے نکال دو مجھے ہی دیکھو، ہر سال باقاعدگی سے باوا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس پر حاضری دیتا ہوں۔ تمام سلسلوں کی منزل آخر ایک ہے دیکھو لاہور سے کراچی جانا ہو تو تیز رو بھی ہے، تیز گام بھی ہے، کراچی میل بھی، موٹر کار اور ہوائی جہاز بھی۔ سفر کسی ذریعہ سے کیا جائے، منزل مقصود سب کی ایک ہے۔ اس طرح ہر چہار سلسلہ کی منزل مقصود اسی کی ذات سے وصل ہے۔ اصل درویش دوسرے سلسلوں کے متعلق تعصب نہیں رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کو کج فہم سمجھتا ہوں جو وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی بحثوں میں پڑ کر قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں۔

## دعا سے مشکل حل ہوگئی

غلام نبی اشرفی ابیلاتی کیمبل پور سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے ماموں زاد بھائی معراج دین ایک غیر ملکی بورنگ کمپنی میں ملازم تھے۔ کسی بناء پر ان کا انگریز افسران سے ناراض ہو گیا اور ملازمت سے جواب دے دیا۔ بعد ازاں کئی جگہ پر انتہائی کوشش کی گئی لیکن روزگار کی کوئی صورت نہ بن سکی۔ آخر کار معراج دین آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کے لیے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا ''جاؤ، تم خود افسر بن جاؤ گے'' چنانچہ معراج دین پھر اسی ملازمت پر دوبارہ بحال ہو گیا اور بعد ازاں تھوڑے ہی عرصہ میں ترقی کر کے خود افسر بن گیا۔

## مریض پر رحم

شیخ چراغ دین فیروز پوری بیان کرتے ہیں کہ قیام پاکستان سے پہلے وہ فیروز پور میں تھے۔ انہیں سر کے بال جھڑنے کی بیماری ہوگئی۔ وہ کرمانوالہ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تکلیف بیان کی، حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''خربوزے کے بیج مع گودا کے ملنا اور خربوزہ کھالینا'' موسم خربوزہ کا نہیں تھا۔ اس لیے شیخ صاحب نے عرض کیا کہ حضور ان دنوں خربوزہ کہاں سے ملے گا۔ حضور نے تبسم فرمایا اور کہا علاج بھی ہم

بتائیں اور خربوزہ بھی دیں۔ یہ کہہ کر تکیے کے پچھلی جانب دست مبارک بڑھایا اور ایک تازہ خربوزہ عنایت کیا۔ شیخ صاحب خربوزہ پا کر بہت خوش ہوئے اور عرض کیا کہ میں یہ بے موسم کا خربوزہ گھر لے جا کر ضرور دکھاؤں گا۔ یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ خربوزہ آپ کے گھر نہیں جائے گا۔

تھوڑی دیر کے بعد شیخ چراغ دین اجازت حاصل کر کے گھر کو روانہ ہوئے اور راستہ میں یہی خیال ان کے دل میں قائم رہا کہ گھر جا کر یہ بے موسم کا خربوزہ ضرور دکھانا ہے۔ اسی خیال میں فیروز شاہ اسٹیشن پر پہنچ گئے، گاڑی آنے میں کچھ دیر تھی۔ ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گئے، پھر ان کے دل میں خربوزہ کھانے کا شوق اتنا غالب آیا کہ بے اختیار ہو کر خربوزہ کاٹا اور کھانا شروع کر دیا۔ حسب ارشاد اس کے بیج اور گودا سر پر مل لیا۔ شیخ صاحب کا بیان ہے کہ اسی دن سے بال جھڑنے کی تکلیف میں افاقہ شروع ہو گیا اور چند دنوں کے اندر مکمل آرام آ گیا۔

## مرید کی استعانت

صوفی محمد عالم فیروز پوری ایک دفعہ ذی الحجہ کے مہینہ میں حاضر خدمت ہوئے۔ دل میں سوچا کہ کیا ہی اچھا ہو اگر آئندہ ماہ محرم میں پاکپتن شریف پہنچ کر بہشتی دروازہ سے آپ کی معیت میں گزرنے کی سعادت حاصل ہو۔ حالات اور کام کی نوعیت کچھ ایسی تھی کہ حاضری مشکل نظر آ رہی تھی۔ آخر موقعہ پا کر آپ کی خدمت میں اپنی خواہش کا اظہار کر دیا۔ آپ نے فرمایا "چلے جانا، حاضری دے آنا"

آپ کے ارشاد کے مطابق سب مصروفیتوں کے باوجود وہ پاکپتن شریف پہنچ گئے۔ اس وقت دربار شریف میں خاصا ہجوم تھا اور پولیس کے سپاہی ہجوم پر قابو پانے کے لیے لوگوں کو دربار شریف کے احاطہ سے باہر نکال رہے تھے۔ صوفی صاحب نظامی مسجد کے قریب کھڑے تھے لیکن ان کی طرف کسی نے بھی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا اور نہ ہی کسی نے ان سے باہر جانے کو کہا۔ تمام رسومات میں وہ حاضر رہے۔ آخر کار جس وقت بہشتی دروازہ کھلا تو صوفی صاحب کو اچانک حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دکھائی دیئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے قریب آ کر کہا "آ، بہشتی

دروازہ سے گزریں" پھر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کو ساتھ لے کر بہشتی دروازہ کی طرف بڑھے۔ ابھی چند قدم ہی آگے بڑھے تھے کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مڑے اور پیچھے ہو کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صوفی صاحب کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیے، صوفی صاحب رک گئے اور عرض کیا حضور یہ بے ادبی ہے کہ میری پشت آپ کی طرف ہو اور یہ کہہ کر وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیچھے ہو گئے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیے۔ اسی حالت میں وہ بہشتی دروازہ سے داخل ہو کر حاضر دربار ہوئے پھر دروازے سے باہر نکل کر ہر چند حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تلاش کیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہیں نظر نہ آئے۔

صوفی صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ ایک موقعہ پر حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملتان میں تشریف فرما تھے۔ شیخ نیاز احمد بی۔ اے اسسٹنٹ کمشنر (پاکپتن والے) حاضر ہوئے اور آپ سے مسئلہ دریافت کیا کہ مزارات پر حاضری کے وقت مراد حاصل کرنے کے لیے کس طرح دعا کرنی چاہیے۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ علماء کے نزدیک یہ مناسب ہے کہ خدائے برتر کے حضور میں اس بزرگ کے وسیلہ سے حصول مراد کے لیے دعا کی جائے۔ لیکن فقراء کے نزدیک تو یہ طریقہ ہے کہ براہ راست اسی بزرگ کے سامنے دست طلب دراز کیا جائے۔

## قدیمی مسجد اور کنوئیں کی آبادی

ایک مرتبہ مولوی چراغ دین صاحب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں کرمانوالہ شریف میں حاضر ہوئے۔ باتوں باتوں میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "ریلوے اسٹیشن مغل پورہ (لاہور) کے مشرق کی جانب ریلوے لائن کے قریب ایک بزرگ کی بنائی ہوئی ایک بابرکت مسجد ہے جو کہ عرصہ دراز سے غیر آباد پڑی ہے، اسے آباد کرنا ضروری ہے"

مولوی چراغ دین صاحب لاہور پہنچے اور مسجد کی تلاش میں مغل پورہ گئے، وہاں انہوں نے ریلوے لائن کے قریب ایک مسجد دیکھی اور سمجھے کہ یہی وہ مسجد ہے، چنانچہ کرمانوالہ واپس جا کر حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ مسجد تلاش کر لی گئی ہے۔ آپ نے مسجد کا محل وقوع پوچھنے کے بعد فرمایا کہ یہ وہ مسجد نہیں ہے جس بابرکت مسجد کا آباد کرنا مقصود

ہے وہ اس مسجد کے مغرب میں واقعہ ہے، دوبارہ جاؤ گے تو مل جائے گی۔

مولوی چراغ دین پھر مسجد کی تلاش میں مغل پورہ پہنچے تو خودرو جھاڑیوں اور درختوں میں چھپی ہوئی ایک پرانی طرز تعمیر کی کشادہ مسجد دکھائی دی۔ جب پھر مولوی صاحب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "بس یہی مطلوبہ مسجد ہے جس سے ملحقہ کنواں بھی ہے" چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق جھاڑیاں وغیرہ صاف کر کے مسجد اور کنواں آباد کر دیا گیا اور حسب الارشاد اس کو "مسجد نور" کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ یہ بابرکت مسجد آباد ہو گئی اور پانچوں وقت اس میں اللہ کا نام لیا جانے لگا۔

کچھ عرصہ کے بعد ایک دفعہ سرہند شریف سے واپسی پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہ نفس نفیس اس مسجد میں آ کر چند دنوں کے لیے ٹھہرے ایک دن آپ چہل قدمی کرتے ہوئے مسجد کے جنوبی جانب ایک مقام پر رک گئے اور فرمایا "اس مقام پر ایک بہت بڑا کنواں ہے اور یہ کنواں بھی انہی بزرگ کا بنوایا ہوا ہے جن کے ہاتھوں اس مسجد مبارک کی تعمیر ہوئی تھی لہذا یہ کنواں بھی کھود کر چالو کیا جائے اور اس سے آبپاشی کا کام لیا جائے۔ اس کنویں کا پانی ہر مرض کے لیے اکسیر کا حکم رکھے گا" وہ بابرکت مسجد اور کنواں آج بھی مغلپورہ ریلوے اسٹیشن سے تھوڑے فاصلہ پر ریلوے لائن کے ساتھ بارونق اور آباد ہیں۔ جس جگہ آپ نے کنویں کا نشان دیا تھا وہاں کھدائی کی گئی تو دس فٹ کی گہرائی پر ایک بہت بڑے کنویں کے آثار برآمد ہوئے۔

## پھانسی کی سزا سے رہائی

گورنمنٹ کمرشل کالج سیالکوٹ کے ایک لیکچرار صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کا بھائی قتل کے مقدمہ میں ملوث ہو گیا، بے انتہا کوشش کی گئی۔ بہترین قانونی امداد کے باوجود سیشن جج نے پھانسی کی سزا سنا دی۔ اپیل کرنے پر ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں بھی پھانسی کی سزا بحال رہی۔ اب باقی صرف ایک ہی صورت رہ گئی تھی یعنی سربراہ مملکت کے پاس رحم کی اپیل، چنانچہ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق صدر مملکت کے پاس رحم کی اپیل کی گئی مگر یہاں بھی ناکامی مقدر میں تھی اور اپیل مسترد ہو گئی۔

آخر الامران کے والد صاحب نے دنیاوی تگ و دو سے مایوس ہو کر روحانی امداد کی طرف رجوع کیا اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر التجا پیش کی کیونکہ یہی آخری سہارا نظر آیا۔ واقعات سن کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا اور پھر ارشاد کیا، اللہ خیر کرے گا اور کوئی بہتری کی صورت پیدا ہو جائے گی۔

مرد کامل کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ کچھ دنوں بعد حکومت نے جشن انقلاب منانے کا فیصلہ کیا اور اس جشن کی خوشی میں صدر پاکستان نے پھانسی کی سزا پانے والوں کی سزائیں یا تو بالکل معاف کر دیں یا انہیں عمر قید میں تبدیل کر دیا۔ چنانچہ ان کے بھائی کی سزا بھی عمر قید میں تبدیل ہو گئی۔ یقیناً یہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا کا نتیجہ تھا بعد میں وہ وقت بھی آیا، جب بالکل خیر ہو گئی اور ان کے بھائی کو جیل سے رہائی بھی مل گئی۔

## بینائی عطا کردی

منڈی ہیرا سنگھ سے ایک شخص محمد اسحٰق نامی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خادم کمال الدین حجام جو اس کا رشتہ دار تھا وہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ آپ نے نہایت شفقت سے دریافت فرمایا "بھلیو! کیا بات ہے" کمال الدین نے بصد احترام عرض کیا کہ محمد اسحٰق کی ہمشیرہ کی بینائی جاتی رہی ہے، دعا فرمائیں، اللہ کریم اسے آنکھوں کی روشنی بخش دیں۔

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "کوئی بات نہیں اللہ کریم رحم کر دیں گے" "لڑکی کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی۔ اس سے کہو کہ لڑکی کی آنکھوں میں شہد کی سلائی لگایا کرے۔ محمد اسحٰق اور اس کی ہمشیرہ اس کے بعد بس میں سوار ہو کر منڈی ہیرا سنگھ چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد کمال الدین ان کی خیر و عافیت پوچھنے کے لیے منڈی ہیرا سنگھ گیا تو دیکھا کہ لڑکی کی دونوں آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں۔ محمد اسحٰق نے اس کو بتایا کہ جب وہ حضرت کرمانوالہ شریف سے بس میں سوار ہو کر اوکاڑہ سے چند میل کا فاصلہ طے کیا تو یک بیک لڑکی کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور اب حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا سے بالکل ٹھیک ہیں۔ تعمیل ارشاد کے طور پر وہ آنکھوں

میں شہد کی سلائی لگاتی رہی ہے۔

## بے سہاروں کا سہارا

سید نذیر احمد شاہ نے بیان کیا کہ ان کے گاؤں میں ایک شخص کے پاس ایک خوبصورت اور موٹی تازی گھوڑی تھی۔ وہ بانجھ ہو گئی تھی اور کئی سال سے اس نے کوئی بچہ نہیں دیا تھا۔ ایک رات چور آئے اور گھوڑی چرا کر لے گئے، مالک نے تھانہ میں چوری کی رپورٹ درج کرانا چاہی لیکن چور بہت بارسوخ اور بااثر تھے۔ ان کے اثر ورسوخ کی وجہ سے تھانہ والوں نے کوئی توجہ نہ دی اور ٹال دیا۔ گھوڑی کے مالک کی سید نذیر احمد شاہ سے راہ ورسم تھی۔ ایک دن وہ شاہ صاحب کے پاس بیٹھا ہوا گھوڑی کے متعلق باتیں کر رہا تھا کہ چوروں کے ایک ساتھی نے از روئے طعن کہا کہ تم سب مل کر ایک رسہ تو تیار کر لو جس سے گھوڑی کو واپس آنے پر باندھ سکو۔

یہ بات سن کر شاہ صاحب نے گھوڑی کے مالک سے کہا "بھئی اور تو ہماری اب کوئی سنتا نہیں، چلو حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس فریاد لے کر چلیں، وہاں یہ مشکل حل ہو گی" چنانچہ وہ دونوں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حضرت کرمانوالہ شریف جا پہنچے، حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وقت مکان کے باغیچے میں تشریف فرما تھے۔ شاہ صاحب کو دیکھ کر آپ نے فرمایا، پیر جی آپ کیسے آئے ہیں؟ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس میرے ساتھی کی گھوڑی چور لے گئے ہیں، چور بہت بارسوخ ہیں، پولیس والے کاروائی سے گریز کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا "پیر جی گھوڑی آ جائے گی، ایک نہیں دو آئیں گی۔ فکر نہ کریں اس آدمی کو کہیں کہ وہ کھرپا لے لے اور اس کیاری کو درست کر کے اس میں سے گھاس پھونس نکالے۔

کچھ دیر وہ آدمی کام کرتا رہا اور آپ آنے جانے والوں کی عرض داشتیں سنتے رہے اور اپنے خیال کے مطابق کام ختم کرنے کے بعد وہ شخص پھر آپ کے پاس آ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم اٹھ کر آ گئے ہو، کام جاری رکھتے تو تمہاری گھوڑیاں جلدی آ جاتیں۔ اب کچھ دیر لگے گی، جاؤ اللہ کریم رحم فرما دیں گے۔ پھر شاہ صاحب کو فرمایا کہ جا کر پولیس کے کپتان کو ملیں اور گھوڑی تلاش کرنے کے لیے کہیں۔

گھوڑی کے مالک کو ساتھ لے کر وہ پولیس کے کپتان کے پاس جا پہنچے۔ اس نے نہایت غور اور ہمدردی سے ان کی سرگزشت سنی اور اسی وقت گھوڑی تلاش کرنے کے لیے تھانیدار علاقہ کی طرف تاکیدی حکم جاری کر دیا۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں پولیس نے گھوڑی برآمد کر لی اور اسکے مالک کو واپس کر دی۔ گھوڑی واپس آئی تو وہ گابھن تھی اور پھر اس نے ایک خوبصورت بچھیری کو جنم دیا۔ اس طرح حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق ایک کی بجائے دو گھوڑیاں واپس مل گئیں۔

## گمشدہ اونٹنی خود بخود واپس آ گئی

چوہدری شادی، تہاڑہ ضلع لدھیانہ کے رہنے والے تھے اور حضرت قبلہ کے معتقدین خاص میں سے تھے وہ اکثر اوقات کرموں والا شریف (ضلع فیروز پور) میں حاضر خدمت ہوا کرتے تھے ایک دفعہ چوہدری صاحب کی ایک بہت عمدہ اونٹنی چور لے گئے۔ چند دن چوہدری صاحب تلاش میں سرگرداں رہے مگر بے سود اونٹنی کا کوئی سراغ نہ ملا ان کے مخالفوں نے آوازے کسنے شروع کر دیے کہ تم تو کہتے تھے میرے پیر کی برکت سے اونٹنی آ جائے گی کیا واپس آ گئی ہے؟ طعنے سن سن کر اور تلاش بے سود کے بعد وہ سیدھے حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حسب معمول ان کی خیر و عافیت پوچھی۔ چوہدری صاحب نے کہا کہ اور تو سب طرح سے حضور کی کرم نوازی ہے البتہ میری اونٹنی چور لے گئے ہیں تلاش کر کے تھک گیا ہوں وہ نہیں ملی اب تو لوگ طعنے دیتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جاؤ اونٹنی مل جائے گی اور چھن چھن کرتی آئے گی۔ چوہدری صاحب نے کہا کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لطف تو پھر ہے کہ آج ہی اونٹنی مجھ سے پہلے گھر پہنچ جائے۔ آپ نے تبسم فرمایا، اطمینان سے جاؤ، اللہ کریم ایسا ہی کر دیں گے اور اونٹنی تمہارے گھر پہنچنے سے پہلے آ جائے گی اور مجھے کیا کہتے ہو۔

چوہدری صاحب واپس اپنے گاؤں چل دیے جب گھر کے قریب پہنچے تو اونٹنی بھی بھاگتی ہوئی آئی اور ان سے پہلے گھر میں داخل ہو گئی اس کے گھٹنوں کے ساتھ گھنگرو بندھے ہوئے

چھن چھن کر رہے تھے۔

## ترقی مل گئی

شیخ خادم حسین انسپکٹر مارکیٹ کمیٹی اوکاڑہ پہلے مارکیٹ کمیٹی میں بطور کلرک کام کرتے تھے۔ اسی دفتر میں انسپکٹر کی آسامی خالی ہوئی تو شیخ صاحب نے بھی درخواست دے دی اور حضرت صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر دعا کے طلب گار ہوئے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ازراہ شفقت فرمایا "جس دن حاکم نے انتخاب کرنا ہو تم اس دن طرے دار پگڑی باندھ کر پیش ہو جانا۔ اللہ کریم مہربانی فرمائیں گے اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ شیخ صاحب انتخاب کے دن حسب ہدایت خوب ٹھاٹھ سے افسر اعلیٰ کے روبرو پیش ہوئے۔ افسر اعلیٰ نے کہا: بے شک تمہارا تجربہ بھی ہے اور تم منتظم بھی ہو لیکن دوسرے امیدواروں کے مقابلے میں تمہاری تعلیمی قابلیت کم ہے۔ ان میں ایف۔ اے اور بی۔ اے پاس ہیں اور تم دسویں پاس بھی نہیں ہو۔ شیخ صاحب نے خاموشی سے سب باتیں سنیں اور سمجھے کہ کامیابی کی امید بہت کم ہے۔

افسر اعلیٰ نے امیدواروں کا انتخاب کر لیا، پہلے نمبر پر ایک بی۔ اے پاس امیدوار کو رکھا گیا اور دوسرے نمبر پر شیخ خادم حسین تھے۔ وہاں سے فارغ ہو کر حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچے اور گزارش کی کہ افسر اعلیٰ نے مجھے دوسرے نمبر پر رکھا ہے۔

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سن کر ارشاد فرمایا "تم دوسرے نمبر پر کیسے ہو تم تو پہلے نمبر پر ہو" چنانچہ جس شخص کا نام پہلے نمبر پر تجویز ہوا تھا۔ وہ ایک دائمی مریض شخص تھا۔ وہ اپنی بیماری کی وجہ سے ملازمت پر حاضر نہ ہو سکا، شیخ صاحب کچھ عرصہ کے بعد اس آسامی پر عارضی طور پر کام کرنے لگے اور پھر حسن کارکردگی کی بناء پر مستقل ہو گئے۔

## ملازمت پر باعزت بحالی

دفتر ضلع کچہری ساہیوال کے ایک پرانے اہلکار سید نذیر حسین ایک دفعہ رشوت ستانی

کے ایک مقدمہ میں ملوث ہو گئے۔ قصور دراصل کسی ماتحت کا تھا لیکن نزلہ ان پر آ گرا اور ملازمت سے معطل کر دیے گئے۔ بیچارے عیالدار تھے اور معمولی سی بات پر پریشانی میں مبتلا ہوئے۔ چند روز دوران تفتیش پولیس کے زیر حراست بھی رہے۔ آخر بعض احباب کے کہنے پر حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور گریہ وزاری سے التجائے دعا کی۔ حضور نے شفقت سے فرمایا کہ "جاؤ، بری ہو جاؤ گے"

تفتیش مکمل ہونے کے بعد ان کا مقدمہ ایک سخت قسم کے مجسٹریٹ کے سپرد ہو گیا تو ان کو اور بھی پریشانی لاحق ہوئی۔ حاکم مذکورہ میں نرمی نام کو نہ تھی۔ شاہ صاحب پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بظاہر اب تو رہائی کی بھی کوئی صورت نہیں حاکم بے حد سخت ہے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر تسلی و تشفی دی اور فرمایا "جاؤ، بری ہو جاؤ گے اور مجھے کیا کہتے ہو"

مقدمہ تاریخ مقررہ پر پیش ہوا۔ حاکم عدالت تمام مقدمات کی سزائیں سناتا چلا جا رہا تھا۔ لیکن شاہ صاحب کے فیصلہ کے کاغذات ہاتھ میں اٹھانے کے بعد ان پر پھر نظر دوڑائی اور سب سے آخر میں کاغذات کے نیچے رکھ دیے اور دوسرے مقدمات میں سزائیں سنانے لگا۔ کام ختم کرنے کے بعد اس نے شاہ صاحب کے کاغذات ہاتھ میں لیے اور حکم سنایا کہ جاؤ تم بری ہو۔ میں کسی پر خواہ مخواہ ظلم کرنا نہیں چاہتا۔

اس عدالت کے جس اہلکار نے فیصلہ ٹائپ کیا تھا بعد میں شاہ صاحب کو بتایا کہ اس حاکم کی زندگی میں یہ پہلا موقع ہے کہ اس نے تحریر شدہ فیصلہ کو بدلا ہے، شاہ صاحب! آپ کو واقعی کسی کامل بزرگ کی امداد حاصل ہے۔

## قتل کا ملزم بری

ایک صاحب قصور سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک دیہاتی حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کا لڑکا اور ایک اور نوجوان قتل کے مقدمہ میں ماخوذ تھے۔ چند دنوں کے بعد سیشن جج فیصلہ کرنے والا تھا۔ دیہاتی صاف گو آدمی تھا۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب

دریافت فرمایا کہ بابا کیسے آئے ہو تو دیہاتی نے عرض کیا کہ میرے بیٹے اور اس کے ایک ساتھی نے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ نوجوانوں نے سخت غلطی کی ہے ان کو معافی دی جائے۔

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دریافت فرمایا کہ "آخر قتل کی وجہ کیا تھی۔ بوڑھے دیہاتی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا، حضور پرانی رنجش تھی اور بس وہ بدقسمتی سے ان کے سامنے آ گیا۔ انہوں نے طیش میں آ کر اسے مار ڈالا۔ اس دیہاتی کی صاف گوئی سے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا" جاؤ بابا، تمہارا لڑکا بری ہو جائے گا لیکن کسی کو قتل نہیں کرنا چاہیے یہ بہت بڑا گناہ ہے" دیہاتی بولا، حضور بے شک وہ آئندہ ایسا قصور نہیں کریں گے۔ دیہاتی نے پھر عرض کیا کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھ پر تو کرم فرمایا کہ میرے لڑکے کو بری کر دیا لیکن میرے لڑکے کے دوست کے والدین کیا کہیں گے کہ اپنے لڑکے کو تو چھڑا لایا اور ہمارا لڑکا پھنسا رہا۔

آپ مسکرائے اور فرمایا "جاؤ بابا دونوں بَری ہو جائیں گے لیکن توبہ کریں" آٹھ دس دن کے بعد وہی بوڑھا دونوں نوجوانوں کو ساتھ لے کر پھر حاضر خدمت ہوا۔ وہ مقدمہ سے بَری ہو چکے تھے اور اظہار عقیدت کے لیے آئے تھے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا "جاؤ پھر کبھی ایسا برا کام نہ کرنا"

## موت کے منہ سے نجات

مہر غلام محمد، سابق سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی اوکاڑہ کا بیان ہے کہ "حضرت کرمانوالہ ریلوے اسٹیشن منظور ہوا تو 15 اکتوبر 1950ء کو اس کا اجراء ہونے والا تھا۔ افتتاحی تقریب کی خوشی میں ریلوے اسٹیشن اور گاؤں کو جھنڈیوں سے سجانے کا پروگرام بنایا گیا۔ حضرت کرمانوالہ ریلوے اسٹیشن کے عین سامنے گاؤں میں داخل ہونے کا بڑا دروازہ ہے۔ ان دنوں یہ ڈیوڑھی نما عمارت تنہا کھڑی تھی۔ کوئی اور مکان اس سے ملحق نہ تھا۔ دن کی روشنی میں باقی جگہوں پر جھنڈیاں لگا دی گئیں تو نمازِ مغرب کی اذان ہو گئی۔ ڈیوڑھی پر جھنڈیاں لگانے کا پروگرام ملتوی کر کے ہم سب حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ نماز ادا کرنے چلے گئے۔ نماز ادا کر کے دعا کے

بعد ہم جلدی اٹھ آئے اور ڈیوڑھی کی دیوار کے ساتھ ایک سیڑھی لگا کر میں چھت پر جانے کے لیے سیڑھی پر چڑھنے لگا۔ اتنے میں دور سے صاحبزادہ صاحبان (جناب محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور جناب عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے آتے دکھائی دیے وہ بلند آواز سے فرما رہے تھے کہ ڈیوڑھی کے اوپر کوئی آدمی نہ چڑھے۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صاحبزادہ صاحبان کو حکم دیا ہے کہ وہ خود سیڑھی پر چڑھ کر جھنڈیاں لگائیں۔ چنانچہ مہر صاحب پھر سیڑھی سے نیچے اتر آئے۔ دونوں صاحبزادہ صاحبان بیک وقت اوپر جانا چاہتے تھے لیکن سیڑھی کمزور تھی۔ اس لیے صاحبزادہ محمد علی شاہ ایک ہاتھ میں ہتھوڑی اور دوسرے میں ٹارچ لے کر سیڑھی پر چڑھ گئے۔ ابھی چھت پر نہیں اترے تھے کہ ٹارچ روشن کی، سیڑھی کے عین سامنے ایک لمبا سا زہریلا سانپ لیٹا ہوا نظر آیا۔ صاحبزادہ صاحب نے ہتھوڑی کا وار کیا اور سانپ تڑپ تڑپ کر مرگیا۔

اللہ، اللہ ولی کامل کی نگاہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ سانپ کی موجودگی کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فی الفور میری حفاظت کا انتظام فرما دیا اور صاحبزادہ صاحبزادگان کو روانہ فرما کر مجھے موت کے منہ سے بچالیا۔ میں چھت پر اترتا تو یقیناً سانپ مجھے ڈس لیتا۔

## مرید کی دستگیری

مولوی مقصود احمد صاحب سکنہ باجڑہ گڑھی ضلع سیالکوٹ کا بیان ہے کہ ان کے ایک عزیز بابو غضنفر علی ایف۔ اے پاس تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرم نوازی سے محض کلرک بھرتی ہو کر جلد ترقی کر کے ایس۔ ڈی۔ او بن گئے، وہ پشاور چھاؤنی میں کام کرتے تھے۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران ان کو پشاور سے بنگال تبدیل کر دیا گیا۔ اچانک روانگی کی وجہ سے وہ مکمل چارج نہ دے سکے اور ان کے خلاف کئی ہزار روپے کے غبن کا مقدمہ بن گیا۔ بنگال سے پھر بذریعہ تار واپس پشاور بلا لیا گیا اور ملازمت سے معطل کر کے تحقیقات شروع کر دی گئی۔ اس سلسلہ میں ایک انگریز افسر اور علاقہ کے تھانیدار ہمارے گاؤں میں آئے اور بابو غضنفر علی کے مکان کی

تلاشی لے کر تمام اشیا ضبط کر کے ایک کمرہ میں بند کرنے کے بعد تالا لگا دیا اور دوسرے دن ٹرک پر لاد کر سارا سامان پشاور لے جانے کا پروگرام بنا لیا۔ اسی پریشانی کے عالم میں راتوں رات مولوی مقصود احمد صاحب حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں کرموں والا ضلع فیروز پور پہنچ گئے حضور! نے پہلا سوال یہی کیا کہ'' مجھے بابو غضنفر علی کی بات سناؤ''مولوی صاحب نے سارا ماجرہ بیان کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طیش میں آ کر فرمایا' بڑے ظالم ہیں غریب کے مکان پر چھاپہ مار دیا'' پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا۔ ''مقصود احمد جاؤ کھانا کھاؤ۔ کوئی فکر نہیں ہے اللہ کریم رحم کر دیں گے۔'' نماز عصر کے قریب پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں چند چھوٹی چھوٹی چیزیں لے جائیں گے جن پر سرکاری نشان ہیں ہمارا سامان نہیں لے جائیں گے۔

دوسرے دن حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجازت لے کر جب گھر واپس پہنچے تو پتہ چلا کہ جب وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے وہی انگریز افسر آ گیا۔ سکھ سب انسپکٹر پولیس اس کے ہمراہ تھا بابو غضنفر علی کے مخالفین بغلیں بجا رہے تھے اور گاؤں کے تمام مرد و زن کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ جب ٹرک پر سامان لادلیا گیا تو سکھ سب انسپکٹر نے کہا کہ جناب کیا یہ پلنگ میزیں اور کرسیاں آپ کے گھر میں نہیں یا میرے گھر میں نہیں ہیں؟ انگریز افسر نے کہا ہاں واقعی یہ چیزیں تو سب کے گھر میں ہوتی ہیں۔ پھر کیا کرنا چاہیے'' سکھ سب انسپکٹر نے کہا یہ سب چیزیں یہاں ہی مقفل کر کے کسی کی ضمانت میں رکھ دیں البتہ سرکاری نمبر والی اشیاء لے جائی جا سکتی ہیں۔'' چنانچہ انگریز افسر نے گھر کا سارا سامان ایک کمرہ میں مقفل کر کے سر بمہر کر دیا اور کہا کہ مقدمہ کے فیصلہ پر جو حکم ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا۔ اس طرح مخالفین کی شرارت ختم ہو گئی اور وہ انگریز افسر پشاور پہنچتے ہی موٹر سائیکل سے گر کر مر گیا۔ دیگر پولیس افسروں کی شہادت سے بابو غضنفر علی کے خلاف غبن کا کیس ثابت نہ ہو سکا۔ یہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرم فرمائی تھی فیصلہ یہ ہوا کہ بابو غضنفر علی کو تنزلی کے بعد پھر ۴۵ روپے ماہوار کلرک مقرر کر دیا جائے۔

مقدمہ سے بری ہونے کے بعد بابو غضنفر علی حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی زبانی ساری سرگزشت سنی اور فرمایا فکر نہ کرو تم جلد ہی بڑے افسر بن جاؤ گے چنانچہ دو تین سال کے بعد وہ پھر اپنی حسن کارکردگی

اور محنت کی وجہ سے ہیڈ کلرک بن گئے اور بعد ازاں اسی عہدہ سے ریٹائر ہو کر پنشن حاصل کی۔

## شیخ کامل کی غیبی امداد

ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب زرعی یونیورسٹی سے ایم۔ایس۔سی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے امریکہ چلے گئے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک دن پروفیسر صاحب کا لیکچر غروب آفتاب کے بعد ختم ہوا۔ رات کے سائے پھیل چکے تھے۔ پروفیسر صاحب نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ کے پاس گھر پہنچنے کے لیے کوئی کار یا موٹر سائیکل ہے۔ ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب نے نفی میں جواب دیا پروفیسر صاحب نے ان کی ایک ہم سبق لڑکی سے دریافت کیا کہ "تمہارے پاس کوئی موٹر کار ہے" وہ جھٹ بول اٹھی کہ ہاں میں ان کو اپنے ساتھ لے چلوں گی۔ وہ دونوں کچھ دور سڑک پر چلتے گئے تو ڈاکٹر رحیم صاحب نے دریافت کیا کہ تمہاری گاڑی کہاں ہے وہ لڑکی کہنے لگی کہ ابھی کوئی ٹیکسی لے لیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب حیران تھے کہ خدا خیر کرے۔ اتنے میں ایک ٹیکسی آئی اور دونوں اس میں سوار ہو گئے۔ اس لڑکی کی اقامت گاہ راستہ میں تھی جب وہاں پہنچے تو اس نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ اگر آپ میرے ساتھ کافی کی ایک پیالی پی لیں تو آپ کی بڑی مہربانی ہو گی۔ ڈاکٹر صاحب نے سادگی اور صاف دلی سے اس کی دعوت قبول کر لی۔ کیونکہ انکار بد خلقی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کو لڑکی نے ملاقات کے کمرہ میں بیٹھا دیا اور خود قہوہ تیار کر کے لانے کے لیے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی تو رات کا لباس پہنے ہوئے تھی اور کافی کے برتن اس کے ہاتھوں میں تھے۔ اب اس کے انداز بدل چکے تھے اور وہ غمزہ و ادا کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس مرحلہ پر ڈاکٹر صاحب کو احساس ہوا کہ وہ کس خطرناک صورت حال میں پھنس گئے ہیں۔ نجات کی راہیں مسدود نظر آئیں تو معاً اپنے پیرومرشد حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خیال مبارک دل میں آیا۔ نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دروازے میں کھڑے دکھائی دیے ڈاکٹر صاحب نے اپنے آپ کو سنبھالا اور فوراً اٹھ کر دروازے کی طرف بھاگے، دروازہ کھل گیا اور باہر سڑک پر پہنچ کر ٹیکسی میں بیٹھ کر روانہ ہو

گئے۔اس طرح شیخ کامل کی کرم نوازی سے ڈاکٹر صاحب اس غارت گر ایمان کے پنجے سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ بے شک شیخ کامل اپنے عقیدت مندوں کی دستگیری اور اعانت کے لیے ہزاروں میل کے فاصلے پر بھی آناً فاناً پہنچ جاتے ہیں۔

## حضرت قبلہ کا طریقہ تلقین

ڈاکٹر محمد رفیق صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ زراعت نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں اپنی اولین حاضری کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ لاہور سے وہ اپنے والد ماجد مرحوم ومغفور کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ ان کے چچازاد بھائی سیٹھ محمد شفیع بھی ان کے ساتھ تھے۔ لاہور سے عمدہ آموں کا ایک ٹوکرا بطور نذر پیش کرنے کے لیے ساتھ لے لیا۔ فیروز پور اسٹیشن سے کرموالہ شریف دو اڑھائی میل کی مسافت پر تھا۔ ہم آرام طلب شہری نوجوان! خیر جوں توں کر کے منزل مقصود پر پہنچے، نماز مغرب کے بعد کھانا کھایا اور پھر نماز عشاء کے بعد ایک خادم نے کہا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز فجر کے بعد ملاقات کریں گے۔ سب صاحبان اب آرام کریں۔

شوق دیدار نے ہمیں بے قرار کر رکھا تھا۔ ہم نے میاں بالا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (میاں محمد اقبال) کو آموں کا ٹوکرا پیش کر کے کہا کہ یہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پہنچا دیں۔ میاں بالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ''لے جاؤ یہ ٹوکرا، تم شہری بہت ہوشیار اور چالاک ہوتے ہو۔ یہاں ٹوکروں کی پرواہ نہیں۔ ملاقات صبح کے وقت ہی ہوگی۔'' ہم دونوں نوجوان تھے۔ ہم دیر تک باتیں کرتے رہے سیٹھ محمد شفیع نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ سب دکانداری معلوم ہوتی ہے چلو صبح کی نماز کے بعد واپس چلیں اور آم بھی ساتھ لیتے چلیں گے۔ راستہ میں لوگوں میں تقسیم کر دیں گے۔

نماز فجر کے بعد ہم روانگی کے لیے تیار ہو رہے تھے کہ خلاف معمول آپ نے تھوڑی دیر کے بعد حجرہ شریف کا دروازہ کھولا اور خادم کو ارشاد فرمایا کہ رات کے وقت لاہور سے جو تین آدمی آئے تھے۔ ان میں سے سب سے چھوٹے نوجوان کو بلا لاؤ۔ میں خدمت میں حاضر ہوا

عجیب کیفیت تھی رعب ولایت سے میں خاموش بت بنا بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا ''برخوردار! یہاں دکانداری نہیں ہے'' میں تو بزرگوں کے حکم کے مطابق بیٹھا ہوا ہوں۔ بعد ازاں ڈاکٹر صاحب کے والد بزرگوار بھی حاضر ہوئے اور سب کو آپ نے اپنی کرم نوازی سے گرویدہ بنالیا اور ہمیں آپ کی علوشان کا پوری طرح احساس ہوا اور ہماری دنیا ہی بدل گئی۔

## کراچی کا سیٹھ

شیخ چراغ دین فیروز پور کے رہنے والے تھے۔ دیہات میں پھیری کر کے کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ کرموالہ شریف ضلع فیروز پور گئے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلقہ غلامی میں داخل ہو گئے۔ پھر وقتاً فوقتاً خدمت بابرکت میں حاضر ہونے لگے آپ جب بھی خدمت میں حاضر ہوتے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شفقت سے فرماتے۔ ''آ بیٹھیا کراچی دیا سیٹھا آ گیا ایں'' شیخ صاحب حیران ہوتے کہ میں تو بمشکل مزدوری کر کے بال بچوں کا پیٹ پالتا ہوں اور حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھے ہر مرتبہ اسی طرح مخاطب فرماتے ہیں۔ اس سے شیخ صاحب کی ڈھارس بندھ جاتی اور وہ یقین کر لیتے کہ انشاء اللہ مرد کامل کی نظر عنایت سے ان کے دن پھر جائیں گے۔

پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو وہ سرزمین پاکستان میں داخل ہوتے ہی سیدھے کراچی پہنچے۔ کاروباری آدمی تھے کاروبار کے مرکز جوڑیا بازار میں انکوایک اچھی دکان الاٹ ہو گئی۔ رہائش کا مسئلہ بھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کرم سے جلد حل ہو گیا اپنے لڑکوں کی امداد سے وہ کاروبار میں مشغول ہو گئے اور بہت جلد اس کاروباری مرکز میں اپنی ساکھ بنالی۔ حتیٰ کہ چند سالوں کے اندر ہی سیٹھ چاچا کے نام سے مشہور ہو گئے اور کراچی میں سیٹھ چراغ دین کے مشہور و معروف نام سے پہچانے جاتے، بعد میں ان کے کاروبار میں بہت وسعت پیدا ہو گئی وہ امور دینیہ میں سرگرمی سے حصہ لینے والے بزرگ تھے بڑے بڑے کاروباری میمن حضرات بھی ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔

## عالم دین پر نظر کرم

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کچھ عرصہ ستلج کاٹن ملز سے ملحقہ ہائی سکول میں معلم اسلامیات کی حیثیت سے کام کرتے رہے آپ ہر جمعرات کو نماز عصر کے بعد اپنے احباب کے ہمراہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضری کے لیے آتے اور اکثر اوقات حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کی تعمیل میں خوش الحانی سے نعت سنایا کرتے تھے۔ وہ عموماً عظیم البرکت امام اہلسنت حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سوز و محبت میں ڈوبی نعتیں پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن نعت پڑھ چکے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دریافت فرمایا مولوی صاحب آپ کو کیا تنخواہ ملتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ "نوے روپے" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا صرف نوے روپے؟ آپ کی تنخواہ چار سو روپیہ ہونی چاہیے۔ مولانا یہ سن کر خوش تو ہوئے لیکن گہری سوچ میں ڈوب گئے کہ یہ تو بڑی بات ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پھر دریافت فرمایا کہ "کیا آپ کبھی کراچی بھی گئے ہیں؟" انہوں نے جواب دیا کہ نہیں حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کراچی جانے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ برخوردار کراچی جانا چاہیے! چنانچہ کچھ دنوں کے بعد بعض دوستوں کی دعوت پر بعزم کراچی روانہ ہو گئے وہاں پر ان کو ایک ماہ رکنا پڑا اور کئی تقریبات میں شمولیت کی۔ بالآخر میمن مسجد کے خطیب منتخب ہو گئے اور ان کی ماہوار تنخواہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد عالیہ کے مطابق چار سو روپیہ ہی مقرر ہوئی۔ اس کے بعد کراچی کے دینی حلقوں میں ان کے مقبولیت میں اضافہ ہوتا گیا اور وہ کراچی کے ہی ہو کر رہ گئے۔

## روحانی تصرف کے ذریعہ دستگیری

خواجہ منظور احمد صاحب قیام پاکستان کے بعد لدھیانہ سے کراچی آ گئے۔ یہاں گرو مندر کے قریب ان کو ایک کشادہ دو منزلہ مکان الاٹ ہو گیا جس کا محل وقوع نہایت عمدہ ہے۔ ان کے بڑے کنبہ کے لیے یہ ایک موزوں مکان تھا نچلے حصہ میں وہ مع اہل و عیال فروکش ہو گئے کچھ

دنوں کے بعد ان کے بڑے بھائی کی سفارش پر ایک ہندو وکیل بھیم جی کو عارضی طور پر قیام کے لئے بالائی منزل دے دی گئی خواجہ صاحب کی یہ کشادہ دلی انسانی ہمدردی کی بنا پر تھی۔ ہندو وکیل نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے مکان کا بندوبست کر کے اس میں منتقل ہو جائے گا۔ وقت گزرتا گیا حتی کہ وکیل کی نیت میں فتور پیدا ہوا اور اس نے بالائی حصہ کے قبضہ کے لئے قانونی چارہ جوئی شروع کر دی اب خواجہ صاحب کو معاملہ کی نزاکت کا احساس ہوا۔ پانی سر سے گزر چکا تھا۔ جواباً قانونی چارہ جوئی کا سہارا لیا لیکن جب زیادہ خطرہ محسوس ہوا تو ایک دن اپنے خاص آدمی میاں محمد بوٹا سیالکوٹی کو عرض حال کے لیے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حضرت کرمانوالہ شریف روانہ کر دیا۔

میاں محمد بوٹا حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود بخود خواجہ منظور احمد کی خیر و عافیت دریافت کی، اس نے کہا باقی تو سب ٹھیک ہے مگر مکان کے بارے میں بہت پریشان ہیں ہندو وکیل اب بالائی منزل پر قبضہ کرنے کے لیے قانونی چارہ جوئی کر رہا ہے۔" یہ سنکر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پر جلال لہجہ میں فرمایا" مکان ہمارا اپنا ہے بزرگوں نے ہمیں عطا کیا ہے وہ ہندو وکیل اس معاملہ میں دخل دینے والا کون ہوتا ہے۔ مکان ہم سے کوئی نہیں لے سکتا۔ ہمارے پاس ہی رہے گا۔

کراچی میں وہ وکیل بھیم جی اور اس کے دوسرے رشتہ دار جو دوسری جگہوں پر اقامت پذیر تھے اس رات سخت دہشت زدہ رہے اور کبھی بھی اس خاندان کا کوئی فرد رات کو چین سے نہ سو سکا۔ صبح کو سارے خاندان کے لوگ ایک جگہ اکٹھے ہوئے اور سب نے اپنی اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ پڑھے لکھے لوگ تھے سمجھ گئے کہ خواجہ صاحب سے ٹکر لینے کا نتیجہ ہے سب مل کر خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منت سماجت کے بعد طے ہوا کہ مقدمہ واپس لے لیا جائے گا اور جتنی جلدی ممکن ہو سکا مکان خالی کر دیا جائے گا چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد تصفیہ ہو گیا اور وہ مکان کی بالائی منزل خالی کر کے چلے گئے۔

## شر اعداء سے حفاظت کا انوکھا ہتھیار (عصائے موسوی)

مناظر اسلام مولانا محمد عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صدیقی اچھروی بلند پایہ خطیب تھے ان کی طبیعت میں مناظرہ اور مجادلہ کا رنگ غالب تھا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پرخلوص عقیدتمندوں میں سربرآوردہ ہستی تھے۔ مختلف الخیال عقاید کے لوگوں سے ان کے مناظرے جاری رہتے تھے اسی وجہ سے بعض اوقات مخالفین کی عداوت کے سبب ان کو پریشانیوں میں بھی مبتلا ہونا پڑتا تھا۔ ایک دفعہ سندھ اور ریاست خیر پور کے دورہ سے واپس لوٹے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ مخالفین کی شرارتوں اور دھمکیوں کی وجہ سے ان کی طبیعت سخت پریشان تھی اور سکون نہیں تھا۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں شرف باریاب ہوتے ہی سکون قلب حاصل ہوا اور طمانیت میسر ہوئی لیکن پھر بھی مخالفین کی شرانگیزیوں اور اپنی پریشانیوں کا ذکر کر ہی دیا اور عرض کیا کہ پستول کا لائسنس مل جائے تو حفاظت کے لیے پستول خرید لوں، حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میٹھے میٹھے الفاظ میں تسلی وتشفی دی اور اپنے خادم کو فرمایا کہ جا بیری کے درخت سے ایک موٹا ڈنڈا کاٹ کر عصا بنا کر لاؤ۔ خادم تھوڑی دیر کے بعد عصا لے کر آ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ عصا مولوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تھما دیا اور فرمایا کہ اسے عصائے موسوی سمجھیں اور بے فکر ہو کر تبلیغ دین کا کام کریں۔ اسے اپنے ساتھ رکھیں، اللہ تعالیٰ مخالفین کے شر سے محفوظ رکھے گا، پستول کی کیا ضرورت ہے۔

حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے بعد سفر وحضر میں وہ عصا اپنے ساتھ رکھتے تھے اور ان کی ہیبت سب پر چھائی رہتی تھی۔ حتیٰ کہ گھر میں مرغیوں کے ڈربے کے ساتھ کھڑا کر دینے سے رات کو بلیوں سے بھی مرغیوں کی حفاظت ہوتی تھی۔

## مشکل مسئلہ حل کر دیا

واعظ شیریں بیان مولانا محمد سعید احمد نقشبندی خطیب مسجد حضرت داتا گنج بخش

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا کہ 1960ء میں ایک شرعی مسئلہ سمجھنے اور شرف زیارت حاصل کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوا۔ سردی کا موسم تھا آپ اس وقت اپنی حویلی کی چاردیواری کے اندر شمال مغربی کونے میں بستر پر تشریف فرما تھے۔ ناچیز قریب پہنچا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے از راہ عنایت ومہربانی کرتے ہوئے اپنے قدم مبارک کے پاس زمین پر بیٹھنے کا ارشاد فرمایا۔ بندہ جب اس قدر قریب ہو کر بیٹھ گیا تو آپ نے اپنے پاس رکھی ہوئی ایک کتاب ہاتھ میں لے کر فرمایا مولوی صاحب اس کتاب کے فلاں صفحہ کی عبارت پڑھیں۔ میں نے کتاب کھولی، فارسی زبان کی کتاب تھی جب میں نے اس صفحہ پر تحریر شدہ عبارت پڑھی تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ اس مقام پر اسی مسئلہ کی وضاحت درج تھی جو میں سمجھنے کے لیے حاضر ہوا تھا۔ جب میں مکمل عبارت پڑھ چکا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "مولوی صاحب کیا مسئلہ سمجھ میں آ گیا ہے؟" میں نے اثبات میں جواب دیا اس کے بعد مختلف علمی مسائل پر آپ کافی دیر تک روشنی ڈالتے رہے اور میں آپ کے تبحر علمی سے مستفید ہوتا رہا۔ سادہ الفاظ میں بہت سے دقیق مسائل کی وضاحت فرما دی۔

### دست غیب

مولوی مقصود احمد سکنہ باجڑہ گڑھی ایک مڈل سکول میں صدر مدرس تھے۔ ان کی تنخواہ 35 روپے ماہوار تھی۔ کئی سال تک کوئی ترقی نہ ہوئی مگر اس قلیل تنخواہ میں بھی اتنی برکت ہوئی کہ انہوں نے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی اور رہائشی مکان کی پرانی عمارت مسمار کر کے نئی پختہ عمارت بھی تعمیر کر لی۔ اک دفعہ ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں عرض کروں کہ میری تنخواہ میں اضافہ کیا جائے۔ حاضر ہوئے تو بقول

اے لقائے تو جواب ہر سوال

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود ہی فرمایا "مقصود احمد تمہاری تنخواہ کتنی ہے؟" وہ جواب دینے نہ پائے تھے کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ جاؤ بتانے کی کیا ضرورت ہے کوئی کمی نہیں رہے گی۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضور انور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس ارشاد مبارک کے بعد ان کی تنخواہ میں ہر سال اضافہ ہونے لگا۔ حتیٰ کہ ریٹائرمنٹ کے وقت ان کی ماہوار تنخواہ 335 روپے تک پہنچ چکی تھی تمام بچوں کی شادیوں میں فراخدلی سے خرچ کیا اور دستِ غیب کی عطائیں بڑھتی ہی گئیں۔

1964ء میں ملازمت سے ریٹائر ہو گئے تو خدمت اقدس میں حاضری کے وقت عرض کیا، حضور تمام سرکاری ملازمین کو پنشن مل جاتی ہے مگر میری پنشن نہیں ہے حضور انور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا "منشی جی! فکر نہ کرو۔ اللہ کریم تمہاری پنشن بھی مقرر فرما دیں گے" چنانچہ دوسرے ریٹائرڈ مدرسین کے ساتھ مل کر تھوڑی سی کوشش کرنے کے بعد حضور انور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق آغاز ملازمت سے سب کی سرکاری سروس شمار کر لی گئی اور اللہ کریم کے فضل سے سب کو پنشن مل گئی۔

**اولادِ نرینہ عطا ہوئی**

موضع مہوں کے پاکپتن شریف کی ایک نواحی بستی ہے وہاں کے نمبردار حاجی سکندر خاں آپ کے مخلص عقیدتمندوں میں سے تھے اور آپ کو بھی حاجی سکندر خاں سے محبت تھی۔ درگاہ عالیہ پاکپتن شریف کی حاضری سے فراغت کے بعد ایک مرتبہ آپ حاجی سکندر خاں اور دوسرے عقیدتمندوں کی پُرخلوص دعوت پر خاص مہوں کے تشریف لے گئے۔ گاؤں میں کچھ دیر قیام کے بعد جب آپ کی روانگی کا وقت آیا تو ایک پریشان حال دیہاتی نوجوان عورت اس مکان کے باہر آ کر بیٹھ گئی جہاں آپ فروکش تھے کسی نے اس سے اس کی پریشانی کا سبب پوچھا تو وہ کہنے لگی کہ اولاد کی دولت سے محروم ہوں اور زندگی وبال بن گئی ہے اس شخص نے کہا کہ بی بی! اب تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بالکل روانہ ہونے والے ہیں، اب کیسے عرض پیش کی جائے" وہ عورت دُھن کی پکی تھی، اٹھی اور جھٹ گاؤں سے باہر جا کر اس راستہ پر لیٹ گئی جہاں سے آپ کی موٹر کار گزرنے والی تھی۔ آپ موٹر کار میں سوار ہو کر روانہ ہوئے اور جب اس جگہ پہنچے جہاں عورت

راستہ میں لیٹی ہوئی تھی تو کار رک گئی، آپ نے دیکھا کہ سامنے ایک عورت لیٹی ہوئی ہے، دریافت فرمایا کہ کیا معاملہ ہے، کیا یہ عورت اپنی جان سے بیزار ہے؟ کسی واقف حال نے عرض کیا کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! اس عورت کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہے اور ایسی زندگی پر موت کو ترجیح دیتی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس بی بی سے کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی گود ہری کر دیں گے اور اسے چاند سا بیٹا عنایت فرمائیں گے۔ اب یہ اپنے گھر کو خوش خوش جائے اور ہمارا راستہ چھوڑ دے۔ یہ خوشخبری پا کر وہ عورت اپنے گھر کو روانہ ہوگئی اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس کی گود ہری ہوگئی اور اس کو اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا فرمایا۔

## دل کی حقیقی صفائی

ایک دن آپ حلقہ عقیدتمندان میں تشریف فرما تھے ایک تعلیم یافتہ نوجوان آئے اور خاموشی سے مجلس میں بیٹھ گئے کچھ دیر کے بعد آپ اس نوجوان کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا کہ بابو جی آپ کیسے آئے ہیں۔ نوجوان نے جواب دیا حضرت! دل کا مریض ہوں، اس کے علاج کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے ذرا زور دار لہجہ میں فرمایا میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ نوجوان نے عرض کیا حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! دل کی روشنی کا متلاشی ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا، مجھے روشنی اور اندھیرے سے کیا سروکار ہے میں تو یہ جانتا ہوں کہ مسلمان سنت نبوی کا پابند ہو اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کے مطابق زندگی بسر کرے پھر نہ کسی اندھیرے کا ڈر باقی رہتا ہے اور نہ کسی اور روشنی کی تمنا باقی رہتی ہے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ نماز باقاعدگی سے ادا کریں رزق حلال کے حصول کی کوشش کریں کسی کی حق تلفی نہ کریں اور ظاہری شکل و صورت بھی مسلمانوں جیسی بنالیں تو کوئی کمی نہیں رہے گی۔

## عرضداشتوں پر فوری فیصلے

محمد امین شرقپوری نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی

خدمت میں حاضری کے لیے جا رہا تھا۔ دورانِ سفر دل میں خیال گزرا کہ اعلیٰ حضرت سرکار شرقپوری حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو حاضر ہونے والوں کی عرضداشتوں پر فوراً فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر معاملات میں اس قسم کی تیزی سے تصفیہ نہیں فرماتے۔

خدمت اقدس میں باریاب ہوا تو آپ حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ اتنے میں ایک مولوی صاحب چند ہمراہیوں کے ساتھ آ کر بیٹھ گئے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولوی صاحب کی جانب نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا "مولوی صاحب! کیا آپ کے ساتھ آٹھ آدمی ہیں؟" مولوی صاحب کہنے لگے، جی ہاں۔ ان لوگوں پر قتل ..................

حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا "مولوی صاحب، کسی انسان کو جان سے مار دینا بہت بڑا گناہ ہے، یہ لوگ توبہ کریں، اللہ تعالیٰ ان کو بَری کر دے گا اور یہ داڑھی نہ منڈوایا کریں" مولوی صاحب نے پھر عرض کیا کہ مقدمہ میں پہلے سے کچھ رعایت ہوگئی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آپ سے کہہ دیا ہے کہ یہ لوگ سچے دل سے توبہ کریں کہ پھر ایسی حرکت نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ بَری کر دیں گے، اب آپ لوگ جائیں۔

ان کے جانے کے بعد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نظر شفقت سے مولوی محمد امین صاحب (مرحوم) کی طرف دیکھا، مولوی صاحب نے سر خم کر لیا اور اپنے قلبی وسوسہ پر پشیمان ہوئے۔

کشف و کرامات کے اس باب کو اگر لکھتا چلا جاؤں تو اس کے ختم ہونے کا کوئی امکان نہیں، یہ ایک بحرِ بے کنار ہے جس کا احاطہ ناممکن ہے۔ ہر شخص کے ساتھ آپ کا معاملہ علیحدہ اور اسرار جداگانہ تھے، لیکن ہر ایک مرید اور خادم یہی سمجھتا تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر شفقت اور عنایت جتنی اس پر ہے اتنی اور کسی پر نہیں۔ آپ کا معاملہ مریدوں کے ساتھ مرید کرنے اور تعلیم شروع کرنے کے دن سے اعلیٰ مقامات تک ترقی دینے تک ہر روز ایسا ہی تھا اور سب کے احوال پر

ہمیشہ نظر رہتی تھی۔ طالبوں کے حالات سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا آگاہ ہونا اور ان کے حالات آئندہ سے اطلاع دینا اور پھر اسی کے مطابق واقعات کا ظہور میں آنا بے شمار مرتبہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ظاہر ہوا، لاعلاج مریضوں کی شفایابی' حاجت مندوں کی حاجت روائی اور مشکلات ومصائب میں پھنسے ہوئے لوگوں کی رہائی آپ کی توجہ سے آسان ہو جاتی تھی۔ آپ کے عقیدتمندوں کی تعداد ہزاروں لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ اگر ہر ایک کی نسبت صرف ایک کشف و کرامت کا بیان کیا جائے تو خوارق وکرامت لاکھوں تک پہنچ جائیں۔ ہر لمحہ اور ہر ساعت آپ سے خوارق ظاہر ہوتے رہتے تھے۔ اس لیئے طوالت بیان سے اجتناب کے لئے اسی پر اکتفا کرنا ہی مناسب ہے۔

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد

یہ باب تشنہ تکمیل ہی رہے گا اگر اس میں مختصر ذکر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان تصرفات کا نہ کیا جائے جن کا ظہور وصال کے بعد ہوا۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ اولیاء اللہ عین حیات میں مخلوق خدا کو ہر طرح نفع پہنچاتے ہیں ان کی ظاہری اور باطنی اصلاح کی جانب اپنی ہمت صرف فرماتے ہیں۔ لیکن وصال کے بعد یہ سلسلہ بدرجہ اولیٰ جاری رہتا ہے اور ان کے متوسلین اور عوام الناس ان کے فیضان سے برابر بہرہ ور ہوتے رہتے ہیں اکثر احباب نے اس (محمد اکرم) فقیر سے ذکر کیا کہ ان کو مشکلات میں جب بھی دربار عالیہ پر حاضری کا موقع ملا مشکلات حل ہو گئیں اور انہیں اطمینان قلب حاصل ہوا۔ بعض واقعات یہاں قابل ذکر ہیں۔

1۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے سے کچھ عرصہ بعد سیٹھ محمد شفیع لاہوری ذیابیطس میں مبتلا ہو گئے۔ خون اور پیشاب میں ۶۵۔۷۰ فیصد تک شکر آنے لگی چند دنوں میں ہی ان کی صحت بالکل خراب ہو گئی۔ آخر ایک دن لاہور میں واقف اسرار حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ بخاری دامت برکاتہم نے اپنے ہمراہ ملتان چلنے کا حکم دیا۔ بیمار تھے مگر انکار نہ کر سکے اور ساتھ ہو لیے۔ راستہ میں وہ حضرت کرمانوالہ شریف ایک رات ٹھہرے رات کو سیٹھ محمد شفیع دربار پر

حاضر ہوئے اور دیر تک ان پر رقت طاری رہی پھر عرض کیا۔ ''حضور کبھی وہ بھی دن تھے کہ آپ پیار سے ''سیٹھا سیٹھا'' کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ اب آپ اس ناچیز غلام کی خبر نہیں لیتے کہ کس حال میں ہوں مجھے تو اس موذی مرض نے نڈھال کر دیا ہے۔''

دوسرے دن حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم کے ہمراہ ملتان روانہ ہو گئے وہاں ڈاکٹروں کے بتائے ہوئے سب پرہیز بالائے طاق رکھ دیے ملتان سے واپس آئے تو طبیعت بہت حد تک برقرار معلوم ہوتی تھی۔ جب لاہور پہنچ کر ڈاکٹروں سے معاینہ کروایا تو سب حیران رہ گئے کہ شکر کا نام ونشان تک نہ تھا کرم پر کرم یہ کہ آج تک پھر وہ تکلیف نہیں ہوئی۔

2۔ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے وصال کے بعد تیسرے سال عرس مبارک کے موقع پر رائے نیاز احمد خاں مرحوم سیٹھ محمد شفیع اور یہ (محمد اکرم) فقیر دربار عالیہ پر حاضر تھے کہ فیصل آباد سے خان فضل الرحمن خاں بھی مزار مقدس پر آئے اور آتے ہی زاروقطار رونے لگے۔ وہ کسی بیماری کی وجہ سے بالکل نحیف ونزار ہو چکے تھے۔ جب تھوڑی دیر کے بعد ان کو کچھ سکون حاصل ہوا تو رائے نیاز احمد خاں نے مزاج پرسی کی۔ انہوں نے گلوگیر آواز میں عرض کے کہ وہ ایک عرصہ سے بیمار ہیں اور علاج کرتے کرتے تھک چکے ہیں دعا کے لیے اب یہاں حاضر ہوئے ہیں سب احباب نے مل کر ہاتھ اٹھائے اور ان کے لیے حضور رب العالمین میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے توسل سے دعا کی سیٹھ صاحب نے با آواز بلند کہا۔ ''سرکار'' آپ کے دربار فیض بار میں حاضر ہونے والا سائل خالی نہ جائے اس پر لطف وکرم فرمایا جائے اور شفا بخشی جائے۔''

فضل الرحمن خان اسی شام واپس فیصل آباد چلے گئے کچھ دنوں کے بعد جب لاہور میں ملے تو بالکل تندرست وتوانا تھے۔ پھر ان کو اس مرض کی تکلیف نہ ہوئی۔

3۔ سید سخاوت حسین بخاری ایم اے ایل ایل بی پلیڈر ضلع کچہری شیخوپورہ میں وکالت کرتے تھے۔ وہ ضلع شیخوپورہ کی شیعہ کمیٹی کے صدر بھی تھے۔ ان کا بیان ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد وکالت کے پیشہ سے ان کا جی بھر گیا۔ لیکن وہ اسے کسب معاش کا ذریعہ سمجھ کر وقت گزارتے رہے

اسی دوران حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات و کمالات سن کر ان کو آپ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ وہ حضرت کرمانوالہ شریف نزد اوکاڑہ جا پہنچے پہلی ہی ملاقات میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گرویدہ ہوگئے پڑھے لکھے تھے۔ آپ کے ہاں شریعت اور سنت کا مکمل اتباع دیکھا تو بے حد متاثر ہوئے۔ شیخوپورہ واپس گئے تو پیشہ وکالت سے اور بھی دل سرد ہوگیا اور اسے ترک کرنے کا ارادہ لے کر پھر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ روزی رساں ہیں۔ وہ معاش کا کوئی اور بہتر ذریعہ بنا دیں گے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

تھوڑے دنوں کے بعد ان کو فیصل آباد زرعی یونیوسٹی میں جگہ مل گئی اور وقت گزرنے لگا جب کچھ عرصہ بعد پھر حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تنخواہ کیا ملتی ہے؟ عرض کیا کہ "تین سو روپے ماہوار" آپ نے فرمایا پانچ سو روپیہ ہو جائے گی اور پھر ہزار روپیہ ہو جائے گی فکر نہ کریں۔" مگر تھوڑے ہی دنوں کے بعد افسران بالا سے ان بن ہوگئی اور ملازمت سے علیحدگی اختیار کرنا پڑی کچھ دن بیکاری میں گزرے تو پریشانی لاحق ہوئی اسی حالت میں اپنے حقیقی بھائی پروفیسر شجاعت حسین بخاری سے ملنے لاہور گئے۔ باتوں باتوں میں بھائی صاحب نے کہا کہ آپ اپنے پیرومرشد حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے توسل سے کیوں کوشش نہیں کرتے۔ حضرت صاحب کا وصال ہو چکا تھا۔

ان سے رخصت ہو کر وہ گھر گئے اور وہاں سے حضرت کرمانوالہ شریف دربار عالیہ میں حاضری کے لیے روانہ ہوگئے وہاں پہنچ کر مزار شریف پر حاضری دی اور حاضری کے وقت زبان خاموشی سے اپنی بیکاری کا حال خدمت اقدس میں بیان کیا۔

واپس گئے تو جلد ہی ان کو واپڈا میں جگہ مل گئی اور وہ بطور فورمین تربیت حاصل کرنے لگے۔ تنخواہ تین سو روپے ماہوار مقرر ہوئی ایک سال کے بعد وہ بطور مستقل فورمین پانچ سو روپے ماہوار تنخواہ پانے لگے اور پھر جلدی ہی الاؤنس وغیرہ شامل کر کے ان کو ایک ہزار روپیہ ماہوار ملنے لگا۔ واپڈا کالونی میں ان کو رہائش کے لئے ایک بنگلہ بھی مل گیا۔

## اولاد پاک

آخر میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد پاک کے مختصر حالات تبرکاً درج کیے جاتے ہیں آپ کے حقیقی چچا سید قطب الدین شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دختر نیک اور پاک بی بی کے بطن سے آپ کے ہاں دو صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے تولد ہوئے ایک صاحبزادی اور تین صاحبزادے ۱۔ سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اول ۲۔ حضرت میر طیب علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۳۔ سید غلام جیلانی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (صغرسنی میں وفات پا گئے) آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے وقت (جنوری ۱۹۶۶ء) آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عفیفہ طاہرہ صاحبزادی اور دو صاحبزادے (سید محمد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور سید عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یادگار موجود تھے۔

عمر کے لحاظ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صاحبزادی سب سے بڑی تھیں اور مستورات کی اصلاح اور رہنمائی کے لیے اعلیٰ حضرت سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے صاحب ارشاد تھیں۔

سید محمد علی شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المعروف بڑے باباجی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بڑے صاحبزادے تھے اور صاحب ارشاد تھے۔ (وصال دس جون 1993ء) حالات کے لیے کتاب ہذا کے متعلقہ حصہ سے رجوع کریں۔

سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے اعلیٰ حضرت کی طرف سے صاحب ارشاد تھے آپ کا اسم گرامی اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تجویز کردہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات زندگی بھی اس کتاب میں علیحدہ شامل کیے گئے ہیں۔

## گلدستۂ عقیدت

شاہبازِ طریقت، مقبولِ بارگاہ، حقیقت آگاہ حضور پُرنور

لختِ جگر

## حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ

**عالی مرتبت سجادگان آستانہ عالیہ حضرت کرماں والا شریف**
کی خدمت میں بصد ادب پیش کرتا ہوں۔ بازار مصر میں ایک بڑھیا تھوڑا سا سُوت لے کر خریداران یوسف میں شامل ہو گئی تھی اور یہی اس کی نجات کا وسیلہ بن گیا تھا۔

قوی اُمید ہے کہ یہ تالیف بھی اس تہی دامن کی نجات اُخروی کا ذریعہ بن جائیگی۔

شنیدم کہ در روزِ امید و بیم
بداں را بہ نیکاں بخشد کریم

## ولادت مبارک

اعلیٰ حضرت کرماں والے سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے میر طیب علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ مادر زاد ولی تھے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کم عمری میں وفات فرما گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اعلیٰ حضرت کرماں والے سرکار مغموم رہنے لگے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مغموم اور پریشان دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو مرشد حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "شاہ جی فکر نہ کریں رب کریم آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پہلے سے بہتر فرزند عنایت فرمائیں گے۔" چنانچہ قبلہ بابا جی سرکار سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کا ثمر ہیں اور قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہی آپ کا اسم مبارک "عثمان علی" رکھا آپ کا سلسلہ نسب سادات اُچ شریف حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے۔ اور یہ سلسلہ ترتالیس واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مل جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد سندھ سے سر زمین پنجاب میں آئے اور مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر سکونت اختیار کرتے ہوئے آخر تیرھویں صدی ہجری کے شروع میں دریائے ستلج کے کنارے ضلع فیروز پور کی حدود میں آ کر آباد ہو گئے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد سید سید علی شاہ المعروف سید سکندر علی شاہ اپنی خاندانی وجاہت اور پاکبازی کی وجہ سے بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ہادی زماں قطب الاقطاب جناب حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری المعروف حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے اس خاندان کی شہرت کو اور بھی چار چاند لگ گئے۔

حضرت قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ کی ولادت مبارکہ ۱۹۲۹ء میں موضع کرموں والا ضلع فیروز پور میں ہوئی یہ گاؤں دریائے ستلج کے بائیں کنارے سے تھوڑے سے فاصلہ پر ریت کے ٹیلوں پر واقع ہے اور فیروز پور شہر سے تقریباً پندرہ میل کی مسافت پر مشرق میں واقع ہے۔ بچپن سے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ میں آثار ولایت نمایاں تھے دراصل آپ رحمۃ اللہ علیہ مادر زاد ولی تھے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہوش سنبھالا تو ابتدائی تعلیم کے لیے مولوی رحمت علی صاحب مرحوم کی خدمت میں بھیجا گیا باقی تمام علوم ظاہری و باطنی اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیضان نظر سے حاصل کیے۔ شروع ہی سے آپ نے اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہر کام میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا تھا اور لنگر کا انتظام زمینوں کی دیکھ بھال' مریدین کے دیگر کام ان کو ٹھہرانا اور انکو چھٹی دینا یہ سب کام آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد تھے یہ کام آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زندگی بھر بڑے احسن طریقے سے انجام دیتے رہے۔

قیام پاکستان کے وقت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عمر مبارک اٹھارہ انیس سال کی تھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے موضع کرموں والا ضلع فیروز پور انڈیا سے ہجرت کرتے ہوئے براستہ قصور پہلے چک 57/E.B عارف والہ اور اس کے بعد پاکپتن شریف عیدگاہ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ساتھ رہے اور اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ہی پکا چک (موجودہ حضرت کرمانوالہ شریف) میں 1950ء میں سکونت اختیار کی اور پھر تمام زندگی یہیں قیام کیا۔

## حلیہ مبارک

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا رنگ گندمی اور قد دراز تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیشانی مبارک کشادہ اور بینی مبارک بلند تھی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دہن اور دندان مبارک بہت خوشنما تھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ درخت کی تازہ شاخ سے مسواک فرماتے تھے اور کھانے کے بعد خلال استعمال کرتے تھے۔ خلال عموماً نیم کے سرکنڈے کے ہوتے تھے جس کی کڑواہٹ سے دانتوں کو کیڑا نہیں لگتا۔ ریش مبارک زیادہ گھنی نہ تھی اور قدرتی طور پر ایک بالشت دو انگلی پر رک گئی تھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر جمعۃ المبارک کے دن لبوں کے بال کٹواتے تھے۔

## خوردونوش

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمیشہ سادہ غذا استعمال کرتے تھے کوئی خاص غذا مرغوب نہ تھی۔ گھر میں جو بھی پکتا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بخوشی تناول فرماتے۔ گندم کے موٹے آٹے کی روٹی

سالن کے ساتھ پسند تھی کھیرا اور ککڑی بھی کھانے میں پسند تھے کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ ضرور دھوتے تھے اور بیلیوں (مریدوں) کو بھی اس کی تاکید کرتے تھے کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر کپڑے یا تولیہ سے صاف کرتے اور اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعائے مسنونہ پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا) اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دانتوں میں خلال فرماتے۔ دودھ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بہت پسند تھا۔

## لباس مبارک

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سفید لباس پسند فرماتے تھے۔ گرمیوں میں سر پر عام ٹوپی اور سردیوں میں اونی ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔ کہیں باہر جاتے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پگڑی باندھ کر تشریف لے جاتے۔ پگڑی باندھنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رفعت شان کا عجب اظہار ہوتا تھا عموماً کرتا اور تہبند استعمال کرتے تھے لیکن ایک دو مرتبہ شلوار قمیص بھی زیب تن فرمائی چند مرتبہ شیروانی بھی استعمال فرمائی۔ ایک سفید رومال بائیں کندھے پر ڈال لیا کرتے تھے۔ تہبند سفید لٹھے کا پسند فرماتے تھے کبھی کبھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صوفیانہ رنگ دار لباس بھی استعمال فرمایا پاؤں مبارک میں ہمیشہ سادہ جوتا دیسی ساخت کا پہنتے سیاہ رنگ کا جوتا پہننا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سخت ناگوار تھا آخری ایام میں سلیپر بھی استعمال کیا۔ عموماً آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سادہ لباس ہی زیب تن فرماتے۔

## معمولات وعبادات

بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صبح نماز فجر سے پہلے ہی گھر سے باہر تشریف لے آتے اور تمام بیلیوں کو اٹھا کر اپنے پاس بٹھا لیتے سردی کے موسم میں آگ جلوا لیتے نماز کے وقت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تمام مریدین کو جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم صادر فرماتے اور بعد از نماز کام والے

بیلیوں کو اپنے اپنے کام کی طرف روانہ فرما دیتے دوپہر تک آپ رحمۃ اللہ علیہ مریدین/سائلین کے تمام مسائل غور سے سنتے اور ان کے حل کے لیے دعا فرماتے ''رب کریم فضل فرمادیں گے رب کریم مہربانی فرمادیں گے'' پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ گھر تشریف لے جاتے بعد از نماز ظہر دوبارہ تشریف لے آتے اور بیلیوں سے ملاقات کرتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ مادر زاد ولی تھے لیکن کبھی بھی اپنے آپ کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بچوں کے ساتھ بچوں کی طرح بڑوں کے ساتھ مدبرانہ اور زمینداروں کے ساتھ زمینداری طور طریق استعمال کرتے آپ رحمۃ اللہ علیہ اتنے سادہ تھے کہ نہ جاننے والا شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پہلی نظر میں ایک زمیندار ہی سمجھتا تھا لیکن جب آپ کی گفتگو کسی ڈاکٹر، انجینیر، دانشور یا اہل علم سے ہوتی تو ان حضرات کو اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا احساس ہوتا۔

## اخلاق کریمانہ

آپ انتہائی خوش خلق اور خوش ذوق انسان تھے اخلاق حمیدہ اور اوصاف کریمانہ کے مالک تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے جو شخص بھی ملنے آتا آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ بچوں سے آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت محبت کرتے تھے رات کے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ بچوں کی کشتی کراتے تا کہ ان کی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ جسمانی تربیت بھی ہو سکے۔ نمود و نمائش اور ریا کاری سے سخت نفرت تھی۔ مجلس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری پر اگر کوئی تعظیماً اٹھنے کا قصد کرتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ روک دیتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سفر کے دوران دو تین بیلی (مریدین) آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوتے تھے بعض اوقات آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی ویگن میں سفر کے دوران زیادہ بیلی بھی ہوتے تھے۔

---

کعبۃ اللہ کی طرف پشت کرنا، تھوکنا یا پیشاب کرنا سخت ناپسند تھا اور اگر کسی کو ایسا کرتے دیکھتے تو اس کو سختی سے روکتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی طرح

آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہر چیز کو قبلہ رخ رکھنے کا حکم دیتے تھے کیونکہ دنیا کی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

**یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ** آسمان اور زمین کی ہر چیز (اللہ کی) تسبیح بیان کرتی ہے اس لیے ہر چیز کا رخ قبلہ کی طرف کرتے تھے کہ جس طرح انسان نماز قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے تمام جمادات کا رخ بھی قبلہ کی طرف ہو اور وہ تسبیح بیان کر رہی ہوں۔

کسی بیلی کی لغزش یا کوتاہی پر آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کا نام لے کر اس کی اصلاح نہ کرتے بلکہ عمومی طور پر لغزش کا بیان فرما کر اس کی اصلاح کرتے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہ سنت مبارک تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لغزش پر کسی کا نام لے کر نہ ٹوکتے بلکہ عمومی طور پر غلطی بیان فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارک پر عمل کرتے ہوئے زائرین اور متوسلین کی اصلاح کرتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین/متوسلین سے ایسے اخلاق سے پیش آتے کہ جو کوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ مل لیتا وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا گرویدہ ہو جاتا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دوبارہ ملاقات کا متمنی رہتا۔ مولانا عبدالغفور صاحب گھوڑے شاہ والے بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ایک شخص کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا اس کی ریش مبارک نہ تھی اور ننگے سر ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا میرے دل میں خیال آیا کہ اتنے معزز آدمی نیچے بیٹھے ہوئے ہیں جبکہ یہ شخص اوپر کرسی پر بیٹھا ہے اس کے بعد بھی مولانا موصوف نے اس شخص کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کئی بار اسی انداز میں کرسی پر ننگے سر بیٹھے ہوئے دیکھا لیکن کچھ دن کے بعد مولانا موصوف کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ شخص اب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نیچے ہی باادب بیٹھا تھا اور اس نے داڑھی مبارک رکھ لی تھی یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاق کریمانہ تھا کہ لوگ خود بخود سنت کی طرف راغب ہو جاتے تھے۔

یہی مولانا فرماتے ہیں کہ انکے ایک ملنے والے محمد لطیف صاحب نے یہ واقعہ خود ان

سے بیان کیا کہ ان کے ایک دوست باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دعا کرانے کی غرض سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں (محمد لطیف) بھی ان کے ہمراہ تھا۔ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گڑھی شاہو اپنی کوٹھی مبارک میں صوفہ پر تشریف فرما تھے۔ میرے دوست آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مل کر نیچے قالین پر بیٹھ گئے۔ میں (محمد لطیف) کیونکہ سوٹ میں ملبوس تھا اور پیروں فقیروں کا قائل نہ تھا اور میرے ہاتھ میں سگریٹ کی ایک ڈبی بھی تھی میں نے دل میں یہ خیال کیا کہ میں نیچے نہیں بیٹھوں گا اور مجھے اس وقت سگریٹ کی طلب بھی تھی بہر حال ابھی میں انہیں خیالات کی کشمکش میں مبتلا تھا کہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود اٹھ کر میرے پاس تشریف لے آئے اور مجھے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے پاس صوفہ پر بٹھا لیا پھر آپ نے بذریعہ کشف میری خواہش سے آگاہ ہوتے ہوئے ایک درویش کو فرمایا بابو جی (محمد لطیف صاحب) نے سگریٹ پینی ہے ان کے لیے ایش ٹرے لاؤ چنانچہ ایش ٹرے آنے کے بعد باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے سگریٹ بھی پیا لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اخلاق عالیہ سے بہت متاثر ہوا اور بعد میں پچھتاتا رہا کہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا ازراہ شفقت سگریٹ پینے کی اجازت عطا فرمائی۔ کم ازکم احتراماً ہی مجھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے سگریٹ تو نہ پینا چاہیے تھا۔

(۵) محمد یوسف پہلوان رنگ محل والے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس لاہور کوٹھی شریف گڑھی شاہو حاضر ہوا گھر واپس جانے لگا تو مجھے بہت بھوک لگی ہوئی تھی میں نے ملک فیض لانگری سے لنگر شریف کے بارے میں معلوم کیا تو اس نے کہا ابھی لنگر تیار ہونے میں دیر ہے چنانچہ میں بھوکا ہی گھر واپس آ گیا۔ لنگر تیار ہوا اور باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دریافت کیا کیا محمد یوسف پہلوان لنگر کھا کر گیا ہے اور جب لانگری نے بتایا کہ اس وقت لنگر تیار نہ تھا اور یوسف پہلوان لنگر کھائے بغیر چلا گیا ہے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت ناراض ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا جب تک یوسف پہلوان لنگر نہ کھائے گا میں بھی نہیں کھاؤں گا چنانچہ حاجی شفیق صاحب رات کو دس بجے میرے گھر لنگر لے کر آئے اور تمام ماجرا بیان کیا میں

نے لنگر شریف کھایا اور اس کے بعد باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لنگر نوش فرمایا۔ یہ تھا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اخلاق کریمانہ اور مریدین سے محبت کا انداز۔

قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر بیلی (مرید) کی بات غور سے سنتے تھے اور ان کی دلی مراد پوری فرمادیتے تھے اور مریدین کے مسائل کے حل کے لیے دعا فرماتے اور دنیاوی وسائل سے بھی کام لے کر ان کی مدد فرماتے۔ کئی اصحاب علیحدگی میں بات کرنے کا دل میں خیال کرتے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے خیال سے آگاہ ہو کر خود اٹھ کر اس شخص کو علیحدہ لے جاتے اور علیحدگی میں اس کی بات سن کر کرم نوازی فرمادیتے۔

قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت ہی زیادہ سخی تھے چوہدری محمد قاسم صاحب بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ انہیں پارٹی بازی کی وجہ سے ملازمت سے برخاست کر دیا گیا جس کی وجہ سے معاشی تنگی کا شکار ہو گئے اس دوران دو مرتبہ دعا کے لیے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہ صرف دعا فرمائی بلکہ ایک ایک ہزار روپے بھی عنائت فرمائے حالانکہ میں نے یہ رقم نہ لینے کی بہت ضد کی لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زبردستی یہ رقم لینے پر مجبور کیا۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار غریب متوسلین ایسے تھے جو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوتے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کو آمد و رفت کے علاوہ خرچہ وغیرہ کے لیے بھی رقم عنایت فرماتے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام نامی اسم گرامی عثمان علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھا آپ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت بدرجہ اتم موجود تھی غرض کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسم بامسمیٰ تھے۔

محترم غلام غوث صاحب ساکن کاہنہ نو لاہور کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب کو پیر سید عثمان علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مبلغ پانچ صد روپے عنایت فرمائے اور دعا فرمائی اس کے بعد ہم پر کثیر برکات اور رحمتیں نازل ہونا شروع ہو گئیں۔

چوہدری محمد قاسم صاحب بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قبلہ باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھکر تشریف لائے وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کے لیے ڈیرہ چوہدری عبدالغفور پر حاضر ہوئے اور رات وہیں بسر کی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رات خواب میں

تشریف لائے اور فرمایا کہ اپنے بیٹے کی شادی فلاں شخص کے گھر کر دینا۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم کے مطابق رشتہ طے ہو گیا اور دونوں خاندان ایک دوسرے سے منسلک ہو گئے یہ تھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیلیوں (مریدین) کے ساتھ محبت اور لگاؤ کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی تمام ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔

چوہدری محمد ادریس لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ وہ 1978ء میں عارف والہ میں تعینات تھے۔ وہاں چک نمبر 11 میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متوسلین بشیر ورک اور عنایت ورک کی لڑائی جھگڑے کے دوران کچھ آدمی قتل ہو گئے پولیس کی کاروائی سے بچنے کے لیے وہ دونوں روپوش ہو گئے ان کا مال مویشی پولیس پکڑ کر لے گئی اور انکے بچوں کو پولیس سے بچنے کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا وہ بہت پریشان تھے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے بچوں کو اپنے پاس 36 چک پاکپتن شریف میں رہنے کو جگہ دی اور انہیں (چوہدری ادریس صاحب) کو انکے مویشی چھڑانے کا حکم دیا چنانچہ پولیس حکام نے محض باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کرم کی وجہ سے ان کے مال مویشی چھوڑ دیے حالانکہ چوہدری صاحب کی پولیس والوں سے کوئی علیک سلیک نہ تھی۔

یہی چوہدری صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ راقم کے ساتھ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں 36۔ چک پاکپتن شریف حاضر ہوئے وہاں زمین کو ہموار کرنے کے لیے بلڈوزر چل رہا تھا اور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سخت گرمی میں چارپائی پر بیٹھے خود کام کی نگرانی کر رہے تھے۔ نماز مغرب کا وقت ہوا تو ہم نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی معیت میں نماز ادا کی۔ نماز کے لیے جب ہم کھڑے ہوئے تو چوہدری ادریس صاحب ریش نہ ہونے کی وجہ سے پچھلی صف میں کھڑے ہو گئے لیکن اس صف میں کوئی اور شخص نہ تھا وہ سخت شرمندگی اور ندامت محسوس کر رہے تھے کہ اتنے میں باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں اپنے پاس صف میں کھڑا کر لیا اور قانون میں عارضی ترمیم فرما دی کیونکہ نماز باجماعت میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے پوری داڑھی نہ رکھنے والے حضرات کو پہلی صف میں کھڑے ہونے کی اجازت نہ تھی اس طرح آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کمال شفقت سے چوہدری صاحب کو شرمندگی سے بچا لیا۔

چوہدری ادریس صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جنازہ میں شریک ہوا۔ نماز جنازہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جسم اطہر کو برائے زیارت عام وخاص مسجد میں رکھ دیا گیا۔ عقیدت مندوں میں بہت زیادہ جوش وغم تھا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آخری زیارت کے لیے ہر شخص بیتاب تھا اس بے قرار ہجوم کی وجہ سے چوہدری صاحب کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کا موقع نہیں مل رہا تھا انہوں نے دور ہی کھڑے ہو کر دل میں باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی ''حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی حیاتی (زندگی) میں مجھ پر اتنا کرم اور جاتے ہوئے زیارت بھی نہیں کرائی''۔ اس کے بعد وہ بھی لائن میں لگ گئے جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قریب پہنچے تو ڈیوٹی پر موجود شخص نے ان کو لائن سے باہر نکال کر باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قریب کھڑا کر دیا اور کہا ''باؤ جی آپ جی بھر کر زیارت کر لیں آپ کو کئی نہیں پوچھتا''۔ باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دل سے نکلی ہوئی ہوک سن لی اور بے انتہا کرم نوازی کر دی۔

راقم بھی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نماز جنازہ میں شامل تھا جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جنازہ مسجد میں نماز کے لیے لے جایا جا رہا تھا تو راقم کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی چارپائی سے بندھا ہوا ایک بانس ہاتھ آ گیا اور راقم نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا لیکن اتنے زیادہ ہجوم کی وجہ سے کئی دفعہ راقم کا دم بھی گھٹنے لگا لیکن راقم نے اس وقت قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی اور ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے میرے پاس سے یک دم لوگوں کو ہٹا دیا اور میرے ہوش وحواس ٹھیک ہو گئے اس جنازہ کے دوران کئی مرتبہ ایسا ہوا اور راقم کے عرض کرنے پر باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کمال مہربانی فرمائی۔

## بھینس کا عطا کرنا

سید جلیل احمد شاہ واں راد ھارام والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان کا مہینہ تھا اور انکے پاس کوئی بھینس نہ تھی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اس وقت چک نمبر 36 پاکپتن شریف میں تھے جلیل شاہ صاحب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں بھینس لینے کے لیے حاضر ہوئے لیکن انہوں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھینس مانگنے کی جرات نہ کی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کافی دیر باتیں ہوتی رہیں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی فرمایا جلیل شاہ چلو تمہیں اپنی

بھینسیں دکھائیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھینسیں دکھاتے رہے اور جلیل شاہ صاحب سے تبصرہ کے لیے فرماتے رہے جلیل شاہ صاحب ازراہ مذاق ہر بھینس میں نقص نکالتے رہے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی سب سے اچھی بھینس کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے اور حسب سابق جلیل شاہ صاحب سے دریافت فرمایا کہ یہ بھینس کیسی ہے انہوں نے پھر ازراہ مذاق کہا یہ بھینس بھی اچھی نہیں ہے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جلیل شاہ صاحب سے فرمایا کہ اس بھینس کا مجھے اگر بیس ہزار روپیہ بھی دیں تو میں یہ بھینس نہ دوں گا جلیل شاہ صاحب بغیر بھینس مانگے واپس گھر چلے گئے لیکن دوسرے روز انکی حیرانگی کی حد نہ رہی کہ قبلہ باباجی سرکار نے اپنے ایک درویش کے ہاتھ اپنی سب سے اچھی بھینس ان کے گھر بھیج دی تھی۔ یہ شان تھی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کہ اپنے بیلیوں (مریدوں) کو بن مانگے عطا کر دیتے تھے۔

میاں محمد یوسف صاحب بوریوالہ والے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ یہ ناچیز (میاں محمد یوسف) پاکپتن شریف بہشتی دروازہ سے گذرنے کے لیے گیا تو وہاں مغرب کے وقت بہشتی دروازے کے سامنے بیٹھا تھا دروازہ کھلنے سے قبل مشائخ عظام کی آمد کے وقت تمام لوگوں کو یہاں سے نکالنا شروع کر دیتے ہیں جب خدام نے وہاں سے لوگوں کو نکالنا شروع کیا تو میں بڑا پریشان کھڑا تھا کہ بڑی مشکل سے یہاں پہنچا ہوں اب یہ لوگ باہر نکال دیں گے نہ جانے پھر آسانی سے داخل بھی ہو سکوں گا یا نہیں اسی تذبذب میں تھا کہ مشائخ کرام کی آمد شروع ہو گئی اچانک میری نظر پڑی تو حضور باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نورانی چہرہ بھی مشائخ عظام کے جھرمٹ میں نظر آیا بس پھر کیا تھا میری جان میں جان آئی اتنے میں باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی التفات کریمانہ فرمائی اور اتنے رش میں مجھ بے نوا کو اپنے قریب آنے کا اشارہ فرمایا جب میں اژدحام کو چیرتا ہوا باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قریب گیا تو فرمانے لگے محمد یوسف پریشان کیوں ہو میں نے عرض کی حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑی جدوجہد سے یہاں پہنچا ہوں یہ لوگ اب یہاں سے باہر نکال رہے ہیں اتنے میں قفل کشائی ہو گئی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا لو جتنی بار دل چاہتا ہے بہشتی دروازے سے گذرو۔ اولیاء اللہ اپنے عقیدت مندوں کو پہچان لیتے ہیں اور مشکل کشائی اور حاجت روائی فرماتے ہیں۔

دراصل اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کبھی آرام سے نہیں بیٹھے اور جہاں بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدین آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مدد کے لیے پکارتے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فوراً وہاں خود بنفس نفیس پہنچ جاتے تھے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کسی مرید نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بلایا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہ پہنچے ہوں غرض یہ کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دن رات ان کی خیر خواہی میں لگے رہے اور آخر دم تک ان کی اخلاقی، مالی اور روحانی امداد فرماتے رہے اسی کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زندگی کا نصب العین بنایا ہوا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پردہ نسواں کے سخت پابند تھے اور اپنے مریدین کو بھی اس پابندی کا حکم فرماتے۔ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح عورتوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دیتے تھے بلکہ بے بے جی پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا (آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہمشیرہ) کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیتے یا انکے محرم کے ذریعے انکے مسائل معلوم کر کے ان کے لیے دعا فرماتے اور ان کا حل تجویز فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زنان خانے میں آٹھ نو سال سے زیادہ عمر کا بچہ نہ جاسکتا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہایت نفاست پسند تھے کسی امر میں ذرا سی کجی بھی ناقابل برداشت تھی۔ مسجد کی صفیں ہوں یا کھیتوں کے راستے یا حد بندی غرض ہر چیز میں ذرا سی کجی یا ترچھا پن برداشت نہیں فرماتے تھے چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ عالیہ سے ضلع ساہیوال اور اوکاڑہ کے ذاتی کھیتوں کی وٹ بھی قبلہ رخ ہیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمیشہ اپنے عقیدت مندوں /بیلیوں کے احوال کی درستی کی طرف متوجہ رہتے تھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معمولی سے معمولی سنت سے انحراف کو بھی برداشت نہ فرماتے تھے اور سنت کی خلاف ورزی پر فوراً ٹوک دیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے متوسلین/مریدین کے نہ صرف دین میں اعلیٰ مراتب کے خواہش مند تھے بلکہ انکو دنیاوی مدارج میں بھی اعلیٰ مقام پر دیکھنے کے خواہش مند تھے۔

## عشق مصطفیٰ ﷺ

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عشق مصطفیٰ ﷺ میں ہمیشہ مخمور رہتے اور اٹھتے بیٹھتے حضور پاک ﷺ کی شان پر انوار میں رطب اللسان رہتے حاجی شفیق صاحب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نعت خواں سفر وحضر میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ رہتے اور حضور سرکار دو عالم ﷺ کی مدح سرائی کرتے رہتے یہ سلسلہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تمام حیات پر محیط تھا۔

جناب غلام محمد صاحب غازی آباد لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان سے بہت نعتیں سنا کرتے تھے ان نعتوں میں سے ایک نعت یہ بھی ہے:

## نعت شریف پنجابی زبان میں

راتاں کتاں تے راتاں تمباں تے میں راتاں تانا لاواں
جے کر تند کو لڑ پے جائے تے روز حشر نوں بخشیا مول نہ جاواں
جس دن ہوسی حشر دہاڑا وانگ تانبے زمین سورج نال تپاسی
وانگ تونبے فلاٹ اڑن گے تے پیش کسے دی نہ جاسی
جس دن ہوسی حشر دہاڑا تے دنیا پیچ پیچ جاسی
عیسیٰ، موسیٰ، سب پیغمبر آکھن گے تے باج محمد ﷺ پیش کسے دی نہ جاسی

## پابندی شریعت

قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شریعت کے ہر طرح سے پابند تھے اور چھوٹی سے چھوٹی سنت کی ادائیگی کا خیال رکھتے تھے اپنے مریدین /متوسلین کو بھی اتباع سنت کی ہمیشہ تاکید فرماتے اور کوئی کام بھی خلاف شریعت دیکھتے تو جوش میں آ جاتے اور اس کو فوراً سنت کے مطابق ادائیگی کا حکم فرماتے کوئی کام بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کبھی خلاف سنت سرزد ہوتے نہیں دیکھا گیا۔

ایک مرتبہ راقم عرس کے سلسلہ میں حضرت کرمانوالہ شریف گیا ہوا تھا ختم شریف کے

بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد سے نکلنے لگے تو بیلیوں (مریدین) نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا میرے دل میں خیال آیا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اتنے مریدین نے گھیرا ہوا ہے کیا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد سے نکلتے ہوئے سنت کے مطابق بایاں پاؤں باہر نکالتے ہیں یا نہیں لیکن میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اتنے لوگوں میں گھرے ہونے کے باوجود اپنا بایاں پاؤں مبارک مسجد سے باہر نکالا۔ یہ تھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اتباع سنت کی ایک مثال۔

آپ کسی خوشی والی بات پر ہنستے ضرور تھے لیکن آپ کی آواز مبارک بلند نہ ہوتی تھی کیونکہ بلند آواز میں ہنسنے کی حدیث پاک میں ممانعت آئی ہے۔

غلام باری صاحب لاہور والے بیان فرماتے ہیں کہ انکا محکمانہ امتحان تھا انہوں نے باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کیا ہی اچھا ہو کہ انہیں امتحانی پرچہ معلوم ہو جائے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے ان سے استفسار کیا کہ کیا انہوں نے یہاں کوئی کام خلاف سنت ہوتے دیکھا ہے یعنی امتحانی پرچہ کے افشاء سے لوگوں کی حق تلفی ہوتی جو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو گوارا نہ تھی کیونکہ یہ خلاف سنت ہوتا اس واقعہ کی مزید تفصیل کسی دوسری جگہ درج ہے۔

ایک دن قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چک نمبر ۳۶ تشریف لے گئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک درویش نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے کھانا پکایا لیکن اس کے پاس پیاز نہ تھا اس نے پڑوسیوں کی زمین سے بغیر اجازت پیاز توڑ کر استعمال کر لیا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کھانا کھانے بیٹھے تو ابھی پہلا لقمہ ہی توڑا تھا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس درویش کو بلایا اور اس سے دریافت کیا اس میں پیاز کہاں سے توڑ کر ڈالا ہے اور جب اس درویش نے بتایا کہ پڑوسیوں کی زمین سے بغیر اجازت پیاز توڑ کر سالن میں استعمال کیا ہے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ کھانا تناول نہ فرمایا۔

حاجی شفیق صاحب بیان کرتے ہیں کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مرتبہ ماہ صیام میں ایک جگہ سے گذرے تو لوگوں نے روزہ نہیں رکھا تھا اور حقہ پی رہے تھے آپ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت سخت ناراض ہوئے کیونکہ شریعت کے خلاف ہر کام سخت ناپسند تھا۔ انہیں حقہ پینے سے سختی سے منع کیا اور ماہ صیام میں روزے رکھنے کی تاکید کی۔

اتباع سنت کی راغب کرنے کا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انوکھا انداز تھا ایک مرتبہ راقم آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا اور اس وقت راقم نے بوٹ پہنے ہوئے تھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دیسی جوتے کی اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے دریافت فرمایا "باؤ جی کبھی ایسی جوتی بھی پہنی ہے" اس سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد مجھے سنت کی طرف راغب کرنا تھا۔

## اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے والہانہ محبت اور روحانی رابطہ

اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ سے بے حد محبت فرماتے تھے اور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بے حد محبت اور آپکا احترام کرتے تھے۔ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اعلیٰ حضرت سرکار سے اتنی عقیدت اور محبت تھی کہ کوئی کام بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مرضی کے خلاف نہیں کرتے یہاں تک کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اگر اوکاڑہ شہر (جو کرمانوالہ شریف سے صرف تین میل کی مسافت پر ہے) جانا ہوتا تو اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجازت لے کر جاتے۔

قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایسا روحانی رابطہ تھا جیسا ایک دوسرے سے ٹیلی فون پر رابطہ ہوتا ہے چنانچہ اکثر مریدین کرمانوالہ شریف میں آ کر کئی کئی دن رہتے اور جانے کے لیے باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجازت کے لیے عرض کرتے اگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انہیں اجازت فرمادیتے تو اعلیٰ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی انہیں اجازت مرحمت فرمادیتے اور اگر قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انہیں اجازت نہ دیتے تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی انہیں اجازت نہ دیتے تھے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عموماً کسی شخص کو مرید فرماتے تو اس کو ہدایت کرتے کہ پیر جی (باباجی) سے مل لو یعنی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید تربیت کے لیے مریدین کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بھیج دیتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آپس میں روحانی رابطے کا اس واقعہ سے بھی پتہ چلتا ہے بشیر احمد دھوبا غازی آباد لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجد نور مغلپورہ میں نماز تراویح پڑھ رہا تھا کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے مولوی قربان علی صاحب امام مسجد کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ نماز کے بعد بیلیوں (مریدین) کو میرے پاس لے کر آئیں چنانچہ نماز کے بعد تمام لوگ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تمام لوگوں سے ان کے احوال دریافت کئے اور ان کو جانے کی اجازت دے دی لیکن مجھے اجازت نہ دی اور رات وہیں رہنے کو کہا۔ صبح جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واپس تشریف لے جانے لگے تو مولوی قربان علی صاحب کو فرمایا کہ عید کے بعد مجھے (بشیر احمد) کو اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں بیعت کرانے لے لیے کرمانوالہ شریف لے کر آنا جس دن مولوی قربان علی صاحب کو مجھے اعلیٰ حضرت سرکار کی خدمت میں لے جانے کو کہا اسی رات میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں میکلوڈ روڈ لاہور سائیکل پر سوار کسی کام کے سلسلہ میں جا رہا ہوں میرے آگے آگے ایک بزرگ بھی تشریف لے جا رہے ہیں اور ان کے ساتھ کچھ مریدین بھی ہیں۔ میں سائیکل سے اتر کر ان بزرگ کے پیچھے چلنے لگتا ہوں کچھ دیر بعد ان بزرگ نے بغیر گردن موڑے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ پیچھے آنے والا کون شخص ہے اس مرید نے پیچھے مڑ کر میری طرف دیکھا اور مجھ سے میرے متعلق معلوم کر کے اعلیٰ حضرت سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں گوش گزار کیا اس بزرگ نے کمال مہربانی سے مجھے اپنے پاس بلایا اور مجھ سے دریافت کیا کہ کیا کام کرتے ہو اور میرے بتانے پر کہ میں دھوبی ہوں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کے کپڑے دھو کر صاف کرتے ہو اور میں لوگوں کے دل صاف کرتا ہوں کچھ دور آگے چل کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے ایک مسجد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ آج گرمی بہت ہے اس مسجد کے کنویں سے پانی نکالو اور نہا لو یہ فرما کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آگے چلے گئے میں نے مسجد میں جا کر کنویں سے پانی نکالا اور نہانے لگا اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ عید کے تیسرے دن مولوی قربان علی صاحب مجھے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں لے گئے میں آپ کے پاس جا کر کھڑا ہی ہوا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے دریافت

کیا کہ برخوردار آپ نہا لئے تھے میں نے عرض کی حضور نہا لیا تھا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا پہچان لو وہ خواب والا بزرگ میں ہی ہوں تو میں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہچان کر عرض کی کہ جناب خواب والے بزرگ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی ہیں بعد ازاں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے بیعت سے مشرف فرما کر قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بھیج دیا یعنی جس دن باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولوی قربان علی صاحب مرحوم سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالی میں لے جانے کو کہا اسی رات آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں آ کر ان کو زیارت کرادی اس سے زیادہ روحانی رابطہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

جناب بشیر احمد عرف مکھن والے حضرت کرمانوالہ شریف والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور سائیں بلیاں والے (آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مرید) حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو عطر پیش کرنا چاہتے تھے کہ اتنے میں باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گاڑی کا ہارن بجا سائیں صاحب نے کہا باباجی سرکار تشریف لے آئے ہیں اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سائیں صاحب سے کہا کیا تم باباجی عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے محبت کرتے ہو انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے محبت کرتا ہوں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا سائیں جی میں بھی پیر جی عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے محبت کرتا ہوں۔ سائیں صاحب نے کہا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھلا ان سے کیوں نہ محبت کریں گے کہ سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل پاک ان سے آگے بڑھنی ہے (حالانکہ اس وقت تک آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شادی مبارک بھی نہ ہوئی تھی) آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا سائیں جی کیا کہا۔ سائیں صاحب نے پھر اسی طرح کہا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تین مرتبہ یہ سوال کیا اور انہوں نے یہی جواب دیا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت خوش ہوئے اور سائیں صاحب مرحوم سے فرمایا کہ سائیں جی ہن سانوں تسی عطر دیو (یعنی اب ہمیں عطر دے دیجئے)۔

محمد صابر کوٹ صوفیاں پتوکی سے بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو چھوٹے باباجی سرکار سے بے حد محبت تھی۔ جس کا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کبھی کبھی

اظہار بھی فرمایا کرتے تھے۔ایک دفعہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک ہفتہ تک درد گردہ میں مبتلا رہے۔ آفاقہ ہونے پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواہش ظاہر فرمائی کہ مجھے نرم سی روٹی کھلائیں۔ حسب الارشاد اندرون خانہ میں نے قبلہ اماں جی صاحبہ سے عرض کی۔قبلہ بے بے جی صاحبہ نے خود آٹا گوندھ کر توے پر روٹی تیار کی، میں یہ روٹی حضرت صاحب کی خدمت میں لے گیا۔حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روٹی دیکھ کر فرمایا کہ یہ روٹی سخت ہے اور لاؤ۔ میں یہ روٹی واپس گھر لے گیا دوسری روٹی بے بے جی صاحبہ نے تیار کی جو خوب گھی میں تر اور نرم پکائی گئی۔ میں نے یہ روٹی لاکر دوبارہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پیش کی۔لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے بھی پسند نہ کیا اور فرمایا روٹی سخت ہے یہ روٹی بھی واپس گھر لے گیا۔علی ھذا القیاس اسی طرح سترہ روٹیاں پکائی گئیں لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان روٹیوں میں سے کوئی بھی روٹی پسند نہ کی۔ بالآخر اماں جی پاک نے باباجی عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو باہر سے بلایا اور سارا ماجرہ سنایا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہاں ہیں روٹیاں مجھے دکھائیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان میں سے دو روٹیاں چھابے میں رکھ کر خود اعلیٰ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پیش کیں۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روٹیاں دیکھتے ہی فرمایا پیر جی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہلے یہ روٹیاں کیوں پیش نہیں کیں دیکھو کتنی نرم ہیں اور تناول فرمانی شروع کر دیں۔سبحان اللہ اس سے حضور باباجی سرکار سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والہانہ محبت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۞ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے آخری ایام میں بیماری کی وجہ سے میو ہسپتال میں داخل تھے قبلہ باباجی سرکار زیادہ تر دور سے آپ کا حال پوچھتے کیونکہ آپ قریب جاتے تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ سے گھر واپس جانے کے لیے کہتے۔ایک مرتبہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کمرے کے باہر سے کھڑکی کے ذریعہ آپ کو جھانک کر دیکھا تو اعلیٰ حضرت قبلہ کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرکار نے دریافت فرمایا کہ جھانکنے والے کون ہیں اور جب قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ جھانک رہے تھے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ ''قبلہ پیر جی تڑپتے پھر رہے ہیں اور کیوں نہ تڑپیں، جس کا ماں باپ بیمار ہو تو اولاد تو تڑپتی ہے (قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ ماجدہ بھی ان دنوں بیمار تھیں) اس طرح اعلیٰ

حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرکار نے بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آپ سے والہانہ عقیدت ومحبت کی تصدیق کردی۔

اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیماری کی وجہ سے میو ہسپتال میں ہی تھے کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شادی مبارک انجام پائی۔ شادی کے بعد قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی زوجہ محترمہ کے ہمراہ ہسپتال میں ہی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوئے۔ اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرکار نے ان دونوں کو بہت پیار کیا اور شادی مبارک کی خوشی میں کچھ پیسے بھی عنایت فرمائے۔ جب قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ سے رخصت ہو کر چلے گئے تو حاجی شفیق صاحب فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اونچی آواز میں کافی دیر تک روتے رہے اور اتنا روئے کہ تمام بیلی (مریدین) پریشان ہو گئے۔ کچھ دیر بعد اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں بہت روئے اور اللہ تعالیٰ کو آپ کا رونا اور عاجزی اتنی پسند آئی کہ اللہ نے فرمایا اے یعقوب اگر حضرت یوسف علیہ السلام کا انتقال بھی ہو جاتا تو میں ان کو زندہ کر دیتا۔

اس سے اعلیٰ حضرت نے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اپنی والہانہ محبت کا اظہار کیا کہ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت تھی اسی طرح قبلہ بابا جی سرکار سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بہت محبت تھی۔

## خلافت

اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو والہانہ محبت تھی، اس کا اظہار آپ مریدین کے سامنے اکثر کرتے رہتے تھے۔ آپ کے پاس جو شخص بھی مرید ہونے کے لیے آتا تو عموماً آپ اس کو مرید فرمانے کے بعد قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بھیج دیتے تھے یعنی اس مرید کی مزید روحانی تربیت کا کام حضرت قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد کر دیتے تھے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی ظاہری زندگی میں ہی آپ کو اپنی نیابت سونپ دی تھی، آپ کو خلافت عطا

کیے جانے کا واقعہ اس طرح پیش آیا۔

اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص محمد رمضان عرف رمضانی اور ایک اور مرید نے بیان کیا کہ جب آخری ایام میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مرض کی شدت کے باعث نقاہت بڑھ گئی تھی تو ایک رات نماز عشاء کے بعد آپ اپنے حجرہ مبارک میں فرشی بستر پر آرام فرماتے۔ اس وقت آپ پر عجیب جذب و کیف کا عالم طاری تھا اچانک آپ نے اپنے خادم رمضانی کو اشارہ فرمایا کہ جاؤ اور پیر عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر لاؤ، چنانچہ میں (رمضانی) بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ مبارک میں پہنچا اور عرض کیا کہ قبلہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یاد فرما رہے ہیں۔ قبلہ بابا جی سرکار جلدی سے اٹھے اور میرے ساتھ ہو لیے جب بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت سرکار کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ مبارک میں داخل ہوئے تو باوجود کمزوری کے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر دو زانو بیٹھ گئے اور مجھ (رمضانی) سے چاندی کا روپیہ لانے کو کہا، میں نے چاندی کا روپیہ لا کر حاضر کر دیا۔ آپ نے وہ روپیہ دونوں ہاتھوں پر رکھ کر قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت فرماتے ہوئے آپ سے مصافحہ کیا اور فرمایا، پیر جی اللہ، اللہ کیا کرنا اور لوگوں کو اللہ، اللہ بتایا کرنا میں نے آپ سے کچھ نہیں چھپایا۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت سرکار کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ پر پھر بستر پر دراز ہو گئے۔ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ حال سے بے قرار ہو گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی، کچھ دیر بے حس و حرکت بیٹھے رہے پھر ساتھ والے کمرے میں تشریف لے گئے۔

## علوشان

بچپن سے ہی ان میں آثار بزرگی نمایاں تھے کرمونوالہ شریف میں کم سنی کے ایام میں جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبلہ کی نظر شفقت ان پر پڑتی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ خوش ہوتے۔ ایک موقع پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر فرمایا ''اور تو مجھے معلوم نہیں اگر عثمان علی شاہ دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھا دیں تو کوئی وجہ نہیں در اجابت وا نہ ہو۔''

پاکپتن شریف سے مغرب کی جانب چک نمبر 36 ایس پی میں مزروعہ زمین کا ایک

وسیع قطعہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو الاٹ ہوا اس میں سے کچھ رقبہ برساتی نالے کے کنارے پھیلا ہوا تھا اور اس میں جنگلی درخت بکثرت اگے ہوئے تھے اس جنگل کی کٹائی کرکے رقبے کو قابل کاشت بنانے اور ٹیوب ویل لگانے کے لیے حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب خود کام کی نگرانی کرنے کے لیے وہاں تشریف لے گئے۔ آٹھ دس ماہ متواتر وہاں قیام رہا، اس دوران میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر اتوار کو چک نمبر 36/S.P تشریف لاتے رہے اور اکثر اوقات زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "میرا یہاں کوئی کام نہیں ہے میں تو صرف عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھنے اور ملنے کے لیے آجاتا ہوں"

- اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرکار شرقپوری کے وصال کے بعد دوسرے یا تیسرے عرس مبارک کا موقع تھا، حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قیام ان دنوں موضع کرموں والا شریف ضلع فیروزپور میں تھا، عرس مبارک پر حاضری کی تیاری شروع ہوئی تو حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صوفی نور عالم صاحب ہیڈ کلرک ڈویژنل ریلوے آفس فیروزپور اور مولوی کرم الٰہی صاحب کو ارشاد فرمایا کہ "آپ دونوں صاحبزادہ صاحبان (سید محمد علی شاہ صاحب اور سید عثمان علی شاہ صاحب) کو ساتھ لے کر شرقپور شریف چلے جائیں۔ صوفی صاحب کا بیان ہے کہ دربار شریف پر حاضری دینے کے بعد وہ صاحبزادگان کے ہمراہ جامع مسجد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں گئے، ان دنوں حضرت حاجی عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خلیفہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد شریف کے جنوبی حجرے میں مقیم تھے اور فالج کی وجہ سے معذور تھے۔ نماز پنجگانہ مسجد میں موہڑے پر بیٹھ کر باجماعت ادا کرتے تھے۔ صوفی صاحب صاحبزادگان کے ہمراہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حجرے میں زیارت کے لیے گئے۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دونوں صاحبزادگان کو بڑی خندہ پیشانی سے ملے، پہلے صاحبزادہ سید محمد علی شاہ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا "پیر جی ہم نے صرف صاحبزادہ ہی نہیں بننا، اللہ اللہ بھی کرنا ہے بعد ازاں صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا (آپ کی عمر اس وقت بارہ تیرہ سال تھی) یہ تو بہت بڑا بابا ہے۔ خواجہ عثمان علی شاہ! پیر جی بوجہ بیماری معذور رہوں اور کما حقہ آپ کی تعظیم بجا نہیں لاسکتا۔ پھر خاموش ہو گئے اور کچھ دیر بعد بڑی شفقت

سے رخصت فرمایا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس ملاقات کا ذکر سن کر خوش ہو کر فرمایا "پیر جی، حاجی صاحب نے آپ کو خواجہ بنا دیا ہے"

ایک بیلی سارنگ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور گنج کرم اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ میں نے دیکھا کہ بابا جی سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سرکار باہر تشریف لا رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت صاحب سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر فرمایا کہ سارنگ دیکھو کون آ رہا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضور بابا جی سید عثمان علی شاہ بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) تشریف لا رہے ہیں تو آپ فرمانے لگے کہ اچھا زمانے کا غوث آ رہا ہے، سات زمین اور سات آسمان آپ کی قلعہ پر ہیں اور آپ جس طرح چاہیں کر سکتے ہیں اور آپ کا حوصلہ بہت بلند ہے۔

جناب شوکت اسلام خاں لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کے بھائی عبدالرشید خان نے بتایا "ایک روز میں اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا اور کئی اشخاص بھی مجلس میں موجود تھے تو آپ نے کسی شخص کے استفسار پر فرمایا کہ "بیلیو! تمہیں پیر عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان کا کیا پتہ اگر پیر عثمان علی اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے تو زمین اور آسمان بھی آپس میں مل سکتے ہیں"

بیلی (مریدین) حضرت قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کو چھوٹے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کہہ کر پکارتے تھے لیکن جب کوئی شخص اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آپ کو چھوٹے بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کہتا تو آپ فرماتے "انہیں چھوٹے بابے مت کہا کرو یہ تو بہت بڑے بابے ہیں"

بشیر احمد دھوبا غازی آباد والے بیان کرتے ہیں کہ ان کے سامنے بعض بیلیوں (مریدین) نے اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ پیر عثمان علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کیوں زیادہ پیار کرتے ہیں تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "بیلیو میں پیر عثمان علی سے کیوں نہ پیار کروں آپ کی ولادت مبارک ہوئی تو جناب مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ نے مجھے مبارک باد پیش کی اور ایک پگ (پگڑی) بھی تحفہ میں عنایت کی"

یہی بشیر احمد دھوبا صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر تھا اور پیر امام علی شاہ گھوٹہ والے بھی موجود تھے کہ اتنے میں قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں سے گزرے تو آپ نے امام علی شاہ صاحب سے فرمایا "پیر جی یہاں سے کون گزرے ہیں" آپ نے فرمایا کہ قبلہ بابا جی سرکار (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ادھر سے گزرے ہیں اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار نے فرمایا کہ ہمارے پیر عثمان علی شاہ کی بہت بڑی شان ہے یہ دونوں جہانوں کی خبر رکھتے ہیں۔

یہی بشیر احمد بیان کرتے ہیں کہ جناب قبلہ پیر میر طیب علی شاہ صاحب سجادہ نشین فرماتے ہیں کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہت بڑی شان ہے اور آپ کے مرتبہ کے بزرگ بہت کم پیدا ہوتے ہیں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ بات ہم اس لئے نہیں کہہ رہے کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمارے والد بزرگوار ہیں بلکہ یہ بات مبنی بر حقیقت ہے یہ بات آپ نے متعدد مواقع پر فرمائی اور راقم کے سامنے بھی کئی مرتبہ دوسرے کئی مریدین کی موجوگی میں آپ نے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں یہی ارشاد فرمایا۔

جناب برکت علی صاحب لالہ زار پارک مغل پورہ لاہور بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا کہ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص رات کو درود خضری (صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد وآلہ وسلم) پانچ سو مرتبہ پڑھ کر سوئے اسے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوگی۔ چنانچہ میں نے سوتے وقت درود خضری پڑھنا شروع کر دیا چند روز گزرے تھے کہ مجھے خواب میں اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی اور حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے غور سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ اس واقعہ کے بعد ایک اور کتاب کے مطالعہ کے دوران حضرت خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فارسی کی یہ نعت نظر سے گزری

صبا بسوئے مدینہ روکن ازیں دعا گو سلام برخواں
بگیرد شاہ شہ مدینہ گرد و بصد تضرع پیام برخواں

نبہ و پیچیدن ادب طرازی سر ارادت نماک آں کو
صلوٰۃ دائم بروح پاک جناب خیر الانام بر خواں
بشنو زمن صورت مثال نما زگدار اندر آں جا
بلحن خوش سورۃ محمد تمام اندر قیام برخواں
بہ باب رحمت گہے گزر کن بہ باب جبریل گہے جبیں سا
صلوٰۃ متی علیٰ نبی گہے بہ باب السلام برخواں
بلحن داؤد ہم خواشو بہ نالہ درد آشیا بتو
بہ بزم پیغمبر ایں غزل را زعبد عاجز نظام برخواں

اس نعت کے خواص میں پڑھا کہ جو شخص رات کو کم ازکم پانچ سو مرتبہ یہ نعت پڑھ کر سوئے اسے ایک ہفتہ کے اندر خواب میں زیارت سرور کونین ﷺ نصیب ہوگی چنانچہ میں نے یہ عمل بھی شروع کر دیا ابھی ایک ہفتہ نہ ہوا تھا کہ خواب میں حضرت قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ میری طرف بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔تب میری سمجھ میں آیا ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' کے مصداق اعلیٰ حضرت قبلہ کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ علیہ اور باباجی پاک عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نائب رسول ہیں اور نبی کریم ﷺ اپنے عشاق اور طالبین زیارت کو کبھی اپنی اور کبھی اپنے نائبوں کی زیارت پاک سے مستفید فرماتے ہیں جس سے اپنے نائبوں کی اولعلوم شان بھی لوگوں میں ظاہر کرنا مقصود ہوتی ہے۔

سیٹھ محمد شفیع صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں روزانہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوتا اور دعا کرتا کہ قبلہ باباجی سرکار عثمان علی شاہ ابدال بن جائیں اس کے بعد ایک مرتبہ وہ اعلیٰ حضرت قبلہ کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سیٹھ جی اگر بادشاہ کے بیٹے کو پٹواری لگا دیا جائے تو کتنا ظلم ہے یہ سنتے پر سیٹھ محمد شفیع مرحوم کو اپنی دعا یاد آگئی کہ باباجی قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے وہ ابدال بننے کی دعا کرتے تھے حالانکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شان ابدالیت سے بہت اونچی تھی اور

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان اور ابدالیت کا مقابلہ اس طرح سے تھا کہ بادشاہ کے بیٹے کو پٹواری لگا دینا۔ یہ تھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولعزم شان۔

## حاجی شفیق احمد صاحب بیان کرتے ہیں:

ایک دفعہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غلام رسول چٹھہ کے ہاں فاروق آباد میں دعوت پر مدعو تھے دوران قیام ایک شخص انصاری نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت ہونے کی درخواست کی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غلام رسول چٹھہ صاحب سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا اسے حضرت کرمانوالے شریف لے کر آنا بیعت کریں گے۔ لیکن حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ کبھی غلام رسول اور کبھی چٹھہ صاحب خود فارغ نہ ہوئے حتیٰ کہ انصاری صاحب مرض الموت میں مبتلا ہو گئے اس کی ایک بہن اس کے سرہانے کھڑے ہو کر بین کرنے لگی کہ بھائی تم نے تو حضرت کرمانوالہ شریف بیعت کرنے جانا تھا پہلے ہی چل بسے اس نے فوراً اپنی آنکھیں کھولیں اور کہا بہنا دیکھو باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں یہ کہنا تھا کہ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

یہ تھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان کرم نوازی کہ وہ مجبوراً حاضر نہ ہو سکا لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے یاد رکھا اور مرض الموت میں اس کی امداد کی۔

محمد شریف صاحب جو حضرت کرمانوالہ ریلوے اسٹیشن کے انچارج تھے، بیان کرتے ہیں کہ عرس مبارک کے موقع پر پہلے گاڑیاں حضرت کرمانوالہ شریف نہیں رکتی تھیں۔ 1977ء میں اعلیٰ حضرت قبلہ کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس مبارک کے موقع پر شریف صاحب نے قبلہ باباجی سرکار سے حضرت کرمانوالہ شریف اسٹیشن پر عرس کے موقع پر گاڑیوں کے رکنے کے بارے میں عرض کیا، آپ نے کوئی توجہ نہ دی۔ انہوں نے بار بار عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگلے سال سے انشاء اللہ گاڑیاں ضرور عرس کے موقع پر رک کر جائیں گی۔ جولائی 1978ء میں آپ کا وصال مبارک ہو گیا اور اس کے بعد ہر عرس مبارک پر گاڑیاں رکتی ہیں۔

محترم غفور شاہ صاحب لاہور والے، بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت کرمانوالہ سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرق پور شریف میں عرس کے موقع پر موجود تھے کہ چند علماء کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے قطب ارشاد کا مطلب معلوم کرنا چاہا، آپ نے ان سے فرمایا کہ قطب ارشاد کا مطلب قبلہ باباجی سرکار عثمان علی شاہ صاحب سے معلوم کریں، چنانچہ وہ لوگ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے قطب ارشاد کے معنی دریافت کیے آپ نے فرمایا کہ قطب ارشاد وہ ہوتا ہے جو اس دیوار (سامنے دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کو چلنے کا کہے تو وہ دیوار چلنے لگے۔ وہ دیوار آپ کے اشارہ کرنے سے چلنے لگی تو آپ نے دیوار سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے تجھے چلنے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ میں نے تو مسئلہ سمجھانا تھا یعنی آپ اعلیٰ حضرت قبلہ کے سامنے ہی قطب ارشاد کے مرتبہ پر فائز ہو چکے تھے۔ اللہ، اللہ کیا شان تھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی۔

جناب محمد یوسف پہلوان رنگ محل والے بیان کرتے ہیں کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حج کے لیے تشریف لے جانے لگے تو ہم آپ کو کراچی چھوڑنے گئے وہاں سے واپس آ کر میرے دل میں خیال آیا کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خصوصی فیض ملا ہے اب آپ مدینہ پاک تشریف لے گئے ہیں یقیناً حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی آپ کو بڑا مرتبہ اور مقام ملے گا۔ یہ سوچنے کے بعد رات کو جب میں (محمد یوسف پہلوان صاحب) سویا تو دیکھا کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آسمان کی بلندیوں میں گھوم پھر رہے ہیں آپ کے سر پر عمامہ ہے اور کاندھے پر رومال رکھا ہوا ہے یہ دیکھ کر انہیں بہت راحت ہوئی۔ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں بتا دیا کہ محسن انسانیت معلم کائنات ھادی دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی انہیں فیض پہنچا کر بلند مرتبہ پر فائز کر دیا ہے۔

غلام محمد صاحب غازی آباد والے فرماتے ہیں کہ ابھی تھوڑا عرصہ پہلے میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھے شرق پور شریف میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں لے گئے حضرت قبلہ میاں صاحب نے فرمایا، غلام محمد میں نے سب کچھ شاہ صاحب کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دے دیا ہے قبلہ باباجی سرکار اس

ہستی کے صاحبزادہ اور فرزند رشید ہیں آپ کی شان کا اندازہ تو اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی لگا سکتے ہیں۔

## مجذوب کا آپ کی طرف بھیجنا

صوفی محمد اسمٰعیل صاحب چک نمبر 40 خانیوال بیان کرتے ہیں کہ وہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے بیعت تھے۔ آپ کے وصال کے بعد ایک مرتبہ انہیں کوئی مشکل پیش آئی ان کے قریب ہی ایک گاؤں میں کوئی مجذوب رہتے تھے۔ علاقہ کے تمام لوگ اپنی مشکلات کے لیے ان کے پاس جاتے اور ان کی دعاؤں سے ان کے بگڑے کام بن جاتے۔ صوفی موصوف بھی اپنی مشکل کے حل کے سلسلہ میں ان مجذوب کے پاس گئے انہوں نے حسب عادت ان کے لیے بھی دعا کی لیکن ان کا کام نہ ہوا اس کے بعد دو تین مرتبہ پھر ان کے پاس گئے لیکن کام پھر نہ ہوا۔ چوتھی مرتبہ وہ ان کے پاس گئے اور رات کو ان کے پاس ٹھہرے صبح کو انہوں نے حضرت کرمانوالہ شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانے کا کہا کہ ان کا کام وہیں سے ہوگا۔ چنانچہ صوفی صاحب قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حضرت کرمانوالہ شریف آئے آپ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا ''کیا یہاں کسی قسم کی کوئی کمی ہے جو تم ادھر ادھر مارے مارے پھرتے ہو'' چنانچہ آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور ان کا کام ہو گیا۔

اب چند اقتباسات خزینہ کرم مؤلفہ چوہدری مقبول احمد سے درج کیے جاتے ہیں۔ جس میں آپ کی شان ارفع و اعلیٰ کا بیان ہے۔

جب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کرمونوالہ شریف سے ہجرت فرما کر موجودہ جگہ حضرت کرمانوالہ شریف میں قیام پذیر ہوئے تو لنگر کا انتظام اور زمین کی دیکھ بھال کا اہتمام وغیرہ چھوٹے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا آپ نے یہ ذمہ داری احسن طریقے سے نبھائی۔

(صفحہ نمبر 324)

پیر سید محمد قاسم شاہ صاحب خطیب جامع مسجد دربار بری امام رحمۃ اللہ علیہ نور پور شاہاں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ باتوں باتوں میں میری تنخواہ بحیثیت خطیب دربار بری امام رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آ گیا تو باباجی سرکار پیر سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پیر جی! ایہہ تنخواہ تھوڑی اے۔ تواڈی تنخواہ زیادہ ہونی چاہیدی اے۔ رب کریم نے آپ کے منہ سے نکلی ہوئی بات پوری کر دی۔ اب لندن میں میری ایک ماہ کی تنخواہ یہاں کی ایک سال کی تنخواہ کے برابر ہے بلکہ زیادہ ہے، اللہ اکبر۔

چھوٹے باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ ایک بار مولوی محمد اکرام مرحوم کے ہمراہ دربار بری امام رحمۃ اللہ علیہ پر تشریف لائے۔ مجھے اطلاع نہ تھی۔ باباجی سرکار نے مجھے بلوا بھیجا۔ مزار پر حاضری کے بعد آپ نے شفقت فرمائی اور ہمارے دارالعلوم اور مسجد میں تشریف لائے اور دعائے خیر فرمائی۔ (صفحہ نمبر 326)

اس عاجز (نور احمد مقبول) کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے کوئی وظیفہ یا نفلی عبادت کرنے کے متعلق کچھ نہ فرمایا تھا۔ حالانکہ میں 1945ء میں پہلی دفعہ کرمانوالہ شریف حاضر ہوا تھا اور پھر پاکستان معرض وجود میں آنے کے بعد ایک دو دفعہ حضرت کرمانوالہ شریف حاضر ہوا۔ جون 1945ء میں حاضر خدمت ہوا اور خواہش تھی کہ حضرت قبلہ سے تنہائی میں عرض کروں۔ موقع کی تلاش میں تھا۔ ایک دن بعد از نماز عشاء میں بڑے گیٹ پر کھڑا تھا۔ اندر جانے کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ باباجی پیر سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اچانک وہاں آ گئے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض مدعا کیا۔ آپ نے فرمایا بے دھڑک اندر چلے جاؤ، کہہ دینا عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھیجا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ چارپائی پر استراحت فرما رہے تھے۔ میں نے مٹھی چاپی شروع کر دی۔ آپ نے فرمایا "بابو جی" عرض کیا، جی حضور، آپ نے فرمایا چار نفل تہجد اور 500 دفعہ درود خضری پڑھ لیا کرو۔ ڈاک خانہ والوں کو بہت کام ہے۔ تمہارے لیے یہی کچھ کافی ہے سبحان اللہ، باباجی سرکار کی توجہ سے کام بنا۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان نظر سے بہت کچھ حاصل ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا ان شاء اللہ

(صفحہ نمبر 327)

آپ منشرع، خلیق اور مریدین کے ہمدرد اور بہی خواہ تھے۔ منکسر المزاج اور باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ معاملہ فہم اور مدبر تھے۔ افسوس کہ بہت جلد دنیائے فانی سے دارالبقا کو سدھارے۔

**قطعہ تاریخ رحلت پیر عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ماخوذ از مخزن کرم**

کرمانوالے پیر کے پسر دل نواز
عثمان علی شاہ ذی شان عز و ناز
ہے سال رحلت ہاتف نے یوں کہا
ہیں وہ خواجہ وفا غریب نواز
1978ء

## مکاشفات

برکت علی صاحب لالہ زار کالونی مغل پورہ بیان کرتے ہیں کہ وہ 1972ء میں ریٹائرمنٹ کی ایک سال کی چھٹی پر تھے۔ اتنی لمبی چھٹی تھی اور وہ مست تھے اور ابھی کوئی کام کرنے کا موڈ نہیں تھا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد ان کا پنشن کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش نہ تھا اور ان کا سب سے بڑا لڑکا بھی ابھی زیر تعلیم تھا انہوں نے کاروبار کے بارے میں ابھی کچھ سوچا بھی نہ تھا لیکن قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس روزانہ کوٹھی شریف میں حاضر ہوتے تھے اس طرح دو ماہ گزر گئے ایک دن آپ نے فرمایا! باؤجی کچھ کام کرنا چاہیے لیکن انہوں نے کوئی خاص توجہ نہ دی ایک مرتبہ پھر آپ نے انہیں کام کے لیے فرمایا تو انہوں نے پھر لیت و لعل سے کام لیا تیسری مرتبہ آپ نے بڑی سختی سے فرمایا تو انہیں سنجیدگی کا احساس ہوا اور انہوں نے ایک دکان کھول لی۔

بات دراصل یہ تھی کہ بھٹو صاحب کے دور حکومت میں سرکاری ملازمین کی ریٹائرمنٹ کی عمر پچپن سال تھی اور اس میں افسران کی کوخوشنودی سے زیادہ سے زیادہ تین سال کی توسیع ہو

سکتی تھی۔ چنانچہ وہ تیسرے سال کی توسیع میں اٹھاون سال کی عمر پر تھے لیکن اندرون خانہ حکومت نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ ریٹائرمنٹ کی عمر اٹھاون سال کر دی جائے اور کسی کو مزید توسیع نہ دی جائے۔ چنانچہ انہیں بھی گورنمنٹ کی طرف سے یہ اطلاع آ گئی کہ انہیں ریٹائر کیا جاتا ہے اور چھٹی ختم کی جاتی ہے اور یہ کہ ان کو اب تنخواہ نہیں ملے گی بلکہ صرف پنشن ملے گی۔ پنشن ان کے گھریلو اخراجات کے لیے ناکافی تھی لیکن وہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم کے مطابق پہلے ہی دکان شروع کر چکے تھے اسی لیے انہیں کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا یعنی قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہلے ہی اس فیصلہ کی وجہ سے انہیں کام کرنے کا ارشاد فرمایا تھا اور اس طرح انہیں مالی پریشانی سے بچالیا۔

یہی برکت علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ انہیں ایک نوجوان بیلی (مرید) نے بتایا (جس کا نام انہیں یاد نہیں) کہ وہ سلام کے لیے حضرت کرمانوالہ شریف حاضر ہوا اور قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا بیلیا دو تین دن ہوئے ہماری گھوڑی چوری ہو گئی ہے اس کو تلاش کر لے لانا ہے۔ دراصل وہ گھوڑی بہت اچھی نسل کی تھی آپ نے چند روز پہلے ہی خریدی تھی کہ ٹیوب ویل پر بندھی گھوڑی کو چور کھول کر لے گئے وہ نوجوان بڑا حیران و پریشان تھا کہ اس نے گھوڑی دیکھی بھی نہیں ہے اور آپ سرکار نے اس کی تلاش کی ذمہ داری سونپ دی ہے آپ نے صرف اتنا اشارہ دیا کہ میاں چنوں کے علاقہ میں تلاش کرو چنانچہ وہ ایک بس میں سوار ہو کر میاں چنوں کے قریب ایک گاؤں میں اتر گیا کچھ عورتیں پانی بھر رہی تھیں اسے پیاس لگی ہوئی تھی اور وہ پانی پینے کے لئے وہاں ٹھہر گیا۔ عورتیں آپس میں باتیں کر رہی تھیں کہ دو تین روز پہلے یہاں ایک نہایت ہی عمدہ گھوڑی چوری ہو کر آئی ہے یہ بات سننا تھی کہ اس نوجوان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہو نہ ہو یہ گھوڑی بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہے اصل بات یہ تھی وہاں ایک گھرانہ تھا جو مال مویشی چوری کا دھندہ کرتا تھا وہ نوجوان پانی پی کر گاؤں چلا گیا اور کھوج لگانے لگا اور بعد میں پنچائت اکٹھی کر لی کہ یہاں بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گھوڑی چوری ہو کر آئی ہے۔ پنچایت نے اپنے طور پر تفتیش کی اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ گھوڑی واقعی بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہے اور انہوں نے وہ گھوڑی اس نوجوان کو دلا دی اور وہ نوجوان اس پر سوار ہو کر آپ کی خدمت

میں حاضر ہوا اور آپ کو گھوڑی پیش کر دی۔ یہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تصرف ہی تھا کہ اس نوجوان کو گھوڑی کے پاس خود ہی پہنچا دیا اور اسے گھوڑی واپس لانے کا اعزاز حاصل ہوا۔

یہی برکت علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان بیلی (مرید) جس کا نام انہیں یاد نہیں نے انہیں بتایا کہ وہ اپنے ماں باپ کا اکیلا بیٹا ہے اور کافی رقبہ کا مالک ہے اس کی والدہ کو اسکی شادی کی بہت فکر تھی لیکن کوئی لڑکی پسند نہ آتی تھی ایک دن قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دریافت کیا کہ بیلیا شادی کب کر رہے ہو اس نوجوان نے عرض کی کہ رشتے تو بہت آتے ہیں لیکن اس کی والدہ صاحبہ کو کوئی لڑکی پسند نہیں آتی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ پرانے رشتہ داروں سے ملنا جلنا ترک کیا ہوا ہے ان میں سے رشتے کے لیے لڑکی تلاش کی جائے چنانچہ اس نوجوان نے اپنی والدہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حکم عرض کیا اور وہ اگلے ہی روز ان رشتہ داروں کے ہاں پہنچ گئی اور وہاں انہیں پسند کی لڑکی مل گئی اور رشتہ بھی طے ہو گیا اس نوجوان نے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ خوشخبری سنائی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود بنفس نفیس راستہ بہت کٹھن ہونے کے باوجود اس کے گھر تشریف لے گئے اس کی والدہ کو مبارکباد دی اور اسے سلامی سے نوازا یہ تھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نگاہ کرم ایک طرف اس نوجوان کی شادی کا بندوبست فرمایا اور دوسری طرف پرانے ٹوٹے ہوئے رشتے جوڑ دیے۔

سارنگ صاحب ساکن چک نمبر 419 تاندلیاں والہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے اپنے ساتھ چک نمبر 57/E.B عارف والہ چلنے کو کہا انہوں نے عذر کیا کہ گھر سے دور ہو جاؤں گا اور گاؤں جانا مشکل ہو جائے گا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا جو بیلی (مرید) میرے پاس رہتا ہے ان کے گھر کی نگہبانی کرنا میری ذمہ داری ہے اور روزانہ تمہارے گھروں کی نگرانی کرنے کے لیے تین مرتبہ جاتا ہوں اور ساتھ ہی سارنگ صاحب کو ان کے گھر کے مال مویشی ٹھیک ٹھیک گنوا دیے کہ اتنے بیل۔ اتنے گھوڑے اور اتنی بھینسیں ہیں حالانکہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ظاہری طور پر ان کے گھر کبھی نہیں گئے تھے۔

حاجی شفیق احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ چک کھڑالہ دلٹو یا پتوکی گئے وہاں پر ایک

بیلی شیر محمد نے بیان کیا کہ وہ قبلہ باباجی سرکار ﷫ سے مل کر واپس آیا تو اس نے دل میں خیال کیا کہ قبلہ باباجی سرکار ﷫ اسے پہچانتے نہیں اس نے سوچا کہ اگر دنیا میں ہی نہیں پہچانتے تو آگے جا کر آخرت میں ہمیں کیا پہچانیں گے اور ہماری شفاعت کیسے کریں گے کچھ دن بعد وہ قبلہ باباجی سرکار ﷫ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا آپ ﷫ اس وقت وہاں موجود نہ تھے تھوڑی دیر بعد تشریف لائے تو سیدھے اس کے پاس ہی آئے اور فرمایا تیرا نام شیر محمد ہے اور ذات کمہار ہے اور تو نے کالے رنگ کا ایک گدھا بھی رکھا ہوا ہے یہ بات سن کر وہ آپ ﷫ کے قدموں میں گر گیا کہ آپ ﷫ نہ صرف مجھے پہچانتے ہیں بلکہ میرے جانوروں تک کو جانتے ہیں اور اس نے اپنے خیالات بد سے توبہ کی کہ ''پیر اسے پہچانتے نہیں''۔

جناب غلام باری صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ایک رات قبلہ باباجی سرکار ﷫ خواب میں تشریف لائے وہ اور ان کا بھانجا آپ ﷫ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کچھ دیر بعد آپ ﷫ نے ان کے بھانجے کے متعلق فرمایا کہ وہ اٹھ کر چلا جائے لیکن وہ وہیں آپ ﷫ کے پاس بیٹھے رہنے کی ضد کرنے لگا لیکن ان کے (غلام باری صاحب) کے سمجھانے پر چلا گیا دوسرے روز غلام باری صاحب کا بھانجا حضرت داتا گنج بخش ﷫ کے دربار عالیہ پر سلام عرض کرنے گیا واپسی پر اس کے سینے میں تانگے کا بم لگا، اسے گنگا رام ہسپتال لے جایا گیا لیکن وہ جانبر نہ ہو سکا تب معلوم ہوا کہ قبلہ باباجی سرکار ﷫ رات کو خواب میں اس کی اجل کا پیغام دے رہے تھے یعنی اپنی مجلس سے رخصت کرنا اس کو دنیا کی محفل سے رخصت کرنا تھا۔

خوشی محمد بانگا صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے 1958ء میں میٹرک کا امتحان دیا ہوا تھا اور رات کو میرا دسویں جماعت کا نتیجہ نکلنا تھا۔ میں نتیجہ جاننے کے لیے بہت بے قرار تھا۔ باباجی سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف سے رات کو خواب میں اخبار میں نتیجہ دیکھا تو میں فیل تھا۔ اگلی صبح کو میں باباجی پیر سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں حضرت کرمانوالہ شریف گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میرے امتحان کا نتیجہ دیکھنے کے لیے ریلوے اسٹیشن

سے اخبار منگوایا، میں نے عرض کیا کہ میں نے نتیجہ دیکھ لیا ہے۔ پھر بھی اخبار منگوایا گیا۔ میرا رول نمبر اخبار میں نہیں تھا اور میں فیل تھا۔ بعد میں بابا جی سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ گھر تشریف لے گئے۔ میں اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امتحان کا نتیجہ پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ میں فیل ہو گیا ہوں۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دلاسہ دینے کے لیے فرمایا کہ "روزی کوئی فیل پاس میں ہے" اور دعا فرمائی "جاؤ ...... افسر ہو جاؤ گے"

پھر بابا جی پیر سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بطور ٹریسر (Tracer) بھرتی کروایا۔ میں ترقی کر کے واپڈا میں ہیڈ ڈرافٹس مین بن کر ریٹائرڈ ہوا۔ یہ گریڈ 17 کی ملازمت تھی۔ میں نے عزت سے تمام عمر نوکری کی۔ یہ سب اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ کی دعا اور بابا جی سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ عنایت کی وجہ سے ممکن ہوا۔

یہی خوشی محمد صاحب جو کہ کافی عرصہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عالیہ میں رہے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن گرمیوں کے موسم میں نمازِ مغرب کے بعد آپ ٹریکٹر پر 24 چک جانے لگے تو مجھے فرمایا کہ ایک لاٹھی ساتھ لے لو۔ میں نے لاٹھی لے جانے کے بارے میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ راستہ میں اس کی ضرورت پیش آئے گی۔ ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ایک بڑا اژدھا راستہ میں کھڑا تھا آپ خود ہی ٹریکٹر چلا رہے تھے۔ آپ نے ٹریکٹر ایک طرف کھڑا کیا اور اس اژدھا پر اس لاٹھی سے دو زور دار وار کر کے اس کو ختم کر دیا تب مجھے لاٹھی ساتھ لانے کی حکمت معلوم ہوئی۔

احسان الحق قریشی صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی والدہ کا انتقال نوے سال کی عمر میں 13 اگست 1970ء کو ہوا، یہ شدید بارشوں کا زمانہ تھا اور ان کی والدہ کے انتقال کے روز بھی خوب زور سے بارش ہو رہی تھی اور رکنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ وہ (احسان الحق قریشی صاحب) گھر میں اکیلے ہونے اور دوسرے بارش کی وجہ سے کسی کو اپنی والدہ کے انتقال کی اطلاع نہ دے سکے۔ ان کی یہی دعا تھی کہ بارش رک جائے، جنازہ تیار ہوا تو بارش رک گئی کیا دیکھتا ہوں کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اپنے چند بیلیوں کو لے کر خود ہی ان کے پاس پہنچ گئے حالانکہ انہوں نے آپ کو بھی اطلاع نہ دی تھی۔ آپ نے آتے ہی ان سے دریافت کیا کہ جنازہ

تیار ہے۔ اثبات میں جواب دینے پر آپ نے جنازہ لے کر چلنے کا حکم دیا اور قبرستان جا کر آپ نے ایک بیلی کو نماز جنازہ پڑھانے کا حکم دیا۔ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ خود آ گاہی، کرم نوازی اور فیض عام رہا ہے۔

شوکت صاحب کرمانوالے ٹریکٹر والے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ شرقپور شریف کسی کام سے گیا لیکن وہاں جا کر میرا کام میں بالکل دل نہ لگا اور کام ادھورا چھوڑ کر لاہور واپس آ گیا۔ لاہور چونگی کے قریب آیا تو مجھے خیال آیا کہ میں ابھی گھر جا کر کیا کروں گا اور میں نے حضرت کرمانوالہ ہاؤس گڑھی شاہو قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس جانے کا ارادہ کر لیا وہاں پہنچا تو دیکھا کہ باباجی سرکار کا ایک درویش نور جمال کوٹھی کے گیٹ پر کھڑا ہے میں نے اس سے باہر کھڑے ہونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرما کر گئے تھے کہ شوکت آ رہا ہے اس سے کوئی ضروری کام ہے اسے جانے نہ دینا۔ یہ تھا آپ کا تصرف کہ آپ نے مجھے شرقپور شریف سے فوراً بلا لیا۔

بشیر احمد (دھوبا) غازی آباد لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ میرے بڑے بھائی فقیر محمد صاحب پرچون کی دکان کرتے تھے اور کبھی کبھی میں بھی اس دکان پر بیٹھ جاتا تھا۔ یہ 1950ء کا واقعہ ہے کہ میرے بھائی کی دکان سے چالیس روپے چوری ہو گئے، بڑے بھائی اور میرے والد اس رقم کی چوری کا مجھ پر شک کرنے لگے میں بہت پریشان تھا کہ اتنے میں باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد نور میں تشریف لائے اور مجھے طلب کیا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے پریشان دیکھ کر خود ہی پوچھ لیا کہ وہ پیسوں کی چوری کا کیا قصہ ہے میں نے عرض کیا کہ حضور چوری تو میرے ذمہ لگ گئی ہے آپ نے فرمایا کہ چور نے تو اس رقم سے اپنے مویشیوں کے لیے چارہ بھی خرید لیا ہے، بہر حال آپ نے مجھے تسلی دی کہ تمہارے والد اور بڑے بھائی کو جلد ہی چوری کے متعلق معلوم ہو جائے گا اور آپ مسجد نور سے چلے گئے۔ چنانچہ میں جب نماز مغرب کے بعد گھر گیا تو میرے والد مجھ سے فرمانے لگے کہ چوری کا معلوم ہو گیا ہے۔ دراصل ہمارے پڑوس میں ایک زمیندار تھا اس نے میرے بھائی کی دکان سے چالیس روپے چرائے تھے اور اس رقم سے اس نے اپنے مویشیوں کے لیے چارہ وغیرہ بھی خرید لیا تھا۔ اس طرح آپ نے اپنے

مرید کی مدد فرمائی کیونکہ عام حالات میں چوری کا پتہ لگنا مشکل تھا لیکن آپ نے نظر کرم فرمائی اور چوری کا پتہ لگ گیا۔

محمد یوسف صاحب بورے والا سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انہیں اپنے چند احباب کی معیت میں تونسہ شریف خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس میں حاضری نصیب ہوئی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی عرس کی تقریبات میں شامل تھے۔ عرس شریف سے فارغ ہوکر میرے احباب نے لاہور جانے کی خواہش کا اظہار کیا میں (محمد یوسف) قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجازت لینے کے لیے حاضر ہوا ہمارے پاس سواری کا انتظام بھی نہیں تھا اور ان دنوں ٹرانسپورٹ کا مسئلہ بہت گھمبیر تھا اس لیے میرا خیال تھا کہ آپ لاہور جانے کے لیے سواری کا انتظام بھی فرمادیں گے۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ کیا بات ہے میں نے عرض کیا کہ حضور اجازت کے لیے حاضر ہوا ہوں، بس یہ کہنے کی دیر تھی کہ حضور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرے دل کا چور پکڑ لیا اور فرمانے لگے کہ محمد یوسف کیا آپ لوگوں نے لاہور نہیں جانا میرے دل کی بات آپ کی زبان مبارک پر آنے پر میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ حضرت قبلہ باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی فراست ایمانی سے میرے دل کی چھپی بات کو جان لیا اور فوراً ایک خادم کو حکم دیا کہ ان کو بھی اپنے ساتھ لاہور لے جانا۔ حضور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ فرمانا تھا کہ ہمارا کام بن گیا (حدیث شریف میں حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ کریم کے نور سے دیکھتا ہے۔ ولی اللہ کی نظر مریدوں کے دلوں پر بھی ہوتی ہے۔ اسی لیے عارف رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

بندگانِ خاص علامُ الغیوب
وَاحذرُوهُم هُم جواسیسُ القلوب

یعنی اللہ تعالیٰ کے خاص بندے پوشیدہ بھیدوں کو جاننے والے ہیں اور اے انسان تو ان سے ڈرتا رہ اس لیے کہ یہ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔

# کرامات

## قتل کی سزا سے بچ جانا

سارنگ صاحب ساکن چک نمبر 419 تاندلیانوالہ بیان کرتے ہیں کہ طور نامی ان کا ہمسایہ قتل کے کیس میں گرفتار تھا اور اس کی ضمانت منسوخ ہو چکی تھی طور صاحب کا خاندان باطل عقائد کا مالک تھا۔ لیکن پھر بھی اس نے سارنگ صاحب سے درخواست کی کہ اپنے پیر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کی ضمانتوں کے لیے دعا کرائیں اور انہوں نے اپنا ایک آدمی ان کے ساتھ حضرت کرمانوالہ شریف روانہ کیا قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وقت چک 36/S.P پاکپتن شریف میں تشریف رکھتے تھے۔ چنانچہ سارنگ صاحب ان کے آدمی کو لے کر چک نمبر 36 میں ہی قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور آپ سے ضمانتوں کے لیے دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا اللہ کریم ان کی ضمانت کر دیں گے اگر سیشن کورٹ سے نہ ہوئی تو ہائی کورٹ ان کی ضمانتیں لے لے گی۔ کیس سیشن کورٹ میں زیر سماعت تھا جج صاحب نے دلائل سننے کے بعد ان کی ضمانت لے لی اور بعد میں قتل سے بَری بھی کر دیا اور مقدمہ خارج کر دیا۔ یہ سب قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔

عنایت ورک اور اس کے دیگر رشتہ دار 52/E.B عارف والہ کے بگا جوئیہ کے قتل کے سلسلہ میں گرفتار تھے ہائی کورٹ میں تاریخ سے ایک دن پہلے عنایت ورک کا والد نجی ورک قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور آپ سے دعا کے لیے عرض کیا، آپ نے فرمایا کل انشاء اللہ 2:30 بجے دوپہر اللہ تعالیٰ تمہیں بَری کر دے گا۔

اگلے دن بحث شروع ہوئی طرفین کے وکلاء زور شور سے بحث کر رہے تھے اور ابھی بحث جاری تھی کہ عین 2:30 بجے دوپہر جج صاحب نے ڈیسک بجایا اور فیصلہ سنا دیا کہ ملزمان کو قتل سے بَری کیا جاتا ہے اور ان کے خلاف مقدمہ خارج کیا جاتا ہے۔ آپ کی دعا کی بدولت ملزمان

قتل کی سزا سے بچ گئے۔

بشیر ورک اور ان کے تین بھائی ایک اور قتل کیس میں گرفتار تھے اور ہائی کورٹ میں تاریخ تھی ان کی والدہ آپ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ سے اپنے بیٹوں کی جان کی خیرات مانگنے آئی ہوں، آپ نظر کرم فرمائیں آپ نے اس سے ہائی کورٹ میں کیس کے بارے میں دریافت کیا تو ان کی والدہ نے عرض کیا کہ وکیل کہتے ہیں کہ دو لڑکے بَری ہو جائیں گے اور دو لڑکوں کو پھانسی ہو جائے گی۔ آپ نے فرمایا دو لڑکے وکیل چھڑا لیں گے تو دو لڑکے ہم اپنے رب کریم سے چھڑوا لیں گے اور ہمارے چھڑائے ہوئے وکیل کے چھڑائے ہوؤں سے پہلے آئیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مائی صاحبہ کے وہ دو بیٹے جن کے بارے میں وکلاء حضرات نے کہا تھا کہ رہا ہو جائیں گے وہ روبکار میں نام کی غلطی کی وجہ سے ایک دن بعد بَری ہوئے جبکہ باقی دو لڑکے جن کے بارے میں باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا کہ ہم رب کریم سے بَری کروا لیں گے وہ اسی دن رہا ہو گئے۔ آپ کا قول سچ ثابت ہوا کہ ہمارے بَری کروائے ہوئے پہلے آئیں گے اور وکلاء کے بَری کرائے ہوئے بعد میں۔

خوشی محمد بانگا صاحب ساکن چک نمبر ۴۴ نزد کرمانوالہ شریف فرماتے ہیں کہ میرے ماموں زاد بھائی حجرہ شاہ مقیم سے دس کلومیٹر ایک گاؤں میں زمین پر مزارع تھے مالک اراضی نے قبضہ لینے کے لئے دیپالپور سے ایک بدمعاش کو بلایا اور اسے لالچ دے کر زبردستی زمین کا قبضہ لینے کے لیے کہا۔ اس بدمعاش نے چند اور آدمی لے کر میرے ماموں اور ان کے بیٹوں کے ساتھ غنڈہ گردی شروع کر دی جھگڑا بڑھ گیا اور ایک بدمعاش مارا گیا۔ میرے ماموں زاد بھائی نے مجھے لاہور میں اطلاع دی تو میں حضرت قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے تمام واقعہ بیان کیا آپ نے مجھے کچھ دیر رکنے کو کہا اور کچھ دیر بعد آپ نے مجھے واقعہ دوبارہ سنانے کو کہا میرے دوبارہ واقع سنانے پر آپ نے فرمایا کہ مقتول بدمعاش نے بھی دو قتل کئے ہوئے ہیں میں نے اس بارے میں اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا کہ ساہیوال جاؤ اور وہاں کوئی مشہور وکیل اپنے مقدمہ کے لیے کرو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے میں نے عرض کی کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ضمانتوں کے لیے درخواست دے دوں تو آپ نے فرمایا کہ ضمانتوں کی

ضرورت نہیں انشاء اللہ جلد ہی فیصلہ ہو جائے گا۔ چھ ماہ کے بعد مقدمہ سیشن کورٹ میں پیش ہوا تو اللہ کریم نے باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا سے تینوں لڑکوں کو بری کر دیا۔ بری ہونے کے بعد گورنمنٹ کی طرف سے فیصلہ کے خلاف اپیل ہائی کورٹ میں کر دی گئی میں نے باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پھر عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ کوئی اچھا وکیل کر لیں اور آپ نے دو وکیلوں کے نام بھی بتائے میں نے عرض کی یہ تو بہت بڑے وکیل ہیں ہم تو ان کی فیس بھی ادا نہیں کر سکیں گے آپ نے فرمایا کوشش کریں کم پیسوں میں ہی کام ہو جائے گا آپ کی دعا سے ہمیں ایک ایسا شخص مل گیا جو ان میں سے ایک وکیل کا بہت دوست تھا وہ ہمیں اپنی گاڑی میں بٹھا کر اس وکیل کے پاس لے گیا راستہ میں اس نے ہم سے پوچھا کہ آپ کتنے پیسے لے کر آئے ہیں ہم نے عرض کی ہمارے پاس پانچ ہزار روپے ہیں اس نے کہا کہ اتنے پیسوں میں تو وہ وکیل نہیں ہوگا۔ ہم نے انہیں باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں بتایا اس نے وکیل صاحب کے پاس پہنچ کر ہم سے پانچ ہزار لے کر اسے دے دیا اور کہا کہ یہ میرا اپنا کیس ہے اور یہ پانچ ہزار روپیہ آپ کی گاڑی کے پٹرول کا خرچہ ہے چنانچہ ہائی کورٹ میں دس روز متواتر بحث کے بعد تینوں بھائی وہاں سے بھی بری ہو گئے یہ محض باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا کا نتیجہ تھا کہ قتل کے ملزم بری ہو گئے۔

## شرفاء کے ساتھ دیگر افراد کا بھی بری ہو جانا:

جناب شوکت صاحب کرمانوالہ ٹریکٹر والے بیان فرماتے ہیں کہ غلام مصطفےٰ کھر صاحب وزیر اعلیٰ کے دور اقتدار میں بدمعاشوں کی فہرستیں تیار ہوئیں تو کسی نے دشمنی سے ان کے والد بزرگوار کا نام بھی ان فہرستوں میں شامل کروا دیا اور اس طرح ان کے والد کو بھی گرفتار کر لیا گیا یہ تھانے گئے لیکن والد صاحب کی رہائی کی کوئی صورت نہ بنی۔ پریشانی کے عالم میں اپنے ایک دوست اور پیر بھائی چوہدری سردار صاحب کے گھر گیا اور دل میں خیال آیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی لاہور میں موجود ہوتے تاکہ ان سے دعا کرا کے رہائی مل جاتی (قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وقت حضرت کرمانوالہ شریف میں تھے) لیکن تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چوہدری سردار کے گھر ہی تشریف لے آئے اور مجھے

پریشان دیکھ کر وجہ پوچھی اس دوران شوکت صاحب کو اطلاع ملی کہ ان کا نام بھی اس فہرست میں شامل کر لیا گیا ہے اور یہ کہ وہ خود بھی گرفتاری سے بچنے کے لیے ادھر ادھر ہو جائیں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں رب کریم خیر کریں گے اور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انہیں اپنے ساتھ ہی اپنی کوٹھی شریف حضرت کرمانوالہ ہاؤس لے گئے اور رات وہیں بسر کرنے کا فرمایا۔ صبح آپ نے انہیں اپنے والد کی پیروی کے لیے کچہری جانے کے لئے فرمایا ڈپٹی کمشنر کے پاس تمام حضرات کو پیش کیا گیا اور اس نے تمام افراد کی رہائی کا حکم دے دیا اس طرح آپ کی دعا کی بدولت نہ صرف شرفاء بلکہ دیگر افراد بھی رہائی پا گئے۔

## مارشل لاء میں مقدمہ سے بری ہو جانا

حکیم مولا بخش صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے گاؤں میں دو فریقین کا آپس میں جھگڑا چل رہا تھا ایک فریق ہمارے گاؤں میں اور دوسرے ایک میل کے فاصلہ پر رہتے ہیں۔ ہمارے گاؤں والوں پر 1978-4-30 کو پولیس نے اذان کے وقت چھاپا مارا اور ہمارے گھر سے ایک رائفل برآمد ہوئی گھر میں موجود مقصود احمد کو کوئی پتہ نہ تھا مقصود احمد نے کہا کہ یہ رائفل میری نہیں ہے کیونکہ مقصود احمد کو رائفل کا پتہ ہی نہ تھا ہمسایہ پارٹی نے چھاپہ کے وقت مقصود احمد کے پاس پھینک دی تھی۔ مقدمہ مارشل لاء میں چلا گیا۔ میرا لڑکا نیاز احمد حضرت صاحب کے دربار سے ہو کر چک نمبر 36 ایس پی پاکپتن پہنچا جہاں حضرت سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف فرما تھے۔ حضرت عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سب واقعہ سنایا کہ مقصود احمد بے گناہ ہے آپ دعا کریں کہ بری ہو جائے صاحبزادہ پیر عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مقصود احمد بری ہو جائے گا فکر نہ کریں اور نیاز احمد کو رخصت دے دی مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۷۸ء کو پہلے ٹائم میں مارشل لاء والوں نے مقصود احمد کو بری کر دیا۔ اگر چہ گواہ بھی ٹھیک ٹھاک تھے لیکن مقصود احمد بے گناہ تھا اس لئے صاحبزادہ پیر عثمان علی شاہ بخاری کی کرم نوازی سے بری ہو گیا۔

## تیرہ سال سے رکی ہوئی روحانی منزل مل گئی

حاجی شفیق صاحب نعت خواں حضرت کرمانوالہ شریف بیان کرتے ہیں کہ مستری عبدالستار صاحب رینالہ خورد والے اپنے بیٹے کی شادی میں بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مدعو کرنے کے لیے آئے تو آپ نے شادی میں شرکت سے معذوری ظاہر کی کیونکہ اس دن آپ نے کسی اور جگہ جانا تھا لیکن آپ نے فرمایا کہ شادی سے ایک دن پہلے میں نے لاہور جانا ہے اس دن آپ کے پاس ہو کر جائیں گے اور ناشتہ وغیرہ بھی وہیں کریں گے۔ مستری عبدالستار صاحب کے جناب قبلہ حضور صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رینالہ خورد والوں سے بھی تعلقات تھے انہوں نے اس دن حضور صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادہ صاحب کو بھی مدعو کیا اور وہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آمد کا سن کر ان کی دعوت میں شرکت کے لیے تیار ہو گئے چنانچہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اسرار پر ناشتہ میں شامل ہو گئے اور صرف تین گھونٹ بوتل کے اور تین نوالے کھانے کے نوش فرمائے لیکن قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی معیت میں کھانے سے ان کی تیرہ سال سے رکی ہوئی روحانی منزل حاصل ہو گئی چنانچہ آپ نے ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ میری تیرہ سال سے رکی منزل آج حضور قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نگاہ کرم سے حاصل ہو گئی ہے۔

## بیماری سے شفا

محمد اسحاق صاحب آپ کے ایک درویش بیان کرتے ہیں کہ ان کا بھائی سخت بیمار ہو گیا اور بیماری کی وجہ سے اس کے سر اور جسم کے بال اتر گئے اور شکل بھی عجیب ہو گئی۔ ڈاکٹروں اور حکیموں سے بہت علاج کرایا کوئی افاقہ نہ ہوا اور ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔ اس کے رشتہ دار اس کے بھائی کو لے کر اس کے پاس حضرت کرمانوالہ شریف لے آئے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے دو تین روز کے بعد آپ تشریف لائے تو محمد اسحاق نے اپنے بیمار بھائی کو آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے فرمایا رب کریم خیر کر دیں گے چنانچہ

چند ہی دن میں اس کا بیمار بھائی بغیر کسی مزید علاج کے آپ کی دعا سے شفایاب ہو گیا۔

سارنگ صاحب چک نمبر 419 تاندلیانوالہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیوی کو بخار رہتا تھا وہ اس کو ٹائیفائیڈ سمجھتے رہے حالانکہ ان کی بیوی کو ٹی بی تھی۔ ایک مرتبہ وہ شرق پور شریف عرس کے موقع پر حاضر ہوئے قبلہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی وہاں موجود تھے آپ سے بیوی کی بیماری کے متعلق عرض کی تو آپ نے دعا فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا تمہاری بیوی کو ٹی بی ہے اس کے لئے دوائی لکھ کر لے جانا اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائیں گے وہ واپس گھر پہنچے تو گھر میں صفائی وغیرہ ہوئی ہوئی تھی انہوں نے اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ تم تو بیمار تھیں یہ صفائی کیسے ہوگئی اس نے کہا کہ تم شرقپور شریف عرس پر گئے اس کے بعد میں بالکل ٹھیک ہوگئی یعنی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا سے وہ بالکل شفایاب ہو چکی تھی۔

## بیماری سے شفا

خوشی محمد بانگا لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی والدہ کو السر تھا آرام نہیں آ رہا تھا قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دعا کے لیے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ڈاکٹر بشیر احمد سے علاج کرائیں اسکے علاج سے کچھ افاقہ ہوا لیکن وہ ڈاکٹر کراچی چلا گیا اور مرض میں پھر شدت آ گئی خوشی محمد بانگا صاحب قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پھر حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا کہ ڈاکٹر تو کراچی چلا گیا ہے اور مرض میں شدت آ گئی ہے آپ نے فرمایا کہ دوائی چھوڑ دیں رب کریم شفا دیں گے چنانچہ انہوں نے دوائی ترک کر دی اور کچھ ہی دن کے بعد قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ کو مکمل شفا نصیب فرمائی۔

## مسوں کا ٹھیک ہو جانا

ایک مرتبہ آپ پاکپتن شریف چک نمبر ۳۶ ایس پی آئے ہوئے تھے راقم الحروف کو معلوم ہوا تو چند دوستوں کے ہمراہ آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ ان دنوں راقم کے چہرے پر

جگہ جگہ موکے نکل آتے تھے موکہ ایک جگہ سے کٹواتا تو دوسری جگہ نکل آتا اور یہ سلسلہ جاری رہتا جس کی وجہ سے چہرہ بھی بدنما ہوتا جارہا تھا۔ چنانچہ آپ کی زیارت کا ارادہ کیا تو یہ بھی خیال تھا کہ موکے ختم ہونے کے لیے بھی دعا کرائیں گے لیکن وہاں جا کر اس بارے میں دعا کرانا یاد ہی نہ رہا اور واپسی پر راقم نے اپنے دوستوں سے کہا کہ باباجی پاک سے موکوں کے بارے میں دعا کرانی یاد نہیں رہی لیکن کیونکہ میں آپ کے پاس اس ارادے سے گیا تھا اس لیے میں نے دوستوں سے کہا کہ باباجی پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی کرم نوازی کردیں گے۔ میری حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی جب چند دن بعد موکے ایک ایک کرکے خود ہی جھڑ گئے اور آج تک کوئی موکہ دوبارہ نہ نکلا۔ یہ ہے آپ کی شان بے نیازی کہ آپ بغیر مانگے مریدین کے احوال سے باخبر ہوتے ہیں اور ان کی دستگیری بھی فرماتے ہیں۔

## بیماری سے شفا

قاری عابد سلطان صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت پر معمور تھے ایک دن ان کو گاؤں سے اطلاع آئی کہ ان کی بیوی سخت بیمار ہے وہ اپنے گاؤں جانے کے لیے اجازت لینے باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ آج گاؤں نہ جائیں بلکہ اگلے روز چلے جائیں اگلے روز جب وہ گاؤں پہنچے تو ان کی بیوی بالکل تندرست تھی دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ رات خواب میں کوئی بزرگ تشریف لائے تھے انہوں نے پیار سے اپنا دست شفقت ان کی بیوی پر پھیرا تو وہ اسی وقت تندرست ہوگئی یعنی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں جا کر ان کی بیوی پر اپنا دست شفقت پھیرا۔

مولانا عبدالغفور صاحب جامعہ فاروقیہ گھوڑے شاہ والے بیان کرتے ہیں کہ ان کے ایک عزیز کی بیوی سخت بیمار تھی۔ بہت علاج کرایا لیکن ڈاکٹری علاج سے کوئی افاقہ نہ ہوا۔ اس پریشانی کے عالم میں انہوں نے مجھ سے بیوی کی بیماری کا ذکر کیا میں انہیں لے کر کوٹھی شریف حضرت کرمانوالہ ہاؤس، گڑھی شاہو حاضر ہوا اور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دعا کی

درخواست کی آپ نے فرمایا مولوی جی رب کریم خیر کردیں گے اور آپ نے کھوی کے استعمال کا حکم دیا۔ چنانچہ کھوی کے چند دن کے استعمال سے ہی میری بیوی بالکل ٹھیک ہوگئی۔

محمد شریف بہاولنگر والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی آواز بند ہوگئی بہت علاج کرایا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ ڈاکٹر حضرات گلے کا آپریشن تجویز کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان تھے۔ اس دوران قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے پاس تشریف لائے۔ سیٹھ محمد شفیع لاہور والے بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ سیٹھ صاحب نے ان کے گلے کے ٹھیک ہونے کے لیے دعا کی درخواست کی جس پر قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "خیر ہو جائے گی" آپ وہاں کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد تشریف لے گئے دو تین روز بعد ان کا گلہ خود بخود ٹھیک ہوگیا حالانکہ ڈاکٹر حضرات گلے کا آپریشن تجویز فرمارہے تھے۔

آپ کے ایک خادم محمد علی جنہیں آپ پیار سے "نکو ڈاکٹر" فرمایا کرتے تھے بیان کرتے ہیں کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیماری کی وجہ سے ہسپتال میں داخل تھے آپ کے ساتھ والے کمرے میں ایک مریض تھا جس کو ہڈیوں کی ٹی بی تھی جس کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے سے بھی معذور تھا۔ اس کو آپ کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے اپنی بیوی کو دعا کے لیے آپ کے پاس بھیجا آپ نے اس کی بیوی کی درخواست پر اس شخص کے لیے دعا فرمائی محمد علی صاحب نے بیان کیا کہ تین چار روز بعد انہوں نے اس بیمار شخص کو برآمدے میں ٹہلتے ہوئے دیکھا۔ آپ کی دعا کی برکت سے وہ صحت یاب ہو رہا تھا اور چند دن بعد مکمل صحت یاب ہو کر ہسپتال سے اپنے گھر چلا گیا۔

یہی محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ کے ہسپتال میں قیام کے دوران ہی ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس کے ساتھ اس کی چودہ پندرہ سالہ بیٹی تھی بچی کے پیٹ میں رسولی تھی اور اس کا کچھ دیر بعد آپریشن ہونے والا تھا اس عورت نے اپنی بچی کی صحت کے لیے دعا کی درخواست کی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تین مرتبہ فرمایا "رب کریم خیر کردیں گے" وہ عورت بچی کو لے کر چلی گئی۔ کچھ دیر بعد اس بچی کو آپریشن تھیٹر لے جایا گیا تو بچی کے پیٹ میں رسولی کا نام و نشان بھی نہ تھا ڈاکٹر حضرات بھی حیران و پریشان تھے کہ آخر ایکسرے میں نظر آنے

والی اتنی بڑی رسولی کہاں غائب ہوگئی لیکن لڑکی تو قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا کی برکت سے ٹھیک ہو چکی تھی اور رسولی وغیرہ ختم ہو چکی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ عورت اپنی بیٹی کو لے کر آپ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئی اور تمام ماجرہ بیان کیا۔ لڑکی کو بغیر آپریشن اور بغیر کسی دوا کے آپ کی دعا کی بدولت آرام آگیا تھا۔

چوہدری عبدالغفور صاحب بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ میرے بھائی شاہ محمد کی شیر خوار بیٹی بہت سخت بیمار ہوگئی۔ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کی گئی آپ نے دعا فرمائی اور زعفران گائے کے دودھ کے ساتھ پلانے کا حکم فرمایا جب اماں جی سرکار رحمۃ اللہ علیہا سے دودھ مانگا گیا تو آپ نے تھوڑا سا دودھ عنایت فرمایا قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اماں جی کے پاس موجود تھے آپ نے فرمایا کہ اماں جی دودھ زیادہ عنایت فرمایئے اماں جی نے فرمایا کہ بیٹا آپ نے بچی کی حالت غیر نہیں دیکھی اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا آپ دودھ عنایت فرمائیں بچی کو کچھ نہیں ہوگا چنانچہ اماں جی پاک رحمۃ اللہ علیہا نے دودھ عنایت فرمادیا اور اس کو زعفران دودھ میں ملا کر دی گئی تو بچی بالکل صحت یاب ہوگئی یہ فیض تھا جناب اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اور جناب قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا، کہ بر لب دم بچی بالکل صحت یاب ہوگئی۔

یہی عبدالغفور صاحب بیان کرتے ہیں کہ میری بچی کے ہاتھ پر دنبل (پھوڑا) نکل آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہتھیلی کی ساری پشت پر پھیل گیا قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا "اللہ کریم فضل فرمادیں گے" اور ساتھ ہی نیل کنٹھ بوٹی کا لیپ کرنے کا حکم دیا انہوں نے عرض کیا کہ حضور آپ دعا ہی فرمادیں کہ دوا کے بغیر ہی آرام آ جائے آپ نے فرمایا کہ رب کریم ایسے ہی شفا دے دیں گے آپ ایک سال بعد دوبارہ بھکر تشریف لائے تو بچی کا ہاتھ بالکل ٹھیک ہو چکا تھا۔

یہی عبدالغفور صاحب بیان کرتے ہیں کہ اسی بچی کے پیٹ میں درد رہنے لگا اور ورم بھی ہوگیا سرکاری ہسپتال کے ڈاکٹر بشیر احمد قریشی جس کا ڈاکٹری کا پچیس سالہ تجربہ تھا اس نے کہا کہ یہ علامت تو رسولی کی ہے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں عرض کیا گیا تو

آپ نے فرمایا "اللہ کریم رحم فرمادیں گے" آپ سے مزید درخواست کی گئی کہ جیسے بچی کے ہاتھ کو بغیر دوائی آرام آ گیا تھا سی طرح اس کو اب بھی آرام آ جائے کیونکہ آپریشن سے تو ڈر محسوس ہوتا ہے آپ نے فرمایا "رب کریم اسی طرح شفا عطا فرمائیں گے" چنانچہ کچھ عرصہ بعد بچی کو بغیر کسی دوا اور آپریشن کے آرام آ گیا۔

یہی عبدالغفور صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کا بھانجا محمد اسلم اکثر بیمار رہتا تھا ایکسرے کرانے پر ٹی بی کے مرض کا علم ہوا قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو کوئی بیماری نہیں ہے اور اس کے بھائی بشیر احمد کو حکم دیا کہ اس کو اپنے پاس بھکر ہی لے جاؤ چنانچہ وہ اس کو اپنے ساتھ بھکر لے گئے۔ ضلع ساہیوال میں ان کی پانچ ایکڑ زمین تھی وہ فروخت کر کے بھکر میں اسے ایک مربع زمین قسطوں پر خرید کر دی اور آپ کی دعا کی بدولت اس زمین کی قسطیں بھی اتر چکی ہیں۔

## بیمار بچے کا عالم دین بن جانا

میاں محمد یوسف صاحب بورے والا بیان کرتے ہیں کہ میرے پیر بھائی مولوی نور محمد صاحب کے ایک بیٹے مولوی فیض احمد نقشبندی کا دماغی توازن درست نہ تھا۔ مولوی نور محمد صاحب اپنے بیٹے کو لے کر حضور قبلہ باباجی سرکار سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور دعا کے لیے درخواست کی کہ بیٹے کا ذہنی توازن درست ہو جائے باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اسے حضور بابا حاجی شیر دیوان چاولی مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار پر لے جاؤ اور تو راتا کراؤ یعنی نو راتیں وہاں باندھ کے رکھو اللہ کریم جل شانہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل کرم فرمائے گا۔ مولوی نور محمد صاحب اپنے بچے کو لے کر حاجی شیر دیوان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک پر پہنچ گئے۔ نو راتیں پوری ہونے سے قبل ہی حضور حاجی شیر دیوان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں مولوی نور محمد کو اشارہ فرمادیا کہ اپنے بیٹے کو لے جاؤ اب ٹھیک ہے چنانچہ وہ اپنے بیٹے کو لے کر بورے والا آ گئے اب مولوی صاحب کی دلی خواہش تھی کہ میں اپنے بیٹے کو حضور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیعت کراؤں اور آپ کا غلام بناؤں۔ مولوی

صاحب اس مقصد کے لیے اپنے بچے کو لے کر پھر بابا جی قبلہ سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسے اپنا غلام بنالیں۔ آپ سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا بیلیا پہلے کوئی نعت شریف سناؤ مولوی فیض احمد نقشبندی نے جس طرح بھی نعت شریف آتی تھی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت سنائی بس پھر حضور بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نظر کرم فرمائی، بیعت بھی کیا اور بڑی گرم جوشی سے معانقہ کر کے فرمایا جا مولوی نور محمد تیرا یہ بیٹا مولوی ہو گا آج الحمدللہ اس کا بیٹا مولوی فیض احمد نقشبندی بڑا خوش الحان واعظ ہے اپنے کاروبار زندگی میں بھی مصروف ہے اور جمعہ شریف بھی پڑھاتا ہے یہ حضور قبلہ بابا جی سرکار سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندہ اور جیتی جاگتی کرامت ہے۔

### اولادِ نرینہ کا عطا ہونا

تاج دین صاحب غازی آباد والے بیان کرتے ہیں کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میری شادی میں تشریف لائے۔ میری خالہ ساس کے ہاں اولاد زندہ نہ بچتی تھی۔ چنانچہ میں نے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کی اولاد کے لیے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ ''اللہ کریم خیر کر دے گا'' اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کی برکت سے اسے ایک لڑکا عنایت فرمایا جو آج تک زندہ ہے اور خود بھی صاحب اولاد تین چار بچوں کا باپ ہے۔

جناب اشرف علی نجم صاحب قصور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کے ہاں شادی کے بعد یکے بعد دیگرے چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ 1977ء کے آغاز میں آپ کی کوٹھی مبارک حضرت کرمانوالہ ہاؤس بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دعا کے لیے درخواست کی تو آپ نے انہیں بیٹے کی خوشخبری دی چنانچہ آپ کی دعا سے بیٹا پیدا ہوا، یہ بچہ جب سوا ماہ کا تھا تو آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے بچے کو اپنے دست مبارک میں اٹھا کر ایک اور بیٹے کی خوشخبری دی چنانچہ دوسرا بیٹا آپ کے وصال کے بعد مارچ 1979ء میں پیدا ہوا۔

چوہدری عبدالرؤف فتح پور تھل والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی شادی کے بعد یکے

بعد دیگرے دو بیٹیاں پیدا ہوئیں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مرتبہ تحمل تشریف لائے تو اولاد نرینہ کے لیے دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ رب کریم تمہیں چار بیٹے عنایت فرمائے گا اور ساتھ ہی ان کے نام بھی تجویز فرما دیئے "غلام حسین، ریاض حسین، فیاض حسین اور ممتاز حسین" اللہ تعالیٰ نے ان کو چار بیٹے عنایت فرمائے جو ہنوز حیات ہیں۔

### اولاد نرینہ

شیخ محمد اشرف کرمانوالہ کلاتھ ہاؤس اوکاڑہ والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی تین بیٹیاں تھیں دعا کرانے کے بعد بھی چوتھی بیٹی پیدا ہوگئی میں بچی کی پیدائش کی خبر اپنی دکان پر سن کر مغموم بیٹھا تھا کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لے آئے اور مجھ سے پریشانی کی وجہ پوچھی اور جب میں نے چوتھی بیٹی کے بارے میں بتایا تو آپ ایک منٹ کے لیے خاموش ہو گئے اور فرمانے لگے کہ محمد اشرف یہ خبر سن کر مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا ہے لیکن کوئی بات نہیں آئندہ رب کریم خیر کر دیں گے۔ چنانچہ بچی کی پیدائش کے سوا سال بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے ایک بیٹا عنایت فرمایا اور دوسرا بیٹا آپ کے وصال کے بعد قل شریف والے دن پیدا ہوا۔ اس کے بعد محمد اشرف صاحب نے اپنی تین بیٹیوں کی شادی کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے تینوں بیٹیوں کو بھی لڑکے عطا کیے اور آپ کی دعا کے بعد محمد اشرف صاحب کے خاندان میں نو لڑکے پیدا ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

### اولاد نرینہ کا عطا ہونا

فتح محمد ناوری ساکن ڈوگی ضلع بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ اس نے باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت کی اور ساتھ ہی اولاد نرینہ کے لیے استدعا کی تو آپ نے فرمایا رب کریم تمہیں بیٹا عنایت فرمائے گا لیکن وہ قدرے مست ہوگا اور کئی ماہ تک کپڑے پہننا پسند نہ کرے گا چنانچہ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جو پہلے پہل کپڑے پہننا پسند نہ کرتا تھا لیکن بعد میں بالکل

ٹھیک ہو گیا آج کل وہ شادی شدہ ہے اور اس کی طبیعت اور صحت بالکل ٹھیک ہے اور کئی بچوں کا باپ ہے۔

چوہدری عبدالغفور صاحب بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے بھانجے محمد اسلم کو قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم سے ضلع ساہیوال سے بھکر لے آئے اور اس کی شادی کر دی تین سال گزرنے کے باوجود کوئی اولاد نہ ہوئی تو لوگوں میں باتیں بننا شروع ہو گئیں۔ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں دعا کے لیے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تین چار سال تک اولاد نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں اللہ کریم فضل فرما دیں گے۔ محمد اسلم کے سسرال والوں نے کہا کہ اولاد کے لیے کسی اور پیر سے تعویذ لیتے ہیں لیکن محمد اسلم نے کہا کہ چار سال تک تو قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مہر لگا دی ہے اس سے بات بڑھے گی تو دیکھا جائے گا چنانچہ پانچویں سال اس کے ہاں اولاد کی پیدائش کا سلسلہ شروع ہوا اور اب اس کے نو دس بچے ہیں۔

جناب بشیر احمد بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی شادی کے بعد تین بچیاں پیدا ہوئیں ایک حکیم کو دکھایا تو اس نے نبض دیکھ کر کہا بشیر احمد بچے کی امید نہ رکھو مادہ تولید تم میں بالکل نہیں ہے یہ بچیاں بھی کسی بزرگ کی دعا سے پیدا ہوئی معلوم ہوتی ہیں چنانچہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں اسی طرح عرض کیا گیا تو آپ نے جلالت میں آ کر فرمایا یہ حکیم کوئی خدا کا بیٹا ہے اس حکیم سے برملا کہہ دینا کہ اس دفعہ بیٹا پیدا ہو گا چنانچہ اس کے ہاں بیٹا ہی پیدا ہوا اس کے بعد بھی مزید ایک بیٹا اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

## سات حج کروا دیے

مولوی علی نواز صاحب خادم حضرت کیلیانوالے شریف بیان کرتے ہیں کہ ایک بیلی جو حج پر گیا تھا پریشانی کے عالم میں مدینہ منورہ میں تھا اس کا دل مزید حج کرنے کو چاہتا تھا لیکن اس کے پاس پیسے ختم ہو چکے تھے اس دوران اس کو قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مل گئے اس نے آپ سے اپنا مدعا بیان فرمایا تو آپ نے فرمایا کہ حضور پاک ﷺ کے لیے یہ کچھ مشکل نہیں کہ تمہیں سات مرتبہ حج کے لیے بلا لیں چنانچہ 1980ء میں مولوی علی نواز صاحب کو وہی شخص

دوران حج ملا اس نے بتایا کہ یہ اس کا پانچواں حج ہے اور یہ کہ ابھی دو حج اور کرنے ہیں کیونکہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سات حج کا فرمایا ہے۔

## مدرسہ کے لیے جگہ کا مل جانا

تاج دین بلوچ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کے بیٹے مولوی عبدالغفور نے اپنے مدرسہ جامعہ فاروقیہ گھوڑے شاہ کے جلسہ تقسیم اسناد کے سلسلہ میں صدارت کے لیے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام رکھ لیا اور آپ سے عرض کیا تو آپ نے وقت مقررہ پر پہنچ جانے کا وعدہ فرمایا لیکن ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ وہ جلسہ وغیرہ کی صدارت کو پسند نہیں کرتے۔ آپ وقت مقررہ پر پہنچ گئے جلسہ کے بعد آپ نے مولوی عبدالغفور صاحب سے فرمایا "مولوی جی! مدرسہ کے لیے جگہ کم ہے جگہ زیادہ ہونی چاہیے چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق مولوی صاحب نے ساتھ والی جگہ کے مالک سے بات کی تو وہ دو کنال زمین دینے کے لیے تیار ہو گیا حالانکہ اس سے پہلے اس نے مدرسہ کی دیوار سیدھی کرنے کے لیے صرف سوا مرلہ زمین بھی دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اب زمین کا سودا ہونے کے بعد اس کی رقم کی ادائیگی کا مسئلہ درپیش تھا مدرسہ کی انتظامیہ نے کہا اتنی بڑی رقم کا کیسے بندوبست ہوگا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جگہ کے لیے فرمایا ہے تو وہی رقم کا بھی بندوبست کریں گے چنانچہ جلد ہی رقم کا بھی انتظام ہو گیا اور وہ جگہ مدرسہ کے لیے خرید لی گئی۔

## سرکاری ملازمت کا ملنا

جناب حبیب اللہ صاحب غازی آباد والے بیان کرتے ہیں کہ وہ 1976ء میں واہ فیکٹری ٹیکسلا میں بطور سینئر کلرک ایڈمن برانچ متعین تھے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک شخص کو ان کے پاس بھیجا کہ اس کو اپنے محکمہ میں بطور ٹائپسٹ بھرتی کروانا ہے اس کی ٹائپنگ کا ٹیسٹ لیا گیا تو اس نے ٹائپ کرتے ہوئے ایک لائن کے اوپر دوسری اور دوسرے کے اوپر تیسری لائن ٹائپ کر دی ممتحن نے انہیں یہ بتایا تو وہ پریشان ہو گئے اور قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی

طرف متوجہ ہو کر مدد کی درخواست کی تو فوراً ممتحن نے کہا کہ حبیب اللہ صاحب آپ خود ہی اس کی جگہ ٹائپ کر کے ٹائپ شدہ کاغذ ساتھ لگا دیں چنانچہ ایسا کرنے کے بعد تعیناتی کے آرڈر بھی جاری کر دیے اور اس کا کیس ملٹری اکاؤنٹنٹ جنرل کو بھیج دیا لیکن اس نے لکھا کہ آپ نے اس سیٹ کے لیے نہ تو اخبار میں اشتہار دیا اور نہ ہی بھرتی کمیٹی تشکیل دی بہر حال اس نے ہمیں آئندہ ایسا نہ کرنے کی تلقین کرتے ہوئے ہمارے کسی بھی آدمی کے خلاف کوئی محکمانہ کاروائی نہ کی حالانکہ ایسی سنگین غلطی پر سخت محکمانہ کاروائی ہو سکتی تھی یہ سب قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کرم تھی کہ اس شخص کو محکمہ میں جگہ بھی مل گئی اور کسی کے خلاف کوئی محکمانہ کاروائی بھی نہ ہوئی۔

## بغیر ٹیسٹ انٹرویو کے ملازمت کا ملنا

یہی حبیب اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد آپ نے میرے پاس ایک اور شخص کو بھیجا کہ اس کو بھی اپنے محکمہ میں بھرتی کرانا ہے۔ میں نے آپ کے حکم کے مطابق جب متعلقہ سپرنٹنڈنٹ سے بات کی تو اس نے کہا کہ اب تو ٹیسٹ اور انٹرویو کے بعد میرٹ لسٹ بھی بن چکی ہے اور یہ کہ اب تو یہ کام ہونا ناممکن ہے حبیب اللہ صاحب نے حضرت قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف متوجہ ہو کر مدد کی استدعا کی تو اسی وقت محکمہ کے جس افسر کے پاس میرٹ لسٹ تھی وہ کہنے لگا کہ میرٹ لسٹ کے آخر میں اس لڑکے کا نام بھی لکھ دیا جائے چنانچہ اس لڑکے کا نام بھی میرٹ لسٹ میں شامل کر لیا گیا اور اس کے بعد وہ لڑکا بطور کلرک تعینات بھی ہو گیا یہ سب نظر کرم تھی باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کہ وہ لڑکا بغیر ٹیسٹ اور انٹرویو محکمہ میں تعینات ہو گیا۔

## اعلیٰ تعلیم کے لیے رقم کا بندوبست ہونا

احسان الحق قریشی صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ 72-1971ء میں ان کے بیٹے کو کینیڈا میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخلہ مل گیا جس کے لیے انہیں فوری طور پر پچاس ہزار روپے کی ضرورت تھی اور ان کے پاس یہ رقم موجود نہ تھی بڑے غور و خوض کے بعد

کراچی میں ایک رشتہ دار کو رقم کے لیے خط لکھا اور ساتھ ہی باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں بھی حاضر ہو کر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ کا رشتہ دار آپ کو پیسے بھیج دے گا چنانچہ اس رشتہ دار نے پیسے بھی بھیج دیے اور ساتھ یہ بھی کہا کہ پیسے کی فکر نہ کریں چنانچہ آپ کی دعا سے بیٹے کا کام بن گیا اور وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے کینیڈا چلا گیا۔

## ملازمت میں ترقی ہونا

غلام باری صاحب (مرحوم) لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ 1960ء میں ان کا محکمانہ ترقی کا امتحان تھا ان دنوں اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے خیال تھا کہ آپ کی خدمت میں دعا کے لیے عرض کیا جائے لیکن آپ سے دعا کرانے کی نوبت نہ آئی البتہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضور کوئی ایسا وظیفہ بتائیں کہ رات کو خواب میں امتحانی پرچہ کا پتہ چل جائے آپ نے ان کی بات کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا انہوں نے یہاں کوئی غیر شرعی کام ہوتے دیکھا ہے انہوں نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ (غلام باری) چاہتے ہیں کہ امتحان میں اچھے نمبروں میں پاس ہوں انہوں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ اچھے نمبروں میں پاس ہو جاؤ گے امیدواروں کی فہرست میں غلام باری صاحب کا اڑتالیسواں نمبر تھا اور کل اکاون امیدوار تھے یعنی نیچے سے تیسرا نمبر تھا امتحان کے نتیجہ کا اعلان ہوا تو کل سترہ امیدوار پاس تھے اور ان میں سے غلام باری صاحب کا تیسرا نمبر یعنی نیچے والے تیسرے نمبر کو اوپر والے تیسرے نمبر پر لے آئے جس کے نتیجہ میں جلد جلد محکمانہ ترقیاں ہوئے اور آئندہ محکمانہ امتحان بھی اچھے نمبروں سے پاس ہوتے چلے گئے۔

## دفتر سے تبادلہ پر فارغ ہونے کے بعد بھی تبادلہ منسوخ ہونا

خوشی محمد بانگا صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کا تبادلہ واپڈا ہاؤس سے گلبرگ دفتر میں ہو گیا اور انہیں دفتر سے فارغ کر کے الوداعی پارٹی بھی دے دی گئی اسی دن قبلہ

باباجی سرکار ﷺ دفتر میں ان سے ملنے تشریف لائے انہوں نے آپ کو اپنے تبادلہ کے بارے میں بتایا تو آپ نے فرمایا کہ انکا یہیں رہنا بہتر ہے انہوں نے عرض کی اب تو مجھے دفتر والوں نے فارغ بھی کر دیا ہے اس لئے تبادلہ منسوخ ہونا ناممکن ہے بہر حال آپ تشریف لے گئے تو خوشی محمد صاحب کے ساتھ ایک اور شخص کا بھی تبادلہ ہوا تھا وہ ان کے پاس آیا اور کہا کہ واپڈا ہاؤس میں ہی ایک دوسری برانچ میں دو آسامیاں خالی ہیں اور اس سلسلہ میں افسر اعلیٰ سے ملتے ہیں کہ انہیں وہیں پر تعینات کر دے چنانچہ وہ دونوں جا کر اپنے بڑے افسر سے ملے تو اس نے ان دونوں حضرات کا تبادلہ منسوخ کر کے واپڈا ہاؤس میں ہی دوبارہ تعینات کر دیا آپ جب لاہور دوبارہ تشریف لائے تو خوشی محمد صاحب نے صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم تو کہتے تھے کہ تبادلہ منسوخ ہونا ناممکن ہے انہوں نے عرض کی کہ یہ آپ کی دعا کا نتیجہ ہے۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

## تبادلہ منسوخ ہونا

جناب برکت علی صاحب لالہ زار پارک مغلپورہ والے بیان کرتے ہیں کہ میں پاکستان ملٹری اکاؤنٹس لاہور میں ملازم تھا ۱۹۶۱ء میں میرا تبادلہ کوہاٹ ہوگیا میں نے اپنا تبادلہ رکوانے کے لیے درخواستیں دینا شروع کر دیں اس طرح چار پانچ ماہ گزر گئے اور ہیڈ آفس سے جواب آیا کہ اگر اب انہوں نے میری درخواست دوبارہ بھجوائی تو ان کی بھی جواب طلبی ہوگی میں اور بھی زیادہ پریشان ہوگیا اس دوران قبلہ باباجی سرکار ﷺ سیٹھ محمد شفیع کے مکان پر تشریف لائے ہوئے تھے میں بھی آپ کی زیارت کو گیا تو آپ نے مجھ سے دفتر نہ جانے کی وجہ دریافت کی کیونکہ وہ چھٹی کا دن نہیں تھا۔ آپ کے استفسار پر میں نے آپ کو اپنے تبادلہ کے بارے میں بتایا تو آپ نے فرمایا کہ کسی طرح ایک دفعہ پھر اپنا تبادلہ رکوانے کے لیے درخواست بھجوادو میں نے اپنے دفتر والوں سے درخواست کی اور انہوں نے پھر رسک (خطرہ) لیتے ہوئے درخواست بھجوادی ابھی ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میرا تبادلہ منسوخ ہوگیا اور یہ حکم بھی آیا کہ میری بقیہ سروس کے دوران لاہور سے باہر تبادلہ نہ ہوگا۔ میری عمر اس وقت باون سال تھی آپ نے کمال

مہربانی فرماتے ہوئے یہ قانون ہی پاس کروا دیا کہ ملازم جب باون سال کا ہو جائے تو اس کا تبادلہ اس کی مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتا اور آج بھی ان کے محکمہ میں یہ قانون رائج ہے۔

## قرض سے نجات

چوہدری عبدالغفور صاحب بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ ان کا پچھلا گاؤں کرمونوالہ ضلع فیروز پور سے دس کوس تھا وہ غریب لوگ تھے۔ اور وہ خود اور اس کے دیگر رشتہ دار کرمونوالہ شریف کئی کئی دن گزارتے تھے۔ ان کی پھوپھی نے بیان کیا کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابھی چھوٹے ہی تھے اور انکی پھوپھی نے آپ کو گود میں اٹھایا ہوا تھا آپ بہت خوش تھے ان کی پھوپھی نے آپ کو خوش دیکھ کر عرض کی کہ حضور ان کے بھائی نے ہندوؤں کا بہت سا قرض ادا کرنا ہے دعا فرمائیں آپ نے فرمایا کہ قرض اتر جائے گا۔ موقع اچھا جانتے ہوئے ان کی پھوپھی نے کہا کہ ان کی بہن پر بھی قرض ہے آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں قرض اتر جائے گا چنانچہ آپ کی دعا کی بدولت ایک سال میں تمام لوگ قرضوں سے فارغ ہو گئے حالانکہ ہندوؤں کے قرضے سود در سود ہونے کی وجہ سے اتارنے بہت مشکل تھے۔

## ملکیت زمین سے زیادہ بڑا پانی کا موگا منظور ہونا

خوشی محمد بانگا صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کے گاؤں میں محکمہ انہار نے تمام زمینداروں کے پانی کی تقسیم کے لیے وارہ بندی تیار کی جس میں ان کی زمین کے لیے ملکیت سے زیادہ پانی مقرر کر دیا اور ایکسین ساہیوال نے فیصلہ سنا دیا۔ لیکن دوسرے متاثرہ فریق نے میری ملکیت کی اصل فرد لگا کر ایکسین کے پاس فیصلہ بدلنے کی درخواست دے دی ایکسین نے نئے فیصلہ کے لیے تاریخ مقرر کر دی اس کیس میں کچھ ایسی خامیاں تھیں کہ پانی کی کمی کے علاوہ ان کے (خوشی محمد بانگا) خلاف انضباطی کارروائی بھی ممکن تھی چنانچہ وہ پریشانی کے عالم میں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ایکسین فائل بھی نہ دیکھے اور اپنا پچھلا فیصلہ بھی بحال رکھے آپ نے مسکرا کر ان دونوں کاموں کی منظوری عنایت فرما دی اور حکم

دیا کہ فیصلہ والے دن اعلیٰ حضرت سرکار ﷺ کے دربار عالی پر حاضری دے کر جانا چنانچہ مقررہ تاریخ پر وہ دربار پر حاضری کے بعد ایکسین کے دفتر پہنچے۔ اس کے ساتھ والے دفتر میں ہمارے ایک پیر بھائی چوہدری عبدالغنی صاحب متعین تھے انہیں کیس کے بارے میں معلوم تھا اس لئے انہوں نے یہ کیس واپس لینے کے لیے کہا لیکن مجھے قبلہ باباجی سرکار ﷺ کی دعا کی برکت سے کیس اپنے حق میں ہونے کا پورا یقین تھا چنانچہ جب میں ایکسین کے پاس حاضر ہوا تو اس نے اپنے ریڈر سے کیس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ کیس ٹھیک ہے چنانچہ ایکسین نے دوسرے فریق سے دلائل سنے بغیر اپنا پچھلا فیصلہ بحال رکھا۔ دوسرا فریق وکیل کے ساتھ کیس لڑنے کے لیے آیا ہوا تھا وکیل نے اس ایکسین سے بحث کی کہ آپ ہمارے دلائل سنے بغیر فیصلہ نہیں کر سکتے اس نے کہا میں نے اپنا پچھلا فیصلہ بحال کر دیا ہے اب آپ جہاں چاہے اپیل کر سکتے ہیں چنانچہ فریق مخالف نے سول جج کی عدالت میں کیس کر دیا۔ سول جج نے میرے فریق مخالف کے ایکسین کے فیصلہ کے خلاف سپرنٹنڈنگ انجنیئر اور چیف انجنیئر کے پاس اپیل نہ کرنے کی بنا پر کیس خارج کر دیا لیکن اس دوران اپیل کرنے کا وقت بھی گزر چکا تھا اور اب تک مجھے میری زرعی زمین کے حصے سے زیادہ پانی مل رہا ہے۔

## ملازمت پر بحالی

چوہدری محمد قاسم صاحب بھکر والے سرکاری دفتر میں ہیڈ کلرک تھے پارٹی بازی کی وجہ سے سروس سے فارغ کر دیا گیا وہ قبلہ باباجی سرکار ﷺ کے پاس دعا کے لیے حاضر ہوئے اور تنگی معاش کا بھی ذکر کیا۔ آپ نے دعا بھی فرمائی اور مالی امداد بھی فرمائی چنانچہ آپ کی دعا سے 1975ء میں نوکری پر بحال ہو گئے اور 1980ء میں اس عرصہ کے بقایا جات مبلغ چالیس ہزار روپے بھی مل گئے یہ سب آپ کی دعا مبارک کا ثمر تھا۔

## ٹریکٹر کا ملنا اور دیگر عنایات کریمانہ

بشیر احمد صاحب بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھکر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا ''بشیر احمد ہم نے تمہاری زمین دیکھنی ہے'' ایک جگہ آپ نے رب گھاس دیکھ کر فرمایا یہ گھاس باغ میں ہونی چاہیے۔ بشیر احمد نے موقع غنیمت جانتے ہوئے عرض کی کہ اس کے لیے تو ٹریکٹر ہونا چاہیے آپ نے فرمایا کہ رب کریم ٹریکٹر عنایت فرمادیں گے ہوشیاری سے کیوں مانگتا ہے ٹریکٹر مل جائے گا۔ اس اثناء میں ایک بنک افسر نے بشیر احمد سے خود کہا کہ ٹریکٹر قرضہ پر لینا ہے تو بتاؤ۔ بشیر احمد نے کہا میرے پاس تو زمین کم ہے اس بنک افسر نے کہا کہ یہ اعتراض تو میں نے لگانا ہے اگر اس نے ٹریکٹر لینا ہے تو اپنے پڑوسی زمیندار سے مزید زمین کے ٹھیکہ کے کاغذات بنا کر لے آئے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور آپ کی دعا کی بدولت جلد ہی ٹریکٹر مل گیا۔

قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب تشریف لاتے تو آپ کے ہمراہ کچھ بیلی ہوتے اور کچھ لوگ بھی آپ کی آمد کا سن کر جمع ہو جاتے کسی نے بشیر احمد سے سوال کیا کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آمد سے اخراجات تو بہت ہوتے ہونگے اس نے کہا اخراجات کا تو مجھے پتہ نہیں لیکن آپ پہلے سال تشریف لائے تو ہمیں الاٹ شدہ زمین کے مالکانہ حقوق مل گئے دوسرے سال ایک مربع زمین قسطوں پر مل گئی اور تیسرے سال ٹریکٹر مل گیا اور باغ لگ گیا۔ روحانی فیوض و برکات اس کے علاوہ تھے۔ یہ تھی آپ کی شان کریمانہ کہ آپ کی تشریف آوری سے لوگ زیر بار ہونے کی بجائے ان کے رزق میں وسعت ہو جاتی۔

## ریل گاڑی کا واپس آنا

چوہدری عبدالغفور بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ کرموں والا شریف ضلع فیروز پور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس پیدل گیا ہوا تھا واپسی کا ارادہ تھا اسٹیشن پر گاڑی کا وقت ہو چکا تھا اور ابھی دو میل پیدل چلنا تھا روانہ ہونے لگا تو قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مل گئے اور

کافی دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے اس دوران کسی نے کہا کہ اب گاڑی نہیں ملے گی لیکن بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ گاڑی مل جائے گی چنانچہ وہ روانہ ہو گئے راستہ میں ایک اور شخص بھی اسٹیشن کی طرف جانے کے لیے ان کے ساتھ ہولیا۔ ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ گاڑی اسٹیشن کی طرف سے دھواں اڑاتی نظر آئی۔ ان کا ساتھی کہنے لگا کہ چلو واپس چلیں کیونکہ گاڑی تو اسٹیشن پر پہنچنے والی ہے اور ان کے وہاں پہنچنے تک روانہ ہو چکی ہو گی لیکن عبدالغفور صاحب نے کہا کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے گاڑی انہیں لے کر جائے گی چنانچہ وہ دوڑتے ہوئے اسٹیشن پر پہنچے تو گاڑی تھوڑی دور جا چکی تھی لیکن جیسے ہی وہ وہاں پہنچے تو گاڑی واپس آتی ہوئی معلوم ہوئی اور ہمارے سامنے آ کر رکی گارڈ نے انہیں آواز دے کر اپنے ڈبہ میں بلا لیا اور وہیں انکی ٹکٹ بنا دی چنانچہ وہ گاڑی میں سوار ہو کر اپنی منزل مقصود تک پہنچ گئے یہ تھا قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تصرف کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے گاڑی واپس بلا کر اپنے دیلیوں کو سوار کرا دیا۔

## مدرسہ کا تعمیر ہونا

قاری مشتاق احمد صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کے استاد قاری غلام رسول صاحب نے ان کی وساطت سے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنی مسجد واقع صدر بازار لاہور میں ایک تقریب میں مدعو کیا۔ مسجد کے ساتھ ہی ایک قطعہ زمین تھا جہاں پر لوگ کوڑا کرکٹ پھینکتے تھے قاری صاحب اس قطعہ کو حاصل کر کے وہاں مدرسہ قائم کرنا چاہتے تھے لیکن اہل محلہ میں سے کچھ بااثر لوگ ان کی مخالفت کر رہے تھے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب تشریف لائے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی گاڑی اس کوڑے کرکٹ والی جگہ پر کھڑی کر دی۔ تقریب سے فارغ ہونے کے بعد قاری غلام رسول صاحب نے مدرسہ کے لیے جگہ کے حصول کے لیے دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا قاری صاحب ہم نے اپنی گاڑی پہلے ہی اس جگہ کھڑی کر دی ہے وہ زمین آپ کو مدرسہ کے لیے جلد مل جائے گی۔ چنانچہ وہ جگہ جلد ہی مل گئی اور وہاں آج ایک عالیشان مدرسہ قائم ہے۔

یہی قاری مشتاق صاحب بیان کرتے ہیں کہ قاری غلام رسول صاحب نے ایک مرتبہ پھر ایک تقریب برکت مارکیٹ گارڈن ٹاؤن کے قریب منعقد کی جس میں قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ان کی درخواست پر شریک ہوئے۔ تقریب کے بعد قاری غلام رسول صاحب نے وہاں بھی ایک مدرسہ کی تعمیر کے لیے دعا کی درخواست کی آپ نے تین مرتبہ فرمایا ایک عالیشان مدرسہ تعمیر ہوگا چنانچہ جلد ہی ایک عظیم الشان مدرسہ تجوید القرآن تعمیر ہوگیا جہاں آج بھی قرآن پاک کی تعلیم دی جا رہی ہے۔

## زمین کا ہموار ہونا اور ٹیوب ویل لگنا

جناب سارنگ صاحب چک نمبر 419 تاندلیانوالہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے پانچ ایکڑ زمین خریدی لیکن وہ بہت اونچی تھی اور نہری پانی نہ پہنچ سکتا تھا اس نے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زمین کے بارے میں عرض کیا آپ نے فرمایا گھبرانے کی ضرورت نہیں زمین ٹھیکہ پر اینٹوں کے بھٹوں کے لیے دے دینا زمین بھی نیچی ہو جائے گی اور ٹھیکہ بھی وصول ہو جائے گا چنانچہ وہ واپس گئے تو چند دن بعد ایک اینٹوں کے بھٹہ والے خود ان کے پاس آئے اور زمین ٹھیکہ پر لینے کی خواہش ظاہر کی سارنگ صاحب نے وہ زمین ٹھیکہ پر دے دی۔ اس ٹھیکیدار کو پانی کی بھی ضرورت تھی چنانچہ اس نے خود ہی زمین میں ایک ٹیوب ویل بھی لگوا دیا اس طرح اس کی زمین نہ صرف ہموار ہوگئی بلکہ اس کی زمین میں ٹیوب ویل بھی لگ گیا۔

## منسوخ شدہ زمین کا بحال ہو جانا

چوہدری امانت علی صاحب تمبر والے جو کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس لنگر شریف کا انتظام بھی کرتے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس اوقاف کی 32 ایکڑ زمین ٹھیکہ پر تھی لیکن رانا پھول صاحب کے ایک عزیز نے مل ملا کر یہ ٹھیکہ زیادہ بولی دے کر اپنے نام کرا لیا اور ٹھیکہ کی رقم بھی جمع کرا دی چوہدری صاحب قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور آپ سے دعا کے لیے عرض کیا آپ نے دعا بھی کی اور ان کو ایک درخواست ریونیو بورڈ کو بھیجنے کا حکم بھی دیا۔ متعلقہ حکام نے فریقین کو طلب کیا اور بولی منسوخ کر دی حالانکہ جس بولی کی رقم جمع ہو جائے اس کی منسوخی نہیں ہو سکتی بہر حال فریق ثانی بہت بااثر تھا لیکن پھر بھی آپ کی دعا کی بدولت اس کی بولی منسوخ ہو گئی اور کچھ عرصہ بعد چوہدری امانت صاحب کے نام دوبارہ ٹھیکہ منظور ہو گیا ٹھیکہ کی رقم مبلغ تین صد پچاس روپے فی ایکڑ ہو گئی۔ مزید برآں ایسی متروکہ املاک کی ہر سال بولی کے احکامات بھی منسوخ ہو گئے بلکہ موجودہ زمین کے ٹھیکیداروں کو ہی ہر سال دس فیصد اضافی ٹھیکہ سے زمین ان کے پاس ہی رہنے کا حکم جاری کر دیا گیا اس طرح نہ صرف چوہدری صاحب بلکہ دوسرے کئی اصحاب کا بھی فائدہ ہو گیا اور زمین مستقل طور پر ان کو مل گئی اس کے علاوہ چوہدری صاحب کے پاس صرف 32 ایکڑ زمین تھی لیکن بعد میں ان کو 152 ایکڑ زمین مل گئی یہ سب قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کرم تھا۔

## مسجد کا تعمیر ہونا

قاری مشتاق احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ اتحاد کیمیکلز میں ایک جگہ عارضی طور پر مسجد بنی ہوئی تھی ملازمین نے مسجد کے لیے پانچ لاکھ روپیہ جمع کیا ہوا تھا لیکن مسجد کے لیے جگہ کا انتخاب نہ ہو رہا تھا کیونکہ کچھ لوگ اس عارضی مسجد سے ہٹ کر کسی دوسری جگہ مسجد بنانا چاہتے تھے اور اس کشمکش میں مسجد تعمیر نہ ہو رہی تھی ایک مرتبہ قاری صاحب نے وہاں جلسہ کرایا اور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مدعو کیا۔ قاری صاحب نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسجد کی تعمیر کے لیے دعا کی درخواست پیش کی آپ نے قاری صاحب سے دریافت کیا کہ وہ مسجد کہاں بنانا چاہتے ہیں انہوں نے موجودہ عارضی جگہ پر ہی مسجد بنانے کی دعا کے لیے عرض کیا آپ نے اس جگہ مسجد بنانے کے لیے دعا کر دی کچھ دن بعد ہی اتحاد کیمیکلز کی انتظامیہ نے اسی جگہ مسجد بنانے کی منظوری دے دی اور جلد ہی ایک عالیشان مسجد تعمیر ہو گئی۔

## بغیر سفارش کے تبادلہ

محمد شفیع بھٹی صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ وہ ریلوے ورکشاپ میں بطور کلرک تعینات تھے جہاں ورکشاپ کے اوقات کے مطابق شام تک ڈیوٹی دینی ہوتی تھی تنخواہ قلیل ہونے کی وجہ سے وہ شام میں کوئی دوسرا کام کرنا چاہتے تھے لیکن ورکشاپ میں ہونے کی وجہ سے وہ کوئی دوسرا کام نہ کر سکتے تھے ان کے کئی ساتھی سفارش کرا کے اپنا تبادلہ ریلوے ہیڈ کوارٹر کرا چکے تھے ان کے پاس کوئی سفارش نہ تھی ایک روز وہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور آپ سے دعا کی گذارش کی آپ نے فرمایا کہ ایک درخواست لکھو اور ابھی سیکرٹری ریلوے بورڈ کے پاس لے جاؤ یہ اسی وقت درخواست لے کر سیکرٹری کے پاس پہنچ گئے اس نے ان کی درخواست رکھ لی اور ایک ہفتہ کے بعد آنے کا کہا قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک دو روز بعد پھر اس کے پاس جائیں یہ دو تین روز بعد پھر اس کی خدمت میں گئے سیکرٹری صاحب نے اپنے اسسٹنٹ (پی۔اے) کو بلا کر دریافت کیا کہ انہوں نے بھٹی صاحب کی درخواست پر تبادلہ کے احکامات کے لیے لکھا تھا تو وہ ابھی تک کیوں نہیں ہوئے ان کے (پی۔اے) نے لیت و لعل سے کام لیا تو اسے سختی سے ٹرانسفر آرڈر اسی وقت ٹائپ کر کے لانے کو کہا چنانچہ وہ اسی وقت ٹرانسفر آرڈر ٹائپ کر کے سیکرٹری ریلوے بورڈ کے پاس لے کر گیا اور اس نے دستخط کر کے ٹرانسفر آرڈر ان کے حوالے کر دیے اس طرح قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا کی بدولت ان کا تبادلہ ہو گیا۔

## مقدمہ میں کامیابی

ملک قاسم صاحب واں رادھارام (موجودہ حبیب آباد) والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی زمین کا مقدمہ ہائی کورٹ میں زیر سماعت تھا اور کیس کی سماعت کی مختلف تاریخیں پڑ چکی تھیں کیس کی سماعت کے دوران انہیں (ملک قاسم صاحب کو) ایسا محسوس ہوا کہ جج ان کے خلاف فیصلہ کر دے گا چنانچہ وہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور زاروقطار

رونے لگا آپ نے اسے تسلی دی اور ان کو دربار عالیہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حاضری کے بعد تاریخ پر جانے کا حکم دیا چنانچہ وہ مقررہ تاریخ پر ہائی کورٹ میں پیش ہوا تو اس کی حیرانگی کی حد نہ رہی کہ وہی جج جوان کے خلاف بول رہا تھا اس نے ان کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

## بچی کی شادی کے لیے رقم کا انتظام ہونا

محمد شفیع بھٹی صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی کرنی تھی لیکن رقم کا انتظام نہ تھا ان کے پاس ایک پلاٹ تھا وہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور بچی کی شادی کے لیے پلاٹ بیچنے کی اجازت چاہی آپ نے پلاٹ فروخت کرنے کی سختی سے ممانعت فرمائی اور فرمایا کہ اس پلاٹ پر مکان بنانا ہے اور آپ نے دعا فرمائی تو بچی کی شادی کے لیے رقم کا انتظام ہو گیا کچھ دن بعد آپ نے خود ہی محمد شفیع بھٹی سے معلوم کیا کہ ان کو قرضہ نہیں مل سکتا (کیونکہ وہ ریلوے میں ملازم تھے) انہوں نے کہا انہیں جی پی فنڈ کے عوض قرضہ مل سکتا ہے ان کے اس وقت تقریباً آٹھ ہزار روپے جی پی فنڈ میں جمع تھے اور تقریباً اتنی ہی رقم ریلوے نے اپنی طرف سے ان کے جی پی فنڈ میں جمع کروائی ہوئی تھی لیکن قرض وہ صرف اپنی جمع شدہ رقم کے برابر لے سکتے تھے۔ اکاؤنٹس کلرک نے غلطی سے تمام رقم تقریباً سولہ ہزار کے برابر انہیں قرضہ منظور کر دیا اور انہیں رقم کی ادائیگی بھی ہو گئی انہوں نے آکر قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں عرض کیا کہ کلرک نے غلطی سے دوگنا رقم کا قرضہ منظور کر دیا ہے آپ نے فرمایا کہ آپ اپنا مکان تعمیر کرائیں کچھ بھی نہیں ہوگا کچھ دن کے بعد اس کلرک کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ ان (محمد شفیع بھٹی صاحب) کے پاس آیا اور زیادہ دی ہوئی رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا ورنہ اس کے خلاف محکمانہ کاروائی کا امکان تھا بھٹی صاحب نے انہیں تسلی دی اور کہا کہ کچھ بھی نہیں ہوگا اور انہوں نے اپنی تنخواہ سے قسط فوری طور پر کٹوانی شروع کر دی۔ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا کی برکت سے کسی کے خلاف نہ تو کوئی کاروائی ہوئی اور نہ ہی رقم واپس کرنا پڑی۔ ان کی بیٹی کی شادی بھی ہو گئی اور پلاٹ بیچنے کی بجائے اس پلاٹ پر مکان بھی تعمیر ہو گیا یہ سب حضرت قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کرم تھی۔

# کرامات بعد از وصال

اولیائے کرام اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں تو اپنے مریدوں/زائرین کی مدد فرماتے ہیں لیکن بعد از وصال بھی ان کی مدد فرماتے ہیں۔ ماسٹر کرم الٰہی صاحب جو حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک خادم خاص تھے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں کافی عرصہ رہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف موصول شدہ خطوط کے جوابات لکھنے پر معمور تھے خط لکھنے کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہر خط کا جواب سنتے تھے اور اگر کہیں اصلاح کی ضرورت محسوس فرماتے تو اس میں اصلاح فرما دیتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بذریعہ خط استفسار کی کہ اولیائے کرام اپنی ظاہری زندگی میں تو اپنے مریدین/متوسلین کی مدد فرماتے ہیں کیا ظاہری زندگی کے بعد بھی اولیائے کرام مدد فرماتے ہیں یا نہیں تو ماسٹر کرم الٰہی صاحب نے فرمایا کہ انہوں نے جواب میں لکھا کہ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اولیائے کرام کی دنیاوی ذمہ داریاں ختم ہو جاتی ہیں اس لیے وہ اور بھی بہتر طور پر اپنے مریدین/متوسلین کی مدد فرماتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ جواب سن بہت خوش ہوئے اور اس بات کی تصدیق فرمائی۔

قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اتنی کرامات کا ظہور ہوا اور ہو رہا ہے کہ ان کے لیے ایک علیحدہ باب کا اضافہ کرنا پڑ رہا ہے۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

## بنک میں غلط قرض دینے سے بچا لیا

(1) راقم بورے والہ میں تعینات تھا لاہور سے ایک دوست آئے ہوئے تھے انہوں نے لاہور جانے کا قصد کیا اور مجھے حضرت کرمانوالہ شریف تک چلنے کی دعوت دی میں فوراً ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ عارف والہ میں چوہدری محمد ادریس صاحب ایک بنک میں بطور منیجر تعینات تھے۔ گزرتے ہوئے ان کو بھی ساتھ لے لیا۔ حضرت کرمانوالہ شریف شیخ رشید صاحب سے ملاقات ہوئی میں اور چوہدری محمد ادریس صاحب لنگر شریف کھانے میں مصروف تھے کہ شیخ رشید

صاحب بولے "ثناءاللہ کے چاٹے ہوئے تو درخت بھی ہرے نہیں ہوتے"۔ محمد ادریس صاحب اپنے دھیان کھانے میں مصروف تھے۔ یہ سنتے ہی ان کے ہاتھ سے لقمہ گر گیا جو پھر اٹھا کر انہوں نے کھایا۔ چوہدری محمد ادریس صاحب بیان کرتے ہیں کہ دراصل انہوں نے درج بالا پارٹی کو ساٹھ لاکھ روپیہ قرضہ دینے کا دل میں فیصلہ کیا تھا لیکن ابھی متعلقہ پارٹی سے وعدہ نہیں کیا تھا اور انہوں نے شیخ رشید صاحب سمیت کسی سے مشورہ بھی نہیں کیا تھا۔ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چوہدری محمد ادریس صاحب کو کرماں والہ شریف بلوا کر اپنے ایک درویش کی زبانی درج بالا پارٹی کے کردار سے خود بخود آگاہی فرمائی اور قرضہ دینے کے بعد ادا نہ ہونے کی صورت میں چوہدری محمد ادریس صاحب کو محکمانہ انضباطی کاروائی سے بچالیا۔

## اپنڈیکس کے درد سے بغیر آپریشن آرام آنا

اشرف علی نجم قصور والے بیان کرتے ہیں کہ آج سے چند سال قبل ماہ رمضان میں پیٹ کے نیچے دائیں طرف شدید درد ہوا ڈاکٹروں نے اپنڈیکس کی تکلیف بتائی اور فوراً آپریشن تجویز کیا کیونکہ اپنڈیکس کی نالی پھٹنے کا امکان تھا وہ درد کی حالت میں ہی گھر واپس آگئے اور اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر اندر سے کنڈی لگائی اور حضور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یاد کر کے رونے لگے اور عرض کی سرکار آپریشن ہرگز نہ کرواؤں گا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی نظر کرم فرمائیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دستگیری فرمائی انہیں اسی روز رفع حاجت ہوئی اور تمام خون و پیپ پاخانہ کے ساتھ خارج ہو گیا ان کی تکلیف دور ہو گئی اور اس طرح قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بغیر آپریشن ہی تکلیف دور کر دی۔

یہی اشرف علی نجم صاحب بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۸۰ء میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے دو سال بعد سرکاری طور پر عبدالخالق کالونی قصور میں رہائش کے لیے مکان الاٹ ہو گیا وہاں ابھی آبادی زیادہ نہ تھی اس لیے اپنے والدین کے ساتھ اندرون شہر قصور رہائش پذیر تھے جبکہ قصور کا اے۔ ڈی۔ سی جی صبح کے وقت خفیہ طور پر کالونی کا دورہ کیا کرتا اور جو الاٹی اپنے مکان میں رہائش پذیر نہ ہوتا اس کی الاٹمنٹ منسوخ کر دیتا انہی ایام میں اعلیٰ حضرت کرماں والے سرکار

رحمۃ اللہ علیہ اور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ ان کی بیوی کو خواب میں ملے اور شہر کے میرے موجودہ مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا میری بیوی نے اوپر سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ قبلہ اعلیٰ حضرت کرماں والے سرکار رحمۃ اللہ علیہ اور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ دروازہ پر تشریف فرما ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ پوچھ رہے ہیں کہ مکان نمبر ۴ عبدالخالق کالونی آپ کا ہے میری بیوی نے خواب ہی میں جواب دیا کہ ہاں وہ مکان ہمارا ہے تو قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیٹا اس مکان میں جا کر رہو میری بیوی نے کہا حضور رحمۃ اللہ علیہ بچیوں کو قرآن پاک شروع کروایا ہوا ہے قرآن پاک ختم ہونے پر وہاں چلے جائیں گے جس کی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے منظوری دے دی۔ صبح میری بیوی نے مجھ سے مکان نمبر 4 عبدالخالق کالونی کے بارے میں معلوم کیا کیونکہ میں نے ابھی تک اس مکان کی الاٹمنٹ کے بارے میں گھر کے کسی فرد سے ذکر بھی نہیں کیا تھا ہم بچیوں کے قرآن پاک ختم ہونے کے بعد اس مکان میں منتقل ہوئے اور وہاں اتنا عرصہ نہ جانے کی وجہ سے ہماری الاٹمنٹ منسوخ نہ ہوئی کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں وہاں قرآن پاک ختم ہونے تک منتقل نہ ہونے کی اجازت دے دی تھی۔

## بیماری سے شفا

عبدالرحمٰن (نومسلم) ساکن شاہ عالم بھکر بیان کرتے ہیں ۱۹۹۵ء میں (آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے تقریباً سترہ سال بعد) ان کو ملی بادی کی اتنی شدید بیماری لاحق ہوئی کہ ایک بازو سوج گیا اور کالا ہو گیا اس کے ساتھ ہی سارا جسم بھی سیاہی مائل ہو گیا علاج پر کثیر رقم خرچ ہوئی لیکن آرام نہ آیا ڈاکٹروں/طبیبوں نے اسے لاعلاج قرار دے دیا اس کے ہوش وحواس ختم ہو چکے تھے کہ ایک رات قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اور پیر میر طیب علی شاہ صاحب (موجودہ سجادہ نشین) خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اٹھ کے بیٹھو تمہیں کوئی بیماری نہیں ہے آنکھ کھلی مگر پھر کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے بے سدھ پڑا رہا دوسری رات قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں پھر بیدار کیا اور فرمایا اٹھو تمہیں کوئی بیماری نہیں ہے چنانچہ وہ اٹھ کر بیٹھ گئے بیماری ختم ہو چکی تھی جسم سے درد وغیرہ دور ہو چکا تھا اور آہستہ آہستہ وہ بالکل تندرست ہو گیا۔

## امداد غیبی

چوہدری محمد ادریس صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دن وہ بمعہ اہل وعیال عارف والہ سے بذریعہ کار لاہور آرہے تھے کہ بھائی پھیرو (پھول نگر) سے تقریباً ڈیڑھ میل پہلے کار کا ٹائر پنکچر ہو گیا ٹائر بدلنے کے لیے وہ جیک لگاتے لیکن جیک بار بار پھسل کر نیچے گر جاتا تھا سردیوں کے دن تھے اندھیرا ہو چکا تھا اور بیوی بچے ساتھ ہونے کی وجہ سے ان کی پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا اس پریشانی کے عالم میں انہوں نے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف متوجہ ہو کر مدد کی استدعا کی تھوڑی دیر میں دو آدمی سائیکل پر سوار ان کے پاس آگئے اور ان سے ان کی پریشانی کا سبب معلوم کیا انہوں نے ان کو اپنی پریشانی بیان کی اور ان سے درخواست کی کہ وہ پچھلا بمپر اٹھائیں تاکہ جیک پھسل نہ سکے انہوں نے کار کو سہارا دیا تو انہوں (ادریس صاحب) نے جیک لگایا اور پہیہ بدل لیا اور نٹ بولٹ کسنے سے پہلے ان کا شکریہ ادا کیا پہیہ کے نٹ بولٹ کسنے بیٹھے تو دیکھا کہ وہ دونوں حضرات بمعہ سائیکل غائب ہو چکے تھے دراصل قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی غیبی مدد فرمائی تھی۔

## پٹرول پمپ کا لگ جانا

محمد شریف بہاولنگر والے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ظاہری زندگی میں ہی پٹرول پمپ لگانے کے لیے ایک قطعہ زمین خریدا اور پٹرول پمپ کا نام "کرمانوالہ کارپوریشن" رکھا۔ کچھ عرصہ بعد قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا انہوں نے پٹرول پمپ لگانے کی بہت کوشش کی لیکن کمپنی نے منظوری نہ دی اس کوشش میں بہت زیادہ اخراجات بھی ہوئے اور جب کوشش بسیار کے باوجود پٹرول پمپ نہ لگا تو انہوں نے پٹرول پمپ لگانے کا خیال ترک کر دیا۔ کچھ دن کے بعد ان کے ایک بھانجے نے ان سے کہا کہ آپ پٹرول پمپ کے لیے کوشش کریں اب پٹرول پمپ لگ جائے گا لیکن وہ مسلسل انکار کرتے رہے اور وہ اصرار کرتا رہا آخر انہوں نے اس سے پوچھا اصل بات بتائے تو اس نے

بتایا کہ دراصل قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خواب میں تشریف لائے تھے اور مجھ سے پٹرول پمپ کے بارے میں پوچھا تھا تو میں نے عرض کیا کہ محمد شریف صاحب پٹرول پمپ نہیں لگانا چاہتے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ پٹرول پمپ نہیں لگانا تھا تو ہمارا نام ''کرمانوالہ کارپوریشن'' کیوں رکھا تھا اس نے یہ خواب بیان کیا تو انہیں حوصلہ ہوا اور انہوں نے دوبارہ کوشش کی اور تھوڑی ہی کوشش کے بعد پٹرول پمپ منظور ہو گیا۔

## قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حج پر روانگی

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 1970ء میں حج پر جانے کے لیے کراچی تشریف لے گئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ جانے کے لیے بہت سے مریدین شائق تھے لیکن ان میں سے بعض کا قرعہ اندازی میں نام نہ آیا چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چوہدری عبدالغنی۔ حاجی شفیق۔ حاجی انعام اللہ صاحبان اور ایک اور بیلی کو کراچی لے گئے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کرم سے چوہدری عبدالغنی صاحب، حاجی شفیق صاحب اور ایک اور بیلی کے حج پر جانے کی منظوری ہو گئی جبکہ حاجی انعام اللہ صاحب کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ کوشش جاری رکھیں اور عمرہ پر تشریف لے آئیں۔

## بارہ سال سے رکی ہوئی منزل بحال ہو گئی

قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحری جہاز کے ذریعہ حج پر روانہ ہوئے دوران سفر جہاز پر ایک بزرگ کی ڈیوٹی تھی وہ ایک دن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس سے گزرے تو کچھ دور جا کر پھر واپس آ گئے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وقت سیب نوش فرما رہے تھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیب کا ایک ٹکڑا اس بزرگ کو دیا اس نے وہ سیب کا ٹکڑا کھا کر نعرہ لگایا ''حق ہو'' اور چلے گئے کچھ دیر بعد دوبارہ نظر آئے تو چوہدری عبدالغنی حاجی شفیق اور دیگر مریدین نے ان کو گھیر لیا اور ان کے نعرہ لگانے کی وجہ پوچھی انہوں نے کہا کہ میرے پیرومرشد کے وصال کے بعد بارہ سال

سے میری روحانی منزل رکی ہوئی تھی میں بہت پریشان تھا کہ ایک دن میرے پیر ومرشد نے خواب میں مجھے بشارت دی کہ سمندر میں تجھے ایک بزرگ کامل ملیں گے وہ تمہیں اگلی منزل پر لے جائیں گے چنانچہ آج قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس سے گزرا تو میرا دل خود بخود چلنے لگا میں واپس آیا تو میں نے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے نور کی شعاعیں اپنی طرف آتی ہوئی محسوس کیں اور جب میں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عنایت کردہ سیب کا ٹکڑا کھایا تو میری بارہ سال سے رکی ہوئی روحانی منزل بحال ہوگئی یہ شان تھی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کہ ایک نظر کرم سے بارہ سال سے رکی ہوئی منزل بحال ہوگئی۔

## بحری جہاز پر رکے عازمین حج کو حج کی اجازت

بحری جہاز جب جدہ پہنچا تو اس کو بندرگاہ پر ہی روک لیا گیا اور لنگر انداز ہونے کی اجازت نہ ملی اس کی وجہ یہ تھی کہ مشرقی پاکستان سے آئے ہوئے ایک جہاز سے کچھ چیچک سے متاثرہ افراد کی نشاندہی ہوئی تھی اس جہاز کو روک لیا گیا اور اسی شبہ میں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جہاز بھی روک لیا گیا جوں جوں حج کے دن نزدیک آتے گئے مریدین کی پریشانیاں بڑھتی گئیں حج سے ایک دن پہلے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مرید عبدالرشید خان آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا" اولیاء اللہ کے پاس خصوصی اختیارات بھی ہوتے ہیں" قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس بات کا انہیں بھی علم ہے تو عبدالرشید خان صاحب نے عرض کی کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں کوئی کمی تو چھوڑی نہیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ اختیارات کب استعمال کریں گے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ آپ تو اولیاء اللہ کی بات کرتے ہیں جو میری سمجھ سے باہر ہے۔ بہرحال آپ جا کر دو نفل پڑھیں اللہ کریم مہربانی فرمادیں گے چنانچہ انہوں نے نفل نماز کا سلام بھی نہ پھیرا تھا کہ جہاز کو لنگر انداز ہونے کی اجازت مل گئی۔ تمام لوگوں نے عمرہ ادا کیا اور پھر سیدھے حج کی ادائیگی کے لیے منیٰ پہنچ گئے۔

حاجی شفیق صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرا معلم اور تھا اور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دوسرے بیلیوں کا معلم اور تھا چنانچہ جدہ سے مجھے میرے معلم کی بس میں سوار کر دیا گیا میں بہت پریشان تھا کہ اب قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کس طرح مل پاؤں گا اسی پریشانی میں عمرہ ادا کیا اور میرے گروپ کے دوسرے ساتھی چلے گئے میرا سامان بھی انہی کے پاس تھا میں پریشانی کے عالم میں آب زم زم کے پاس کھڑا تھا کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے آواز دی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پاکر میری جان میں جان آئی۔ اس کے بعد حج کے لیے میدان عرفات روانہ ہونے لگے تو پھر مجھے میرے معلم کی بس میں علیحدہ ہی جانا پڑا میں پھر بہت پریشان ہوا کہ پہلے تو قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات ہوگئی تھی اب تو اتنے رش میں ملاقات مشکل ہے میں اسی پریشانی میں معلم کے خیمہ میں چادر لے کر لیٹ گیا کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی مہربانی فرمائیں گے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ چوہدری عبدالغنی صاحب نے آکر میرے پاس ہی کھڑے ہوکر مجھے آواز دی کہ یہاں پر کوئی حاجی شفیق صاحب ہیں میں جھٹ کھڑا ہوگیا اور ان کے ساتھ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا دراصل انہیں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے تلاش کرنے کے لیے ہی بھیجا تھا اور یہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تصرف تھا کہ انہوں نے میرے پاس آکر ہی مجھے آواز دی وہاں سے مزدلفہ روانگی پر مجھے خوف ہوا کہ کہیں پھر نہ اکیلے جانا پڑے لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کمال مہربانی سے اپنے ساتھ ہی بس میں سوار کرا لیا اور باقی تمام سفر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ہی گزرا۔

حج سے فارغ ہونے کے بعد زیارت مقدسہ کے لیے جاتے رہے غار ثور کی زیارت کے لیے گئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تمام مریدین کو پہلے بھیج دیا قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ حاجی شفیق صاحب تھے۔ اوپر جا کر ایک بیلی (مرید) کا سانس پھول گیا اور وہ برلب دم ہو گیا اس نے خیال کیا کہ اب تو آخری وقت آگیا ہے اور کلمہ شریف پڑھنے لگا لیکن کچھ دیر بعد ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے انہیں پانی پلایا ہے اور ان کی طبیعت بحال ہوگئی۔ دراصل قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اوپر تشریف لے جارہے تھے کہ راستہ میں ایک بہت بوڑھا آدمی اور بوڑھی عورت بھی آہستہ آہستہ جارہے تھے جب وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس سے گزرے تو بوڑھے آدمی

نے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ بھی ہماری طرح آہستہ آہستہ جا رہے ہیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاجی شفیق صاحب کو فرمایا کہ اس بوڑھے کو پانی پلاؤ دراصل اس وقت اوپر جانے والے مرید کی طبیعت خراب ہو چکی تھی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پانی اس بوڑھے کو نہیں بلکہ اپنا تصرف فرماتے ہوئے اس مرید کو پانی پلایا تھا جس کے بعد اس کی طبیعت بحال ہو گئی اور اس کے تھوڑی دیر بعد وہ دونوں غائب ہو گئے اور پھر نظر نہ آئے۔

غار ثور میں دو دو آدمیوں نے جانا تھا حاجی شفیق صاحب بیان کرتے ہیں کہ میری غار ثور میں حاضری قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ہوئی اور وہاں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی معیت میں نوافل ادا کئے غار ثور سے باہر آکر قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاجی شفیق صاحب کو نعت پڑھنے کے لیے کہا انہوں نے نعت شریف پڑھی اور تمام حاضرین کے آنسو جاری ہو گئے نعت شریف کے بعد دعا مانگی گئی دعا سے فارغ ہو کر جانے لگے تو وہاں موجود ایک شخص نے ایک اور نعت پڑھنے کی درخواست کی چنانچہ حاجی شفیق صاحب نے ایک اور نعت پڑھی۔

حاجی شفیق صاحب بیان کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روزانہ سوق ایلیل بازار جاتے وہاں دکانوں کا چکر لگاتے خصوصاً "گھڑیاں دیکھتے لیکن کچھ خریدتے نہیں تھے دراصل سوق ایلیل میں مولد پاک جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روزانہ اس کے ہی چکر لگایا کرتے تھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ایک مرید بشیر راجپوت صاحب نے عرض کیا کہ حضور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روزانہ بازار کے چکر لگاتے ہیں اور کچھ خریدتے بھی نہیں اس سے بہتر ہے کہ ہم طواف ہی کر لیا کریں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو طواف کی اجازت دے دی۔ وہ کعبہ کا طواف کے لئے جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک اور شخص مل گیا اور وہ اسے کسی بزرگ کی زیارت کے لیے لے گیا وہ بزرگ مصروف تھے یہ ان کے انتظار میں بیٹھے تھے وہاں ایک کتاب پڑی ہوئی تھی جس کا یہ مطالعہ کرنے لگے اس میں تحریر تھا کہ حضرت ذالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گزر رہے تھے تو ایک اور بزرگ کو دیکھ کر انہوں نے چھپنے کی کوشش کی لیکن ان بزرگ نے انہیں دیکھ لیا تھا اس لیے چھپنے کی وجہ پوچھی انہوں نے بہت اصرار کے بعد بتایا کہ جو شخص قطب الاقطاب کے مقام پر فائز ہوتا ہے اس کے لیے مولد پاک کا طواف ضروری ہوتا

ہے اس طرح آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مولد پاک کے طواف کرنے کا بھید کھل گیا اور ساتھ ہی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قطب الاقطاب کے مقام پر فائز ہونے کی تصدیق بھی ہوگئی۔

## مدینہ منورہ کی حاضری

قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکہ شریف میں سترہ دن قیام کیا اور اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ منورہ حاضری کے لیے تشریف لے گئے۔ حاجی انعام اللہ صاحب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم کے مطابق عمرے کے لیے کوشش کرتے رہے اور جلد ہی ان کا کام بن گیا اور ابھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ شریف ہی میں مقیم تھے کہ یہ بھی مکہ شریف میں عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ شریف نماز فجر میں حاضر ہو گئے انعام اللہ صاحب بہت پریشان تھے کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مدینہ منورہ میں کیسے تلاش کریں گے لیکن ان کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی جب انہوں نے نماز فجر کا سلام پھیرا تو ان کے دائیں طرف صف میں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بائیں طرف جناب حاجی شفیق صاحب موجود تھے اس طرح حاجی صاحب کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تلاش کرنے کی پریشانی سے بچا لیا کیونکہ حاجی صاحب کے پاس آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا پتہ نہیں تھا اور نہ اتنے ہجوم میں کسی کو تلاش کرنا اتنا آسان کام تھا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قیام مدینہ کے آخری ایام میں ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعوت کی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معذرت کرنا چاہی تو اس شخص نے کہا کہ اگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میری دعوت قبول نہ کی تو میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شکایت کروں گا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تم میری روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شکایت نہ کرنا میں تمہاری دعوت قبول کرتا ہوں۔

ایک دن ایک شخص نے دن میں آپکی دعوت کی اور پھل فروٹ بہت وافر مقدار میں پیش کئے وہ پھل اتنے زیادہ تھے کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتے تھے چنانچہ ابھی کافی پھل باقی تھے کہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ دعوت پر موجود مریدین نے مزید کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اس شخص نے اپنے گھر کی ایک کھڑکی کھولی تو سامنے روضہ مبارک تھا اس شخص نے فرمایا کہ اگر آپ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ پھل ختم نہ کیے تو میں آپ لوگوں کی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شکایت کروں گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ لوگ میرے پاس سے سیر ہوئے بغیر جا رہے ہیں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس شخص سے فرمایا کہ آپ ہماری شکایت نہ کریں ہم آپ کے یہ پھل ختم کر کے ہی جائیں گے چنانچہ تمام حاضرین نے وہ پھل بمشکل کھا کر ختم کیے۔

مسجد نبوی میں ایک حبشی عورت بیٹھی رہتی تھی جو ہر وقت ٹکٹکی لگائے گنبد خضراء کی طرف دیکھتی رہتی تھی اس نے کوئی نقاب نہیں لیا ہوا تھا لیکن جب قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے پاس سے گزرتے تو چہرہ پر نقاب ڈال لیتی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مرید نے اس مائی حبشن کے پاس جانا شروع کر دیا اس نے مدینہ شریف میں جوتا استعمال کرنے سے منع کیا اس شخص کے دل میں یہ خیال آیا کہ ننگے پاؤں پھرنے سے پیروں میں گندگی لگ جاتی ہے اور گندگی والے پیر لے کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آنا خلاف ادب ہے یہ خیال آنا تھا کہ اس حبشی عورت نے کہا "کل مدینہ طیب" "مدینہ کا ذرہ ذرہ پاک ہے" یعنی ننگے پاؤں پھرنے کے بعد مسجد نبوی میں آنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مدینہ کا ہر ذرہ پاک ہے۔

یہ حبشی عورت کسی سے نذرانہ نہ لیتی تھی یہ بات کسی مرید نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گوش گزار کی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاجی شفیق صاحب کو دس ریال کا نوٹ عنایت فرما کر اس مائی کو دینے کا ارشاد فرمایا حاجی صاحب نوٹ لے کر ان کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے حاجی شفیق سے جھپٹ کر نوٹ لے لیا۔

## مدینہ منورہ میں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معمولات

- قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تہجد کے وقت روزانہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دیتے۔ نماز فجر کے بعد اور بعض اوقات کسی دوسری نماز کے بعد دوسرے تیسرے روز آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنت البقیع میں حاضری دیتے۔
- آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز ظہر کے بعد مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باب السلام سے نکل کر بازار میں گھومتے رہتے اور بظاہر کوئی خریداری نہ کرتے مریدین کو اس کی جستجو ہوئی کہ آپ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہاں روزانہ کیوں آتے ہیں تو معلوم ہوا کہ نزدیک ہی قبر مبارک والد ماجد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھی جس پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روزانہ حاضری دیتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عشاء کے بعد روزانہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حاجی شفیق سے فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا جائے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود بھی اور دیگر مریدین بھی حاجی شفیق صاحب کے ساتھ دبی آواز میں صلوٰۃ وسلام پڑھتے۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران روزانہ کوئی نہ کوئی شخص آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رات کی دعوت کرتا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے تمام مریدین/متوسلین کے ساتھ دعوت میں شریک ہوتے۔ کھانے سے فراغت کے بعد محفل میلاد کا انعقاد ہوتا اور اختتام محفل تمام حاضرین مودبانہ کھڑے ہو کر حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران کئی مرتبہ باران رحمت ہوئی۔ بارش کے دوران آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تمام مریدین کو روضہ مبارک سے گرنے والے پانی سے غسل کرنے کا حکم فرماتے۔ تمام مریدین خود غسل کرتے اور قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے گنبد خضریٰ اور باب جبرئیل سے گرنے والا پانی ایک برتن میں لے جاتے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ شریف کی حاضری کے دوران بار بار فرماتے کہ حضور نبی کریم روف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کا غلاف پچھلے ستر سال سے نہیں بدلا گیا یہ بات مجھے یعنی غلاف مبارک کا نہ بدلا جانا مجھے کھائے جا رہی ہے حاجی انعام اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ اگلے سال 1971ء میں روضہ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمرے کے بعد حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کا غلاف مبارک بدلا جا چکا تھا۔

ایک مرتبہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر تھے کہ پیچھے سے دھکا لگنے کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دست مبارک روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جالی مبارک سے چھو گیا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا یہ ہاتھ جالی مبارک کو چھونے کے لائق نہ تھے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی خیال سے کبھی بھی جالی مبارک کو چھونے کی کوشش نہ کی۔

## مدینہ منورہ میں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جود و سخا

مدینہ منورہ میں ایک بابا غلام رسول بلیوں والا تھا جو وہاں گزشتہ چالیس برس سے رہائش پذیر تھا قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ میں بیواؤں یتیموں اور غرباء کے گھر گھر جاتے اور ان کی مالی امداد فرماتے۔

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام خاکروبوں کو اکٹھا کیا جن کی تعداد تقریباً ساڑھے نو سو کے قریب تھی اور ان میں سے ہر ایک کی مالی امداد کی اس دن اتفاقاً ایک خاکروب موجود نہ تھا اسے معلوم ہوا تو دوسرے روز وہ خاکروب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بجائے صحیح بات کرنے کے اس نے اپنی طرف سے بنا کر یہ بات کی کہ رات خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونا وہ آپ کی مالی امداد کریں گے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی بات سن کر فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ابھی حکم نہیں فرمایا ہے جب حکم فرمائیں گے تو میں آپ کی مدد کروں گا دراصل اس نے جھوٹ بولا تھا جس کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ناراضگی سے جواب دیا حالانکہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود ہی تمام خاکروبوں کو بلا کر ان کی مالی امداد کی تھی لیکن اس کے جھوٹ کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ناراضگی ظاہر کی۔

مدینہ منورہ سے روانگی سے چند روز قبل آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باورچی خانے تشریف لائے اور وہاں پر موجود خورد و نوش کا سامان ملاحظہ فرمایا اس وقت دیسی گھی کا تقریباً ایک ٹین بچا ہوا تھا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے یہ سامان واپس لے کر نہیں جانا اس لیے آپ لوگ جانے سے پہلے کھا پکا کر اس کو ختم کریں۔ چنانچہ ہم نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم کے مطابق اس بچے ہوئے تمام سامان کو بمشکل ہی روانگی سے قبل ختم کیا۔ یہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اپنے متوسلین اور مریدین کے ساتھ شفقت کی ایک ادنیٰ سی مثال ہے۔

قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے دوران حج فرمایا کہ میں نے کسی کو بتایا نہیں لیکن میں پیچھے کچھ بھی چھوڑ کر نہیں آیا یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سنت صدیقی ادا کی اور مدینہ منورہ میں اتنی خیرات فرمائی کہ وہاں کے لوگ عش عش کراٹھے۔

## شادی مبارک

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شادی مبارک اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی مرضی اور خوشنودی سے حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کیلیا نوالہ (خلیفہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ) کی صاحبزادی سے ہوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دوفرزند سید صمصام علی شاہ بخاری اور سید میر طیب علی شاہ بخاری ہیں جناب میر طیب علی شاہ بخاری دامت برکاتہعالی موجودہ سجادہ نشین ہیں دونوں صاحبزادگان نہایت سلیم الطبع اور عظیم الاخلاق ہیں اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج وترقی میں نہایت کوشاں ہیں۔

## فرمودات

میاں جمیل احمد صاحب سجادہ نشین شرقپور شریف نے سالانہ عرس مبارک حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ منعقدہ ۳ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ بمطابق 28 جون 1998ء کو اپنی تقریر کے دوران فرمایا:۔

> "حضرت قبلہ باباجی عثمان علی شاہ بخاری سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیلیوں کو کارخیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے روٹی تو حضرت قبلہ میاں شیر محمد صاحب کے کتوں کے لیے بہت ہے یعنی تمام بیلیوں کو زیادہ سے زیادہ اچھے کاموں میں حصہ لینا چاہیے اور ہر وقت کمائی کی طرف ہی دھیان نہیں دینا چاہیے کیونکہ حضرت

میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صدقہ سے ان کے لیے وافر رزق
دیا جانا مقرر ہو چکا ہے۔"

قاری مشتاق احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ صاحب محفل/عرس/مجلس کا ذکر ہی کرنا چاہیے کیونکہ صاحب عرس/مجلس خود محفل میں تشریف لاتے ہیں قاری مشتاق صاحب سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس لیے فرمایا تاکہ تقریر کے لیے آنے والوں کو بتا سکیں اور مقرر حضرات صاحب محفل پر اپنی تقریر کو مرکوز رکھیں۔

## اپنے وصال کے بارے میں اشارۃً ارشادات

وصال سے کچھ عرصہ پہلے آپ اشاروں کنایوں میں اپنے جلد وصال کے بارے میں بتاتے رہے لیکن آہ! ہم اسے سمجھ نہ سکے، میاں محمد یوسف صاحب بوریوالہ کے مکان پر جس میں راقم بھی شریک تھا آپ نے کسی بات پر فرمایا کہ میری عمر 49 سال ہے۔

چوہدری محمد ادریس صاحب بیان کرتے ہیں کہ باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال سے ایک ہفتہ قبل وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملنے حضرت کرمانوالہ ہاؤس گڑھی شاہو، لاہور گئے اور آپ کو شدید بیمار دیکھ کر رونے لگے تو قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں جلد چک (گاؤں) آ رہا ہوں۔ آپ حضرت کرمانوالہ شریف گئے تو ضرور مگر اپنے غلاموں کو داغ مفارقت دے کر۔

شیخ محمد اشرف، کرمانوالہ کلاتھ ہاؤس اوکاڑہ والے بھی اس طرح کا واقعہ بیان کرتے ہیں جس میں وصال سے ایک ہفتہ قبل آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں آٹھ دس روز کے اندر کرمانوالہ شریف آ جاؤں گا۔

## وصال

جناب غلام باری صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ وصال سے پہلے آپ پر حالت استغراق طاری رہنے لگی اور وہی کیفیات ظاہر ہونے لگیں جس طرح اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال سے پہلے ظاہر ہونا شروع ہوئی تھیں۔ بیماری کے دوران آپ حضرت کرمانوالہ ہاؤس گڑھی شاہو میں ہی مقیم رہے کہ اچانک 9 شعبان المعظم 1398ھ بمطابق 15 جولائی 1978ء 49 سال کی عمر میں بابا جی سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کا سانحہ عظیم پیش آیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۔ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

احباب کے قلوب اس تازہ گہرے زخم سے چُور چُور ہو گئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اس قدر عجلت کے ساتھ اس دار فانی سے رخت سفر باندھ کر دار بقا کی جانب روانہ ہو جانا سب کو تڑپا گیا۔ ہر دیدہ گریاں اور ہر دل بریاں تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا چلے گئے بزم احباب پر افسردگی چھاگئی۔ شمع محفل بجھ جانے سے چاروں طرف اندھیرا اچھل گیا۔ ہر سو ویرانی ہی ویرانی نظر آ رہی تھی۔ غم واندوہ کی ان تاریکیوں کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے دونئی روشن شمعوں کا سامان پہلے سے کر دیا تھا۔ صاحبزادہ سید صمصام علی شاہ صاحب بخاری اور صاحبزادہ سید میر طیب علی شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم چندے آفتاب ماہتاب ہیں۔ دونوں حضرات نجیب الطرفین ہیں اور متوسلین دربار عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف کے لیے ہر طرح سے واجب الاحترام ہیں۔ اللہ رب العالمین گلشن رسالت کے ان نونہالوں کو اپنے عظیم المرتبت دادا پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور خدمت دین وملت کا جذبہ عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مخلوق خدا کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنائیں۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

# حضرت پیر

# سیّد غضنفر علی شاہ بخاری

رحمۃ اللہ علیہ

# حضرت سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

## ولادت باسعادت

پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پوتے اور سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جگر گوشہ تھے۔ آپ 14 رجب المرجب 1376 جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات اڑھائی بجے اس دنیا میں تشریف لائے۔ آپ کا اسم مبارک غضنفر علی رکھا گیا۔

## تعلیم وتربیت

آپ نے دنیاوی تعلیم کے حصول کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت اپنے والد بزرگوار پیر سید محمد علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی آپ کی وسعت علمی اور طریقہ تبلیغ کا ایسا انداز تھا کہ ہر کوئی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ دو بڑے ڈاکٹر دربار عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف حاضری کے لیے آئے حاضری سے فارغ ہونے کے بعد قبلہ پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے لیے کھانا منگوایا اور خود بھی ان کے ساتھ کھانا تناول فرمایا اور انہیں سنت طریقہ سے یعنی دایاں گھٹنا کھڑا کر کے اور بایاں گھٹنا بچھا کر کھانے کی تلقین کی۔ کھانے کے دوران پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان ڈاکٹروں سے سنت طریقہ سے کھانے کے فوائد پر تبصرہ کے لیے فرمایا تو وہ کوئی جواب نہ دے سکے جس پر آپ نے انہیں فرمایا کہ سنت طریقہ سے کھانے کے دو فائدہ ہیں ایک تو یہ کہ اس طریقہ سے کھانا کم کھایا جاتا ہے یعنی بھوک رکھ کر جو کہ ڈاکٹری اصول کے عین مطابق ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس طریقہ سنت کے مطابق کھانے والے کو (Appendix) اپنڈیکس کا مرض نہیں ہوتا۔ یہ فوائد سن کر ڈاکٹر صاحبان آپ کی وسعت علمی کے قائل ہو گئے۔

## عادات واطوار

آپ نہایت ملنسار اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے ایک متناسب جسم اور نہایت پروقار

شخصیت کے حامل تھے۔ لباس انتہائی سادہ شلوار قمیض زیب تن فرماتے تقریبات میں کلاہ اور شیروانی بھی استعمال کرتے غذا بھی عموماً سادہ استعمال کرتے۔ آپ اعلیٰ کردار کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ دنیاوی اور مذہبی علوم پر بھی دسترس رکھتے تھے اور خطبہ جمعہ میں تقریر بھی خود کرتے تھے جو نہایت پر مغز اور پر تاثیر ہوتی تھی۔

آپ سنت نبوی ﷺ کی خود بھی پیروی کرتے اور لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے دوران سفر کوئی قبرستان آ جاتا تو رک کر فاتحہ خوانی کرتے اور فوت شدگان کے لیے دعائے مغفرت کرتے ایک مرتبہ آپ کسی مریض کی عیادت کے لیے سول ہسپتال اوکاڑہ تشریف لے گئے واپسی پر اوکاڑہ کے بڑے قبرستان کے پاس سے گزر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے گاڑی روک لی اور فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت فرمائی اور ایک بیلی (مرید) سے جو آپ کے ساتھ تھا فرمایا کہ اگر میری دعا سے حضور نبی کریم ﷺ کے ان گناہ گار اہل قبور کی بخشش ہو جائے تو ہمارا کیا نقصان ہے بلکہ اس سے نبی کریم ﷺ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔

## زیارت حرمین شریفین

آپ نے سب سے پہلا سفر حرمین شریفین نہایت کم عمری یعنی صرف نو سال کی عمر میں اپنے والدین اور ہمشیرگان کے ساتھ کیا اور پیر جی رحمۃ اللہ علیہ کو بیت اللہ شریف کے اندر جانے کی سعادت نصیب ہوئی اور اسی طرح مدینہ منورہ میں بھی پذیرائی ہوئی۔ بعد میں آپ نے کئی بار حج اور عمرے ادا کیے اور روضہ رسول اللہ ﷺ پر حاضری دی۔

## اخلاق کریمانہ

آپ نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ سرور نامی ایک مزدور جو حضرت کرمانوالہ شریف میں رہائش پذیر ہے بیان کرتا ہے کہ آپ نے اس کے لیے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے اس کو ایک فرزند عطا فرمایا۔ سرور نے ایک مرتبہ بعد از نماز جمعہ آپ سے اپنے گھر چلنے کی درخواست کی آپ نے اس کی درخواست قبول فرمالی چنانچہ سرور جلدی سے اپنے گھر گیا تا کہ

پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خاطر تواضع کے لیے کوئی انتظام کرے۔ پیر جی گھر تشریف لے گئے اور جلدی ہی واپس آ گئے اور اسی وقت سرور کے گھر پہنچ گئے۔ پیر جی کو اپنے گھر میں دیکھ کر سرور اور اس کی بیوی بہت خوش ہوئے اور آپ کے سامنے چائے مٹھائی پیش کی۔ آپ کو بھوک لگی ہوئی تھی آپ نے سرور کے گھر میں موجود سوکھی روٹی ہی نوش فرمائی اور اس کو مزید کوئی تکلف نہ کرنے دیا اس طرح سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کیا۔ بعد میں ایک ساتھی کو فرمایا کہ میں نے سرور کے گھر جانے میں اس لیے جلدی کی کہ کہیں سرور زیادہ تکلف کر کے زیر بار نہ ہو جائے۔

## اساتذہ کا احترام

آپ اپنے اساتذہ کا بہت احترام کرتے تھے ایک مرتبہ آپ اتفاق ہسپتال میں تھے اور آپ کا دوسرا آپریشن ہوا تھا اور کسی کو آپ سے ملنے کی اجازت نہ تھی اس دوران آپ کے ایک استاد حافظ احمد یار صاحب آپ سے ملنے تشریف لائے اور کمرہ کے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ پیر جی اس وقت آرام فرما رہے تھے حافظ صاحب کو بتایا گیا کہ آپ سے ملنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے لیکن انہوں نے فرمایا کہ پیر جی کو صرف اتنا بتا دو کہ حافظ احمد یار صاحب ملنے آئے ہیں چنانچہ آپ سے عرض کیا گیا تو آپ نے ان کو فوراً ملنے کی اجازت دے دی اور ان سے آپ دیر تک گفتگو فرماتے رہے یہ تھی آپ کے نزدیک اساتذہ کی عزت کہ آپ نے بیماری کی حالت میں جب کہ ڈاکٹروں نے بھی ملاقات سے منع کیا تھا حافظ صاحب سے ملاقات کی۔

## عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

آپ عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیشہ سرشار رہتے جب حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی، اسم گرامی آتا تو ہاتھوں کو چوم کر آنکھوں پر لگاتے اور درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے۔ آپ اکثر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی میں نعتیں سنتے رہتے اور اپنے قلب کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گرماتے رہتے۔

قصیدہ بردہ شریف کے اشعار بھی بہت پسند تھے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نعتیہ کلام بھی اکثر سنتے ایک مرتبہ آپ نے ایک بیلی (مرید) سے کہا کہ مجھے بردہ

شریف کے اشعار مولائی صلی وسلم دائما ابداً پانچ سو مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلائے (کیونکہ آپ کی طبیعت نہایت خراب تھی) اور ساتھ ہی تعداد کی گنتی پوری کرنے کے لیے ٹک ٹک کرنے والی چرخی بھی عنایت فرمائی وہ شخص آہستہ آہستہ یہ مصرع پڑھ کر پانی پر دم کرتا رہا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیند میں استراحت فرما رہے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ کیا گنتی پوری ہوگئی ہے اور اس شخص کی حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ اس چرخی پر گنتی پوری پانچ سو ہو چکی ہے پیر جی اگرچہ بظاہر نیند میں تھے لیکن بباطن بیدار تھے۔

## تصرفات/کرامات

ایک بیلی (مرید) بیان کرتے ہیں کہ اس کی بیوی کو سر درد کی شکایت رہتی تھی اور بینائی بھی دن بدن کمزور ہو رہی تھی ڈاکٹر سے چیک کروانے کے بعد عینک لگوانا پڑی ایک مرتبہ پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عمرہ سے واپس آئے تو وہ مرید اپنی بیوی کے ہمراہ آپ کو مبارک باد دینے کے لیے حاضر ہوا۔ اس کی بیوی کو عینک لگائے ہوئے دیکھ کر آپ نے عینک لگانے کی وجہ دریافت کی آپ کو بتایا گیا کہ نظر کی کمزوری کی وجہ سے ڈاکٹر نے عینک تجویز کی ہے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اس کی بیوی کی عینک اتار دی اور فرمایا کہ آئندہ عینک نہ پہنی جائے نہ سر درد ہوگا اور نہ ہی نظر کمزور ہوگی چنانچہ ان کی نظر بالکل ٹھیک ہوگئی اور اب وہ عینک استعمال نہیں کرتی۔

حاجی جنید اشرف بٹ گلبرگ والے بیان کرتے ہیں کہ میں کاروباری سلسلہ میں لندن میں تھا اور میرا بیٹا لندن میں زیر تعلیم تھا میرے بیٹے کے دائیں ہاتھ کی پشت پر مہاسے نمودار ہوئے اور بہت علاج کروانے کے باوجود آرام نہ آیا اس دوران پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بغرض علاج لندن میں تشریف فرما تھے۔ میں اپنے بیٹے کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا سلام دعا کے بعد اپنے بیٹے کے مہاسوں کے بارے میں عرض کیا آپ نے میرے بیٹے کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر زور سے دبایا اور اپنے ہاتھ کو میرے بیٹے کے ہاتھ سے رگڑا اور فرمایا کہ مجھے تو مہاسے کہیں نظر نہیں آرہے۔ مہاسے غائب ہو چکے تھے اور جو مہاسے لندن میں علاج سے ختم نہیں ہوئے تھے آپ کی ایک نظر کرم سے منٹوں میں ختم ہو گئے۔

محمد نواز صاحب اوکاڑہ والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان

کے گھر تشریف لائے انہوں نے آپ کی خدمت میں پھل پیش کیا پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کچھ پھل وغیرہ نوش فرمائے اور ان کے حق میں اس طرح دعا کی "اے اللہ نواز کے رزق میں برکت دے" اس کے بعد آپ تشریف لے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد آپ کا پس خوردہ انہوں نے تناول فرمایا تو انہیں سارا دن نہ بھوک لگی اور نہ ہی پیاس محسوس ہوئی۔

حاجی بشیر احمد صاحب مغل پورہ لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ میرا بیٹا مدت سے ابوظہبی میں مقیم تھا مگر اقامہ نہیں مل رہا تھا جس کی وجہ سے بہت پریشانی تھی چنانچہ میں حضرت کرمانوالہ شریف دعا کے لیے حاضر ہوا۔ پیر محمد علی شاہ صاحب زیارت حرمین شریفین کے لیے گئے تھے چنانچہ پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے اپنی مشکل بیان کی اور دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ "اقامہ تو لگ گیا" چنانچہ چند دن بعد ہی میرے بیٹے کا اقامہ لگ گیا۔

یہی حاجی بشیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ پیر سید محمد علی شاہ صاحب حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس کے موقع پر لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابھی چھوٹے ہی تھے اچانک اٹھے اور میری پیٹھ پر سوار ہوگئے میں نے بھی موقع غنیمت جانا اور آپ کو کمرے میں پھرانے لگا کچھ دیر بعد آپ کے والد گرامی پیر محمد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ سواری تو کرلی اب گھوڑے کو کچھ کھلاؤ پلاؤ چنانچہ پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرے منہ میں لڈو ڈالنے شروع کر دیے اور میں کھاتا رہا لڈو میں کھاتا جا رہا تھا اور تمام اندرونی بیماریاں دور ہوتی جا رہی تھیں۔

محمد حفیظ صاحب مغل پورہ والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت کرمانوالہ شریف گیا میرا وہاں رات بسر کرنے کا ارادہ تھا لیکن مجھے خیال آیا کہ شاید تکیہ اور چادر نہ ملے جس کی وجہ سے رات میں بے سکونی ہو ہم لنگر شریف کھا رہے تھے کہ پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی آگئے اور ہمارے ساتھ لنگر میں شریک ہوگئے لنگر کھانے کے بعد آپ نے ایک خادم کو فرمایا کہ محمد حفیظ کو ایک چادر اور تکیہ لا کر دے دینا تاکہ رات کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ آپ نے کشف کے ذریعہ میرا ارادہ بھانپ لیا اور میری مشکل کشائی فرمائی۔

# خطبہ مبارک

## حضرت پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جو آپ نے عرس مبارک حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ علیہ منعقدہ 28 فروری 1991ء کو شرف عنایت فرمایا

اللہ مجدہ کا لاکھ احسان ہے کہ جس نے اپنے خصوصی فضل اپنے خصوصی کرم اور رحم سے ہمیں اس سال بھی گنج کرم المعروف حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کی آخری نشست میں حاضری کا موقع مرحمت فرمایا اولیاء کرام اور صلحائے عظام کے مزارات پر ہر سال کسی مخصوص دن اجتماعی صورت میں اکٹھے ہو کر ان کی زیارت کرنا ان کے روحانی فیوض و برکات سے متمتع ہونا وہاں قرآن خوانی کرنا اور ذکر الٰہی کی محافل منعقد کرنا اسے عرف عام میں عرس کہا جاتا ہے اور عرس کی یہ اصطلاح ترمذی شریف کی ایک حدیث صحیح سے ماخوذ ہے کہ جس میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مرد مومن انتقال کر جاتا ہے اور بارگاہ ایزدی میں ملاقات اور وصال کے لئے پہنچتا ہے تو نکیرین مبشرین اس کی قبر میں سوال و جواب کے لئے آ جاتے ہیں اور وہ رب اور دین کی نسبت سوال کرنے کے بعد پوچھتے ہیں "مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ حَقِّ هٰذَا الرَّجُلِ" کہ اے صاحب قبر! بتا کہ تو اس ہستی مبارک (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیا سمجھا کرتا تھا اس ہستی مبارک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تو دنیا میں کتنی محبت رکھا کرتا تھا۔ تو ان کا کتنا ادب کیا کرتا تھا دنیا میں تو اس ہستی مبارک کے بارے تیرا کیا عقیدہ ہوا کرتا تھا مَا كُنْتَ تَقُوْلُ ماضی استمراری ہے تو وہ مرد مومن کہ جس کی پوری زندگی حضور علیہ السلام کی غلامی اور اطاعت میں بسر ہوئی ہوتی ہے وہ تو دو ستو منتظر ہوتا ہے اس لمحہ کا کب ہجر اور فراق کی جملہ ساعات ختم ہو جائیں دوریوں کے سارے فاصلے مٹ جائیں اور قبر کا وہ لمحہ آئے کہ جب جملہ حجابات اٹھا دیئے جائیں اور آنکھوں کو

حضور پاک ﷺ کا دیدار فرحت آثار نصیب ہو جائے تو چونکہ ان کی تو پوری زندگی اسی مقدس لمحہ کے انتظار میں بسر ہوئی ہوتی ہے اس لئے جب ملک الموت انکی روح قبض کرنے کے لئے آتا ہے تو محبوب سے ملاقات کی خوشی میں وہ ہنستے ہیں اور اسی ہنسنے کی حالت میں ان کی روح قبض کر لی جاتی ہے اور انکا چہرہ ہنستا ہوا رہ جاتا ہے۔

نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب ِ اوست

کہ مردمومن کی نشانی یہ ہے کہ جب اسے موت آتی ہے تو اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھتا ہے۔ دوستو! یہ تبسم کیا ہوتا ہے یہ تبسم اس لیے ہوتا ہے کہ وہ ملک الموت کو دیکھ کر مسکراتا ہے کہ یہی تو ہے میرے محبوب کی ملاقات کا پیغام لانے والا یہی تو ہے جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے میری ملاقات کروا رہا ہے اور اگر کوئی شخص حضور ﷺ کو پہچاننے کے بعد یہ کہہ دے کہ" اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ "تو پھر اس شخص کی قبر کو 70,70 ہاتھ فراخ کر دیا جاتا ہے اس خوش بخت پر اللہ کی رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے اور پھر اس قبر کی ساری فضا کو مُعطّر ومنور کرنے کے بعد اسے تھپک تھپک کر یہ کہا جاتا ہے کہ اے اپنے محبوب کو پہچاننے والے "نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ" اے اپنے آقا کو پہچاننے والے! اس پہچان کا تجھے یہ صلہ ملتا ہے کہ اب تو اس طرح آرام کے ساتھ سو جا کہ جس طرح پہلی رات کی دلہن اپنے بستر عروسی پر سوتی ہے اب تو قیامت تک آرام کی نیند سو اب تجھے وہی اٹھائے گا جو تیرا محبوب ہوگا تو چونکہ مردمومن کا یوم ارتحال محبوب حقیقی سے ملاقات اور وصال کا دن ہوتا ہے جملہ حجابات کے مرتفع ہونے اور محبوب کے جمال حقیقی کو بے نقاب دیکھنے کا لمحہ ہوتا ہے لہذا ہر سال جب وہ لمحہ آتا ہے جب ہجر کی ساعت ختم ہوئی تھی ملاقات محبوب حقیقی اور نور حق کا مشاہدہ ہوا تھا تو ان کی روح پر فتوح پھر سے مچل مچل اٹھتی ہے چنانچہ اسی مناسبت سے اس مبارک لمحہ کی یاد میں اہل حق ان کے محبوب سے ملاقات کی حقیقی خوشی اور مسرت کی یاد کو تازہ کرنے کے لیے ذکر الٰہی' قرآن خوانی' محافل ہائے نعت و وعظ کا اہتمام عرس کی صورت میں کرتے ہیں "نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ" اس حدیث کے مطابق اس دن اکٹھے ہو کر ان کو

مبارک بادپیش کرنے کی اس کیفیت کو یا اس اجتماع کو عرس کا نام دیا جاتا ہے۔ پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ معمول تھا کہ وہ سال میں کسی ایک دن شہدائے بدر واحد کے مزارات پر تشریف لے جاتے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی جمعیت بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہوتی اور وہ وہاں جا کر اپنی مبارک زبان سے ان کو ہدیہ وسلام پیش کرتے خلفائے راشدین مہدیین کا بھی یہی معمول رہا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اس سنت مبارکہ اور اولیائے وصلحائے کرام کے معمولات کی پیروی میں ہم بھی بزرگان دین کے مزارات پر عرس مبارک کی تقریبات میں شریک ہوتے ہیں آج بحمد اللہ تعالیٰ ہم جس آستانہ عالیہ پر حاضر ہیں یہ شریعت وطریقت محمدیہ کا سلسلہ نقشبندیہ ہے جو خلیفہ اول جانشین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع ہوتا ہے اس میں حضرت سلمان فارسی، حضرت بایزید بسطامی، خواجہ ابوالحسن خرقانی، خواجہ بہاؤ الدین نقشبند، اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی اور قطب الاقطاب میاں شیر محمد شرقپوری جیسی یگانہ روزگار ہستیاں اس عالم آب وگل میں ظہور پذیر ہوئی ہیں انہی بلند وبالا بزرگوں کے جانشین حضرت گنج کرم سید محمد اسماعیل شاہ بخاری ادام اللہ برکاتہم العالیہ ہیں جن کے در اقدس پر آج ہم سب حاضر ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں کے زمرہ میں آتے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے عامۃ الناس سے ممتاز فرما کر خلق خدا کی رہبری اور رہنمائی پر مامور فرما رکھا ہے۔ دوستو! آپ کے کشف وبصیرت کا یہ عالم تھا کہ ظاہری نگاہ سے بھی کوئی پوشیدہ نہ تھا علوم ومعرفت اور اسرار حق کا بیان شروع ہوتا تو گویا کائنات تھم جاتی آپ کے پاس حاضر خدمت ہونے والوں میں امراء، رؤسا، فقراء، مشائخ وعلماء زراعت پیشہ سرکاری ونیم سرکاری دفاتر کے ملازمین، بچے بوڑھے' سبھی حاضر ہوتے لیکن کبھی کسی سے یہ نہ سنا گیا کہ اس کی طرف پوری توجہ نہیں ہوئی یا اس کی مشکل حل نہیں ہوئی اکثر تو سائل کو حاجت بیان کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی آپ کا لہجہ اتنا میٹھا اتنا میٹھا کہ ہر تلخی مٹ جاتی آپ کی شفقت ایسی کہ ہر دل موہ لیتی' آپکی مبارک طبیعت ایسی کہ ہر کوئی والا وشیدا۔ بس جو کہہ دیا قدرت نے ایسے ہی کر دیا نمود ونمائش و تکلفات کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔ شریعت وسنت مطہرہ کی سختی سے پابندی فرماتے نہایت محتاط گفتگو مگر نہایت شیریں ودل نشیں پھر اخلاق واعمال کی اصلاح کا انداز ایسا کریمانہ ایسا کریمانہ کہ کوئی

نافرمانی پر قادر ہی نہ رہتا۔ وقت اور فاصلے پر آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی اور اللہ جل مجدہ نے اپنے اس مقدس بندے کو وہ اختیارات عطا فرمائے تھے کہ انہی کا سکہ ہر طرف چلتا تھا اور آج بھی چلتا ہے۔ قطب الاقطاب حضرت گنج کرم سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری ادام اللہ برکاتہم العالیہ کا سانحہ ارتحال ۲۷ رمضان المبارک ۱۹۲۶ء ماہ جنوری میں پیش آیا انا للہ وانا الیہ راجعون آپ کے مبارک جنازہ میں لاکھوں انسانوں نے شرکت کی اور کثرت ہجوم کا منظر ایسا تھا کہ جو کبھی کہیں نہ دیکھا گیا تھا ہر طرف سروں کا اژدھام کثیر تھا اور گمان ہوتا تھا کہ واقعی خدائے وحدہ لا شریک نے انسانی لباس میں فرشتوں کو بھیج رکھا ہے اور آپ کا چالیسواں مبارک ۷ اپھاگن کو ہوا تھا اور یہی تاریخ آپ کے عرس مبارک کی مقرر ہوگئی کہ جس میں آج ہم سب حاضر ہیں اور آپ کے عرس مبارک پر ۲۸ فروری کو ہر سال ضلع اوکاڑہ میں سرکاری طور پر تعطیل ہوتی ہے۔ اس نشست کے اختتام اور خلاصہ کلام کے طور پر دوستو! آج میں ایک پیغام کے طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ان اولیاء وصلحاء کی محفلوں کی تاثیر ان کی صحبتوں کی برکت اور ان کی صحبتوں کی افادیت کو بیان کرنے اور سمجھنے کا اصل مقصد اور مدعا یہ ہے کہ سمجھایا جائے کہ ان کی صحبتوں سے ہمیں کیا حاصل کرنا چاہیے ہم ان حضرات کے پاس جاتے ہیں تو دنیا دار ہو کر جاتے ہیں اور دنیا داری کے سوا ان کی صحبت سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ہم جاہ طلبی کے سوا ان کی صحبت سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے ہم مفاد پرستی کے سوا ان کی مجلسوں سے کوئی نسبت نہیں رکھتے ہم سمجھتے ہیں کہ ان کی نسبت سے ہمیں دنیا ہی ملتی چلی جائے گی یاد رکھیے کہ دنیا کے ملنے اور دنیا کی تلاش کی تو ہزاروں درگاہیں ہو سکتی ہیں ہزاروں در ہو سکتے ہیں شاہان سلطنت کے درباروں پر جاؤ کہ جہاں ذلت اور رسوائی بھی حاصل کرو اور دنیا کا جاہ و منصب بھی حاصل کرو اس لئے کہ دنیا کے طالب اور دنیا کے متلاشی کا مقدر ہمیشہ ذلت و رسوائی ہوتا ہے اور عزت و عظمت اس کے نصیب میں ہوتی ہے کہ جس کا دل دنیا کا متلاشی نہیں ہوتا۔ کتنے دکھ اور کتنے درد کی بات ہے کہ ان کے ہاں دولت تو درد دل کی ہو ان کے ہاں دولت تو ذکر الٰہی کی ہو ان کے ہاں دولت تو استغنائے روح کی ہو ان کے ہاں دولت تو عبدیت تامہ کی ہو اور ہم یہاں آئیں دنیا دار بن کر دنیا طلبی کی خاطر۔ دوستو اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ اہل دل اور مردان حق کے ہاں جو کوئی دنیا کے خیال سے بھی جاتا ہے رب ذوالجلال

والا کرام اس کی دنیاوی حاجات بھی ان کی برکت سے پوری فرما دیتا ہے اس میں کچھ شک نہیں لیکن یہ درگاہیں دنیا کی خاطر جانے کے لائق نہیں ہیں دوستو! ان درگاہوں کو اتنا ارزاں نہ سمجھا کرو ان کی مجلسوں کو اتنا ہلکا نہ جانا کرو ان کی صحبتوں کے فیض کو اتنا معمولی خیال نہ کیا کرو ان کے ہاں جاؤ تو ایسی بڑی چیز مانگو کہ جس سے بڑی طلب کائنات میں کوئی نہ ہو ان کے ہاں جاؤ تو اللہ سے انہی کا حال اور انہی کا قال مانگو ان کے ہاں جاؤ تو اللہ سے انہی کے ظاہر و باطن کی کیفیت کا سوال کرو قرب الٰہی کا سوال کرو تقویٰ اور صالحیت کا سوال کرو ہم ان کے پاس آتے ہیں اور رو رو کے اپنی التجائیں ان کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں لیکن ہمیں اپنے مانگنے پر شرم آنی چاہیے کہ کتنی بڑی بارگاہ اور کتنا چھوٹا سوال کرتے ہیں۔ دوستو! جو بارگاہ جتنی بڑی ہوتی ہے اس سے ہمیشہ اسی قدر بڑا سوال کیا جاتا ہے ہمارا ظرف اتنا لالچی ہو چکا ہے کہ وہ بھرتا ہی نہیں ہے اور جس کو ہم بڑا سمجھ رہے ہیں بلکہ وہ بڑی تنگ دامنی ہے ہم جو کچھ مانگتے ہیں اور جو نہ مانگنے کا ہے وہ مانگتے پھرتے ہیں بس ان سے وہ کچھ مانگنے کہ جسے مانگ کر یہ بزرگ عظیم ہو گئے تا کہ ان کے قدموں کی برکت سے ہمیں بھی حیات ابدی نصیب ہو اور یہ فیض صرف اور صرف ایک شرط کو پورا کرنے سے نصیب ہوتا ہے حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش خود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو قاسم گرگانی سے پوچھا کہ حضرت صحبت سے فیض حاصل کرنے کی شرط کیا ہے تو فرمانے لگے کہ صرف اور صرف ایک ہی شرط ہے کہ تم جس کی صحبت میں جاؤ بس اپنی خواہش اور اپنی آرزو کو اس کے کہنے پر قربان کر دو۔ قربان کر دو اپنی خواہش اور آرزو کو چھوڑ دو بس وہ جو چاہے کرے پھر ان کی صحبت میں جاؤ تو دیکھو کہ فیضان نظر کے رنگ کیا ہوتے ہیں۔ ان اولیاء کی خدمت میں ہم بھی حاضر ہوتے ہیں لیکن اپنی طلب کے تصورات لے کر اپنی آرزوؤں کا مواد لے کر پھر پرکھتے ہیں مقام ولایت کو کہ ایسا نہ ہوا میں تو فلاں کو بڑا ولی سمجھتا تھا اور میں اس کے پاس جاتا بھی رہا لیکن فلاں چیز مجھے میسر نہ آئی۔ دوستو! یہ بات ذہن نشین فرمالیں کہ اس خیال سے جانے والا عمر بھر بھی کچھ نہیں پاتا اور جو مستغنی ہو کر جاتا ہے وہ اپنی خواہشات اور آرزوؤں کے بتوں کو پاش پاش کر کے جاتا ہے اور محض انہی کے قدوم میمنت لزوم سے برکت حاصل کرنے کے لئے جاتا ہے اور محض انہی کے لئے ان کے پاس جاتا ہے یاد رکھیے کہ پھر دنیا کی عزتیں بھی انہی کو نصیب ہوتی ہیں اور

آخرت کی کامیابیاں اور کامرانیاں انہی کی جھولی میں پڑتی ہیں اس لئے میں آپ حضرات سے یہ گزارش کروں گا کہ حضرت گنج کرم حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں یا دیگر اولیاءِ صلحاء مقربین خدا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہیں ہوں دوستو! ان بارگاہوں میں جایا کرو اور یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ ان کے مزارات پر حاضری دینا ان کی ظاہری زندگی سے قطعاً مختلف نہیں ہوتا جو فیضان نظر جو فیضان روح اور جو فیضان صحبت ان کی ظاہری حیات میں آنے والوں کو میسر آتا تھا وہی فیضان نظر ان کا بعد از وصال بھی قائم و دائم رہتا ہے ان کے مزارات کی حاضری ان کی ظاہری صحبت سے کم نہیں ہوتی ہے فیوض و برکات ان کے قائم و دائم ہیں توجہات ان کی قائم و دائم ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے ہم ان کو دیکھتے تھے وہ ہمیں دیکھتے تھے لیکن اب وہ صرف ہمیں دیکھتے ہیں ہم ان کو نہیں دیکھ سکتے تاہم اللہ اور رسول کی مہربانی سے ہم بھی اہل نظر ہو جائیں اللہ کرے اور جملہ حجابات اٹھ جائیں تو پھر ہمیں بھی ان کے نظر آنے میں کوئی امر مانع نہ رہے بس ان کے یہاں آئیے تو یہی مانگئے کہ نفس کا تزکیہ ہو جائے ہمارے حجابات بشریت مرتفع ہو جائیں ہمیں اپنی روح کی لطافت میسر آئے اور قرب الٰہی کی دولت گراں مایہ حاصل ہو جائے اور اس شرط کے ساتھ حاضری کے تقاضے یہ ہیں کہ ہم ادب سے حاضر ہوں کیونکہ ادب ہی وہ دولت ہے کہ جس سے دلوں کا تقویٰ نصیب ہوتا ہے اور اس بات کو اپنے دل و دماغ میں ثبت فرمالیں کہ ادب صرف اور صرف عشق و محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نصیب ہوتا ہے صرف ایک ہی راستہ ہے اور پھر ایمان ہمیشہ ادب کی راہ سے آتا ہے۔ عرفاء کہتے ہیں کہ ادب سے انسان کو علم نصیب ہوتا ہے علم سے عمل کی اصلاح ہوتی ہے اور صالح عمل سے انسان کو حکمت نصیب ہوتی ہے حکمت کے سبب سے انسان کو زہد و ورع کی دولت ملتی ہے اور زہد و ورع کے سبب سے انسان کو آخرت کی یاد آتی ہے۔ آخرت کی یاد سے اللہ کا قرب ملتا ہے اور اللہ کے قرب سے معرفت خدا و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوتی ہے چونکہ "اَلْمَعْرِفَۃُ کُلُّھَا اَدَبٌ" کہ ایمان اور روحانیت کے پورے سفر کی بنیاد ادب ہے۔ تو دوستو! اپنے آپ کو ادب سے بھی مزین رکھئے خدا کو خدا سمجھئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول جانئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ان کے مقام کے لائق ہے شیخ کا ادب ان کے حال کے لائق ہے استاد کا ادب ان کے حال کے لائق ہے عالموں کا ادب

ان کے حال اور مقام کے لائق ہے بڑوں کا ادب ان کے حال کے لائق ہے الغرض جو کوئی جس سب سے بھی لائق ادب ہے اس کے اسی مقام کا خیال رکھ کر ادب کیا جائے کہ یہی تقاضائے سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آخر میں میری گزارش صرف اتنی ہے کہ دوستو! اپنے دل میں درد و سوز کی شمع جلاؤ عشق و محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع کو روشن رکھو خدا گواہ ہے کہ اس عشق و محبت کے سوا کچھ نہیں ہے اس عشق و محبت کے سوا نہ دنیا میں کچھ ہے اور نہ آخرت میں کچھ ہے دنیا و آخرت کا سلطان بھی یہی ہے اور دنیا اور آخرت کا بادشاہ بھی یہی ہے ساری خیراتیں بانٹنے والا بھی یہی ہے اور ساری عنائتیں کرنے والا بھی یہی ہے سارے لطف و کرم اسی کے ہیں ہر طرف اسی کے جلوے ہیں صرف بس حضور ﷺ سے مانگئے اور حضور ﷺ کے ہو رہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے در کے منگتے بن جائیے اس در کے بھکاری بن جائیے کاش! آقا ہمیں بھی اپنے کتوں میں شامل کر لیں اور ہمیں بھی اپنا ٹکڑا پھینک کر بلا کر کہہ دیں کہ آ جا میرے کتے تو بھی میرا ٹکڑا کھا لے دوستو! بس کچھ نہیں ہے حضور ﷺ کی محبت کے سوا حضور ﷺ کے عشق کے سوا کچھ نہیں ہے اور ہم اس عشق سے محروم ہیں ہم بے خبر ہیں ہمیں اس عشق کی گرد کی بھی خبر نہیں ہے خوش نصیب ہیں وہ کہ جنہیں اس عشق کی دولت نصیب ہو گئی ہے جس کو شراب وحدت اور شراب طہور کا ایک پیالہ نصیب ہو گیا ہے خوش نصیب ہیں وہ کہ جن کو ایک گھونٹ نصیب ہو گیا ہے اس شراب طہور کا کہ جو شراب وحدت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ملی جو شراب طہور عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کو ملی اور جو شراب طہور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو ملی پھر ان سے قطب الاقطاب حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کو ملی اور دوستو! اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحب کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کے مئے خانہ وحدت سے حضرت گنج کرم سید اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ایسی بھر بھر کے پلائی ایسی بھر بھر کے پلائی کہ انہیں حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ بنا دیا دوستو! کوشش کرو کہ اس شراب کا ایک گھونٹ ہی مل جائے گھونٹ نہ سہی اس شراب کے پیالے کی تری مل جائے تری نہ سہی اس پیالے کی نمی ہی مل جائے نمی نہ سہی اس شراب

خانہ کی بو ہی مل جائے بو ہی مل جائے تو بہت کچھ ہے دوستو اپس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت سے لپٹ جاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے دلوں کی خالی کٹیا میں آ جائیں اور اپنے چہرہ پر انوار اور دیدار فرحت آثار کی ایک جھلک ہمیں بھی عطا کر دیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اے گنبد خضرا کے مکیں اے رحمت للعالمین اے غمزدوں کی اماں اے تشنہ حالوں کا سکوں اے ہم کمینوں کے حال پر رحم کرنے والے اور ہم گنہگاروں کی خدا کی بارگاہ میں شفاعت فرمانے والے آقا! آج ہمارے حال پر نظر کرم فرما دیں آقا! ہم گنج کرم کے عرس پر حاضر ہیں ہمارے حال پر نظر کرم فرما دیں آقا! ہماری طرف بھی ایک پھیرا پائیں اور ہمارے آج مہمان بن جائیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم، ایک نظر کرم حضور صلی اللہ علیک وسلم! ایک نظر کرم آپ کو صدیق وعمر رضوان اللہ علیہ اجمعین کا واسطہ ایک نظر کرم حضور! آپ کو عثمان و علی رضی اللہ عنہما کا واسطہ ایک نظر کرم آقا آپ کو حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا واسطہ ایک نظر کرم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے حال پر کرم فرما دیں اور آقا ہمیں اپنے مبارک قدموں کا بوسہ عطا فرمائیں الہ العالمین ہمیں حضور ﷺ کی غلامی عطا فرمائے اللہ ہمیں حضور ﷺ کے غلاموں کا صدقہ ہمیں حضور ﷺ کے ان امتیوں میں شامل کر لے کہ جنہیں دیکھ کر حضور ﷺ خوش ہو کر مسکرائیں۔ اے اللہ ہم اتنے کمینے ہیں اتنے گنہگار ہیں کہ حضور ﷺ کے سامنے اپنا چہرہ کرنے کے بھی لائق نہیں ہیں اے اللہ! ہمیں اس قابل تو بنا دے کہ ہم اپنے آقا کے سامنے اپنا چہرہ تو کر سکیں۔ باری تعالیٰ ہمیں تجھ سے مانگنے کا سلیقہ بھی نہیں آتا ہے باری تعالیٰ ہمیں کچھ خبر نہیں کہ کیا مانگیں بس مولا جو کچھ بہتر ہے وہ تو ہمیں عطا فرما دے اے اللہ! ہمارے حال پر کرم فرما دے ہمارے بچوں کے حال پر کرم فرما دے تمام حاضرین کے گھر والوں بال بچوں اور چھوٹوں بڑوں پر کرم فرما دے اے الہ العالمین جملہ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرما دے بے روزگاروں کو صرف اور صرف رزق حلال سے نواز دے باری تعالیٰ ہم اتنے کمینے ہیں اتنے کمینے ہیں کہ عبادتوں میں بھی ریا کرتے ہیں باری تعالیٰ تجھے تیری رحمت کا واسطہ ہمیں منافقت کی ہر قسم اور ریا کاری کے ہر روپ سے بچا لے ہمیں اخلاص اور حسن نیت عطا فرما حاضرین کی دینی دنیوی اخروی جائز حاجات پوری فرما دے غفور الرحیم تیرا در چھوڑ کر تیرے منگتے کس در پر جائیں اور اپنا

دامن مراد کس در پہ پھیلائیں باری تعالیٰ ہمیں در در کی ٹھوکریں نہ کھلا تو ہی ہمیں حضور ﷺ کے صدقے خیرات عطا فرمادے الہ العالمین وہ نعمتیں جو گنبد خضری سے بٹتی ہیں ہمارا دامن بھی ان نعمتوں سے مالا مال فرمادے باری تعالیٰ تو عظیم ہے تو ہماری کوتاہیوں کو نہ دیکھ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہم گنہگار ہیں لیکن باری تعالیٰ تو تو بخشنہار ہے تو ہمارے گناہوں کو نہ دیکھ اے اللہ! اس ہستی مبارک کو دیکھ کہ جس کا واسطہ دے کر تیری بارگاہ میں التجا کر رہے ہیں۔ اے اللہ! اس ہستی مبارک کو دیکھ جس کی خاطر تو نے ساری بزم کائنات سجا رکھی ہے' بس حضور ﷺ کے صدقے سے جملہ حاضرین کے ظاہر و باطن میں انقلاب برپا کر دے' ہر ایک کی زندگی کا رخ بدل دے اور ہر ایک کی زندگی کا رخ دنیا کی محبت سے موڑ کر اپنی طرف فرمالے' ہر ایک کے دلوں کی دنیا کو آباد فرمادے۔

الہ العالمین حضور ﷺ کی ساری امت پر کرم فرمادے۔ جو امت موجود ہے اس پر بھی کرم فرمادے۔ جو امت قیامت تک ہو گی اس پر بھی کرم فرمادے۔ رب العالمین ہمارے دوستوں کے حال پر بھی کرم فرمادے اور ہمارے بدخواہوں کو ہدایت عطا فرمادے۔ الہ العالمین جنہوں نے دعا کے لئے کہا ہے ان پہ بھی کرم کر اور جنہوں نے نہ کہا ان پہ بھی کرم کر۔ جو ہمیں یاد ہیں ان پہ بھی کرم فرما اور جو یاد نہیں ہیں ان پہ بھی کرم فرمادے۔ اے اللہ! حضور ﷺ کے صدقے حضور ﷺ کی ساری امت کے احوال درست فرمادے۔ ملت اسلامیہ کو ذلت اور رسوائی کے گڑھوں سے نکال کر عظمت و شوکت و تمکنت سے ہمکنار فرما دے۔ الہ العالمین ہم تیری بارگاہ میں ایک مرتبہ پھر التجا کرتے ہیں کہ حضرت گنج کرم کے عرس مبارک پر ہماری آج کی حاضری قبول ہو جائے اور حضورؒ اور حضورؒ کے ان اولیاء اللہ کے توسل و تصدق سے ان سے ہمارا تعلق ان سے ہماری نسبت اور محبت قائم و دائم رہے اور ان سے ہم فیوض و برکات حاصل کرتے رہیں۔ اللہ جل مجدہ ہمیں اور ہماری اولادوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں رکھے' غلامی میں ہی مارے اور بالآخر ہمیں حضور ﷺ کی شفاعت کبریٰ سے بھی نوازے کہ اسی سے ہمارے دم قدم میں بہار ہے اور اسی میں ہماری نجات اور فلاح مضمر ہے۔

آمین بحرمت سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

# حضرت باباجی
# سیّد محمد علی شاہ بخاری

رحمۃ اللہ علیہ

## حالات زندگی مبارک

# پیر سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

### ولادت باسعادت ۔ تعلیم وتربیت

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتدائی تعلیم میاں رحمت علی مرحوم ومغفور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی جن کو گنج کرم حضرت پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا معلم اول ہونے کا بھی شرف حاصل تھا۔ تعلیم وتربیت کی تکمیل فخر سادات کرام اعلیٰ حضرت گنج کرم والد ماجد نے کی۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے ایک تحصیلدار نے اپنی گاڑی پر بٹھایا اور حضرت صاحب پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجازت چاہی کہ صاحبزادہ صاحب کو فیصل آباد میں مولانا محمد یونس صاحب کے مدرسہ میں داخل کرا دیا جائے لیکن حضرت قبلہ گنج کرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منظور نہ فرمایا اور فرمایا کہ تعلیم سے میری تربیت بہتر ہے چنانچہ حضرت صاحب پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو علم لدنی کی لازوال دولت سے مالا مال کیا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو گھڑ سواری کا از حد شوق تھا۔ بابا جی حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے اصطبل میں اعلیٰ نسل کے کئی گھوڑے تھے میرے لیے ایک گھوڑی مخصوص تھی اس پر میرے سوا کوئی بھی سواری نہیں کرتا تھا۔ یہ گھوڑی بھی میرے علاوہ کسی دوسرے کو سواری نہیں کرنے دیتی تھی۔ میں اسے کچھ دور تک خالی دوڑاتا پھر اچھل کر اس پر بیٹھ جاتا۔ فرمایا کہ مجھے تلوار رکھنے کا شوق تھا لیکن انگریزی دورِ حکومت میں تلوار رکھنے کی اجازت نہ تھی لیکن بعد میں تلوار رکھنے کی اجازت حاصل ہوگئی میرے لیے ایک تلوار لائی گئی جس کا قبضہ چاندی کا تھا حضرت قبلہ والد محترم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دفعہ پشاور تشریف لے گئے تو میرے لیے وہاں سے گول کلاہ اور دستار لائے جب میں کلاہ پر دستار باندھے کمر پر تلوار لٹکا کر گھوڑی پر سوار ہو کر اپنی زمین پر جاتا تو دیہاتی میرا استقبال کرتے۔

## ترویج دین

باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کئی مرتبہ انگلستان تشریف لے گئے۔ فرمایا کہ میں وہاں دین کی اشاعت کی خاطر جاتا ہوں کئی لوگ سلسلہ ارادت میں داخل ہو کر نماز اور روزہ کے پابند ہو جاتے ہیں اور تہجد گزار اور پرہیزگار بن جاتے ہیں۔

## ابدی کرم نوازی

غلام مرتضیٰ ولد حاجی محمد حسین ساکن چک نمبر 227 گ۔ب تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حاضر خدمت ہوا تو باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ جامن کے درخت کے نیچے تشریف رکھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادم حافظ حق نواز صاحب سے فرمایا کہ یہ بیلی مرتضیٰ ہمارے پاس رہ کر گیا ہے حافظ جی دربار شریف کی خدمت کرنے والوں پر قیامت تک کرم ہی کرم ہوتا رہے گا۔

## حج بیت اللہ

باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے غالباً 26,27 مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی کئی دفعہ عمرے کیے حج مبارک کی ادائیگی کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ تشریف لے جاتے اور زیادہ وقت مسجد نبوی شریف اور روضہ اطہر پر ہی گزارتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خاص مقام حضوری حاصل رہتا۔ مسجد نبوی شریف اور روضہ مبارک کے نزدیک آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ دوزانو بیٹھتے اور ہمیشہ باادب رہتے اور دوسروں کو بھی مؤدب رہنے کی تاکید فرماتے۔

## تصرفات وکرامات

چوہدری محمد اشرف صاحب ساکن چک نمبر 40/2.L جوڑے والا حسب عادت نماز

جمعہ کے لیے حضرت کرمانوالہ شریف آئے ہوئے تھے۔ وہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حجرہ کے باہر کھڑے تھے۔ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے تو چوہدری صاحب کو بلا کر فرمایا "چوہدری جی کوئی فکر نہ کریں رب کریم آپ کے بیٹے پر خیر کردے گا" چوہدری صاحب کچھ سمجھ نہ پائے انہوں نے خیال کیا کہ میں نے بابا جی حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تو کوئی بات نہیں کی اللہ جانے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کا کیا مطلب ہے لیکن وہ جب نماز جمعہ کے بعد گھر گئے تو معلوم ہوا کہ ان کی غیر حاضری میں ان کے بیٹے عابد پر کسی دشمن نے گولی چلائی تھی مگر وہ محفوظ رہا۔ یہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کشف اور تصرف کا بین ثبوت ہے کہ اپنے بیلی کے بیٹے کو بچا بھی لیا اور اس کی خیریت سے آگاہ بھی کر دیا۔

یہی صوفی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حاجی بشیر صاحب چک نمبر 28 والے کی بیوی سخت بیمار تھی وہ سعودی عرب میں ملازمت کرتے ہیں وہاں سے جب پاکستان آتے تو بیوی کی بیماری میں ہی لگے رہتے اور بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دعا بھی کراتے اور آپ کی تجویز کردہ دوا بھی استعمال کراتے لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا ایک مرتبہ وہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آئے تو انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ اس دفعہ آخری مرتبہ اپنی بیوی کی بیماری کے لیے آپ سے عرض کریں گے اور اس کے بعد آپ کے پاس اس مقصد کے لیے نہیں جانا چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چپ کر کے بیٹھ گئے۔ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کچھ دیر بعد ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ حاجی بشیر صاحب اب آپ نے اپنی بیوی کا کوئی علاج نہیں کرانا۔ رب کریم خیر کردیں گے۔ چنانچہ وہ واپس آگئے اور ان کی بیوی مزید کسی علاج کے صحت یاب ہوگئی۔

محمد منشا نقشبندی کوٹلی آزاد کشمیر بیان کرتے ہیں کہ ان کی شادی نہ ہوتی تھی اور وہ کافی پریشان تھے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلد شادی کے لیے عرض کیا آپ نے دعا فرمائی اور وہ رخصت ہو کر واپس آگئے ابھی پندرہ دن بھی نہ گزرے تھے کہ ان کے ایک پھوپھا زاد جو کہ بہت دور رہتے تھے ان کے پاس آئے اور کہا کہ ان کی بیٹی جوان ہے جس سے وہ نکاح کرلیں چنانچہ وہ ان کے گھر گئے اور شادی کے معاملات طے پا گئے شادی کے اخراجات کے لیے ان کے پاس پیسے بھی نہیں تھے لیکن آپ کی دعا کی بدولت ان کے دوستوں نے

رقم کا بھی بندوبست کر دیا اور ایک ماہ کے اندر شادی ہو گئی۔

مولوی محمد جمیل نقشبندی خطیب جامع مسجد جگالیاں کوٹلی آزاد کشمیر بیان کرتے ہیں کہ ان کا مکان کچا تھا اور پکا مکان بنانے کے لیے ان کے پاس وسائل بھی نہ تھے کیونکہ گاؤں والے فصل کے موقع پر صرف غلہ وغیرہ کا انتظام کر دیتے تھے چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مکان پکا بنانے کے لیے دعا کے لیے درخواست کی آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی اور فرمایا کہ مکان پختہ بن جائے گا چنانچہ جلد ہی دو احباب نے بیرون ملک سے کچھ رقم ان کو بھیج دی اور کچھ رقم ان کے بھائی نے انہیں عنایت کی اور پختہ مکان صرف سولہ دن میں بن کر مکمل ہو گیا چار کمروں والے مکان کا صرف اتنی قلیل مدت میں بن جانا بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کرم اور دعاؤں کا نتیجہ تھا۔

یہی مولوی محمد جمیل نقشبندی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کے چچا کا بیٹا بارہ سال سے دوبئی گیا ہوا تھا۔ نہ واپس آتا تھا اور نہ کوئی رقم وغیرہ ارسال کرتا تھا چنانچہ وہ دعا کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ لڑکا جلد آ جائے گا تقریباً ایک ہفتہ کے بعد مولوی صاحب نماز فجر پڑھ کر ابھی مصلے پر ہی بیٹھے تھے کہ ان کا چچا زاد بھائی دوبئی سے واپس آ کر ان کے سامنے کھڑا تھا بابا جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ سے وہ بارہ سال بعد گھر واپس آ گیا۔

مولانا محمد بشیر خطیب مسجد لوہاراں کاموکی والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی پہلی بیوی فوت ہو گئی دوسری بیوی کو انہوں نے طلاق دے دی اب ان کی شادی نہ ہوتی تھی چنانچہ وہ چند احباب کے ساتھ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلد شادی کے لیے دعا کی درخواست کی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مولوی جی۔ تمہارے گھر میں بیری کا درخت ہے اس کے نیچے بیٹھ کر سورۃ رحمٰن پڑھا کرو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور جلد ہی اگلی شادی ہو گئی اور ایک سال کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکا بھی عنایت فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے نور بصیرت سے ان کے گھر بیری کا درخت بھی دیکھ لیا۔

عبدالستار صاحب کاموکی والے بیان کرتے ہیں کہ محمود احمد ہاشمی صاحب راہوالی شوگر

مل میں ملازم تھا۔مل بند تھی انہوں نے شوگر مل کے ایم ڈی کے خلاف جلوس نکالا جس کی وجہ سے ایم ڈی نے اسے مل سے نکال دیا اور اس کی جگہ کوئی اور آدمی رکھ لیا۔اس نے اعلیٰ حکام سے ملاقاتیں کر کے اپنی بحالی کی بہت کوشش کی لیکن کوئی کوشش کارآمد نہ ہوئی چنانچہ چند احباب کے ساتھ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ بیان کیا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کچھ دیر توقف کیا اور پھر فرمایا جا تیرا ایم ڈی رہے گا نہ ہی تیری جگہ رکھا ہوا آدمی۔ کچھ دن کے بعد محمود صاحب عبدالستار کو ملے اور بتایا کہ ایم ڈی ریٹائر ہو گیا ہے اور ان کی جگہ رکھے ہوئے آدمی کو فالج ہو گیا ہے اور مل انتظامیہ نے اسے دوبارہ ملازمت پر رکھ لیا ہے۔

مشتاق احمد صاحب فورٹ عباس والے 1976 میں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیعت ہوا اور دینی تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی لیکن حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ غربت کی وجہ سے تعلیم ادھوری چھوڑنا پڑی اور اس نے محنت مزدوری شروع کر دی۔۱۹۸۲ء میں وہ دوبارہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی حالت زار بیان کی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دعا فرمائی اور اس کے حالات ٹھیک ہو گئے اور اس نے دوبارہ دینی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا سے تعلیم المدارس کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا اور آج کل وہ ایک عالم دین اور ایک واعظ خوش بیان ہے۔

محمد صدیق فرید آباد ننکانہ صاحب والے بیان کرتے ہیں کہ وہ عرس کے موقع پر حضرت کرمانوالہ شریف گیا ہوا تھا اس نے تین چار دن سے شیو نہیں کی تھی جس سے داڑھی کچھ بڑھ گئی تھی۔قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارد گرد بہت سے مریدین بیٹھے ہوئے تھے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان سے مصروف گفتگو تھے اچانک آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے محمد صدیق سے فرمایا کہ بیلیا اب داڑھی مت منڈانا چنانچہ اس نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اب داڑھی نہ منڈاؤں گا لیکن جو دوست بھی ملتا داڑھی کی وجہ سے اس کا مذاق اڑاتا جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہو گیا اور تذبذب کے عالم میں تھا کہ ایک رات اسے خواب میں پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کا وصال چار پانچ ماہ پہلے ہوا تھا ملے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارد گرد کافی احباب باریش موجود تھے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے فرمایا کہ داڑھی نہ منڈوانا کیونکہ یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہے چنانچہ اس نے خواب سے بیدار ہو کر پختہ ارادہ کر لیا کہ اب کبھی داڑھی نہ منڈواؤں گا اور اس کی تذبذب کی کیفیت ختم ہو گئی۔ پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد بزرگوار کی ہدایت پر عمل کرانے کے لیے خود خواب میں تشریف لائے اور اسے داڑھی نہ منڈوانے کی تاکید کی۔

حاجی جنید اشرف بٹ گلبرگ لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد محترم حاجی غلام نبی بٹ اعلیٰ حضرت کرماں والے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادہ میر طیب علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات پر تعزیت کے لیے کرموں والا ضلع فیروز پور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں پر موجود نہیں تھے غلام نبی بٹ صاحب نے واپسی کا قصد کیا۔ پیر سید محمد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں روکنے کی کوشش کی کہ قبلہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابھی تشریف لے آتے ہیں لیکن وہ نہ رکے اور بعد از نماز عصر وہاں سے روانہ ہو گئے لیکن راستے میں بھٹک گئے اندھیرا چھا گیا اور راستہ کا پتہ نہ چلتا تھا اتنے میں ایک طرف سے روشنی جلتی بجھتی نظر آئی وہ اسی طرف چل پڑے اور گاؤں میں پہنچ گئے وہاں جا کر معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ کرموں والہ گاؤں میں ہی واپس آ گئے ہیں روشنی کے متعلق معلوم ہوا کہ پیر جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی ٹارچ لے کر اچھل اچھل کر دیوار کے اوپر تک روشنی پھینک رہے تھے درویشوں کے استفسار پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ کچھ بیلی (مریدین) راستہ بھول گئے ہیں ان کو راستہ بتا رہا ہوں یہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بچپن کا زمانہ تھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ان کی پریشانی عیاں ہو گئی اور راستہ بھولنے پر ٹارچ کی روشنی سے ان کی رہنمائی فرمائی۔

یہی جنید اشرف بٹ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دوست انہیں ایک قوالی کی کیسٹ دے گیا جس کے بول تھے

"یار چناں توں دسے کلی یار دی گھڑیا"

یہ قوالی وہ روز سنتے تھے اور اس طرح اسے زبانی یاد ہو گئی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لندن تشریف لائے ہوئے تھے اور مانچسٹر جانے کے لیے ان کے ساتھ روانہ ہوئے کار کی ڈرائیونگ بٹ صاحب خود کر رہے تھے۔ راستہ میں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے

فرمایا کہ اچھا تو کوئی نعت سناؤ انہوں نے عرض کیا کہ نعت تو انہیں نہیں آتی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اچھا تو کوئی قوالی ہی سناؤ انہوں نے کہا کہ انہیں قوالی بھی نہیں آتی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک قوالی تمہیں آتی ہے اور ان کے استفسار پر قوالی "یار چناتو دے گلی یاردی گھڑیا" کا نام بتایا تو وہ حیران رہ گئے کیونکہ اس بارے میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کبھی کوئی بات نہیں ہوئی تھی محض آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے نور بصیرت سے یہ انکشاف کیا۔

غلام مرتضیٰ صاحب سمندری والے بیان کرتے ہیں کہ میں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملتا رہتا تھا لیکن چھوٹے باباجی سید عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کبھی ملاقات نہ ہوئی تھی حالانکہ ان سے ملنے کی بہت زیادہ خواہش تھی۔ ایک مرتبہ میں حضرت کرمانوالہ شریف حاضر ہوا اور پیر جی سے ملاقات کے بعد اجازت چاہی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اجازت نہ دی اس دن چھوٹے باباجی سرکار سید عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال مبارک ہو گیا اور میں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جنازہ میں شریک ہو کر سعادت حاصل کی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ظاہری حیات مبارکہ میں نہ سہی لیکن بعد میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خوب زیارت کی اس طرح میری چھوٹے باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کی خواہش باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے واپس گھر نہ جانے کی اجازت دے کر پوری کر دی۔

حضور بخش جی پی او لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے میرا چھوٹا بھائی گونگا تھا میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بھائی کے لیے دعا کی درخواست کی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تیرا بھائی بالکل ٹھیک ہو جائے گا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شہد گلقند اور مکھن ہم وزن ملا کر اور ایک جان کر کے بھائی کو کھلانے کا حکم فرمایا چنانچہ چند دن کے استعمال سے ہی وہ بچہ روانی سے بولنے لگا در اصل یہ نظر کرم تھی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی۔

یہی حضور بخش صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے بیٹے خالد محمود نے ایف ایس سی کا امتحان پاس کیا لیکن اس کے اتنے زیادہ نمبر نہ تھے کہ اسے انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخلہ مل جاتا قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس مبارک پر لاہور

تشریف لائے ہوئے تھے میں اپنے بیٹے کو لے کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرے بیٹے سے خود ہی دریافت فرمایا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ میرے بیٹے نے عرض کی حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخلہ لے کر انجینئر بننا چاہتا ہوں لیکن ایف ایس سی میں اتنے نمبر نہیں کہ داخلہ مل سکے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جاتو انجینئر بن گیا۔ میرے بیٹے نے انجینئرنگ یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی دونوں جگہ داخلہ فارم جمع کرادیے لیکن کسی جگہ بھی داخلہ نہ مل سکا اور کلاسیں شروع ہوگئیں کچھ دن بعد پنجاب یونیورسٹی سے خط موصول ہوا اور اس نے دیگر کافی لڑکوں کے ساتھ ٹیسٹ دیا ٹیسٹ میں پاس ہوگیا اور بعد ازاں انٹرویو میں بھی پاس ہوگیا اور اسے داخلہ مل گیا اس کو بی ایس سی انجینئرنگ کرنے کے بعد پاکستان اٹامک انرجی کمیشن میں ملازمت مل گئی اور وہاں سے ایم۔ ایس۔ سی کرنے کے بعد ٹریننگ کے لیے چین گیا اور آج کل وہ پاکستان اٹامک انرجی کمیشن میں تعینات ملک کی خدمت کر رہا ہے۔

مفتی حبیب اللہ صاحب کاموکی والے بیان کرتے ہیں کہ میں اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آخری زیارت جی بھر کر نہ کر سکا جس کا مجھے قلق تھا اتنے میں لاؤڈ اسپیکر پر اعلان ہوا کہ مفتی حبیب اللہ صاحب آگے تشریف لے آئیں بابا جی محمد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یاد فرما رہے ہیں چنانچہ وہ آگے چلے گئے اور بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں آپ کے قریب کر کے فرمایا کہ وہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جی بھر کر زیارت کرلیں۔

حاجی بشیر احمد صاحب غلہ منڈی اوکاڑہ والے بیان کرتے ہیں کہ محمد اسمٰعیل اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نعت خواں تھے۔ وہ جمعرات کو کرمانوالہ شریف آتے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی اذان دیتے جمعہ والے دن فجر اور جمعہ کی اذان دیتے اور نعت شریف پڑھتے گذشتہ تیس سال سے یہی معمول تھا ایک دفعہ اذان دی تو آواز بہت کمزور تھی۔ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اسمٰعیل کی بیٹری ڈاؤن ہوگئی ہے اور آپ نے ایک خادم کو اس کے ساتھ روانہ کیا کہ گھر چھوڑ آئیں بس سے اترتے وقت وہ گر گئے چنانچہ انہیں گھر لے کر گئے تو

کچھ دیر بعد وہ انتقال کر گئے حاجی بشیر احمد صاحب نے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا حاجی صاحب آپ کو میں نے کہا نہیں تھا کہ اسمٰعیل کی بیٹری ڈاؤن ہوگئی ہے نیز آپ نے فرمایا کہ اس کی نماز کبھی قضا نہیں ہوئی اور مرتے وقت باوضو تھا یہ تھا آپ کا کشف و کرامت کہ آپ کو معلوم تھا کہ آپ کا ملنے والا مرتے وقت باوضو تھا اور اس کی نماز بھی کبھی قضا نہیں ہوئی۔

## پیر خانہ کا ادب

ڈاکٹر نورالدین سانده کلاں والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میاں غلام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کونٹری انگلینڈ میں تھے اور باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی وہاں موجود تھے۔ دوسرے روز دیگر احباب کو ملنے کے لیے لیوٹن کے لیے روانہ ہوئے تو اگلی گاڑی میں میاں غلام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور پچھلی گاڑی میں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے ایک موقع پر ڈاکٹر نور الدین صاحب جو باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گاڑی چلا رہے تھے میاں صاحب سرکار والی گاڑی کو اورٹیک کرکے آگے نکل گئے اس پر باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں روکا اور فرمایا کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گاڑی کو آگے جانے دیں دراصل یہ پیر خانے کا ادب تھا کہ اپنی گاڑی بھی ان سے آگے نہ جانے دی۔

## ملفوظات

باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "نماز خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرنی چاہیے یہ خیال رہے کہ میں خدا سے ہم کلام ہوں اور میں اسے دیکھ رہا ہوں اگر یہ ممکن نہ ہو تو اتنا ضرور خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔ نماز صحیح ادا کرے الفاظ کے معنی پر دھیان رکھے۔ التحیات کو بھی غور سے پڑھنا چاہیے اس میں اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان راز و نیاز کی گفتگو ہے شب معراج جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ میرے

لیے کیا تحفہ لے کر آئے ہو تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنی تمام بدنی اور مالی عبادات پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر آپ پر سلام پیش کیا اور اپنی خصوصی برکتوں اور رحمتوں کا نزول فرمایا حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں اور برکتوں کو سمیٹتے ہوئے اور اپنی امت کے گنہگاروں کا خیال کرتے ہوئے فرمایا ہم (یعنی میں اور میری امت کے گنہگار اور نیک لوگوں) پر سلام ہو آپ کا یہ مقام دیکھ کر فرشتوں نے کہا "ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

نیز فرمایا کہ جب ہم التحیات غور سے پڑھیں گے تو دل میں ایک خاص نور پیدا ہوگا اور "الصلوٰۃ المعراج المؤمنین" کی حقیقت ظاہر ہوگی۔

نیز فرمایا کہ درود پاک پڑھتے وقت نمازی کو یہ خیال رہے کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ اور میں آپ کی ذاتِ اقدس پر درود پاک پڑھ رہا ہوں ایک طرف اللہ تعالیٰ اور فرشتے دوسری طرف اہل ایمان درمیان میں نبی کریم ﷺ۔ پس حضور ﷺ اللہ اور بندوں کے درمیان وسیلہ ہیں۔

نیز فرمایا کہ حضور ﷺ کی زیارت اس حالت میں ہو کہ آپ خوش نظر آئیں نہ کہ ناراض۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ سے مسجد نبوی میں کسی نے "حلوہ" کا سوال کر دیا تو اس بزرگ نے بڑی درشتی سے مانگنے والے کو جواب دیا کہ میں یہاں تمہارے لیے حلوہ لے کر بیٹھا ہوں وہ شخص بڑا نادم ہوا کہ اسے کم از کم مسجد نبوی ﷺ میں ایسا کڑا سا جواب تو نہیں ملنا چاہیے تھا۔ اسی شب اس بزرگ کو نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں فرمایا کہ اگر تم حلوہ نہیں کھلا سکتے تھے تو کم از کم سائل کو جواب تو نرمی سے دیتے اور ان بزرگ کو مسجد نبوی سے نکل جانے کا حکم دیا۔

باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو بیلی (مریدین) یہاں آ کر دیگر بیلیوں کے لیے مختلف خدمات انجام دیتے ہیں ان پر قیامت تک کرم ہی کرم ہوتا رہے گا۔

نیز فرمایا کہ ولی کا فیض نہ صرف مریدین پر بلکہ ان کی پانچ پشتوں تک جاری رہتا ہے۔

نیز فرمایا کہ ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد ہیں اور یہ بہت بڑا شرف ہے۔

ملفوظ نیز فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں معاً یہ خیال آیا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے انہیں بھلا دیا ہے اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور زمین پر اپنا پَر مارا وہاں سے ایک پتھر برآمد ہوا پتھر شق ہوا اور اس میں سے ایک کیڑا سبز پتی منہ میں لیے ظاہر ہوا تو رب کریم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو فرمایا کہ میں تو پتھر کے اندر کیڑے کو نہیں بھولا تو آپ کو کس طرح بھول سکتا ہوں۔ رب کریم پتھر میں اس کیڑے کو روزی پہنچا رہا ہے تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کو کیسے بھول سکتا ہے صرف ایمان و یقین کی ضرورت ہے کہ رب کریم ہی روزی رساں ہے۔

ملفوظ نیز فرمایا کہ ایک عام مسلمان کی قبر پر چڑیا بیٹھے تو صاحب قبر جان لیتا ہے کہ یہ جانور نر ہے یا مادہ تو اولیاء اللہ کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔

ملفوظ نیز فرمایا مرید حقیقی وہ ہے جو پیر کے بتائے ہوئے ذکر و فکر میں مشغول رہے کیونکہ ذکر سے طالب مطلوب تک پہنچتا ہے اور محبت الٰہی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ محبت مستحکم ہو جاتی ہے ذکر مشاہدہ حق کے ساتھ ہو جاتا ہے اس ذکر کو اللہ تعالیٰ نے کامیاب و کامرانی فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **و اذکرو اللّٰہ کثیراً لعلکم تفلحون** ۔القرآن (اللہ تعالیٰ کا ذکر کثیر کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ)

ملفوظ نیز فرمایا کہ کھانے سے جسم تندرست رہتا ہے ترک گناہ سے روح کو غذا ملتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے دین سلامت رہتا ہے۔

نیز فرمایا کہ آٹھ باتوں سے انسان مکمل مسلمان بن جاتا ہے۔

۱۔ باوضو رہنا۔

۲۔ کم بولنا۔

۳۔ ذکر الٰہی۔

۴۔ پیر سے تعلق رکھنا۔

۵۔ خطرات نفس سے دوری۔

۶۔ خلوت پسندی۔

۷۔ کم کھانا۔
۸۔ اپنے پیر کے کسی فعل پر اعتراض نہ کرنا۔

مولانا محمد عنایت احمد خطیب جامعہ مسجد ۃ گلبرگ لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت کرمانوالہ شریف بابا جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا بابا جی سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کو ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا کہ بابا جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا پاؤں پھسلا اور ایک بازو ٹوٹ گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میرے تو دونوں بازو ہی ٹوٹ گئے ہیں۔ ایک بازو تو میرے حقیقی بھائی کے وصال کی وجہ سے اور دوسرا گرنے کی وجہ سے۔ نیز فرمایا کہ لوگ تو ایسی ہی باتیں کرتے ہیں میں نے تو اپنے بھائی کو اپنی قبر بھی دے دی اور کفن بھی۔ یہ قبر کی جگہ میں نے اپنے لیے رکھی تھی اور کفن میں اپنے لیے مدینہ منورہ سے لایا تھا۔

یہی مولانا صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں بابا جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا دیگر مریدین بھی موجود تھے کہ اتنے میں ریل گاڑی وہاں سے گزری تو مریدین کا دھیان اس طرف ہو گیا آپ نے فرمایا ''یہی جگہ تھی اور اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف فرما تھے ریلوے اسٹیشن حضرت کرمانوالہ ابھی نیا نیا بنا تھا اسی طرح ریل گاڑی وہاں سے گزری تو چند بیلیوں (مریدین) کا دھیان اس طرف ہو گیا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''کیا دیکھتے ہو گاڑیاں تو آتی جاتی رہیں گی لیکن وقت ہاتھ نہیں آئے گا اور پھر وقت ہاتھ نہیں آیا۔

نیز فرمایا کہ شریعت کی نگہداشت طریقت کے حصول کا سبب ہے نفس کی اصلاح شریعت سے دل کی اصلاح طریقت سے اور روح کی حقیقت سے ہوتی ہے۔

نیز فرمایا کہ اولیاء اللہ کا تصرف زندگی میں اور موت کے بعد یکساں ہوتا ہے۔

### استغنا

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی سے نذر نیاز کی امید نہ رکھتے تھے اور فرماتے کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ پیر جی! اللہ، اللہ کرتے رہا کرو۔ دنیا اس کے صدقے

میں مل جائے گی۔ لہٰذا نذرانہ وغیرہ وصول کرنے کے لیے کبھی کوئی صندوق وغیرہ کہیں بھی نہ رکھوایا۔ اور نہ ہی کسی سے مدد کی توقع کیا کرتے تھے۔ اگر کوئی ضرورت مند کچھ رقم ادھار لے جاتا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی پر ظاہر نہ فرماتے حتیٰ کہ وہ خود ہی واپس کر دیتا۔ ادائیگی میں دیر پر مواخذہ نہ فرماتے۔

## باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آخری ایام

صوفی عنایت اللہ نے بیان کیا کہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو وصال سے چند سال قبل شوگر کی تکلیف ہوگئی۔ لاہور سے دوائی منگوائی گئی لیکن ابھی کورس مکمل بھی نہ ہوا تھا کہ تکلیف زیادہ ہوگئی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علاج کے لیے فیصل آباد تشریف لے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ساحل ہسپتال میں داخل ہوگئے۔ علاج سے قدرے افاقہ ہوا۔ ایک روز باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ڈاکٹر انچارج سے فرمایا کہ ہم نے حج کے لیے جانا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ابھی آپ کو فارغ کرنا مناسب نہیں لیکن میں حج بیت اللہ کی سعادت میں حائل ہونا پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ آپ حج کرنے کی نیت سے حضرت کرماں والا شریف تشریف لے آئے۔ لیکن کچھ دن بعد آپ کو دوبارہ تکلیف شروع ہوگئی اور آپ کو فیصل آباد نیشنل ہسپتال داخل کر دیا گیا۔ آپ نے بیماری کی شدت کی وجہ سے ارادہ سفرِ حج ملتوی کر دیا اور اپنے ساتھ جانے والے بیلیوں کو حج پر جانے کی اجازت دے دی۔ بیماری میں کوئی افاقہ نہ ہوا تو واپس آ گئے اور ہومیو پیتھک علاج شروع کر دیا۔ عیدالضحیٰ کی نماز آپ نے مسجد میں ادا فرمائی اور بعد از نماز تمام بیلیوں سے ملاقات بھی فرمائی۔ طبیعت دوبارہ خراب ہونے پر آپ کو سی۔ ایم۔ ایچ، راولپنڈی داخل کروایا گیا لیکن اللہ کریم کی مرضی کچھ اور تھی۔ آپ کی صحت روز بروز خراب ہوتی گئی اور آخر کار آپ 12 جون 1993ء کو اپنے صاحبزادے کے وصال پر ملال کے ایک سال بعد خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جہلم کے موقع پر حضرت صاحب کے قابلِ فخر پوتے اور باباجی عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری کو سجادہ نشین مقرر کر دیا گیا۔ اور اس طرح اللہ کریم کی رضا پر راضی رہنے والا یہ آفتاب ایک نئی روشنی اجاگر کرنے کے بعد رخصت ہوگیا۔

# شجرہ شریف نقشبندیہ (منظوم)

از مولوی محمد اکرام مؤلف کتاب ہذا

یا اللہ کرم کر اپنی عطا کے واسطے — رحم کر ہم پر محمد مصطفےٰ ﷺ کے واسطے
بخش دے ساری خطائیں اے مولا کریم — حضرت صدیق اکبر با وفا کے واسطے
دولت صبرو رضا دے خو گر تسلیم کر — حضرت سلمان فارس بے ریا کے واسطے
کر عنایت مجھ کو سوز و مستی اے خدا — حضرت قاسم امام و مقتدا کے واسطے
میرا دل معمور کر صدق و یقیں کے نور سے — جعفر صادق امام اولیاء کے واسطے
فضل سے اپنے عطا کر دولت قرب وحضور — شیخ کامل بایزید باخدا کے واسطے
ابوالحسن خرقانی شیخ بو علی صاحب کمال — خواجہ یوسف شہ جود و سخا کے واسطے
عبدالخالق غجدوانی عارف و محمود نیز — شیخ علی رامیتنی شاہ ہدیٰ کے واسطے
خواجہ بابا ساسی حضرت سید امیر — نقشبند ما بہاؤ الدین ضیاء کے واسطے
شیخ علاؤ الدین عطار حقیقت آشنا — حضرت یعقوب چرخی با صفا کے واسطے
خواجہ احرار دانائے رموز معرفت — اور محمد زاہد حضرت مولانا کے واسطے
شیخ درویش محمد خواجگی امکنگی نیز — باقی باللہ عارف راہ ہدیٰ کے واسطے
شیخ سر ہندی مجدد الف ثانی خضر راہ — پیر کامل شیخ احمد پیشوا کے واسطے
حضرت قیوم ثانی خواجہ معصوم و سعید — حضرت خواجہ حنفی پارسا کے واسطے
بغض و کینہ سے پاک کر الٰہی سینہ میرا — شیخ محمد زکی با خدا کے واسطے
حضرت خواجہ محمد حاجی احمد شاہ حسین — اور امام با علی مشکل کشا کے واسطے
حضرت صادق علی بابا امیرالدین ولی — ہادیان دیں پناہ حق آشنا کے واسطے
یا الٰہی معرفت اور سوزو مستی کر عطا — شیر حق شیر محمد باصفا کے واسطے
کر عطا سب کو الٰہی دو جہاں کی نعمتیں — شاہ کرمانوالہ شاہ اتقیاء کے واسطے
قطب عالم شیخ کامل چارہ بے چار گاں — حضرت اسمٰعیل شاہ غوث الوریٰ کے واسطے
مشکلیں آسان کردے دین و دنیا کی تمام — مرشد کامل حقیقت آشنا کے واسطے
کر کرم کروا کرم دونوں جہاں میں رکھ شرم — کر کرم اے کرمانوالے تو خدا کے واسطے
یا الٰہی سب اٹھا لے درد و اندوہ کے بوجھ — حضرت کرمانوالے مرشد راہنما کے واسطے

# خاتمہ کلام

من آں خاکم کہ ابر نوبہاری — کند از لطف برمن قطرہ باری
اگر بروید از تن صد زبانم — چوسوسن شکر لطفش کے توانم

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے اس فقیر پر تقصیر کو اپنی خاص عنایت سے اس کتاب کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی اس قادر مطلق کے اس احسان کا کما حقہ شکر ادا کرنا مشکل ہے میرے لیے یہ دارین کی سعادت ہے کہ اپنے پیرومرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر خیر بیان کرنے کے قابل ہوا ہوں۔ درحقیقت اس شہباز ولایت کے حالات وکمالات کا بیان میرے جیسے سراپا غفلت انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ یہ محض اللہ کریم کا فضل اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کرم ہے جس کی برکت سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔

دوران تالیف واشاعت کتاب اس ناچیز کو ہر مرحلہ پر تائید غیبی حاصل رہی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ میری یہ کوشش شرف قبولیت حاصل کر چکی ہے توقع ہے کہ صاحب نسبت اور صاحب حال حضرات بالخصوص اور ہر طبقہ خیال کے احباب بالعموم اس سے مستفیض ہوں گے روایت بیان کرنے میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ راوی نے اصل واقعہ بے کم و کاست بیان کیا ہو اور کسی قسم کی لفاظی یا مبالغہ آرائی سے کام نہ لیا ہو۔ تعلیم یافتہ نوجوانوں اور خشک عالمان دین کے دلوں میں اہل اللہ کی محبت کا جذبہ پیدا کرنے میں یہ کتاب بہت مددومعاون ثابت ہوگی۔ یہ فرضی قصے کہانیاں نہیں ہیں بلکہ حقیقی واقعات ہیں جن میں سے اکثر کا وقوع اس حقیر کے ذاتی مشاہدہ اور علم کی بات ہے ایسے بے شمار اسرار و رموز جو عوام الناس کے عقل وفہم سے بالا ہیں دانستہ یہاں بیان نہیں کئے گئے کفر والحاد اور بے دینی کی تاریکیوں کے دور میں اگر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد کسی ایک خوش بخت انسان کے دل میں نور ایمان کی چمک اور اہل اللہ کی محبت کی ضیا پیدا ہوگئی تو میری روح کو تسکین حاصل ہوگی۔

آخر میں صمیم قلب سے میری یہ دعا ہے کہ مولا کریم ہم سب کو اپنی خالص محبت عطا فرمائیں اور اپنے حبیب پاک ﷺ اور اولیاء وصلحائے امت کی دولت الفت سے مالا مال فرمائیں نیز ہمیں اپنے برگزیدہ بندوں کی اتباع کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْخَلَائِقِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ وَ ارْحَمْنَا مَعَھُمْ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْنَ ○

## شجرہ شریف چشتیہ

ہمارے پیر ومرشد شیخ الاسلام حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو نسبت تھی حضرت مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو کہ خلیفہ تھے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور وہ خلیفہ تھے اپنے جد امجد حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور وہ خلیفہ تھے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور وہ حضرت خواجہ مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور وہ حضرت مولانا خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا اور وہ شیخ الشیوخ فرید الحق مسعود اجودھنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور وہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور وہ خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی سنجری اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور وہ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور وہ خواجہ حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور وہ خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور وہ شیخ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور وہ خواجہ محمد چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور وہ خواجہ ابو اسحاق شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور وہ خواجہ حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور وہ خواجہ ابراہیم الادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلطان بلخ کے اور وہ شیخ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور وہ شیخ عبد الواحد بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور وہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور وہ امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے اور وہ حضرت رسالت مآب سرور کونین محمد مصطفےٰ ﷺ کے وہ من اللہ تعالیٰ عزوجل

# شجرہ شریف نقشبندیہ

| | | |
|---|---|---|
| سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، | | |
| سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | 12 ربیع الاول 11 ہجری | مدینہ منورہ |
| حضرت عبداللہ ابن قحافہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ | 23 جمادی الثانی 13 ہجری | مدینہ منورہ |
| حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ | 10 رجب 23 ہجری | مدائن |
| حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ | 24 جمادی الاول 101 ہجری | مدائن |
| حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ | 15 رجب 138 ہجری | مدینہ منورہ |
| حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 14 شعبان 161 ہجری | بسطام (ازبکستان) |
| حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 10 محرم 225 ہجری | خرقان |
| حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 4 ربیع الاول 477 ہجری | طوس |
| حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 27 رجب 535 ہجری | مرو |
| حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 12 ربیع الاول 575 ہجری | غجدوان |
| حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 1 شوال 616 ہجری | ریوگر نزد بخارا |
| حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 715 ہجری | انجیر فغنوی |
| حضرت خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 28 ذیقعدہ 721 ہجری | خوارزم بخارا |
| حضرت خواجہ بابا محمد سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 10 جمادی الثانی 755 ہجری | سماس |
| حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 8 جمادی الاول 722 ہجری | سوخار |
| حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 3 ربیع الاول 791 ہجری | قصر عارفاں، بخارا |
| حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 20 رجب 802 ہجری | نوجغانیاں (ازبکستان) |
| حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 5 صفر المظفر 851 ہجری | بلغنور |

| حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 29 ربیع الاول 895 ہجری | سمرقند |
| --- | --- | --- |
| حضرت خواجہ محمد زاہد ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 1 ربیع الاول 939 ہجری | موضع وخش |
| حضرت خواجہ مولانا محمد درویش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 29 محرم 975 ہجری | استقرار |
| حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 23 شعبان 1008 ہجری | امکنگ |
| حضرت خواجہ عبدالباقی باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 25 جمادی الثانی 1012 ہجری | دہلی (بھارت) |
| حضرت خواجہ امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 28 صفر المظفر 1034 ہجری | سرہند شریف |
| حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 9 ربیع الاول 1079 ہجری | سرہند شریف |
| حضرت خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 27 ذوالحج 1026 ہجری | سرہند شریف |
| حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 28 جمادی الثانی 1070 ہجری | سرہند شریف |
| حضرت خواجہ محمد حنیف پارسا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 1 صفر المظفر 1133 ہجری | بامیاں، کابل، افغانستان |
| حضرت خواجہ شیخ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 9 ذوالحج 1129 ہجری | مکہ مکرمہ |
| حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 4 ذوالقعدۃ 1188 ہجری | لواری، سندھ، پاکستان |
| حضرت خواجہ حاجی احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 1223 ہجری | قاضی احمد، سندھ |
| حضرت خواجہ شاہ حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 7 صفر المظفر 1224 ہجری | رتڑ چھتر، مکان شریف |
| حضرت خواجہ امام علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 14 شوال 1282 ہجری | رتڑ چھتر، مکان شریف |
| حضرت خواجہ صادق علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | شعبان 1317 ہجری | رتڑ چھتر، مکان شریف |
| حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 9 ذوالقعدۃ 1331 ہجری | کوٹلہ شریف، شیخوپورہ |
| حضرت خواجہ میاں شیر محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 3 ربیع الاول 1347 ہجری | شرقپور شریف |
| حضرت خواجہ سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری حضرت صاحب کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ | 27 رمضان المبارک 1385 ہجری | حضرت کرمانوالہ شریف |

## مؤلف کی دیگر کتب

### مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

مکتوبات شریف کا ترجمہ ایک نہایت اچھوتے اور بلیغ انداز سے اس طرح کیا گیا ہے کہ ایک مضمون کے تمام مکتوبات ایک ہی جگہ جمع کر دیے گئے ہیں جس سے قارئین کو آپ کے فرمودات اچھی طرح ذہن نشین ہو سکتے ہیں

(زیر طباعت)

### فیوض الحرمین مسائل حج وعمرہ

اس کتاب میں حج وعمرہ کے مسائل کا مفصل بیان ہے

### جشن میلاد النبی ﷺ

بزبان حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ رسالہ حسن المقصد فی عمل المولود

اس میں حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جشن میلاد النبی ﷺ منانے کو دلائل سے ثابت کیا ہے اور معترضین کا کافی وشافی رد کیا ہے

### فضائل درود شریف

قرآن اور احادیث سے منتخب فضائل درود شریف کا ایک حسین انداز بیان

### ایصال ثواب

قرآن واحادیث سے ایصال ثواب پر مدلل دلائل

طیبی پبلی کیشنز 155 حبیب اللہ روڈ گڑھی شاہو۔ لاہور